

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ

مردانِ عرب

(مکمل)

پیغامِ توحید کو عام کرنے کے لیے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانبازیاں

علامہ عبدالستار ہمدانی

تصحیح

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

شبیر برادرز

اردو بازار ○ لاہور

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ

مردانِ عرب

پیغامِ توحید کو عام کرنے کے لئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانبازیاں

حصہ اوّل

مصنّف
علّامہ عبدالستّار ہمدانی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور
شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

مردانِ عرب



ترتیب

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حقانیت اور حسن اخلاق سے پھیلا ہے

حقانیت کی وجہ سے اسلام پھیلنے کے واقعات

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کو تمام علوم عطا فرمائے

صحابہ کرام کا جذبہ عشق نبی اور شوق شہادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی محاسن

اسلام کے خلاف کفار و یہود کی سازشیں

جنگ موتہ ۸ ہجری

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

غزوہ تبوک (جیش العسرت) ۹ ہجری

عیسائیوں کا تیسری مرتبہ عزم جنگ

فتنوں کی آندھی اور حضرت صدیق اکبر کا استقلال

ملک شام میں اسلامی لشکر کا پس منظر

پہلا معرکہ جنگ بمقام تبوک

مالِ غنیمت اور اس کے احکام

جنگ فلسطین (Palastine)

سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے حضرت ابوعبیدہ کی معزولی اور حضرت خالد بن ولید کا تقرر

"جنگ بصرہ"

جنگ دمشق (بار اول)

''جنگ اجنادین''

جنگ دمشق (بار دوم)

خلافت حضرت عمر فاورق اعظم

جنگ حصن ابی القدس

جنگ قنسرین

جنگ بعلبک

جنگ حمص (بار اول)

"فتح رستن"

"جنگ شیرز"

حل لغات

نمبر	لفظ	لفظ کے معنی اور اس کی تفصیل	حوالہ
1	بَطْرِيق	پادریوں کا سردار' آتش پرستوں کا پیشوا' رومی فوج کا سردار' جمع: بطارقہ Leader or a monk of the nazarites and five worshippers - a Chie of Roman Army.	فیروز اللغات ص 205 Royal,Persian, English, Dictionary Page59
2	رَاهِبٌ	عیسائی عابد یا زاہد' تاریک الدنیا Christian Prist	فیروز اللغات' ص702
3	گَبْرٌ	آتش پرست' آگ کی پوجا کرنے والا زردشت کا پیرو' Afire worshipper, a follower of zoroaster, infidel	فیروز اللغات ص1080' R.P.E.D Page343
4	قَسٌ	عیسائیوں کا مہتر یعنی سرگروہ' امیر	فتوح الشام حاشیہ' ص 43
5	اَحْبَار	حبر کی جمع' یہودیوں کے علماء	فیروز اللغات' ص 72
6	مُصَاحِب	ہم نشین' ساتھی' جلیس' ندیم' ہم صحبت Courtier	فیروز اللغات ص 1253
7	نَقِيب	لوگوں کے خاندان اور ذاتی حالات سے واقفیت رکھنے والا	فیروز اللغات' ص1372
8	قَيْصَر	بادشاہ روم Title Of Roman Emperors	فیروز اللغات ص:968
9	كِسْرٰى	شاہِ فارس' نوشیروان عادل' خسرو پرویز Title of king of persia	فیروز اللغات ص:1011
10	دَارُالْحَرْب	وہ ملک جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہو اور مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا جائے	فیروز اللغات ص:607

11	صُومِعَه	گرجا' عیسائیوں کا عبادت خانہ Christian Church	فیروز اللغات ص:867
12	کَنِیْسَه	گرجا' یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت خانہ Jewish Synagogue	فیروز اللغات ص:1038
13	حَوَارِی	حضرت عیسیٰ کے شاگرد' دوست' مددگار' وفاداری سے کام کرنے والا	فیروز اللغات ص:576
14	غَزْوَه	وہ جہاد جس میں رسول مقبول شریک ہوئے' جمع' غزوات	فیروز اللغات ص:913
15	سَرِیَّه	وہ جہاد جس میں رسول مقبول شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ آپ نے کسی کی سرداری میں لشکر بھیجا ہو' اسے بعث بھی کہتے ہیں۔	
16	سپہ سالارِاعظم	امیر فوج' سالار لشکر Commander-in-chief	فیروز اللغات ص:1028
17	جَیْش	لشکر' فوج' دَل' سپاہ' جمع' جیوش AN army	R.P.E.D page_124
18	مُقَدِّمَةُ الْجَیْش	وہ لشکر جو آگے بھیج دیا جائے Advance Army Force	فیروز اللغات ص:1273
19	طَلِیْعَه	وہ لشکر جو فوج کے آگے دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگاتا علاوہ ازیں پانی' اترنے کی جگہ وغیرہ کی تلاش میں جاتا ہے:Vanguard	فیروز اللغات ص:880
20	هَرَاوَل	وہ تھوڑی فوج جو لشکر کے آگے آگے چلے' لشکر کا پیش خیمہ	فیروز اللغات ص:1438
21	مَیْمَنَه	دائیں طرف' دائیں بازو کی فوج Right Wing of army	فیروز اللغات ص:1332
22	مَیْسَرَه	بائیں طرف' بائیں بازو کی فوج Left wing of army	فیروز اللغات ص:1330
23	مُقَدِّمَه	فوج کا وہ حصہ جو آگے ہو Front Army Force	فیروز اللغات ص:1273

24	قَلْب	فوج کا درمیانی حصہ Middle wing of army	فیروز اللغات ص:960
25	عَقَب	پیچھے، فوج کا پچھلا حصہ End of army force	فیروز اللغات ص:899
26	مَعْرِکَہ	میدان جنگ، رزم گاہ، لڑائی Field of battle	فیروز اللغات ص:1263
27	پَڑاؤ	لشکر یا قافلہ کے اترنے کی جگہ Travellers resting place	فیروز اللغات ص:294
28	کیمپ	چھاؤنی، لشکر گاہ، فوجی ڈیرہ، خیمہ زن ہونا Camp	فیروز اللغات ص:1074
29	فِرودگاہ	ٹھہرنے کا مقام، قیام گاہ، اترنے کی جگہ Halting Place	فیروز اللغات ص:931
30	کَمِین گاہ	وہ جگہ جہاں چھپ کر دشمن پر حملہ کریں Ambuscade	فیروز اللغات ص:1032
31	یَلْغَار	دشمن کی فوج پر حملہ، ہلہ، دھاوا Incursion, Expedition	فیروز اللغات ص:1449
32	یُوْرِش	حملہ، دھاوا، چڑھائی، یلغار Assault	فیروز اللغات ص:1470
33	شَب خون	رات وقتِ بے خبری میں دشمن پر حملہ کرنا Night attack	فیروز اللغات ص:836
34	خَنْدَق	کھائی یا گڑھا جو شہر یا لشکر کے اردگرد کھودنا Ditch, Fo sse, Moat	R.P.E.D Page 155
35	شَہر پناہ	فصیل، شہر کی چار دیواری Fortification, Castle	فیروز اللغات ص:851
36	بُرج	گنبد گمٹ	فیروز اللغات ص:194

37	رَجَز	وہ فخریہ اشعار جس میں سپاہی کی بہادری کی تعریف ہوتی ہے اور میدان جنگ میں سپاہی کو جوش دلانے کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔	فیروز اللغات ص:705
38	خود	لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں پہنتے ہیں۔ Helmet	فیروز اللغات ص:598
39	زِرَہ	فولاد کا جالی دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں Iron Armor	فیروز اللغات ص:845
40	حَرْبَة	آلۂ جنگ، جنگی ہتھیار، چوبدستی Warlike Apparatus	فیروز اللغات ص:866
41	عُمُود	گرز، ایک ہتھیار جو اوپر سے گول و موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے، اس کو ہندی میں گدا کہتے ہیں۔Mace	فیروز اللغات ص:1091
42	سِپَر	ڈھال، آڑ، روک، محافظ، آڑے آنے والا Shield	فیروز اللغات ص:776
43	سَیْف	تلوار، شمشیر، تیغ Sword	فیروز اللغات ص:828
44	نیزہ	برچھی، بھالا، بلم Spear, Dart, Javelin, Pike	فیروز اللغات ص:1393
45	ڈھاٹا	کپڑے کی پٹی جو منہ چھپانے یا داڑھی بٹھانے کے لئے چہرے پر باندھی جائے	فیروز اللغات ص:683
46	مِنْجَنِیق	ایک آلہ جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے ہیں سنگ باری کی قدیم دستی مشین:Sling	فیروز اللغات ص:1291
47	عروات	پتھر پھینکنے کا آلہ جو منجنیق سے چھوٹا ہوتا ہے۔	فیروز اللغات ص:304
48	ڈھلوانسی	پتھر مارنے کا آلہ، گوپیا، فلاخن، گوپھن، وہ رسی کا پھندہ جس میں رکھ کر پتھر پھینکتے ہیں۔Sling	فیروز اللغات ص:85 فیروز اللغات، ص:937
49	چوب	لکڑی، لاٹھی Wood, stick, stake	R.P.E.D Page130

50	کَرتَب	کمال، ہنر، مہارت، فن سپہ گری Stratagem, art	فیروز اللغات ص:1002
51	چقاچاق	تلوار وغیرہ کے چلنے کی آواز Clashing of swords	R.P.E.D Page 128
52	عَلَم	فوج کا نشانہ، جھنڈا Ensign, Emblem	R.P.E.D, Page 267
53	تَہلِیل	لا الہ الا محمد رسول اللہ کہنا۔	فیروز اللغات ص:393
54	تَکبِیر	اللہ اکبر کا نعرہ لگانا۔Repeating the creed	فیروز اللغات ص:370
55	اِستِرجَاع	انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔	R.P.E.D Page19
56	تَوقُّف	دیر، وقفہ، ڈھیل Patience, Delay	R.P.E.D Page:107
57	لَفون لَفون	لغت رومی ہے، جس کے معنی ہیں "امان، امان"۔ Mercy, Grace, Spare	فتوح الشام حاشیہ ص:62
58	جِزیَہ	اسلامی حکومت میں غیر مسلم پر سالانہ محصول، خراج، ٹیکس، عورتیں، بچے، بوڑھے اور مذہبی پیشوا اس سے مستثنیٰ تھے۔ Capitaionm, Tribute, Tax	فیروز اللغات ص:458 R.P.E.D Page117
59	فِدیَہ	نقد معاوضہ، مال یا روپیہ جو ادا کر کے قیدی رہا ہو۔ Ransom	فیروز اللغات ص:926
60	غَنِیمَت	میدان جنگ میں دشمن کے لشکر سے حاصل شدہ مال واسباب، لوٹ کا مال Plunder, goodFortune, Spoli, Booty	R.P.E.D, Page 282 فیروز اللغات ص:918

61	يَرْغَمَال	وہ فرد یا افراد جو شرائط کی پابندی کی ضمانت میں دشمن کے حوالہ کیلئے جائیں	فیروز اللغات ص:1467
62	تُوْرِيَه	چھپانا Concealing, Hiding	R.P.E.D Page 106
63	صَلِيب	عیسائیوں کا مقدس مذہبی نشان' اس شکل + کا' Cross	فیروز اللغات ص:865
64	مَلْحَمَه	وہ کتاب جس میں آئندہ ہونے والے فتنوں اور لڑائیوں کا ذکر ہو' جمع: ملاحم	فتوح الشام ص:167
65	اُوْقِيَه	چالیس درہم کا وزن' انگریزی اونس کے برابر' Ounce	فیروز اللغات ص:138
66	دِرْهَم/دِرَم	چاندی کا سکہ جو دو آنے کے برابر ہوتا ہے۔ دو ماشہ اور آدھی رتی وزن	فیروز اللغات ص:622
67	صَاع	234 تولے کا ایک وزن Equivalent to 234 Tolas	فیروز اللغات ص:857
68	مِثْقَال	ساڑھے چار ماشہ وزن سونے کا ایک سکہ جو عرب میں رائج ہے	فیروز اللغات ص:1203
69	كَتَان	ایک قسم کا باریک کپڑا جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ چاندنی رات میں وہ کپڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوا ایسا محسوس ہوتا ہے	فیروز اللغات ص:990
70	وسق	ایک وزن' 60 صاع کا' صاع 234' تولہ ہوتا ہے' اونٹ بھر وزن	R.P.E.D Page 490
71	رَانگ	ایک نرم دھات' ایک قسم کا عمدہ سیسہ Lead	فیروز اللغات ص:700
72	مَحْمِل	اونٹ کا کجاوہ' ہودہ A Camel's Saddle	فیروز اللغات ص:1214
73	قَيْلُوْلَه	دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد قدرے آرام کرنا Meridian Nap	فیروز اللغات ص:968

74	سرزنش	ملامت کرنا' برا بھلا کہنا Rebuke, Reprimanding	فیروز اللغات ص:787
75	خِلعَت	وہ پوشاک جو بادشاہ کی طرف سے بطورعزت افزائی ملے	فیروز اللغات ص:594
76	نَقب	دیوار میں بڑا سوراخ' سرنگ' شگاف Digging in wall	فیروز اللغات ص:1369
77	خُمس	مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ جو بیت المال میں جمع کیا جائے (20%)	فیروز اللغات ص:596
78	سربراہ	منتظم' مہتمم Subrintendent, Manager	فیروز اللغات ص:787
79	جَست	چھلانگ' پھاند' چوکڑی' کود پھاند' پھلانگ To spring, to leap	فیروز اللغات ص:461
80	باگ	لگام' راس' عنان Rein, Bridle	فیروز اللغات ص:171
81	صَف بندی	قطار بندی' جنگ آزمائی' پراجمانا' نبرد آزمائی	فیروز اللغات ص:863
82	نَبرد آزما ہونا	لڑائی کرنا' جنگ کرنا' مقابلہ Battle, War	فیروز اللغات ص:1350
83	تیغ زنی	تلوار چلانا' شمشیر زنی	فیروز اللغات ص:404
84	ضَرب	مار' چوٹ' دھکا' زخم' صدمہ Blow, Knock, Striking	R.P.E.D Page 244

ملک شام میں اہم کردارادا کرنے والے مجاہدین

(الف)

حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح

حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ

حضرت ابان بن عثمان بن عفان

حضرت ابوہریرہ الدوسی

حضرت ابوایوب انصاری

حضرت اسد بن جابر

حضرت ابی مسلم حضرمی

حضرت ابوذر غفاری

حضرت ابوزبید بن عامر زبیدی

حضرت اسود بن سوید مازنی

حضرت ابولبابہ بن منذر

حضرت اسامہ بن زید طائی

حضرت ابوالجندل بن سہیل

حضرت اصید بن اسامہ

حضرت ارم بن فیاض عیسیٰ

حضرت اوس بن خالد ربعی

حضرت اشہب بن سواد

حضرت ابان بن سعید بن عاص

(ب)

حضرت بکر بن عبداللہ تمیمی

حضرت بلال بن عامر یشکری

حضرت بلال بن حمامہ حبشی (مؤذن رسول)

حضرت بادر بن عون حمیری

حضرت باسیل بن عون بن مسلمہ

(ث)

حضرت ثابت بن علقمہ

(ج)

حضرت جعد بن جیران یشکری

حضرت جریر بن نوفل حمیری

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

حضرت جابر بن سعید

حضرت جزعل بن عاصم طائی

حضرت جندب بن عامر بن طفیل الدوسی

(ح)

حضرت حسان بن عوف

حضرت حمران بن اسد حضرمی

حضرت حسان بن نعمان طائی

حضرت حبان بن تمیم

حضرت حرث بن عبداللہ

حضرت حرث بن ہشام

حضرت حارث بن سلیم

حضرت حمزہ بن عمر

حضرت حرب بن عدی

حضرت حذیفہ بن یمان

(خ)

حضرت خالد بن ولید بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قریشی

(د)

حضرت دامس ابوالہلول

حضرت دارم بن صابر

(ذ)

حضرت ذوالکلاع حمیری

(ر)

حضرت ربیعہ بن مالک تمیمی

حضرت راشد بن سعد

حضرت ربیعہ بن عامر

حضرت رافع بن عمیر طائی

حضرت رافع بن عبداللہ سہمی

حرضت راشد بن قیس نخعی

حضرت رافع بن سہیل

حضرت راشد بن سعید

حضرت راشد بن زبیر

حضرت رفاعہ بن زہیر یمنی

(ز)

حضرت زمر بن سعید بیاضی

حضرت زبیر بن العوام (حواری رسول)

حضرت زہیر بن اکال الدم

حضرت زید بن وہب

(س)

حضرت سیف بن عباد حضرمی

حضرت سلمٰی بن ہشام

حضرت سعید بن الجبیر الدوسی

حضرت سالم بن فرقد یربوعہ

حضرت سیف بن اسلم طائی

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی

حضرت سعید بن عامر بن جریج انصاری

حضرت سنان بن اوس انصاری

حضرت سعید بن عمرو غنوی

حضرت سراقہ بن قادم خنی

حضرت سالم بن عدی خزاعی

حضرت سعید بن خالد بن سعید

حضرت سیف بن خالد بن سعید

حضرت سیف بن دفاع باہلی

حضرت سعید بن جبیر تمیمی

حضرت سہیلی بن صباح عیسیٰ

حضرت سلام بن غنم عدوی

حضرت سلمٰی بن حبیب

حضرت سہیل بن عمر تمیمی

حضرت سلمہ بن سیف یربوعی

حضرت سالم بن حمید نخعی

حضرت سراقہ بن مرادس کندی (دامس کے مالک)

حضرت سعد بن سعید حنفی

حضرت سالم بن مفرح

(ش)

حضرت شداد بن اوس

حضرت شرحبیل بن حسنہ (کاتب رسول)

(ص)

حضرت صابر بن حنانہ لیثی

حضرت صفوان بن عامر اسلمی

حضرت صفوان فضل المعطل سلمی

حضرت صفوان بن امیہ

حضرت صابر بن اوس

(ض)

حضرت ضحاک بن حسان طائی

حضرت ضرار بن ازور بن سنان بن طارق حجازی

حضرت صخر بن غانم

حضرت ضحاک بن سفیان

حضرت صخر بن حرب اموی

حضرت ضحاک بن حسان

(خالد بن ولید کے ہم شکل)

(ط)

حضرت طلحہ بن نوفل عامری

(ی)

حضرت یزید بن ابی سفیان

حضرت یسار بن عون

حضرت یعقوب بن صباح طائی

(ع)

حضرت عبداللہ بن قرط یمانی

حضرت عبداللہ بن ربیعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو الدوسی

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب

حضرت عبداللہ بن جعفر بن عبدالمطلب

حضرت عبداللہ بن یاسر

حضرت عبداللہ بن اویس

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی

حضرت عبداللہ بن انیس جہنی

حضرت عبداللہ بن قرط ازدی

حضرت عبداللہ بن یزید

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید حجمی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ عامری

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ بن جبل

حضرت عبدالرحمٰن بن عبید

حضرت عامر بن ابی الوقاص

حضرت عامر بن طفیل الدوسی

حضرت عامر بن ربیعہ

حضرت عامر بن قیس

(ک)

حضرت کعب بن مالک انصاری

حضرت کعب بن ضمرہ ضمری

(م)

حضرت ماجد بن رویم عبسی

حضرت مازن بن عامر

حضرت مالک بن حرث اشتر نخعی

حضرت مالک بن قتاص مرادی

حضرت مالک بن نضر

حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص

حضرت مسروق بن نہان عبسی

حضرت مسعود بن عون جحی

حضرت مسیّب بن نجیبۃ الفزاری

حضرت مشعر بن حسان

حضرت مصعب بن محارب یشکری

حضرت مصعب بن عدی تنوجی

حضرت مراہ بن مراہم ہندی

حضرت محکم بن عدی نبہانی

حضرت مخلد بن عوف کندی

حضرت مطرب بن عبداللہ تمیمی

حضرت معاذ بن جبل

حضرت معمر بن راشد

حضرت مغیث بن قیس

حضرت مغیرہ بن شعبہ

حضرت مفرح بن عاصم

حضرت مفرط بن جعدہ

حضرت مقداد بن عمر ربعی

حضرت مقداد بن اسود کندی

حضرت ملتمس بن عامر

حضرت معمر بن خویلد سکسکی

حضرت میسرہ بن مسروق عبسی

حضرت میسرہ بن قیس

(ن)

حضرت نبہا بن مرہ

حضرت نجم بن مفرح کتانی

حضرت نجم بن مفرح فہری

حضرت نعمان بن ازدی

حضرت نعمان بن مقرن

حضرت نعیم بن عدی

حضرت نوفل بن دارم

(و)

حضرت واثلہ بن اسقع

حضرت واجد بن ابی العون

حضرت وقاص بن عوف عدوی

حضرت وہبان بن سفیان

(ھ)

حضرت ہاشم بن سعید طائی

حضرت ہشام بن العاص

حضرت ہلال بن مرہ

حضرت ہلال بن زید طائی

حضرت ہاشم بن عتبہ

ملک شام میں شجاعت دکھا کر رومیوں سے جنگ کرنے والیں خواتین اسلام

”ملک شام میں شہید ہونے والے اہم مجاہدین“

فلسطین

حضرت سعید بن خالد بن سعید

حضرت سراقہ بن عدی

حضرت نوفل بن عامر

حضرت سعید بن قیس

حضرت عبداللہ بن خویلد مازنی

حضرت سالم مولیٰ عامر بن بدر یربوعی

حضرت جابر بن راشد حضرمی

حضرت اوس بن سلمہ ہوازنی

اجنادین

حضرت سلمہ بن ہشام مخزومی

حضرت عبداللہ بن عمرو الدوسی

حضرت ہشام بن العاص السہمی

حضرت ہبان بن سفیان

حضرت ذر بن عوف تمیری

حضرت راعت بن رہین خزرجی

حضرت قادم بن مقدام زہری

حضرت ذوالیسار بن خزرجہ تمیمی

حضرت حزام بن سالم عنوی

حضرت سعید بن عاص ابی لیلیٰ کلابی

حضرت امیہ بن حبیب بن یسار

حضرت احد بن عبداللہ بن عبدالدار

حضرت مالک بن نعمان طائی

حضرت سالم بن طلحہ غفاری

دمشق

حضرت ابان بن سعید بن عاص

حضرت خالد بن سعید (برادر عمرو بن العاص)

حمص

حضرت عکرمہ بن ابی جہل

یرموک

حضرت عبداللہ بن اخزم

حضرت سوید بن بہرام

حضرت عامر بن طفیل الدوسی

حضرت جندب بن عامر بن طفیل الدوسی

حضرت یونس (نجیب) راہبر

حلب (نہر)

حضرت سعید بن مفلح

حضرت عباد بن عاصم نجیبی

حضرت زمر بن عامر بیاضی

حضرت خازم بن شہاب

حضرت قاعلہ بن محض طفری

حضرت قیس بن طالب ضمری

حلب (قلعہ کے باہر)

حضرت حسان بن حنظلہ رابعی

حضرت عطاء بن سامر ملابی

حضرت سراقہ بن مسلم بن عوق عدوی

حضرت زید بن سیف عدوی

حضرت سواد بن مالک عدوی

حضرت عامر بن اسلع رابعی

حضرت مروان بن عبید رابعی

حضرت مالک بن جزعلی رابعی

حضرت سلیمان بن رخاع عامری

حضرت عاصم بن فادح عدوی

حضرت مرہ بن سفیان عدوی

حلب (جنگل)

حضرت منادس بن ضحاک طائی

حضرت یاسر بن عوف طائی

حضرت فضل بن ثابت طائی

حضرت معیطہ بن عامر طائی

حلب (قلعہ کے اندر)

حضرت ابو حامد بن سراقہ تمیری

حضرت اوس بن عامر جری

حضرت فارغ بن مسیب تمیمی

حضرت مزارہ بن شداد غنوی

حضرت ربیع بن حابر عبدری

حضرت بلال بن یعرب خثمی

حضرت امیہ بن قادح داری

حضرت اسود بن ملاعب بن مقدام حضرمی

”بصرای“

حضرت بدر بن حرملہ بجیلی

حضرت علی بن رفاعہ ہمدانی

حضرت مازن بن عوف ہمدانی

حضرت سہل بن ناشطہ بجیلی

حضرت حابر صرارہ ہمدانی

حضرت ربیع بن حامد ہمدانی

حضرت عباد بن بشیر بجیلی

مرج القبائل (پہاڑی علاقہ)

حضرت حرث بن یربوع

حضرت سہم بن جابر

حضرت عبداللہ بن صاعد

حضرت جریر بن صالح

حضرت عید بن باہر

حضرت نعمان بن بجیر

حضرت زید بن ارقم

حضرت ضرارہ بن حاتم

حضرت رواحہ بن سہل

ملک شام میں قتل ہونے والے اہم رومی سردار

نمبر	مقتول کا نام	مقتول کا مختصر تعارف	کس نے قتل کیا	بمقام
1	بطریق باطلیق	دو ہزار سواروں کا سردار	حضرت ربیعہ بن عامر	تبوک
2	بطریق جرجیس	ایضاً - اور بطریق باطلیق کا بھائی	حضرت ربیعہ بن عامر	تبوک
3	بطریق اوقابن سمعان	ایضاً - اور شرطہ نام کے مقام کا حاکم	عام مجاہدوں کی یلغار	تبوک
4	بطریق صلیا	ایضاً - اور عسقلان وغزۃ کا حاکم ۔	عام مجاہدوں کی یلغار	تبوک
5	بطریق روبیس	ایک لاکھ کے رومی لشکر کا سردار	عام مجاہدوں کی یلغار	فلسطین
6	بطریق سردار ریحان	ہرقل نے بصریٰ کی کمک کرنے بھیجا' بصرہ کا حاکم بنا	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر	بصریٰ
7	بطریق عزرائیل	حاکم دمشق	حضرت خالد بن ولید	دمشق
8	رومی سردار کلوص	ہرقل نے پانچ ہزار سوار دیکر دمشق کی کمک کو بھیجا	حضرت خالد بن ولید	دمشق
9	حمران بن وردان	رومی سردار وردان کا بیٹا	حضرت ضرار بن ازور	بیت لہیا
10	بطریق بولص بن بلقا	کوچ کر کے دمشق سے جاتے ہوئے اسلامی لشکر پہ حملہ کرنے کی سرداری لی	بحکم حضرت خالد' حضرت میسب بن نجبۃ الفرازی	مرج راہط
11	بطریق بطرس بن بلقا	بطریق بولص کا بھائی' دس ہزار پیدل کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	نہر استریاق
12	بطریق طبریہ	حاکم' طبریہ کا تھا	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
13	بطریق طبریہ	عمان کا حاکم	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
14	مارس بن مناف	عمان کے اطراف کے علاقہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
15	مرقس بن لبنا	سمین کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
16	دمد بن قالا	جولان' کہف اور رقیم کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
17	لاون بن جتینہ	جبل السواد اور عاملہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
18	بطریق مرزعون بن رویس	غزہ اور عسقلان کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
19	نجابن عبدالمسیح	حلحول اور اس سے متعلق بلاد کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
20	جرقیاس بن جردن	یافا اور رملہ کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین

21	بطریق مریدنس	ارض بلقا کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
22	بطریق کورک	نابلس کا حاکم	مجاہدوں کی عام یلغار	اجنادین
23	بطریق سردار وردان	حمص کا حاکم اور نوے ہزار رومی لشکر کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	اجنادین
24	بطریق جرجی بن قالا	باب جابیہ سے رات میں ابوعبیدہ کے گروہ پر حملہ کیا	حضرت ابوعبیدہ بن جراح	دمشق
25	حاکم دمشق توما	ہرقل بادشاہ کا داماد	حضرت خالد/عبدالرحمٰن بن ابوبکر	مرج الدیباج
26	بطریق ہربیس	حاکم دمشق توما کا وزیر	حضرت خالد بن ولید	مرج الدیباج
27	بطریق لوقا	قنسرین کا حاکم	حضرت خالد بن ولید	قنسرین
28	بطریق مریس	حمص کا حاکم	حضرت سعید بن زید	حمص
29	بطریق دریحان	ایک لاکھ رومی فوج کا سردار	حضرت ضرار بن ازور	یرموک
30	بطریق مربوس	لان کے مقام کا بادشاہ اور رومی سردار	حضرت ضرار بن ازور	یرموک
31	حاکم روسیہ بطریق	لان کے مقتول بادشاہ مربوس کا داماد	حضرت خالد بن ولید	یرموک
32	بطریق نسطور	مرعش کا بادشاہ اور ہرقل کا داماد	حضرت خالد بن ولید	یرموک
33	بطریق سردار جرجیر	ایک لاکھ رومی سپاہیوں کا سردار	حضرت ابوعبیدہ بن جراح	یرموک
34	بطریق سرجس	سردار جرجیر کا رشتہ دار اور رومی لشکر کا اہم رکن	حضرت ضرار بن ازور	یرموک
35	بطریق سردار بالم نارمنی	رومی لشکر کا سپہ سالار اعظم	حضرت نعمان بن ازدی یا حضرت عاصم بن خول یربوعی	یرموک دمشق
36	حازم بن عبدیغوث غسانی	جبلہ کا بھتیجا اور نصرانی عربوں کے لشکر کا سردار	حضرت دامس ابوالہلول	انطاکیہ
37	عنان بن جرہم غسانی	باب جبلہ شہر کا حاکم اور جبلہ بن ایہم کا چچازاد بھائی	حضرت معاذ بن جبل	لاذقیہ
38	بطریق دادریس	قلعہ اعزاز کا حاکم اور حضرت یوقنا کا چچازاد بھائی	اس کے بیٹے حضرت لوقا بن دادریس	اعزاز
39	بالیس بن ریبوس	ہرقل کا ہمشکل خادم خاص جو ہرقل کی جگہ ٹھہرا تھا	بحکم حضرت ابوعبیدہ گردن ماری گئی	انطاکیہ
40	بطریق فلیس بن جریج	ہرقل بادشاہ کا مصاحب اور مقرب	حضرت عبداللہ بن حذافہ	مرج القبائل
41	بطریق قیدمونا	ہرقل کا معتمد اور قسطنطین کا خاص محافظ اور قسطنطین کے دائیں ہاتھ کی حیثیت رکھتا تھا۔	طلیحہ بن خویلد اسدی، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا مگر بعد میں توبہ کرلی اور اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں	نخل
42	بطریق جرفاس	تین ہزار کا لشکر لیکر طرابلس کے قلعہ کی حفاظت کرنے قیساریہ سے گیا تھا	حضرت یوقنا عبداللہ	طرابلس
43	بطریق ارمویل بن قسطہ	قلعہ صور کا حاکم	حضرت یوقنا عبداللہ	قلعۂ صور

وہ رومی حاکم اور بطارقہ جو ایمان لائے اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں

1- حاکم بصرہ حضرت روماس

2- حاکم حلب حضرت یوقنا عبداللہ

3- حاکم حلب یوقنا کے چھوٹے بھائی جن کو حاکم یوقنا نے شہید کیا وہ حضرت یوحنا۔

4- حاکم اعزاز کے بڑے بیٹے لوقا بن دادریس جنہوں نے اپنے باپ حاکم دادریس کو قتل کیا۔

5- حاکم اعزاز کے چھوٹے بیٹے لاون بن دادریس جنہوں نے حضرت یوقنا کو آزاد کردیا۔

6- رومۃ الکبریٰ کے حاکم حضرت فلیطانوس جنہوں نے انطاکیہ کی جنگ میں نمایاں کام کیا۔

7- دمشق کا رومی پیشوا راہبر یونس (نجیب) جو حضرت خالد کو حاکم دمشق توما کے تعاقب میں مرج الدیباج تک لے گیا۔

8- حاکم صور کے چچا زاد بھائی باسیل بن منجائیل جنہوں نے حضور اقدس کا دیدار بحیرہ راہب کے صومعہ میں کیا تھا' حضرت یوقنا کو قید سے آزاد کردیا۔

9- صوبہ فلسطین کے سردار حضرت کعب احبار امیر المؤمنین کی خدمت میں بیت المقدس آئے' ایمان قبول کیا پھر امیر المؤمنین کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے۔

وہ رومی جنہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے امان حاصل کرنے کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کی

1- داوٗد نصرانی' سردار وردان کا ایلچی

حضرت خالد کو شہید کرنے کے وردان کے مکر و فریب سے حضرت خالد کو آگاہ کردیا۔ بمقام اجنادین

2- یوسا بن قرس بطریق دمشق

قلعۂ دمشق کی دیوار سے اپنے ملحق مکان سے حضرت خالد کے لشکر کو قلعہ میں داخل کردیا۔

3- حمص کا باشندہ ابوالجعید رومی

رومی لشکر سے انتقام سے لیتے ہوئے مکر و فریب کر کے جنگ یرموک میں ہزاروں رومی سپاہیوں کو یاقوصہ ندی میں غرق کردیا۔

اہم مقامات کے پرانے نام اور ان کے موجودہ جدید انگریزی نام

نمبر	مقام کا نام	جدید انگریزی نام
1	ملک شام	Syria
2	دمشق	Damascus
3	بصریٰ	Bassorah
4	انطاکیہ	Antioch
5	بیت المقدس	Jerusalem
6	ترک	Turki
7	حلب	Allepo
8	حبشہ	Ethiopia/Abyssinia
9	اسکندریہ	Alexandria
10	مصر	Egypt
11	حمص	Homs
12	اردن	Jordan
13	ارمن	Armenia
14	فلسطین	Palastine
15	فارس	Persia/Iran
16	اصفہان	Ispahan
17	قسطنطنیہ	Istambol
18	قیساریہ	Strato,s Tower
19	قاہرہ	Cario
20	حجاز	Saudi Arabia
21	نہاوند	Acity in Iraque
22	نجد	Riyadh (Saudi Arabia)

”ان مقامات کے نام جن کا ذکر اس کتاب میں ہے“

(ا)

أُحُد
أَبْوَاء
أَوْطَاس
اِيْلَه
أَرِكَه
أَجْنَادِين
أَرْضِ سَمَاوَه
أَرْضِ بَلْقَا
أَفْرَنْج
أَبْرَس
أُرْدَن
اِعْزَاز
أَرْتَاح
اِنْطَاكِيَه
أَذْرُغَمَه
أَرْضِ عَوَاصِم
أَرْمَن
أَقْصَر
اِسْكَنْدَرِيَه

(ب)

بَدْر
بَوَاطَه
بَطْنِ نَخْلَه
بِيْرِ مَعُوْنَه
بَيْتِ لَهِيًّا
بِلَادِ عَوَاصِم
بَعْلَبَك
بَيْتُ المقدس
بَحْرِ اَسْوَد
بُقَّهُ جُنْدَرَاس
بَرَاعَه
بَنْج
بَيْرُوْت
بَصْرِی
بُقَاع
بُلْ اُمِّ حَكِيْم
بطاة
بَلْدَه

(ت)

تَبُوْك

تَدمُر
تَلِ بَنِیْ سُیُف
تِیْرَہ
ترک
تَابِلس

(ث)

ثَنِیّۃُ العقاب

(ج)

جَمُوم
جَرْف
جَبَلَہ
جَبَلِ بَارِق
جَرَامِقَہ
جُوسِیَہ
جَزِیْرَۂ قَیْرِس
جَبَلِ اَبِیْ قُبَیْس
جَابِیَہ
جَامِعَہ
جَوْلَان
جَزِیْرَۂ اَفْرِیْطَش
جَبَلُ السَّوَاد
جُدَّہ
جُعْرَانَہ

(ح)

حُنَیْن
حُدَیْبِیَہ
حَوْرَان
حُمُص
حِصْنِ اَبِی الْقُدُس
حَدِّ خَلِیْج
حُمَّات
حَلَب
حَارِم
حَلْحُوْل
حَضَرْ مُوْت
حِجَاز

(خ)

خَیْبَر
خَبط
خوزَان

(د)

دُوْمَۃُ الْجُنْدَل
دَیْرُ الْبَقِیْع
دَرَاس
دَسْتَق
دَیْرِ سَمْعَان
دَحَازِم
دِمَشْق
دَیْرِ خَالِد

(ذ)

ذَاتُ الرِّقَاع
ذِیْ قَرَد
ذَاتُ السَّلَاسِل
ذَاتُ الْمَنَار
ذُوالْحُلَیْفَه

(ر)

رُوْمَۃُ الْکُبْرٰی
رُوْسِیَه
رَاوَنْدَان
رُوْمِیَه
رَمْلَه
رَنِیَه
رَقِیْم
رُوْمَان

(ز)

زَرَاعَه

(س)

سُوَیْق
سَیْفُ الْبَحْر
سَمِیْن
سُوٰی
سِکَنْدَر
سَخْنَه
سَلْمِیْنَه
سُوْرِیَه
سُوَید
سَقَالِیَه
سَبَا
سَکْبَا بَرْس
سَطِیْح

(ش)

شَحُوْرَا
شِیْرَز
شَرَطَه
شَق

(ص)

صُوْر
صَیْقَالِیَه
صَیْعَب
صَنْعَاء

(ط)

طَائِف
طَرْف
طَرْطُوْس
طَرَابلس

(ع)

عَشِیْرَه

عَیص
عَامِلَه
عِرَاق
عَینُ التَّمر
عَرَقَة
عُمُورِیَه
عَم
عِکَّه
عَسقَلَان
عَمَاة

(غ)

غَطفَان
غَزَّه
غَزوَه
غَوطَه
غُمُوص

(ف)

فِدَك
فَرَضَه
فَارَس
فَلَسطِین
فَاغِنَه

(ق)

قَینُقَاع
قَرقَرَةُ الکُبرٰی
قَرَاقِر
قُورَص
قلعه نجم
قَامِیَه
قسطنطنیه
قِیسَارِیَه
قِنَسرِین
قَادِسِیَه

(ک)

کَدِید
کَفرُ العَزِیزَه
کَفرطَات
کَهف
کَیسَه
کُوہِ سَلمٰی
کُوہِ اِجَاہ

(ل)

لَاذِقِیَه
لَان
لِبرِیَه
لَبوَه

(م)

مَکَّه مُعَظَّمَه
مَدِینَه مُنَوَّرَه
مَیفَه

مَارِب
مَرجِ رَاهِط
مُوتَه
مَرْجُ الصَّغِير
مُعَرَّات
مَرْجُ السَّلْسَلَه
مِير مُين
مَرْجُ الدِّيْبَاج
مِصر
مَرجِ وَابِق
مَرْعَش
مَرْجُ الْقَبَائِل
مَعِيعَه
مَاهِيَه
مَارِحَه
مَعَان

(ن)

نَجْرَان
نَجد
نَهرِاِسْتِرْيَاق
نَهرِ مَقْلُوْب
نَخل
نَهرِ سَاحُور
نَهرِ مَعلُوْن
نِهَاوَند
نَاعَم

(و)

وَادِیٔ خَرَار
وَادِی الْحَيَاة
وَزِيْرِ خَالِد
وَادِی الْقُرٰی

(ھ،ی)

يَمَن
يَافَا
يَاقُوْصَه
يَرْمُوْك

”مآخذ ومراجع“

نمبر	اسمائے کتب	مصنف، مفسر، مرتب، مؤلف، مترجم
1	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا محدث بریلوی
2	تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی
3	مدارج النبوۃ	شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی
4	حدائق بخشش	امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی
5	معازی الصادقہ	امام اجل علامہ محمد بن عمرو الواقدی
6	مواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ	امام علامہ احمد بن محمد المصری العسطلانی
7	The Oxford world atlas book	25Th Edition
8	فتوح الشام	علامہ محمد بن عمرو الواقدی
9	انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول	امام احمد رضا محدث بریلوی
10	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین
11	The New Royal Persion Eng. Dictionary.	Dr, S. C. Paul (3rd Edition)
12	تقویت الایمان	مولوی اسماعیل دہلوی (وہابی)
13	فتاوئی رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی (وہابی)
14	بدر الانوار فی آداب الآثار	امام احمد رضا محدث بریلوی
15	بہشتی زیور	مولوی اشرف علی تھانوی (وہابی)
16	برکات الامداد لاہل الاستمداد	امام احمد رضا محدث بریلوی
17	قرآن مجید کا ترجمہ	مولوی اشرف علی تھانوی (وہابی)
18	مختصر سیرت نبویہ	مولوی عبدالشکور کاکوروی
19	قرآن مجید کا ترجمہ	مولوی محمود الحسن دیوبندی (وہابی)
20	حسن العزیز	خواجہ عزیز الحسن خلیفہ تھانوی (وہابی)
21	کمالات اشرفیہ	مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی (وہابی)
22	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	امام احمد رضا محدث بریلوی

تقدیم

از: فقیہِ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَكَ الْحَمْدُ يَا اَللّٰهُ! وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو آسان اُردو زبان میں اسلامی تاریخ پر مشتمل ہو اور بالخصوص اس میں عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثاری و سرفروشی کی مفصل داستانیں ہوں۔ بحمدہ تعالیٰ الحاج مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی برکاتی رضوی نوری متوطن پور بندر (گجرات) نے زیرِ نظر کتاب لکھ کر وہ ضرورت پوری کر دی۔

ہم نے کئی جگہوں سے اس کا تھوڑا تھوڑا حصہ مطالعہ کیا جتنا پڑھا اسے بہت خوب پایا۔ مولانا موصوف نے شروع میں حل لغات بھی لکھ دیا ہے جس سے کتاب کے سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اور کئی صفحات پر پھیلی ہوئی مفصل فہرست مضامین کے ساتھ دوسری بھی کئی طرح کی فہرستیں تحریر کی ہیں۔ جن سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اول ملک شام میں اہم کردار ادا کرنے والے مجاہدین۔ دوم، ملک شام میں شجاعت دکھا کر رومیوں سے جنگ کرنے والی اسلامی خواتین۔ سوم، ملک شام، فلسطین، اجنادین، دمشق، حمص، یرموک اور حلبِ وغیرہ میں شہید ہونے والے اہم مجاہدین۔ چہارم، ملک شام میں قتل ہونے والے اہم رومی سردار۔ پنجم، وہ رومی حاکم اور بطارقہ جو ایمان لائے اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ششم، وہ رومی سردار جنہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے امان کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کی۔ ہفتم، ان مقامات کے نام جن کا ذکر اس کتاب میں ہے اور ساتھ ہی اہم مقامات کے پرانے اور موجودہ انگریزی نام بھی تحریر کر دیئے ہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ایسے لوگوں کو پہلے مکہ آنا چاہئے کہ وہاں تلوار پیغمبر اسلام کے ہاتھ میں نہیں تھی بلکہ کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ بیشک وہاں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اٹھے، تیر بھی برسے اور طاقتیں بھی استعمال ہوئیں مگر اسلام پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اسے مٹانے کے لئے۔

لیکن اس کے باوجود دنیا نے پہلی بار عشق ومحبت کا یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھا کہ اسلام قبول کرنے والے تلوار اور نیزوں سے گھائل ہوتے رہے، پتھروں کی چوٹ پر چوٹ کھاتے رہے، گرم گرم چٹانوں پر چلتے رہے، انگاروں پر لوٹتے رہے اور جسم

کی چہ میگوئیاں پگھلتی رہیں مگر ان کے دل سے اسلام کی محبت کا نشہ اترنے کی بجائے چڑھتا ہی رہا۔

خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار چلا کر نہیں بلکہ قرآن سنا کر اسلام پھیلایا ہے۔ مولانا ہمدانی صاحب نے اس کتاب میں مستند واقعات اور ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنی حقانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے پھیلا ہے۔ غرضیکہ مولانا موصوف نے یہ ضخیم تاریخی کتاب بڑی محنت اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ لکھی ہے۔ جو قارئین کو بڑی معلومات فراہم کرتی ہے اور کتاب میں عبارت کی روانی و جملوں کی بے ساختگی بھی خوب ہے کہ ان سے یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ مولانا کی مادری زبان گجراتی ہے۔

اللہ رب العزت جل مجدہ نے مولانا ہمدانی صاحب کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے کہ وہ اپنی غیر معمولی مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے لئے بھی کافی وقت نکال لیتے ہیں اس لئے اب تک سو سے زائد کتابیں وہ لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ آج تقریر سے زیادہ تحریری کام کی ضرورت ہے۔ لیکن جماعت میں اکثر باصلاحیت حضرات آرام طلبی و تن آسانی کے خوگر ہیں۔ تو تحریری کام اس رفتار سے نہیں ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہے۔ اس لئے مولانا ہمدانی صاحب اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ عرب شیوخ میں مفت تقسیم کرنے کے لئے عقائد اہلسنت کی تائید کرنے والی مواہب لدنیہ اور شفاء وغیرہ جیسی اہم عربی کتابیں اپنے خرچ سے بڑے اہتمام کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھپوا چکے ہیں اور اسی مقصد سے آئندہ بھی اسی طرح کی دوسری کتابیں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مولانا ہمدانی صاحب پر سلسلہ برکاتیہ کے بانی حضرت سید شاہ برکت اللہ و دیگر بزرگان مارہرہ مطہرہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی و حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہم الرحمۃ والرضوان کا خصوصی فیضان ہے جو اس طرح کی دینی خدمات وہ انجام دے رہے ہیں۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی کو صحت و سلامتی کے ساتھ بہت دنوں کی زندگی عطا فرمائے، ہمیشہ تصنیف و تالیف اور اشاعت کتب کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق رفیق بخشے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگان دین کے صدقہ و طفیل میں آپ کی ساری مذہبی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد امجدی

مہتمم مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، ضلع بستی (یوپی)

۴ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

۲۷ جون ۲۰۰۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب
(از: اعلیٰ حضرت)

ابو البشر، خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ، حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر حضرت روح اللہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد تک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مقدس انبیاء و رسل خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دنیا میں تشریف لائے اور اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا۔ ہر نبی اور رسول کے زمانے میں اہل باطل نے راہ میں کانٹے بچھائے اور حق کو نیست و نابود کرنے کی سعی ناکام کی لیکن ہمیشہ انبیاء و رسل ہی فاتح اور غالب رہے۔ اہل باطل نے نورِ حق کی روشنی کو بجھانے کے لئے طاقت، ثروت دولت اور حکومت کا بھرپور استعمال کیا۔ جنگ اور قتال کے کئی معرکے رونما ہوئے جس کا تفصیلی بیان قرآن مجید، کتب احادیث اور کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد سید المرسلین، افضل الانبیاء محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبین، حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ خیر تک کے طویل عرصے میں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوئے۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل تعلیمات و روایات کو رفتہ رفتہ فراموش کرتے گئے یا اس میں اپنی خواہش سے ردوبدل کر دیا اور شرک، کفر، افعال رذیلہ و شنیعہ عام اور رائج ہو گئے۔ اس طرح سے گمراہیت و ضلالت کی ہولناک تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شراب، زنا، قتل، چوری، ڈکیتی، جواء، بدعہدی، دغا، فریب اور بد اخلاقی کا بازار گرم تھا۔ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے ہوئے بھی جھجکتے نہیں تھے۔ آدمی انسان نہ رہتے ہوئے وحشی جانور بن گیا تھا۔ عرب، ایران، چین، ہندوستان بلکہ دنیا کا ہر خطہ کفر و ضلالت کی آتش کی لپیٹ میں تھا۔ رشد و ہدایت نام کو بھی نہ تھی ایسے سنگین ماحول میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہبری کے لئے اپنے محبوب اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" (پارہ ۶، رکوع ۶، سورۃ المائدۃ، آیت ۱۵)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں نور سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات مراد ہے اور روشن کتاب سے مراد قرآن

مجید ہے۔ تفسیر میں ہے کہ ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی''۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۹۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چالیس کی ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرما کر پرچم توحید بلند فرمایا اور بت پرستی سے روکا اور اپنی قوم کو صرف ایک خدا کی پرستش کی ہدایت فرماتے ہوئے کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی دعوت دی تو آپ کی قوم آپ کی جانی دشمن بن گئی۔ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں لیکن آپ نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے فریضہ نبوت کو بخوبی انجام دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا پیغام حق دلوں پر اثر پذیر ہوا اور سعید لوگ اسلام قبول کر کے دولت ایمان سے سرفراز ہونے لگے۔ رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیکھ کر مشرکین عرب بغض و حسد کی آگ میں جل اُٹھے اور انہوں نے حق کے مقابل تمام باطل حربے آزما لئے۔ لیکن ان کی کوئی بھی تدبیر کارآمد نہ ہوئی۔ خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ قرآن مجید ایسا دل نشیں ہوا کہ ملک عرب کے امراء و اکابر اسلام کے زمرے میں شامل ہو گئے۔

اُس وقت ملک عرب کے باشندوں کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ نوعمر لڑکا بھی اعلیٰ قسم کے اشعار فی الفور کہنے کی مہارت رکھتا تھا۔ عربوں کو اپنی زبان دانی پر اتنا ناز تھا کہ جاہل ان پڑھ اور جنگل میں بسنے والے شتربان بہترین شاعر کی حیثیت رکھتے تھے اور اونٹوں کے چرواہے اپنے مقابل پوری دنیا کو عجمی یعنی گونگا اور جاہل سمجھتے تھے۔ جب جاہلوں کی زبان دانی کا یہ عالم تھا تو ملک عرب کے اُدباء و فصحاء کی زبان دانی کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن بڑے بڑے بلغاء اور فصحاء کی فصاحت و بلاغت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آفتاب کے مقابل ذرہ کی بھی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی،۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ صادقہ وعظیمہ ''قرآن مجید کی آیات و نیز آپ کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی ہر بات ایسی فصیح اور بلیغ ہوتی تھی کہ ملک عرب کے بڑے بڑے شعراء بھی محوِ حیرت سے دانتوں تلے انگلیاں دباتے تھے۔ کیونکہ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات وحی خدا ہوتی تھی۔ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ (پارہ ۲۷، رجوع ۵، سورہ النجم، آیت ۳، ۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ'' کی ذات وصفات میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۹۴۶) بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

اور

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

مشرکین عرب نے اعجازِ کلام حق سے ٹکرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مبہوت و ساکت ہوگئے۔ ان کی بے مائیگی اور بے کسی کا یہ عالم تھا کہ وہ قرآن مجید کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی آیت بھی نہ بنا سکے۔ مشرکین عرب کی بے بسی پر غیرت دلاتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پارہ ۱، رکوع ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۳)

ترجمہ: تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو۔ (کنزالایمان)

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے مقابلے اپنے کلام کو بے وقعت اور بے نمک محسوس کر کے مشرکین عرب اتنے مایوس و مجبور ہوگئے کہ انہوں نے اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر وحشیانہ اطوار اپنائے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں اس حد تک پہنچے کہ طرح طرح کی ایذائیں پہنچا کر سختیاں کرنے کے باوجود بھی دل کی بھڑاس نہ نکلی تو ''دارالندوہ'' میں جمع ہو کر آپ کو شہید کرنے کا مشورہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی سازش سے مطلع فرما دیا چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق قلبی، اصدق الصادقین، سید المتقین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت مکہ معظمہ سے نکل کر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرما گئے۔

قرآن مجید میں ہجرت کا واقعہ مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝ (الانفال: ۳۰)

ترجمہ: اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ (کنزالایمان)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کرنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے اور جب کفار مکہ و مشرکین عرب کی عداوت اور تکالیف حد سے متجاوز ہوگئیں تب آپ نے بحکم رب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی لیکن مدینہ منورہ میں آپ کو عرب کے کفار، مشرکین اور یہود نے ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے کی حسب استطاعت کوششیں کیں۔ مدینہ منورہ کی سرزمین کو اپنے مقدس قدموں سے مشرف فرمانے کے وقت تک یعنی آپ کی ہجرت کے وقت تک مدینہ منورہ میں یہودی کافی تعداد میں آباد تھے۔ تجارتی، ثروتی، سماجی و دیگر اہم امور میں یہودیوں کا کافی اثر اور تسلط تھا

اور مالی اعتبار سے بھی وہ اہل ثروت میں شمار ہوتے تھے۔ مکہ معظمہ کے کفار اور مشرکین کے مدینہ منورہ کے کفار اور یہود کے ساتھ تجارتی اور سماجی مراسم تھے اور ان کے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ ایک دوسرے کے سکھ دکھ کے ساتھی ہوا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ کے کفار نے اپنے قاصدوں کے ذریعے اپنے ہم خیال وہم پیالہ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُکسانے اور اُبھارنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن مدینہ منورہ میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید رسالت عام ہو چکی تھی۔ شمع عشق نبوت کے جاں نثار پروانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی اور فدائی یکے بعد دیگرے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے ہی جاتے تھے اور مدینہ منورہ مرکز اسلام کی حیثیت سے قوی اور مستحکم ہوتا جا رہا تھا۔ ملک عرب کے رؤسا اور قوم یہود کے علماء میں اہمیت رکھنے والے ذی اثر اور شجاع لوگ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی طاقت بڑھا رہے تھے اور اسلام عروج اور ترقی پر آ رہا تھا۔

مکہ کے مشرکین خصوصاً ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، ابوسفیان (جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) وغیرہ نے مدینہ کے مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے، دست درازیاں کیں، بغض وحسد میں تشدد کی حدیں بھی تجاوز کر گئے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر وتحمل سے کام لیا اور اپنے جاں نثار صحابہ کو بھی ہمیشہ صبر کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ مسلمانوں کے صبر وتحمل کو کفار و یہود نے کمزوری میں شمار کیا اور ان کے حوصلے بہت زیادہ بڑھ گئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان روز مرہ کفار ومشرکین کے ہاتھ اور زبان سے ایذاء وآزار پاتے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت نے صحابہ کرام میں اخلاق حسنہ کے وہ محاسن پیدا کر دیئے تھے کہ کسی نے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

جب مسلمانوں پر ظلم وستم کی بہتات ہونے لگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (پارہ ۱۷، رکوع ۱۳، سورہ الحج، آیت ۳۹)

ترجمہ: پروانگی (اجازت) عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا۔ (کنزالایمان)

تفسیر میں اس آیت کی شانِ نزول میں وارد ہے کہ "کفار مکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز مرہ ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ حضور کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روز مرہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہِ اقدس میں پہنچتی تھیں اور اصحابِ کرام کفار کے مظالم کی حضور کے دربار میں فریادیں کرتے۔ حضور یہ فرما دیا کرتے کہ صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب حضور نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے"۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۶۰۵)

قرآن میں آیات جہاد وقتال

سورہ الحج کی مذکورہ آیت میں جہاد کی اجازت عطا فرمانے کے بعد قرآن شریف میں جہاد اور قتال کے تعلق سے متعدد آیات نازل ہوئیں۔ چند آیات ذیل میں درج ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

☆ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا (پارہ ۲، رکوع ۸، سورہ البقرہ، آیت ۱۹۰)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ (کنزالایمان)

تفسیر: یعنی جو کفار تم سے لڑیں یا جنگ کی ابتداء کریں تم ان سے دین کی حمایت اور اعزاز کے لئے لڑو۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ کیا گیا اور کفار سے قتال کرنا واجب ہوا۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۵۵)

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

☆ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (پارہ ۱۰، رکوع ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۲۹)

ترجمہ: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔ (کنزالایمان)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

☆ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (پارہ ۵، رکوع ۷: سورہ النساء، آیت ۷۵)

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں۔ (کنزالایمان)

تفسیر: یعنی جہاد فرض ہے اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۶۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین کو حکم فرماتا ہے کہ:

☆ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (پارہ ۹، رکوع ۱۹، سورہ الانفال، آیت ۳۹)

ترجمہ: اور اگر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔ (کنزالایمان)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے

☆ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

(پارہ ۲۸، رکوع ۲۰، سورہ التحریم، آیت ۹)، (پارہ ۱۰، رکوع ۱۶، سورہ التوبہ، آیت ۷۳)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ (کنزالایمان)

ارشاد رب تبارک وتعالیٰ ہے کہ:

☆ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ

(پارہ ۱۰، رکوع ۷، سورہ التوبہ، آیت ۵)

ترجمہ: تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔ (کنزالایمان)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

☆ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ (پارہ ۱۰، رکوع ۸، سورہ التوبہ، آیت ۱۴)

ترجمہ: تو ان سے لڑو، اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا۔

(کنزالایمان)

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن مجید میں جہاد وقتال کے احکام نازل فرمائے گئے ہیں۔ جہاد کا پہلا حکم ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے قتال کی اجازت نہ تھی۔ جب حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور صحابہ کرام کی جمعیت ہوگئی تو نصرت الٰہی قائم ہوئی اور اعداء دین کے ساتھ جہاد وقتال کا سلسلہ مستقل طور پر شروع ہوگیا۔

”غزوہ اور سریہ کی تعریف“

غزوہ اور سریہ کے متعلق ارباب سیر کی اصطلاح یہ ہے کہ ہر وہ لشکر کہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف فرما ہوں اسے غزوہ یا غزوات کہتے ہیں اور جس لشکر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی لشکر روانہ فرمایا ہو اسے بعث یا سریہ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہوکر ایسی شجاعت و جاں نثاری کا مظاہرہ کیا کہ کفر و شرک کے ایوان منہدم ہوگئے اور اسلام کی جڑیں اور بنیادیں ایسی مستحکم ہوگئیں کہ قلیل عرصے میں اسلام کا پیغام حق ملک عرب کی سرحدیں عبور کر کے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔ ادیان باطل کے قلعے منہدم ہوکر ہباءً منثورا کی طرح اڑ گئے اور اُفق عالم پر اسلام کا پرچم حق لہرانے لگا۔

غزوات اور سرایا کی تفصیل

☆ غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں ہی قتال واقع ہوا۔ اٹھارہ غزوات میں قتال (جنگ) واقع نہ ہوا۔

☆ جن نو غزوات میں قتال وقوع میں آیا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱- جنگ بدر ۲ ہجری
۲- جنگ احد ۳ ہجری
۳- جنگ مریسیع (بنی المصطلق) ۵ ہجری
۴- جنگ احزاب (جنگ خندق) ۵ ہجری
۵- جنگ بنو قریظہ ۵ ہجری
۶- جنگ خیبر ۷ ہجری
۷- جنگ فتح مکہ ۸ ہجری
۸- جنگ حنین (ہوازن) ۸ ہجری
۹- جنگ طائف ۸ ہجری

☆ جن اٹھارہ غزوات میں قتال واقع نہیں ہوا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱- غزوہ ابواء ۲ ہجری
۱۰- غزوہ بنی نضیر ۴ ہجری

۲-غزوہ بواط ۲ ہجری
۳-غزوہ عشیرہ ۲ ہجری
۴-غزوہ بدر اولیٰ ۲ ہجری
۵-غزوہ قرقرۃ الکدیٰ ۲ ہجری
۶-غزوہ سویق ۲ ہجری
۷-غزوہ قینقاع ۲ ہجری
۸-غزوہ غطفان ۳ ہجری
۹-غزوہ نجران ۳ ہجری
۱۱-غزوہ بدر صغریٰ ۴ ہجری
۱۲-غزوہ دومۃ الجندل ۵ ہجری
۱۳-غزوہ ذات الرقاع ۶ ہجری
۱۴-غزوہ ذی قرد ۶ ہجری
۱۵-غزوہ بنولحیان ۶ ہجری
۱۶-غزوہ حدیبیہ ۶ ہجری
۱۷-غزوہ وادی القریٰ ۷ ہجری
۱۸-غزوہ جیش العسرت (تبوک) ۹ ہجری

☆ سریا کی تعداد سنتالیس تھی اور بعض چھپن شمار کرتے ہیں

ان میں سے کچھ سرایا کے نام ذیل میں درج ہیں،

۱-سریہ دارارقم ۲ ہجری، ۲-سریہ سعد بن ابی وقاص بجانب وادی خرار ۲ ہجری، ۳-سریہ عبداللہ بن جحش بمقام بطن نخلہ ۲ ہجری، ۴-سریہ عمیر بن عدی ۲ ہجری، ۵-سریہ سالم بن عمیر ۲ ہجری، ۶-سریہ قروہ ۳ ہجری، ۷-سریہ رجیع ۳ ہجری، ۸-سریہ ابوسلمہ مخزومی بمقام موضع قطن ۳ ہجری، ۹-سریہ عبداللہ بن انیس بمقام بطن عریہ ۳ ہجری، ۱۰-سریہ بئر معونہ ۴ ہجری، ۱۱-سریہ ابوعبیدہ بن الجراح بجانب سیف البحر ۵ ہجری، ۱۲-سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی کلاب ۶ ہجری، ۱۳-سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی ثعلبہ ۶ ہجری، ۱۴-سریہ محمد بن مسلمہ بمقام نجد ۶ ہجری، ۱۵-سریہ عکاشہ بن محصن بجانب بنی اسد ۶ ہجری، ۱۶-سریہ زید بن حارثہ بمقام وادی القریٰ ۶ ہجری، ۱۷-سریہ زید بن حارثہ بمقام موضع جموم ۶ ہجری، ۱۸-سریہ زید بن حارثہ بمقام موضع عیص ۶ ہجری، ۱۹-سریہ زید بن حارثہ بجانب ام قرفہ ۶ ہجری، ۲۰-سریہ زید بن حارثہ بسوئے چشمہ طرف ۶ ہجری، ۲۱-سریہ زید بن حارثہ بجانب بجشی ۶ ہجری، ۲۲-سریہ زید بن حارثہ بمقام وادی القریٰ باردوم ۶ ہجری، ۲۳-سریہ عبدالرحمٰن بن عوف بجانب بنی کعب ۶ ہجری، ۲۴-سریہ علی مرتضیٰ بجانب فدک ۶ ہجری، ۲۵-سریہ عبداللہ بن رواحہ بمقام خیبر ۶ ہجری، ۲۶-سریہ ابوبکر صدیق ۷ ہجری، ۲۷-سریہ عمر بن الخطاب ۷ ہجری، ۲۸-سریہ بشر بن سعد انصاری ۷ ہجری، ۲۹-سریہ غالب بن عبداللہ لیثی ۷ ہجری بجانب میفہ، ۳۰-سریہ غالب بن عبداللہ بجانب بنی الموج ۷ ہجری، ۳۱-سریہ غالب لیثی بسوئے کدید ۸ ہجری، ۳۲-سریہ فدک ۸ ہجری، ۳۳-سریہ موتہ ۸ ہجری، ۳۴-سریہ عمرو بن العاص بمقام ذات السلال ۸ ہجری، ۳۵-سریہ ابوعبیدہ بن الجراح بمقام الخبط ۸ ہجری، ۳۶-سریہ ابوعامر اشعری، جنگ اوطاس ۸ ہجری، ۳۷-سریہ حضرت علی مرتضیٰ بجانب قبیلہ بنی طے ۹ ہجری، ۳۸-سریہ خالد بن ولید بجانب دومۃ الجندل ۹ ہجری، ۳۹-سریہ خالد بن ولید بجانب قبیلہ بنی حارث بن کعب ۱۰ ہجری، ۴۰-سریہ جریر بن عبداللہ بجلی بجانب ذی الکلاع بن کور، ملک طائف ۱۰ ہجری، ۴۱-سریہ اُسامہ بن زید بجانب بحر روم ۱۱ ہجری (بحوالہ مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ جلد دوم)

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حقانیت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے پھیلا ہے

ہر دور میں اسلام دشمن عناصر اسلام کی حقانیت کو مجروح کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اسلام کی عالمگیر مقبولیت کہ جس کا سبب اسلام کی حقانیت ہے اس سے قطع نظر کر کے بنظر تعصب عناداً یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے بل بوتے کی وجہ سے پھیلا ہے اور معاذ اللہ یہ کہتے ہوئے بھی شرم و حیاء نہیں محسوس کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھام کر اسلام کی نشر و اشاعت کی ہے۔ کذب اور دروغ گوئی پر مشتمل اپنے اس دعوے کے ثبوت میں حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں واقع غزوات اور سرایا کی فہرست بطور دلیل پیش کرتے ہوئے اور ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف و دیگر روسائے مشرکین عرب کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی حقانیت اور حضور اقدس کے اخلاق کریمہ، انسانیت پر مشتمل تعلیم، اعلیٰ اصول، تمدن و دیگر بے شمار محاسن کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ظاہری حیات کے چالیس سال تک یعنی جب تک آپ نے ظاہری نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ وہاں تک آپ کو تمام لوگ ''محمد امین'' صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز لقب سے ملقب کرتے تھے۔ چالیس سال کی عمر شریف میں آپ نے دنیا کو توحید کا پیغام دیا اور تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں رونق افروز رہ کر لوگوں کو کفر کی ظلمت سے ہدایت کی روشنی کی طرف بلاتے رہے۔ مکی زندگی کے کل ترپن ۵۳ سال میں آپ نے اپنی حیات کے ہر شعبہ میں اخلاقی محاسن کا ہی مظاہرہ فرمایا بلکہ چالیس سے ترپن سال کے درمیان کا تیرہ سال کا عرصہ تو آپ نے کفار مکہ کے ظلم وستم کی کلفت برداشت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ پر کئے جانے والے ظلم وستم کا جواب دینا یا انتقام لینا تو ایک طرف رہا بلکہ آپ نے کبھی بھی ان ظالموں کی کوئی شکایت تک نہیں کی اور پیکر صبر وتحمل بن کر مصائب برداشت کئے۔ جب ظلم وستم اپنی انتہاء کو پہنچے تو آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ مکہ معظمہ آپ نے بحیثیت مظلوم چھوڑا تھا۔ آپ کے خلاف ظالموں نے ایسا پراگندہ ماحول قائم کر دیا تھا کہ آپ کو رات کی اندھیری میں خفیہ طور پر نکلنا پڑا۔ پھر آپ مدینہ منورہ سکونت پذیر ہوئے اور دس سال کے بعد پردہ فرمایا۔ اس حساب سے آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال ہوئی۔ جس میں ترپن سال مکی زندگی اور دس سال مدنی زندگی۔ آیت جہاد مدینہ منورہ میں ۲ ہجری میں نازل ہوئی اس وقت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچپن سال تھی اور آیت جہاد کے نازل ہونے کے آٹھ سال بعد آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ الحاصل جہاد وقتال کی مدت صرف آٹھ سال رہی۔

اب قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ جس ذات گرامی نے کل تریسٹھ سال کی ظاہری دنیوی زندگی پائی اس میں سے پچپن سال کا عرصہ اس طرح گزرا کہ آپ پر ظلم وستم کیے گئے، اذیتیں، تکلیفیں، مصائب پہنچائے گئے، لیکن آپ نے اُف تک نہ کیا، صبر وتحمل کرتے ہوئے دشمنوں کے آزار برداشت فرمائے، ظالموں کی بدگوئی کرنے کے بجائے اُنہیں دعائیں دیں، یہاں تک کہ اپنے متبعین کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہوئے ظلم وستم برداشت کرنے کی تعلیم وتربیت دی، جس ذات گرامی نے اپنی سماجی، خاندانی، ازواجی، رواجی، تجارتی اور روابطی زندگی میں کسی سے جھگڑا فساد تو کیا بلکہ اونچے سُر میں بات نہ کی ہو، کسی کے ساتھ بدکلامی نہ کی ہو، گالی کا جواب دعا سے دیا ہو، تواضع وانکسار کا جو پیکر جمیل رہا ہو حسن اخلاق کا جو نمونہ عمل رہا ہو، جو سراپا محبت و ہمدردی کا مخزن رہا ہو، جس کے اخلاق واطوار کی طہارت و پاکیزگی کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا ہو، عفو وکرم میں جو بے مثل و مثال ہو، بُردباری میں جو یگانہ عالم ہو، ظلم وستم کو نیست ونابود کرنا جس کا وتیرہ ہو، اس ذات گرامی نے اپنی ظاہری حیات کے ۵۵ سال تک یعنی تقریباً اٹھاسی فیصد زندگی (87.30%) تک تلوار کو تھاما نہیں، اس ذات گرامی پر شمشیر زنی کا الزام عائد کرنا دیانت وانصاف کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

البتہ! یقیناً! بلا شک وشبہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس میں تلوار تھامی اور جہاد وقتال فرمایا لیکن آپ نے صرف اور صرف دفع ضَرر کے لئے تلوار تھامی۔ آپ نے شمشیر کا وار ظلم ڈھانے کے لئے نہیں بلکہ ظلم مٹانے کے لئے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ آپ کی حیات طیبہ میں واقع غزوات کو بنظر عمق مطالعہ کرنے سے ہوگا کہ آپ نے کن حالات میں جہاد فرمائے، کن لوگوں کے سامنے جہاد فرمائے، ظالم جفاکش، قزاق اور ستم گر گروہ کے ظلم وتشدد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لئے آپ نے جہاد کی آہنی دیوار قائم فرمادی اور مظلوم وبیکس لوگوں کی نصرت وحمایت کر کے عدل وانصاف کا ماحول قائم فرمادیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر شمشیر زنی میں غلو کرنے کا الزام عائد کرنے والے متعصب عناصر تاریخ دانی، علم سیر اور گزشتہ واقعات کی معلومات سے یک لخت انجان و بے خبر ہیں یا پھر عناداً وقصداً افترا پردازی سے کام لیتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ جس ذات گرامی کی ظاہری حیات کا تقریباً ۸۸ فیصد حصہ گزر چکا ہو اور صرف ۱۲ فیصد ظاہری حیات کے ایام باقی رہے ہوں اور اس قلیل عرصہ میں جس ذات گرامی نے عالم دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے اقوال زریں یعنی احادیث کا عظیم ذخیرہ سرمایہ حیات ونجات کی حیثیت سے عطا فرمانے کے لئے ہمہ وقت سخن طراز ہو علاوہ ازیں اپنی عملی زندگی سے انسانیت، رحم دلی، اخوت، صدق، عدل، انصاف، صداقت، احسان، خدمت، تواضع، انکساری، ترک طمع، قناعت، توکل، تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت، ریاضت، رشد وہدایت، کرم وعنایت، جود وسخاوت، وغیرہ بے شمار محاسن واخلاق کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہو اس ذات گرامی نے اگر کبھی اپنے مقدس ہاتھوں میں تلوار تھامی ہے تو ظلم کو فروغ دینے کے لئے نہیں بلکہ ظلم وستم کو نیست ونابود کرنے کے لئے۔

ایک ضروری امر کی طرف بھی توجہ درکار ہے کہ سپاہ گری کرنے والا بچپن سے ہی اس پیشہ کی طرف ملتفت ہوتا ہے یا ن اس کا خاندانی اور آبائی پیشہ سپاہ گری ہوتا ہے اور اپنے آباء واجداد کا پیشہ اپنا کر سپاہ گری کرتا ہے لیکن اس کی سپاہ گری ایام جوانی میں شباب پر ہوتی ہے۔عموماً اٹھارہ سے پینتالیس برس کی عمر تک وہ سپاہ گری کے فن میں عروج پر ہوتا ہے اور اس عمر کے بعد اس کے فن میں زوال شروع ہوتا ہے کیونکہ عمر کا تقاضا اور جسمانی ضعف کا مقتضاء یہی ہے کہ اب آرام واستراحت کرنے کے دن ہیں۔ اور تقریباً پچاس یا پچپن سال کی عمر کے بعد اس کو اپنے فن سے فطری طور پر رغبت کم ہو جاتی ہے۔ البتہ بحالت مجبوری یا وقت کے حالات کبھی للکار دیں تو وہ فن شجاعت دکھانے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی ظاہری حیات کے پچپن سال تک آلات جنگ کی طرف قطعاً التفات نہیں فرمایا۔ ۲ ہجری میں سورہ حج کی آیت کے ذریعہ آپ کو جہاد کا اللہ نے اِذن وحکم فرمایا تب آپ کی عمر شریف بچپن سال تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس عمر میں عام طور سے آدمی ہاتھ میں تلوار لینے سے اکتا تا ہے اور استعفیٰ دے کر یا ریٹائر (Retire) ہو کر اپنے فن کی انتہاء کرتا ہے اس عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں تلوار تھامنے کی ابتداء فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر بہت ہی نازک وقت میں اپنے دست اقدس میں تلوار تھامی۔ حالانکہ آپ نے ماضی میں کبھی بھی تلوار پر ہاتھ نہیں آزمایا تھا اور نہ ہی آپ کو اس کا تجربہ وملکہ تھا۔

اسلام کی درخشاں تاریخ کے زریں اوراق شاہد عادل ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غزوات میں شرکت فرمائی یا اپنے فرستادہ جاں نثاروں کو معرکہ جہاد میں (سریہ) ارسال فرمایا وہ تمام غزوات اور سرایا مظلومین کے دفاع اور ظالمین کے استیصال کے لئے ہی تھے۔ تمام غزوات توکل علی اللہ اور نصر من اللہ کی بنیاد پر ہی تھے۔ کیونکہ ان تمام غزوات میں کہیں بھی مساوات اور برابری کا مقابلہ نہ تھا۔ کفار ومشرکین بھاری تعداد میں بھرپور جنگی ہتھیاروں کے ساتھ ہوتے تھے اور اسلامی لشکر بہت ہی قلیل تعداد میں اور بے سروسامان ہوتا تھا۔ کفار کے لشکر میں بھاری ڈیل ڈول کے، شکم سیر، ہتھیاروں سے لتھ پتھ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنے والے ہوتے تھے جب کہ اسلامی لشکر کے مجاہدین نحیف وناتواں جسم والے، بھوکے پیاسے، بغیر ہتھیاروں کے پیدل لڑنے والے ہوتے تھے۔ مثلاً:

☆ جنگ بدر ۲ ہجری میں دونوں لشکر کا موازنہ حسب ذیل ہے:

اسلامی لشکر	کیفیت	لشکر کفار
۳۱۳	تعداد	۹۵۰
۷۰	اونٹ	۷۰۰
۳	گھوڑے	۱۰۰
۸	تلواریں	۹۵۰
۶	زرہیں	۹۵۰

نوٹ: ۱- کفار کے لشکر میں کھانے پینے کا سامان بڑی کثرت سے تھا۔ روزانہ گیارہ اونٹ ذبح کر کے کھاتے تھے۔ جبکہ اسلامی لشکر میں زادِراہ کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس ایک صاع تو کسی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔

۲- کفار کے لشکر میں عیش و عشرت کا سامان بھی کافی تعداد میں تھا یہاں تک کہ کسی پانی کے کنارے پڑاؤ کرتے تو خیمے نصب کرتے اور ان کے ہمراہ گانے والی طوائفیں اور آلات طرب تھے۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک خیمہ تک نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے ایک عریش (جھونپڑی) تیار کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں ٹھہرایا۔ آج اس عریش کی جگہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو، جلد ۲ ص ۱۴۷)

نتیجہ: کفار کے لشکر سے ستر آدمی قتل ہوئے جن میں ابوجہل تھا۔ علاوہ ازیں لشکر کفار سے ستر آدمی قید ہوئے۔ جن میں حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ جو بعد میں ایمان لے آئے۔ اسلامی لشکر سے چودہ حضرات شہید ہوئے تھے۔

☆ جنگ احد ۳ ہجری کی مختصر کیفیت ملاحظہ فرمائیں

۱- قوم قریش نے دارالندوہ میں میٹنگ کر کے بیس ہزار مثقال لشکر کی تیاری کے لئے جمع کئے اور مکہ سے چار شخصوں کو اطراف میں گشت کرنے پر مقرر کئے تاکہ وہ لوگوں کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اُبھاریں اور کافی تعداد میں لشکر جمع ہو۔

۲- مکہ معظمہ سے لشکر کفار ابوسفیان کی سرداری میں روانہ ہوا۔ لشکر میں تین ہزار آدمی تھے جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے۔ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ لشکر میں تیراندازی میں مہارت رکھنے والے لوگ کثرت سے تھے۔

۳- کافی تعداد میں تلواریں، نیزے، خنجر، برچھیاں، تیر، کمان وغیرہ آلات حرب تھے۔

۴- گانے بجانے والی عورتیں اور آلات طرب و نیز کھانے پینے و دیگر آسائش کے سامان سے لشکر کو آراستہ کر کے، مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے کے فاسد ارادے سے مکہ سے لشکر کو مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔

۵- ابوسفیان نے مدینہ منورہ سے پانچ میل کے فاصلے پر مقام ذوالحلیفہ پر لشکر کو ٹھہرایا اور وہاں تین دن قیام کیا۔

۶- لشکر کفار کے قیام کے دوران مشرکوں نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو مسلمانوں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اونٹوں اور گھوڑوں نے کھیتوں کو روند کر پامال کر دیئے اور تمام سبزہ کھا گئے اور حالت یہ ہوئی کہ اطراف مدینہ کے تمام کھیتوں میں سے کسی بھی کھیت میں سبزی باقی نہ رہی۔

۷- لشکر کفار حملہ کر کے اہل مدینہ کو تاخت و تاراج کرنے آپہنچے اس کے پہلے ہی ان کو روکنے اور ان کا مقابلہ کر کے ان کے شر و ضرر سے اہل مدینہ کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مجاہدین کو لے کر ان سے بمقام اُحد مقابل ہوئے۔ لشکر اسلام میں ایک بھی گھوڑا نہ تھا۔ صرف ایک سو مجاہدین زرہ پوش تھے۔ چند حضرات کے پاس تیر اور کمان تھے۔ کچھ لوگوں کے پاس تلواریں اور نیزے تھے۔ یعنی لشکر کفار کے مقابل اسلامی لشکر تعداد اور ساز و سامان کے اعتبار سے بہت ہی قلیل اور بے سرو سامان تھا۔

۸- اسلامی لشکر سے ستر حضرات شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ، حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ، حضرت مصعب بن عمیر،

حضرت سعد بن ربیع، حضرت نعمان بن مالک وغیرہ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۹- کفار کے لشکر سے تیس آدمی جہنم رسید ہوئے اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے لہٰذا ابوسفیان لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جاتے وقت یہ دھمکی دی کہ اب ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی۔

حوالہ: (۱) مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ا ص ۱۹۱ تا ۲۲۱، (۲) مغازی الصادقہ از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، ص ۱۴۴ تا ۲۳۰۔

☆ جنگ احزاب (غزوۂ خندق) ۵ ہجری کی کچھ تفصیل اختصاراً پیش خدمت ہے

۱- خیبر سے قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کا وفد مکہ معظمہ جا کر ابوسفیان سے ملا اور طے کیا کہ ہم سب متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیں چنانچہ ابوسفیان مکہ سے قریش کا لشکر لے کر روانہ ہوئے ان کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ سوار تھے۔

۲- خیبر کے یہودیوں نے اپنے ساتھ قبیلہ قیس کے لوگوں کو برانگیختہ کر کے لڑنے کے لئے ساتھ لیا۔

۳- عرب کے دیگر قبائل قبیلہ اسلم، اشجع، ابومرہ، کنانہ، فرازہ اور غطفان بھی بڑی تعداد میں لشکر قریش میں آ کے شامل ہو گئے۔ ان سب کی مجموعی تعداد دس ہزار ہوگئی۔

۴- اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور اسلامی لشکر میں صرف چھتیس ہی گھوڑے تھے۔

۵- رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی مشرق کی جانب کوہ سلع کے قریب کھلے میدان میں خندقیں کھدوائیں تا کہ ظالم دشمن شہر کے باشندوں کو اذیتیں نہ پہنچا سکیں۔

۶- لشکر کفار نے چوبیس دنوں تک محاصرہ کیا اور اہل شہر کو تنگ کیا۔

۷- اس غزوہ میں قتال واقع ہوا۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کی مدد کے لئے ملائکہ کا لشکر بھیجا اور آسمان سے ایسی تیز آندھی چلی کہ مشرکین کے لشکر کے تمام خیمے منہدم کر دیئے، کھانا پکانے کے لئے دیگیں چولہوں پر چڑھائی تھیں وہ زمین پر اُلٹ گئیں، تیز ہوا سے سنگریزوں نے اُڑ اُڑ کر ان پر شدید چوٹیں لگائیں اور لشکر کفار کے ہر گوشہ سے فرشتوں کی تکبیروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں لہٰذا کفار خوف زدہ ہو کر اپنا مال اسباب چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

حوالہ: (۱) مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد۲ ص ۲۸۹ تا ۳۰۱، (۲) مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اُردو، ص ۲۸۴ تا ۲۹۲)

☆ جنگ موتہ ۸ ہجری تین ہزار کے اسلامی لشکر کے سامنے ہرقل بادشاہ کی نصرانی فوج اور قبائل عرب کے مشرکین متحد ہو کر مقابل ہوئے تھے اور ان کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۴۵۳ تا ۴۵۷)

اس جنگ کی مختصر وضاحت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں کہ اس جنگ کی وجہ کیا تھی؟ اور اس کا پس منظر کیا تھا؟ اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوا؟

مذکورہ جنگوں کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی اس قسم کے تفاوت پائے جاتے ہیں۔ یہاں ہم نے صرف چار مشہور ومعروف جنگوں کا سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ الحاصل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتاً اور دفع ضرر کے لئے ہی قتال فرمایا ہے۔

اس قتال سے ظالم کے ظلم وستم کا استیصال فرما کر امن وامان قائم کرنا ہی مقصود تھا۔ کفر وظلمت، ظلم وستم، زورازوری و جفا پیشگی، ناانصافی و زورجتائی اور انسانیت کش جرائم کا پردہ چاک کرنے کے مستحسن عزم سے ہی آپ نے شمشیر کو دست اقدس میں تھامی۔ کسی پر زور یا دباؤ ڈالنے کے لئے آپ نے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی۔

اسلام تلوار سے نہیں بلکہ حقانیت کی بناء پر ہی پھیلا ہے کیونکہ اگر اسلام تلوار ہی کے بل بوتے پر پھیلا ہوتا تو اسلام کی جڑیں تادیر مستحکم نہ رہتیں۔ بلکہ قلیل عرصہ میں ہی متزلزل ہو کر اکھڑ گئی ہوتیں لیکن پندرہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی اسلام اپنی شان وشوکت سے قائم ودائم رہتے ہوئے روزافزوں پھیل رہا ہے۔

اسلام تلوار سے پھیلا ہے'' یہ الزام عائد کرنے والے متعصب عناصر کو دندان شکن جواب دینے کے لئے ذیل میں کچھ اہم نکات ضیافت قارئین کی غرض سے پیش خدمت ہیں''۔

''تاریخ کی گواہی''

اب ہم تاریخ کی گواہی سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ مخالفین کو بھی ناچار و مجبور ہو کر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ محبوب رب العالمین، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ظاہری دنیوی سال کو باعتبار عیسوی تقابل کر کے پھر اس کے ضمن میں کچھ گفتگو کی جائے گی۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ سال کی عمر شریف اس دنیا میں بسر فرمائی۔ آپ کی ولادت باسعادت سے لے کر دنیا سے پردہ فرمانے تک کا تریسٹھ سال کا جو عرصہ ہے اس عرصہ کے درمیان وقوع میں آئے ہوئے اہم واقعات، حالات، حوادث، امور وغیرہ کو عیسوی سن کے اعتبار سے ٹٹولیں۔

☆ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری

پیدائش	دنیا سے پردہ فرمانا
۱۲ ربیع الاول شریف ہجرت کے ۵۳ سال قبل ۵۷۱ء	۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ ہجری، ۶۳۲ء

نوٹ: قمری سال کے اعتبار سے آپ کی عمر شریف ۶۳ سال اور شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی عمر شریف ۶۱ سال ہوتی ہے۔

اب ہم شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی حیات طیبہ دیکھیں۔

۱- ولادت ۵۷۱ء ۵۳ سال قبل ہجرت

۲- اعلان نبوت، ۶۱۰ء، جب آپ کی عمر شریف قمری اعتبار سے چالیس سال تھی۔

۳- ہجرت، ۶۲۲ء، جب آپ کی عمر شریف قمری اعتبار سے ترپن سال تھی۔

۴- جہاد کا حکم، ۶۲۳ء عمر شریف ۵۵ سال ۲ ہجری

۵- رحلت، ۶۳۲ء عمر شریف ۶۳ سال ۱۱ ہجری

☆ مذکورہ بالا تفصیل کو دو حصوں میں تقسیم کریں:

حصہ اول: ولادت ۵۷۱ء سے جہاد کا حکم نازل ہونا ۶۲۳ء یعنی ۲ ہجری تک

حصہ دوم: جہاد کا حکم ۶۲۳ء (۲ ہجری) سے رحمت ۶۳۲ء یعنی ۱۱ ہجری تک

نتیجہ: حصہ اول کی مدت: ۵۳ سال۔ حصہ دوم کی مدت: ۸ سال/۶۱ سال

یعنی قرآن مجید کی سورہ حج کی آیت کریمہ اذن للذین یقتلون بانهم ظلموا (۲۲-۳۹) ۶۲۳ء میں نازل ہوئی اور ۶۲۳ء (۲ ہجری) سے جہاد کا آغاز ہوا۔ ۶۲۳ء سے پہلے اسلامی تاریخ میں ایک بھی جنگ نہیں ہوئی جس کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ (معاذ اللہ)۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانے کا آغاز ۶۲۳ء سے ہوا۔ تو اگر اسلام صرف تلوار ہی سے پھیلا ہوتا تو ۶۲۳ء سے پہلے اسلام کی نشرواشاعت نہ ہوئی ہوتی۔ لیکن ہم تاریخ (History) کے شواہد و دلائل کی روشنی میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ۶۲۳ء سے پہلے ہی اسلام اپنی حقانیت کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں نقش ہوگیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی محاسن اور خصائص کبریٰ نے دنیا کو متاثر کر دیا تھا۔ آپ کے نورِ نبوت نے ظلمت کدہ میں بھٹکنے والوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرما دی تھی۔

ذیل میں ہم چند ایسے واقعات اور امور کی طرف قارئین کرام کی عالی توجہات کو مرکوز کرنے کے لئے اختصاراً صرف اشارہ کرتے ہیں کہ جن پر بنظر عمیق خوض وفکر کرنے سے واضح طور پر یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اسلام ہرگز تلوار کے بل بوتے پر نہیں پھیلا بلکہ اسلام اپنی صداقت اور حقانیت کی بناء پر عالم گیر پیمانہ پر پھیلا ہے۔

☆ **۵۸۲ء:** جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف بارہ سال تھی۔ یعنی کہ آیت قتال کے نازل ہونے کے ۴۳ سال پہلے، آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کا سفر فرمایا۔ جب آپ کا قافلہ بصریٰ پہنچا تو بصریٰ کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا۔ اس صومعہ میں بحیرا نام کا ایک راہب رہتا تھا جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں کا زبردست عالم تھا اور اس کا شمار یہود اور نصاریٰ کے احبار میں ہوتا تھا۔ جب بھی کوئی عرب سے آنے والا قافلہ اس کے صومعہ کے قریب آکر ٹھہرتا تو بحیرا راہب اپنے صومعہ سے باہر آکر قافلے کے ہر شخص کو گھور گھور کر دیکھتا۔ گویا اُسے کسی کی تلاش تھی لیکن ہر مرتبہ وہ مایوس اور ناکام ہوتا اور اپنے صومعہ میں واپس لوٹ جاتا۔ لیکن ۵۸۲ء میں حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم و باعث تخلیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلے کے ہمراہ اس صومعہ کے قریب آکر ٹھہرے تو بحیرا راہب نے اپنے صومعہ سے باہر آکر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ ہر شجر و حجر آپ کو سلام کر رہا ہے تو اس نے یقین کرلیا کہ مجھ کو جس کی تلاش تھی وہ ذات گرامی یہی ہے۔ بحیرا راہب نے پورے قافلے کی دعوت کی۔ جب حضور اقدس بحیرا راہب کے پاس تشریف لے گئے تو بحیرا راہب نے آپ سے چند سوالات کئے اور تسلی بخش جوابات پائے۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اقدس پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا جس کا ذکر اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ بحیرا نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ

کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲ ص ۴۱)

☆ **۵۸۲ء:** میں بحیرا راہب کا مذکورہ واقعہ جب پیش آیا تب ملک شام کا ایک شخص باسیل بن منجائیل بھی بحیرا راہب کے صومعہ میں موجود تھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے مذکورہ معاملہ دیکھا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔ باسیل بن منجائیل کو پختہ یقین تھا کہ بحیرا راہب حق کے سوا کچھ نہیں کہتا لہٰذا وہ بھی اسی وقت سے گرویدہ ہوگیا۔ پھر وہ شخص قسطنطنیہ (Istambol) چلا گیا۔ پھر وہاں سے قیساریہ (Qaisarieh) جس کا پرانا نام Stratok's Tower ہے وہاں چلا گیا۔ جب باسیل بن منجائیل قیساریہ میں تھا تب اس نے سنا کہ مکہ معظمہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا ہے تو وہ آپ پر ایمان لایا۔ باسیل بن منجائیل ملک شام کے شہر قلعہ صور کے حاکم ارمویل بن قسطہ کا چچازاد بھائی تھا۔

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، مطبوعہ نولکشور لکھنو، ص ۴۱۵)

نوٹ: باسیل بن منجائیل نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ ۶۴۰ء (۱۹ ہجری) میں ملک شام میں قلعہ صور کی جنگ کے موقع پر انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا اور اسلامی لشکر کی عظیم خدمات انجام دیں۔ جس کا تفصیلی بیان اس کتاب میں فتوحات ملک شام کے ضمن میں ''فتح قلعہ صور'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

☆ **۶۱۰ء:** سے پہلے حضرت حبیب نجار اور اصحاب قریہ وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اگلی آسمانی کتابوں میں پڑھ کر اعلان نبوت کے پہلے ایمان لائے تھے۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، جلد ۲ ص ۴۱)

☆ **۶۱۳ء:** یعنی کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال مکہ معظمہ سے کچھ مسلمان کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حبشہ (Ethopia) کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ کیونکہ مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا رہنا مشرکوں نے دوبھر کر دیا تھا۔ لہٰذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ اس ہجرت کو ہجرت اول کہتے ہیں۔ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ جب مشرکین مکہ کو پتہ چلا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے ہوئے ہیں تو انہوں نے ایک جماعت کو بحیثیت وفد بہت سارے ہدایا و تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے نجاشی کا نام اَصْحَمَۃ تھا۔ کفار مکہ کے وفد نے نجاشی بادشاہ سے مسلمانوں کی شکایتیں کیں اور زہر اُگل اُگل کر بادشاہ کے کان بھرنے کی بھرپور کوشش کی اور یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دیں، بادشاہ نجاشی اصحمہ نے کہا کہ مسلمانوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے لہٰذا میں جب تک ان سے روبرو بات چیت نہ کرلوں وہاں تک کوئی حکم صادر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مسلمان شاہی دربار میں طلب کئے گئے بادشاہ نے مسلمانوں سے دین اسلام کے تعلق سے کچھ سوالات کئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسلامی احکام کی ایسی نفیس ترجمانی کی کہ بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہوگئی۔ پھر نجاشی بادشاہ نہ کہا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ تلاوت کرو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کو سن کر نجاشی بادشاہ اور اس کے اردگرد پادریوں کا جو

گروہ تھا وہ تمام رونے لگے۔ تمام نے یک زبان کہا کہ "خدا کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا تھا، یہ دونوں کلام ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں"۔

پھر نجاشی نے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہ ذات گرامی ہے جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے"۔ اس کے بعد نجاشی نے قریش مکہ کے تحفوں کو لوٹا دیا اور ان کو ذلیل و رسوا کر کے اپنے دربار سے نکال دیا۔ چنانچہ مشرکین مکہ کا وفد خائب و خاسر ہو کر ناکامیاب واپس لوٹا۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۶۵)

"توجہ درکار!!!"

مذکورہ تمام واقعات ۶۲۳ء میں جہاد کی آیت نازل ہوئی اس کے پہلے کے ہیں۔ بحیرا راہب، باسیل بن منجائیل، حبیب نجار اور اصحاب قریہ کے واقعات تو اعلان نبوت ۶۱۰ء کے پہلے کے ہیں۔ ان کا اعلان نبوت سے پہلے ایمان لانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ توریت، انجیل اور دیگر کتب سماوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور دین اسلام کی صداقت وحقانیت مذکور تھی جس کو پڑھ کر انہوں نے جان لیا تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کن کن اوصاف کی حامل ہوگی اور جب انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل کیا تو انہوں نے حضور کو عین ان تمام اوصاف کے مطابق پایا جو اگلی کتابوں میں مرقوم تھے۔ لہٰذا انہوں نے بلا کسی تامل وتاخیر کے ایمان لانے میں سبقت کی۔ انہوں نے حق پڑھا، حق سنا، حق دیکھا، حق کو جانا، حق کو مانا اور حق کو قبول کیا۔ کوئی تلوار لے کر ان کے سر پر نہ کھڑا تھا کہ بحالت اکراہ و مجبوری انہوں نے کلمہ کا اقرار کیا۔ تلوار سے ان کی کوئی گردن اُڑا دینے والا نہ تھا کہ اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ شہادت کا اعتراف کیا بلکہ انہوں نے صدق دل سے اسلام اور رحمت عالم کی حقانیت وصداقت کو اظہر من الشمس ظاہر و باہر دیکھ کر ایمان و اسلام قبول کیا تھا۔

اسی طرح نجاشی بادشاہ کے قصے میں تو یہ حقیقت اور واضح ہوگئی کہ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا گیا البتہ تلوار سے اسلام کو ختم کرنے کی ضرور کوشش کی گئی ہے۔ نبوت کے پانچویں سال مکہ سے حبشہ کی طرف مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کا ہجرت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دین حق اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ معظمہ کے کفار مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ کتب سِیَر و تواریخ میں بے شمار واقعات اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لانے والوں کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے کفار و مشرکین نے مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے اور ان کا جینا مشکل کر دیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان امن وامان کو ترس گئے تھے اور امن وامان اور چین وسکون کی تلاش و جستجو میں ہی انہوں نے مکہ معظمہ سے حبشہ تک کا طویل سفر کیا تھا۔ ایک بڑی جماعت کا مکہ سے حبشہ تک ہجرت کرنا ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی صداقت کو ایسا جانا اور مانا کہ تحفظ ایمان کی خاطر اپنے مادر وطن کو خیر آباد و الوداع کر دیا۔ مکہ معظمہ میں ان پر جو ظلم و ستم

ڈھائے گئے وہ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہی ڈھائے گئے تھے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام قبول کرنے والی ایک بڑی جماعت مکہ سے ہرگز ہجرت نہ کرتی۔ اسلام نے تلوار نہیں اُٹھائی تھی بلکہ اسلام پر تلوار اٹھائی گئی تھی۔ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا جا رہا تھا بلکہ اسلام کو تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

کفار مکہ کی اسلام دشمنی تشدد وتعصب کی حدیں عبور کر چکی تھی لہٰذا مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے والوں کو حبشہ میں بھی پریشان کرنے کے فاسد ارادے سے کفار مکہ کا وفد مسلمانوں کے تعاقب میں حبشہ پہنچ گیا۔ حبشہ کے بادشاہ کو اپنا موافق بنانے کے لئے قیمتی تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے یعنی اسلام کو ختم کرنے کے لئے اپنا تن، من اور دھن سب خرچ کرنے لگے۔ تحائف اور ہدایا کے ذریعے شاہی دربار میں رسائی حاصل ہونے پر انہوں نے پہلی فرمائش مسلمانوں کو حبشہ سے جلاوطن کرنے کی کی لیکن انصاف پسند بادشاہ نے مسلمانوں کو گفت وشنید کا موقع دیا۔ جس وقت مسلمان نجاشی بادشاہ کے دربار میں طلب کئے گئے تھے اس وقت مسلمان مظلومیت کی حالت میں تھے۔ ان پر شرانگیزی پھیلانے کا الزام تھا۔ بحیثیت ملزم وہ شاہی دربار میں کھڑے تھے۔ ان کے مستقبل کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ جلاوطنی کی تلوار ان کے سروں پر لٹک رہی تھی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تلوار نہ تھی۔ لیکن ”الحق یعلو ولا یعلی“ یعنی ”حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا“ کے مطابق شاہی دربار میں حق کی صداقت کا پرچم لہرایا یہاں تک کہ نجاشی بادشاہ نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا اور دولت ایمان سے مشرف ہوا تو کیا شاہ حبشہ نجاشی نے تلوار کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا؟ ہرگز نہیں، بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ تلوار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ بادشاہ کے تصرف میں تھی۔ بادشاہ کے ادنیٰ اشارے پر مسلمانوں کی گردنیں دھڑ سے الگ ہو سکتی تھیں۔ بادشاہ مختار تھا مجبور نہ تھا۔ اس نے تلوار کے خوف سے اعتراف حق نہیں کیا تھا بلکہ کلام اللہ کی ”لاریبیت“ نے اس کے دل کو حق پذیر کیا تھا۔

شاہ حبشہ نجاشی ان سعادت مندوں میں سے ہیں جن کی نماز جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔ ۹ ہجری میں شاہ حبشہ نے رحلت کی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس دن شاہ حبشہ نجاشی نے وفات پائی نبی کریم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج تمہارے بھائی مرد صالح اصحمہ نے وفات پائی۔ اٹھو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اس کے بعد ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم نے عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۶۳۷)

ایک ضروری امر کی وضاحت پیش خدمت ہے کہ جنازہ غائب کی نماز پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں کیونکہ نماز جنازہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے اور غائب کی نماز جنازہ پڑھنے میں نماز پڑھنے والوں کے سامنے میت موجود نہیں ہوتی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر مذکورہ بالا حدیث حضرت جابر میں ہے۔ اس کا جواب ائمہ دین یہ دیتے ہیں کہ

نجاشی بادشاہ کے قصے میں بھی وہ نماز جنازہ غائب پر نہ تھی بلکہ زمین کو لپیٹ کر نجاشی بادشاہ کا جنازہ عالم ''ما کان و ما یکون'' غیب جاننے والے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کر دیا گیا تھا یا جنازہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں نماز جنازہ میں مقتدیوں کا جنازہ دیکھنا شرط نہیں۔ اگر امام نے جنازہ دیکھ کر پڑھائی تو امام کا دیکھنا مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

شیخ الاجل، امام العدل، علامہ محمد بن عمرو واقدی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نجاشی کے جنازہ کو پیش نظر کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ملاحظہ فرما کر جنازہ کی نماز پڑھی۔

حقانیت کی وجہ سے اسلام پھیلا

☆ ۶۱۴ء: یعنی نبوت کے اعلان کے چھٹے سال مکہ معظمہ کی قوم قریش کے سب سے زیادہ غیرت مند، شہ زور، شجاع اور بہادر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کے تین روز کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ حضرت عمر کے ایمان لانے کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے۔ ان کو پتہ چلا کہ ان کی بہن فاطمہ اور ان کے بہنوئی حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کی جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی بہن کے پاس گئے اور خوب پیٹا یہاں تک کہ وہ لہولہان ہو گئیں۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم چاہو تو مجھے قتل کر دو لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں جب گھر میں داخل ہوا تب تم اور سعید بن زید کچھ پڑھ رہے تھے۔ مجھے دکھاؤ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے کہا کہ تم ناپاک اور مشرک ہو اور ہم ایسی کتاب پڑھ رہے تھے کہ جس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے غسل فرمایا اور سورہ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ (مواہب لدنیہ، از علامہ احمد بن محمد المصری القسطلانی)

حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مکہ معظمہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر کس نے تلوار دکھا کر مجبور کیا تھا؟ بلکہ حضرت عمر تو تلوار لے کر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے لیکن قرآن مجید کی حقانیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ جس تلوار سے اپنے بہن بہنوئی کو مارنے گئے تھے اس تلوار سے اپنے کفر کو کاٹ ڈالا اور ایمان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو گئے۔

☆ ۶۱۹ء: یعنی اعلان نبوت کے گیارہویں سال ایام حج میں مدینہ طیبہ کے قریبی علاقہ خزرج کا ایک وفد مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمقام منیٰ عقبہ کے قریب تشریف فرما تھے۔ وہ وفد حاضر خدمت اقدس ہو کر اسلام سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ لوٹا۔ مدینہ منورہ میں ہر گھر اور ہر مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا۔ سال آئندہ مدینہ طیبہ سے ایک دوسرا وفد حاضر بارگاہ رسالت ہو کر ایمان سے مشرف ہوا اور اس وفد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وفد کی خواہش پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ اہل مدینہ کو قرآن کی تعلیم دیں اور دین کے مسائل سکھائیں۔ اسی سال مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز شروع ہوئی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اشاعت دین میں سعی بلیغ فرمائی۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں نور ایمان کی ضیائیں تاباں

ہوئیں اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسلام کی صداقت کا پھریرا مدینہ طیبہ میں لہرانے لگا۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۸۴ تا ص ۸۶)

☆ ۶۲۱ء: یعنی اعلان نبوت کے تیرہویں سال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انصار کی ایک کثیر جماعت لے کر حج کے زمانے میں مکہ معظّمہ آئے۔ مدینہ طیبہ سے مشرکین بھی کافی تعداد بارادۂ حج مکہ معظّمہ آئے ہوتے تھے۔ حضرت مصعب کے ساتھ قوم اوس اور قوم خزرج کے پانچ سو آدمی آئے ہوئے تھے۔ یہ تمام لوگ مدینہ سے آئے ہوئے مشرکوں سے چھپ کر عقبہ کے قریب پہاڑ پر جمع ہوئے وہاں حضور اقدس سید المرسلین تشریف لے گئے اور تمام کو بیعت اسلام سے مشرف فرمایا۔ مدینہ سے آئے ہوئے اس وفد میں بارہ حضرات مدینہ کے رؤسا اور اکابر تھے۔ دولت ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد ان میں ایسا ایمانی جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا کہ اس وفد میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو اس وقت منیٰ میں جو مشرکین جمع ہیں ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیں اور قتل کر دیں۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ تلوار سونتوں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ کروں''۔ اس کے بعد انصار کا وہ قافلہ مدینہ منورہ لوٹا۔

مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ لوٹتے وقت انصار کے قافلے نے بارگاہ رسالت میں التماس وگزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ ہمارے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے چلیں تو زہے سعادت! آپ جو بھی حکم فرمائیں گے ہم جان و دل سے تابع فرمان ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے ابھی مکہ معظّمہ سے نکلنے کا حکم نہیں ہوا ہے اور میری ہجرت کے لئے کوئی مقام متعین نہیں کیا گیا ہے۔ جس وقت بھی حکم ہوگا اور جہاں کے لئے بھی حکم ہوگا وہاں کو ہجرت کروں گا''۔ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کے قافلے کو رخصت فرما دیا۔ جب مکہ معظّمہ کے کفار کو پتہ چلا کہ انصار مدینہ کا قافلہ یہاں آیا تھا اور اسلام قبول کر کے واپس لوٹ گیا ہے تو وہ حسد کی آگ میں جل اٹھے۔ حسرت و یاس سے سینہ پر ہاتھ مارنے لگے اور ذلت وندامت کی خاک سے اپنے سروں کو آلودہ کرنے لگے۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۸۷ تا ۹۰)

قارئین توجہ فرمائیں کہ مدینہ منورہ سے جوق در جوق مکہ معظّمہ آکر اسلام قبول کرنے کی لوگوں کو کس نے ترغیب دی؟ کس نے مستعد کیا؟ کس نے آمادہ کیا؟ صرف اور صرف اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نے۔ اسلام میں داخل ہونے والے ان شیدائیوں کو کسی نے تلوار دکھا کر ڈرایا تھا یا دھمکی دی تھی کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ گردن کاٹ دی جائے گی۔ ہرگز نہیں بلکہ ایمان لانے والے انصار کی جماعت کفار و مشرکین سے خوفزدہ تھی اسی لئے تو خفیہ طور پر عقبہ کے قریب واقع ایک پہاڑ پر جمع ہو کر داخل اسلام ہوئے تھے۔ ان حضرات کو مسلمانوں کی تلواروں کا مطلق خوف نہ تھا۔ البتہ کفار و مشرکین کی متشدد شمشیروں سے ضرور خائف تھے۔ اسلام کے عالمگیر پیغام امن و امان کا تو انہوں نے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کر لیا کہ جب وفد میں سے ایک شخص نے کفار و مشرکین پر تلوار زنی کی اجازت طلب کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرما دی۔

☆ ۶۲۲ء: شجر اسلام کو پروان چڑھتا دیکھ کر کفار و مشرکین بوکھلا گئے۔ اسلام کی روشنی ہدایت کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لئے

انہوں نے تمام ترکیبیں آزمالیں لیکن ناکام و نامراد رہے۔ لہٰذا ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے مشرکین نے دارالندوہ میں شیخ نجدی کی رائے اور مشورے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ آفتاب نبوت و رسالت کی روشنی کو بشکل اسلام پھیلنے سے ہم نہیں روک سکتے تو اب یہ کرو کہ آفتاب رسالت کو ہی غروب کر دو یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دو تاکہ نہ آفتاب رہے نہ اس کی روشنی پھیلے۔ گویا کہ کفار نے ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' والی کہاوت پر عمل کرنے کا مصمم اور پختہ ارادہ کر کے جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے فاسد ارادے سے مطلع فرما دیا اور آپ نے ۶۲۲ء میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

جب اہل مدینہ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی اطلاع ملی تو مدینہ منورہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور آپ کا شاندار استقبال کرنے کی غرض سے روزانہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر منتظر رہتے۔ بالآخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ آفتاب رسالت و ماہتاب نبوت جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدوم میمنت لزوم فرمایا۔ وہ دن دوشنبہ مبارکہ کا تھا اور اسی دن سے ہجری سن (قمری ہجری) لکھنے کی ابتداء ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کے بعد مسجد قبا شریف کی تاسیس وتعمیر فرمائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں تعمیر کی گئی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے کے لئے لوگوں کا تانتا لگ گیا، اطراف کے علاقوں اور قرب وجوار کے دیہاتوں سے گروہ بندی سے لوگ آ کر داخل اسلام ہونے لگے اور اسلام نے تقویت وغلبہ حاصل کرنا شروع کیا اور مدینہ منورہ مرکز اسلام کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہونے لگا۔ شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ یہ تمام واقعات ۶۲۲ء یعنی سنہ ۱ ہجری کے ہیں اور اس وقت تک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن جہاد نہ ملا تھا۔ اس وقت تک کوئی بڑی جنگ تو درکنار بلکہ معمولی مقاتلہ بھی رونما نہ ہوا تھا لیکن ہزاروں کی تعداد میں لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ان تمام کو کیا تلوار کے بل بوتے پر مسلمان بنایا گیا تھا؟ ''حَاشَا لِلّٰہِ حَاشَا لِلّٰہِ''! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلکش ودل رُبا شخصیت، آپ کی شیریں مقالی، تواضع، انکساری، اخلاقی محاسن اور اسلام کے حیات بخش اصولوں نے لوگوں کو ایسا گرویدہ اور فریفتہ کر دیا تھا کہ اپنے آبائی باطل دین کو لمحۂ واحد میں ترک کر کے پرستار حق میں شامل ہو گئے۔

۶۲۲ء سنہ ۱ ہجری: یہاں ایک ضروری امر کی بھی وضاحت کرنا لازمی ہے کہ مدینہ منورہ میں جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جو لوگ بشوق واشتیاق داخل اسلام ہو رہے تھے۔ ان میں قوم کے ادباء، فضلاء، امراء، علماء، صلحاء، روساء، امراء اور حکماء بھی شامل تھے۔ وہ تمام صرف رواروی، رواداری یا دیکھا دیکھی کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو دیکھا، جانچا، ٹٹولا، پرکھا اور صداقت پر مبنی پا کر اقرارِ توحید و رسالت کیا تھا۔ یہاں تک کہ اسلام کی سخت ترین دشمن قوم یہود کے جید اور مایہ ناز علماء وفضلاء نے بھی سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں اسلام کو حق پایا اور دولت ایمان کی سعادت حاصل کی۔ مثلاً:

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن سلام حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا شمار اکابر علماء یہود میں ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قدم رنجہ ہوئے اور لوگ آپ کی مجلس مبارک کی حاضری میں سبقت کرنے لگے تو میں بھی ان کے ہمراہ حضور کی بارگاہ میں باریابی سے مشرف ہوا۔ جب میری پہلی نظر آپ کے روئے انور پر پڑی تو میں نے جان لیا کہ یہ کذابوں یعنی جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر میں نے آپ کی زبان اقدس سے پند ونصیحت کے ارشادات سماعت کیئے۔ بعدۂ اپنے گھر لوٹ آیا۔ آپ کی گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا تھا لہٰذا دوسری مرتبہ خلوت میں حضور کی خدمت میں حاضری دی۔ اس وقت کی حاضری میں میں نے عالم ماکان وما یکون سے تین ایسے سوالات کیئے جس کا جواب نبی کے سوا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ جب میں نے اپنے سوالوں کا شافی اور کافی جواب سنا تو بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! یہود ایسی قوم ہے جو کذب و بہتان میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ باوجود کہ وہ میرے علم، میری سیادت اور سرداری کے قائل ہیں لیکن جب ان کو پتہ چلے گا کہ میں ایمان لے آیا ہوں تو وہ بہتان باندھیں گے۔ لہٰذا آپ میرا ایمان لانا ان پر پوشیدہ رکھ کر پہلے میرے بارے میں ان کی رائے دریافت فرمالیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوشیدہ مقام میں بٹھا دیا اور یہودیوں کی ایک جماعت کو بلا کر حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے شخص ہیں؟ تمام نے یک زبان ہوکر کہا کہ ''وہ ہمارے سردار، ہمارے سردار کے فرزند، ہم میں سب سے زیادہ عالم، ہمارے پیشوا، ہم میں بہترین، ہم میں دانا ترین ہیں''۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت یہود سے بار بار حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق پوچھا۔ ہر مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا اور ان کی تعریف وتوصیف کے پل باندھے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن سلام باہر آؤ۔ حضرت عبداللہ بن سلام کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا: اے گروہ یہود! ایمان لے آؤ۔ اس پر گروہ یہود نے کہنا شروع کیا کہ عبداللہ بن سلام ہم میں بدترین و جاہل ہیں اور بدترین اور جاہل ترین کے فرزند ہیں۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد۲ ص ۱۰۷ تا ۱۱۳)

اس کو کہتے ہیں بغض وعناد، تھوڑی دیر پہلے جنہوں نے اپنی زبانوں سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملا دیئے تھے وہی لوگ اسی نشست میں، اسی زبانوں سے چند لمحوں کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام کی تذلیل میں آسمان سر پر اٹھا رہے تھے۔ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی نظروں میں مدح وثنا کے بجائے طعن وتشنیع کے مستلزم سزا ہوگئے تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے قوم یہود کی افترا پروری سے قطع نظر فرما کر صداقت وہدایت سے منحرف نہ ہوئے۔ کیا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی گردن پر تلوار کی دھار رکھ کر ایمان لانے پر مجبور کیا گیا تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے قوم یہود نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا

مگر وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا البتہ مسلمانوں کو تلوار سے اسلام سے پھرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام لانے والے تلوار کے خوف سے اسلام سے پھر جاتے اور مرتد ہو جاتے لیکن تمام باطل طاقتیں متحد ہو کر بھی مسلمانوں کے اعتقاد و یقین میں تزلزل برپا نہ کر سکے اور مسلمان دین حق پر ثابت قدمی سے جمے رہے اور رہیں گے۔

”حکم جہاد کیوں نازل ہوا؟“

اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت دیکھ کر کفار و مشرکین کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ بھی حسد و عناد میں تلملا اٹھے۔ قوم یہود و نصاریٰ کے دین کے عالم اسلام میں علی الاعلان داخل ہوئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ جو اصفہان کے رہنے والے تھے، انہوں نے دین کی تلاش میں دور و دراز کی مسافرت کی تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دین نصرانی اختیار کیا تھا اور انجیل کے زبردست عالم تھے۔ جب انہوں نے مدینہ منورہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شرف حاصل کیا تو انہوں نے حضور اقدس میں وہ اوصاف جمیلہ پائے جو انہوں نے انجیل میں نبی آخر الزمان کی تعریف میں پڑھے تھے لہٰذا وہ بھی ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ علاوہ ازیں روزانہ گروہ کے گروہ امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آتے اور شمع نبوت و رسالت پر پروانہ وار نچھاور ہوتے تھے لہٰذا ادیان باطل کے سرغنہ کے سروں پر خون سوار ہو گیا۔ مدینہ منورہ کے مشرکین و یہود نے مکہ معظمہ کے کفار و مشرکین سے رابطے بڑھائے اور اسلام دشمنی پر ہاتھ ملائے اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے کمربستہ ہوئے۔ مکہ معظمہ، خیبر، وغیرہ مقامات پر فوجیں تشکیل دی جانے لگیں۔ جنگی ہتھیار بھاری تعداد میں جمع کئے جانے لگے۔ علاوہ ازیں سماجی اور معاشرتی زندگی میں انہوں نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں دینی شروع کیں۔ ظلم و جفا کا بازار گرم کیا۔ بلکہ مسلمانوں پر ظلم کرنے میں فخر اور فلاح محسوس کرنے لگے۔ بچے بوڑھے، عورتیں، ضعیف، بیمار اور ناتواں کو ستانے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مسلمان ان کے ظلم و تشدد کا آئے دن شکار ہوتے تھے۔ مجروح و زخمی ہو کر بارگاہ رسالت میں آتے اور ظالموں کے مظالم کی شکایتیں کرتے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مظلومین کو صبر و تحمل کرنے کی تلقین فرماتے۔

حالات ایسے رونما ہو گئے تھے کہ کفار و مشرکین کی جرأتیں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں پر کئے جانے والے ظلم و ستم دیکھ کر صاحب استطاعت، شہ زور، شجاع اور ذی قوت مومنین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا، قوت ضبط و تحمل جواب دے چکتی تب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر جنگ و قتال کی اجازت طلب کرتے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے کہ مجھے جہاد کرنے کا حکم نہیں ملا۔ مسلمانوں کا صبر کرنا اور جواب نہ دینا محض رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین صبر کی بناء پر تھا، حالانکہ اب مسلمان ایسی پوزیشن میں تھے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر ظالموں کے دانت کھٹے کر سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سر پر چڑھایا اور جوابی کارروائی کی طرف

التفات نہ کیا جس کا کفار و مشرکین نے غلط مفہوم اخذ کیا کہ مسلمان ہم سے ڈرتے ہیں یا مسلمانوں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں لہٰذا ان کے حوصلے خوب بلند ہوئے اور ظلم کی آگ کے شعلے مزید تیز بھڑکنے لگے۔ جب ظالموں کے ظلم کی کوئی انتہاء نہ رہی اور پانی سر سے اونچا ہوگیا تب مشیئت الٰہی نے ظالموں کی سرکوبی کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ۲ ہجری یعنی ۶۲۳ء میں جہاد کی اجازت وحکم نازل ہوا۔

۲ ہجری میں جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد غزوات وسرایا کا آغاز ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جنگ بدر ۶۲۳ء میں شرکت فرمائی اور سب سے آخری غزوہ کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ وہ غزوہ جیش العسرت ۶۳۰ء (تبوک ۹ ہجری) ہے۔ یعنی آپ نے اپنی ظاہری حیات کے صرف آٹھ سال ہی غزوات میں شرکت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے جن جن غزوات میں شرکت فرمائی ہے وہ تمام غزوات دفع ضرر اور طغیان کے لئے ہی تھے آپ کی حیات طیبہ میں جو غزوات وقوع پذیر ہوئے وہ ظلم ڈھانے کے لئے نہیں بلکہ ظلم کو ڈھانے کے لئے تھے۔ آپ نے مظلوم پر اُٹھنے والی ظالم کی تلوار کو روکنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی۔ ظلم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے سہارا مظلوموں کو نجات دلانے کے لئے آپ نے ظلم کی زنجیروں پر تلوار کی کاری ضربیں لگا کر ان زنجیروں کو پاش پاش فرمادیا اور عالم دنیا کو یہ پیغام عنایت فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکنے میں دوہری بھلائی ہے۔ پہلی یہ کہ ظالم کو ظلم سے باز رکھنے میں اس کی بھلائی ہے اور مظلوم کو ظلم کا شکار ہونے سے بچانے میں مظلوم کی بھلائی ہے۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد نہ فرماتے تو ظلم کی روک تھام نہ ہوتی اور ظلم کو بڑھتے روکنا انسانیت کا اہم فریضہ و تقاضا ہے۔ ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہونا اور اس کا دلیرانہ مقابلہ کرنا بہادری کی علامت ہے اور اس کے برعکس ظلم کو دیکھ کر گھٹنے ٹیک دینا اور سر پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا۔ بزدلی اور کاہلی ہے۔ اس قسم کی بزدلی دکھانے سے ظالم کے حوصلے اور بڑھیں گے اور معاشرے سے امن وامان دائمی طور پر رخصت ہو جائے گا۔ اپنی حقیقی دختر کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ دفن کرنا، شراب کے نشے میں دھت ہو کر کسی بھی شریف عورت کی عصمت کشی کرنا، عورت کو دل بہلانے کا کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنا، چوری ڈکیتی، قزاقی، لوٹ مار، امانت میں خیانت، دغا، فریب، دھوکہ بازی، جواء، شراب، زنا، کسی کا مال ناجائز طور پر دبا لینا، بے حیائی، عریانی، فحش کلامی، بیجا تہمت وغیرہ افعال رذیلہ وشنیعہ سے معاشرے کو پاک وصاف کرنا انسانیت کا اولین اخلاقی فریضہ ہے۔ جب تک یہ اُمور قبیحہ کو رخصت نہ کیا جائے گا وہاں تک دختر پروری، پارسائی، دیانت داری، پرہیزگاری، پاک دامنی، ہمدردی راست کلامی، حیاداری، امانت داری، صدق گوئی وغیرہ اخلاقی محاسن کی فضاء قائم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دنیا کو امن وامان کا ہی پیغام دیا ہے اور امن وامان کی بنیادیں مستحکم کرنے کی ارادت سے ہی آپ نے جہاد فرمایا تاکہ ستم شعار اور ستم ظریف لوگوں کی ستم گاری کی جڑیں اکھاڑ کر اس کا صحیح معنی میں استیصال کیا جائے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور آپ کی رحمت عامہ سے پوری کائنات

بہرہ مند ہوئی ہے اور ہوتی رہے گی لہٰذا آپ نے رحمت کا پہلو اختیار فرما کر ہی جہاد فرمایا تھا۔ جسم کے چھوٹے عضو مثال کے طور پر ہاتھ کی انگلی میں جذام (Leprosy) کا مرض لاحق ہو جائے اور طبیب حاذق کہے کہ اگر انگلی کو کاٹ کر جسم سے الگ نہیں کی گئی تو یہ مرض پورے بدن میں پھیل جائے گا ایسی صورت میں ذی عقل شخص فوراً ہی طبیب حاذق کی رائے پر عمل پیرا ہوگا۔ حکیم صاحب پر یہ الزام قطعاً عائد نہیں کیا جائے گا کہ حکیم جی ہاتھ کی انگلی کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور انگلی کو قتل کرنے کے درپے ہوئے ہیں۔ یقیناً جذام سے موثر ہونے والی انگلی کٹنے سے جسم کو تھوڑی دیر کے لئے ایذاء و تکلیف ہوگی لیکن اس کے نتیجہ میں پورا جسم مہلک مرض سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح کسی شریف آدمی کے مکان میں کوئی بدمعاش گھس جائے اور ننگی تلوار دکھا کر صاحب خانہ کی جوان بیٹی کی عزت و عصمت لوٹنا چاہے ایسی صورت میں اس شریف آدمی پر فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں تلوار تھامے اور اپنی نور چشم کی عصمت و عفت کی حفاظت کرے۔ اگر اس نے وقت کی نزاکت سے لا اُبالی پن کیا اور میں شریف آدمی ہوں، تلوار ہاتھ میں لینا میرا کام نہیں، اس زعم و گمان میں رہا اور عزت لوٹنے والے کا مقابلہ نہیں کرے گا تو اس کی نظروں کے سامنے اس کے خاندان کی عزت ملیا میٹ ہو جائے گی۔ اس کا خاندان، اس کا سماج اور اس کی وہ بیٹی کہ جس کی عزت لوٹی گئی ہے۔ وہ اس کی بزدلی پر ملامت کرے گی اور اس کو کبھی معاف نہیں کرے گی بلکہ خود اس کا ضمیر بھی اس پر زندگی کی آخری سانس تک لعن طعن کرتا رہے گا۔ اگر اس نے اپنی بیٹی کی عزت بچانے کے خاطر تلوار اُٹھالی ہوتی تو اس کی شرافت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس کی عزت کو چار چاند لگ جاتے کیونکہ اس وقت کا تقاضا یہی تھا کہ تلوار اُٹھا کر ظالم کے پنجۂ ستم سے مظلوم کی حفاظت کی جائے۔ اس مثال کو ذہن نشین رکھتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر منصفانہ اور عادلانہ نظر کر کے غیر جانبدارانہ تجزیہ کریں گے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ آپ نے انسانیت کی عزت و آبرو بچانے کے لئے ظلم و جفا کی بربریت کے سامنے ہی تلوار اٹھائی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم دیا اس سے پہلے آپ نے کبھی بھی کسی سے، کہیں بھی، کوئی بھی جنگ نہ کی تھی۔ اس کے باوجود آپ نے جو جنگی امور انجام دیئے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ کیونکہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم اولین و آخرین عطا فرمائے تھے۔ اور حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عطا وعنایت سے ''عالم ماکان ومایکون'' کے منصب اعلیٰ پر فائز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسان کامل اور بے مثل ومثال بنایا۔ اپنے محبوب کو جو علم عطا فرمایا وہ بھی تمام مخلوق میں بے مثل ونظیر تھا۔ آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر آج بھی ماہرین علم وفن انگشت بدندان ہیں۔ کیونکہ:

☆ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پارہ ۵، رکوع ۱۴، سورہ النساء، آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پر مطلع کیا''۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۱۷۴)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے تھے تو ان علوم میں علم حرب یعنی جنگی معاملات کا علم بھی شامل ہے۔ آپ نے اپنے رب کی عطا سے میدان کارزار میں جس طریقے سے اسلامی لشکر کی قیادت فرمائی ہے وہ ایک سپہ سالار اعظم (Commander inchief) کی شایان شان تھی۔ آلات حرب سے آراستہ بھاری تعداد کے لشکر کفار کے سامنے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے سروسامان اور کم تعداد کے اسلامی لشکر کو ایسی اعلیٰ ترتیب سے مرکب فرماتے کہ یلغار و دفاع کے لوازمات کی کامل طور پر ادائیگی ہو جاتی۔ میمنہ اور میسرہ کی تشکیل، مقدمہ وعقب کا اختصاص، قلب و وسط کا تقرر، صف بندی، اختلاط افراد، وغیرہ امور میں جنگی مہارت و تجربہ کی پختگی عیاں ہوتی۔ رزم گاہ کا جغرافیہ، کمین گاہ کا انتخاب، لشکر کے ہر فرد پر نگرانی، حوصلہ افزائی، جیسے باریک باریک امور کی طرف توجہ کرنا اور ان میں کوتاہی نہ ہو اس کا خیال رکھنا۔ مجاہدین کو فضیلت جہاد، راہِ خدا میں قتال کرنے کا اجر عظیم اور بشارت جنت کا مژدہ سنا کر ان میں جوش اور ولولہ پیدا کرنا، دشمن کے مقابلے میں آہنی دیوار کی طرح جمے رہنے کی ترغیب دینا، باہمی ربط وتسلسل برقرار رکھتے ہوئے ہر محاذ سے الگ الگ طرح طرح سے حملہ آور ہونے کی تعلیم نے مٹھی بھر مجاہدوں میں وہ مہارت پیدا کر دی کہ دشمن کا زور آور لشکر پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی خیریت وعافیت محسوس کرتا۔ کیونکہ مجاہدین اسلام کی کفن بردوش مختصر سی جماعت

مشرکین کے کثیر لشکر کی صفیں دم بھر میں اُلٹ کر رکھ دیتی تھی۔ اپنے کو بہت بڑا شجاع، ماہر فن جنگ اور آلات جنگ کے استعمال کا کہنہ تجربہ کار سمجھنے والا اور تکبر وغرور کے نشے میں اپنا پاؤں زمین پر نہ رکھنے والا کوئی سرکش جب کسی نحیف اور ناتواں اسلامی مجاہد سے ٹکرایا تو صرف ایک گرداوے میں اس کی ناک خاک آلود ہو جاتی۔ اپنی جسمانی طاقت کے گھمنڈ میں اترانے والا ثقیل جسامت کا کوئی مشرک جب کبھی کسی لاغر جسم والے اسلامی مجاہد سے بھڑا تو اسلامی مجاہد کی روحانی طاقت نے اس کی پسلیاں پیس کر رکھ دیں۔

اپنے لشکر کی بھاری اکثریت اور آلات حرب کی بہتات پر اعتماد رکھ کر اپنی کامیابی اور غلبہ کا یقین رکھنے والا سرکش جب مجاہدوں کی قلیل جماعت سے ٹکرایا تو ایک ہی ضرب میں وہ خاک وخون میں تڑپتا نظر آنے لگا۔ اپنی شجاعت اور بہادری کے گن گانے رجز کے فخریہ اشعار پڑھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر ڈکارنے والے کا کلیجہ مجاہدین اسلام کی صدائے تکبیر وتہلیل سنتے ہی پھٹ جاتا۔ جب میدان جنگ میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوتے تب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کی صف بندی کرنے بنفس نفیس لشکر میں گشت فرماتے اور لشکر کے ہر فرد کو تنبیہ فرما کر اس طرح قطار بند کھڑے کرتے کہ کوئی شخص بھی قطار سے بسرِ مُوتجاوز نہ کرتا اور صفیں سیدھی کر کے، ایک دوسرے سے ملحق ہو کر جب استادہ ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آہنی دیوار قائم کر دی گئی ہے۔ جس کو پھاندنا امر محال ہے۔ لشکر کفار کے روساء اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھ کر متحیر اور متعجب ہوتے اور ان کے دلوں پر اسلامی لشکر کا رعب اور دبدبہ چھا جاتا۔ جنگ کے فن میں مہارت رکھنے والے بڑے بڑے سرداران مشرکین اپنے لشکر میں صف بندی کرنے کے معاملے میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہارت کے سامنے طفلِ مکتب کی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھ کر دشمن کے لشکر پر ایسی ہیبت برپا ہوتی کہ وہ بوکھلا جاتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو مجاہدین اسلام کی میدان جہاد میں کی جانے والی صف بندی کی موزونیت اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں سورہ ''الصّف'' نازل ہوئی اور مجاہدین کی صف بندی کی تعریف کی گئی۔

☆ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (پارہ ۲۸، رکوع ۹، سورہ الصف، آیت ۴)

ترجمہ: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر، گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار) (کنز الایمان)

تفسیر: یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی جگہ جمع ہوا، دشمن کے مقابل سب کے سب مثل شے واحد کے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۹۴)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے ۵۵ سال بسر فرمانے کے بعد سب سے پہلی مرتبہ ۶۲۳ء بمطابق ۲ ہجری میں جنگ بدر میں شرکت فرمائی۔ پہلی ہی جنگ میں آپ نے لشکر کی ترتیب اور تہدید ایسے بہترین سلیقہ سے انجام دی کہ دنیا کے سامنے ایک مثال قائم فرما دی۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم وفنون کے ساتھ

ساتھ علم وفنِ حرب بھی ودیعت فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں علم غیب کی وجہ سے آپ تمام حوادث پر مطلع تھے۔

☆ جنگ بدر کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ میدان جنگ کا معائنہ فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: ''یہ فلاں کے مرکر گرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کے مرکر گرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کا مقتل ہے، اور یہ فلاں کی جائے کُشتن ہے اور ایک ایک مارے جانے والے کا نام اور اس کے مقتل کا نشان بتایا اور ان میں سے کوئی ایک بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہو جگہ کے برخلاف نہ مارا گیا چنانچہ اس جگہ سے ایک بالشت بھی تفاوت وتجاوز نہ ہوا''۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۱۴۴ اور ۱۴۷)

مذکورہ واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ غیب بتانے والے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ غیب سے علم غیب عطا فرمایا تھا اور آپ یہ جانتے تھے کہ کون، کب، کس طرح اور کہاں مرے گا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جنگ میں باریک بینی سے فوج کی تدوین فرمائی اور اس امر کا بڑی پابندی سے لحاظ فرمایا کہ مجاہدین کا حوصلہ ہر حال میں برقرار رہنا چاہئے۔ لہٰذا ان کے جذبات کو فروغ دینے کے لئے جہاد کی فضیلت کے تعلق سے نازل شدہ آیات قرآنی کو تلاوت فرما کر اور اجر عظیم کی بشارت سنا کر شجاعت کا ولولہ پیدا فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے جنگ کے تعلق سے کارآمد نئے امور بھی ایجاد فرمائے۔ مثلاً:

☆ عَلَم:

میدان جنگ میں سپاہی اپنی بہادری اور جوانمردی کا بھرپور استعمال کر کے لڑائی کے کرتب دکھا کر دادِ شجاعت حاصل کرتا ہے لیکن ہر سپاہی کی دلیری کا مدار سردار پر ہوتا ہے۔ اگر لشکر کا سردار مارا جاتا ہے تو پورے لشکر کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور لشکر شکست سے دوچار ہوتا ہے کبھی کبھی سردارِ لشکر کے مارے جانے کی غلط افواہ بھی اُڑتی ہے جس کے نتیجہ میں لشکر میں انتشار و اختلال پھیلتا ہے۔ جس کی وجہ سے لڑنے والوں کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا سردار لشکر کا بقید حیات رہنا لشکر کے لئے روحِ رواں کے مترادف ہے۔ اسی نظریہ کے تحت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم مشروع کیا اور لشکر کے سردار کے ہاتھ میں عَلَم دیا جانے لگا تاکہ لشکر کا سپاہی دور سے علم دیکھ کر مطمئن رہے کہ میرے لشکر کا سردار سلامت ہے۔ علم کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں علم ہوتا ہے وہ تھوڑے وقت کے وقفہ کے بعد علم کو جنبش دیتا ہے یعنی زور سے ہلاتا ہے اور یہ ایک قسم کا اشارہ (Signal) ہوتا ہے کہ میں پورے جوش وخروش سے دشمن کا مقابلہ کر رہا ہوں تم بھی ڈٹ کر مقابلہ کرو اور دشمن کے قدم اکھیڑ دو۔ علم کو جنبش میں آیا ہوا دیکھ کر ہر سپاہی میں ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے سردار کے اشارہ حکم کی بجا آوری میں اپنی جان پر کھیلتا ہے۔

''۲ ہجری میں سب سے پہلا علم جو اسلام میں تیار کیا گیا وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا علم ہے۔ ابوجہل لعین تین سو آدمیوں کو لے کر مدینہ کے قریب آیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی

اللہ عنہ کو علم دے کر اَسّی سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا لیکن کوئی قتال واقع نہیں ہوا اور ابو جہل مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا''۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد۲ص ۱۳۴)

علم ایک جھنڈا ہوتا ہے۔ تقریباً بارہ فٹ لمبی لکڑی، بانس یا نیزہ کے سرے پر ایک کپڑا باندھ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا پرچم (Flag) کی طرح لہراتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے علم تجویز فرمائے تھے۔

۱۔ چھوٹا علم، اس کو عربی میں ''لواء'' کہتے ہیں۔

۲۔ بڑا علم، اس کو عربی میں ''رأیت'' کہتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ موقعوں پر دونوں قسم کے علم دست اقدس میں تھامے ہیں۔ مسند احمد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک حدیث ان لفظوں میں سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''رأیت'' سیاہ تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید تھا''۔ طبرانی کے نزدیک بھی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے۔

لیکن ابن عدی کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اتنا زیادہ روایت کیا گیا ہے کہ ان علموں میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

علم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی کیا حکمت ہے اور اس میں کیسی بہترین دور اندیشی استعمال کی گئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

جب اسلامی لشکر چھوٹی تعداد میں ہوتا تو صرف ایک ہی علم ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ لشکر کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں لشکر کے الگ الگ دستے (Division) بنائے جاتے تھے۔ اور ہر دستے (دستہ) پر ایک سردار مقرر کیا جاتا تھا۔ وہ تمام سردار سپہ سالار کے ماتحت ہوتے تھے۔ سپہ سالار ان سرداروں کو جو حکم دیتا اس کی مطابقت میں سردار اپنے ماتحت دستہ (فوج کا حصہ) کو حکم دیتا۔ ہر سردار کو الگ الگ علم دیا جاتا تھا۔ سردار کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کے ماتحت کتنے سپاہی ہیں اس کو خیال میں رکھتے ہوئے اس کو چھوٹا یا بڑا علم دیا جاتا تھا۔ یعنی کسی کو ''لواء'' اور کسی کو ''رأیت'' دیا جاتا تھا۔ عَلَم کی فراہمی میں ایک ضروری بات یہ ہوتی تھی کہ ہر علم کا رنگ جُدا جُدا ہوتا تھا۔ سیاہ، سفید، سرخ، ہرا، پیلا وغیرہ الگ الگ رنگ کے کپڑوں کے علم بنائے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر سردار کے ماتحت اس کی قوم کے لوگ ہوتے تھے۔

مذکورہ تقسیم کے نفع بخش نتائج کی طرف التفات کرنے سے بیساختہ زبان سے مرحبا اور صد آفرین کی صدا مترنم ہوگی۔ بڑی تعداد کے لشکر کو الگ الگ حصص میں منقسم کر کے ہر حصے پر ایک سردار مقرر کر دینے سے ہر سردار کو ایک محدود دستہ فوج کی ہی نگرانی کرنی پڑتی ہے جو آسان ہے۔ علاوہ ازیں ہر سردار کے ماتحت اس کی ہی قوم کے آدمیوں کی پلٹن (Regiment) رکھنے کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر سردار اپنی برادری کے لوگوں کو تلقین کرتا ہے کہ میدان جنگ میں بزدلی دکھا کر اپنی برادری کا نام مت ڈبونا۔ بلکہ میدان جنگ میں شجاعت اور دلیری میں دوسری قوموں سے سبقت لے جانا اور اللہ کے پیارے محبوب صلی

اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہر ممکن و ناممکن کوشش کر کے اپنی جان کی بازی لگا دینا۔ فرض کرو کہ میمنہ پر مہاجرین ہیں تو میمنہ پر قوم مہاجر سے ہی کسی شخص کو سردار بنایا جاتا۔ اس کو کسی بھی ایک رنگ کا علم دے دیا جاتا۔ اسی طرح ہر حصہ فوج کی تقسیم ہوتی۔ دوران جنگ ہر سپاہی اپنے سردار کے علم کو دیکھتا رہے گا۔ حالانکہ لشکر میں کئی علم ہوں گے لیکن ہر علم کا رنگ الگ الگ ہونے کی وجہ سے ہر سپاہی اپنے سردار کے علم کو آسانی سے پہچان لے گا۔ سردار علم کو جنبش دے دے کر اپنے زیردست سپاہیوں کو جوش دلا کر ان کو اُبھارے گا۔ سپہ سالار بھی تمام علم بیک وقت ملاحظہ کرتا رہے گا اور اگر خدانخواستہ کوئی سردار شہید ہو جائے تو علم گرنے کی وجہ سے فوراً پتہ لگ جائے گا کہ ہمارے لشکر کے اس حصے پر دشمنوں کا حملہ شدید ہے لہٰذا وہ ان کی کمک کرنے فوراً پہنچ جائے گا۔ علاوہ ازیں لشکر کے ہر سپاہی کو معلوم رہے گا کہ میرا سردار اس وقت کہاں ہے کیونکہ علم اس کے سردار کی نشاندہی کرتا رہتا ہے کہ فلاں رنگ کا علم فلاں سردار کے ہاتھ میں ہے۔

علاوہ ازیں علم میں کلمہ شریف ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا۔ تاکہ مجاہد جب علم کو دیکھے گا تو کلمہ شریف دیکھ کر توحید و رسالت کی گواہی پر اس کا عقیدہ مزید پختہ ہوگا اور وہ یہ تصور کرے کہ اس میدان میں اسلام کا کلمہ بلند اور نمایاں ہے اور اس کلمہ کو بلندی سے پستی پر لانے کی کوشش میں باطل طاقت آج اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے لیکن جب تک میرے دم میں دم ہے میں اسلام کا کلمہ ہرگز مٹنے نہیں دوں گا۔ اس کے لئے مجھے چاہے مٹ جانا پڑے، میرے جسم کے خون کے آخری قطرے سے گلشن اسلام کی آبیاری کر کے اسلام کی آب و تاب پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ اس تخیل کی تدقیق سے اس میں ایک ایسا جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر ٹوٹ پڑتا ہے اور ''اعلاء کلمۃ الحق'' کی تڑپ اور بیتابی میں مثل شیر حملہ آور ہو کر دشمنِ اسلام کے لشکر کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ گویا وہ زبانِ تلوار سے یوں گویا ہوتا ہے کہ:

پھیر دیجئے پنجۂ دیو لعیں
مصطفٰی کے بل پر طاقت کیجئے

(از: امام عشق رضا بریلوی)

☆ خندق: ۵ ہجری میں غزوہ احزاب وقوع میں آیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں مدینہ طیبہ کے گرد خندقیں کھودی گئی تھیں۔ ان خندقوں کی وجہ سے مکہ معظمہ سے آیا ہوا دس ہزار کا لشکر کفار مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکا۔ ملک عرب میں یہ پہلا حادثہ تھا کہ دشمنوں کے شر سے اہل شہر کو امن میں رکھنے کے لئے شہر کے گرد خندقیں کھودی گئی ہوں۔ مکہ سے آیا ہوا لشکر کفار بھی ان خندقوں کو دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاعی انتظام (Arrangement of Defence) پر ششدر ہو کر رہ گیا۔

مختصر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگی امور کا بھی کامل علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے جاں نثار صحابہ کو فن جہاد کی ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت ودیعت فرمائی کہ آپ کی عنایت فرمودہ تعلیم کو مشعل راہ بنا کر انہوں نے آپ کی رحلت کے بعد قلیل عرصہ میں عظیم فتوحات حاصل کر کے اسلام کا پرچم دنیا کے گوشے گوشے میں لہرا دیا۔

”جہاد کی فضیلت“

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف (پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورہ التوبہ، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔

تفسیر: راہِ خدا میں جان اور مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے۔ جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے انہیں جنت عطا فرمانا ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے کو خریدار فرمایا۔ یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے اس چیز کو خریدے جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی ہے۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۳۶۸)

☆ قرآن مجید میں رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (پارہ ۲، رکوع ۹، سورہ البقرہ، آیت ۲۰۷)

ترجمہ: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔ (کنزالایمان)

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد کریمہ ہے کہ:

فَلْيُقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (پارہ ۵، رکوع ۷، سورہ النساء، آیت ۷۴)

ترجمہ: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اُسے بڑا ثواب دیں گے۔ (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی میں مجاہد کو راہِ خدا میں جہاد کرنے کے صلہ میں جنت کا وعدہ اور آخرت کی نعمتوں و آسائش کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ رضائے الٰہی اور اجرِ عظیم کی طلب میں مجاہدین اسلام نے اللہ کی راہ میں موت کی تمنا اور شہادت کی خواہش میں اپنی جان کی مطلق پروانہ کی۔ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور دنیا کے عیش و آرام اور اپنا مال و اپنی جان اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیچ کر اس کے عوض میں آخرت کی لازوال دولت ونعمت خرید لی۔

بقول حضرت رضا بریلوی:

جان و دل تیرے قدم پر وارے
کیا نصیبے ہیں تیرے یاروں کے

”شہید کے مراتب، درجات وحیات“

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج (پارہ ۴، رکوع ۱، سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵)

ترجمہ: تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، میں ضرور ان کے سب گناہ اُتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں۔ (کنزالایمان)

☆ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (پارہ ۲، رکوع ۳، سورہ البقرہ، آیت ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (کنزالایمان)

تفسیر: شانِ نزول: یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہو گیا اور وہ دنیوی آسائش سے محروم ہو گیا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے۔ ان کی ارواح پر رزق پیش کئے جاتے ہیں، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں، ان کے عمل جاری رہتے ہیں، اجر اور ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۲)

☆ شہداء کی حیات کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔

(پارہ ۴، رکوع ۹، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔ (کنزالایمان)

تفسیر: اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے۔ وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ جنتی میوے کھاتے ہیں، طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں، جب انہوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: میں

انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابو داؤد)۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں، جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں اور زندوں کی طرح شہداء کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ حیات روح اور جسم دونوں کے لئے ہے۔ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ زمانہ صحابہ میں اور اس کے بعد بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ۱۴۹ و ۱۳۰)

شہدائے کرام کی حیات قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے بین طور پر ثابت ہوتی ہے علاوہ ازیں کتب سیرو تاریخ و احادیث میں ایسے سینکڑوں واقعات مرقوم ہیں کہ شہدائے کرام کے اجسام سالہا سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی ان کی قبروں میں تروتازہ اور صحیح وسالم پائے گئے ہیں۔ اور ان کے اجسام میں زندہ انسان کی طرح خون رواں ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ''ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ چھیالیس سال کے بعد کسی وجہ سے بعض شہدائے اُحد کی قبروں کو کھولا گیا۔ وہ ویسی ہی تروتازہ مثل غنچہ ہائے گل اپنے کفنوں میں تھے۔ تم یہی کہو گے کہ انہیں آج ہی دفن کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعضوں کو دیکھا گیا کہ زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں جب زخموں سے ہاتھ اٹھایا گیا تو زخموں سے تازہ خون بہنے لگا۔ جب ان کے ہاتھوں کو چھوڑا گیا تو وہ زخموں پر ہی واپس پہنچ گئے''۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ۔ جلد ۲ ص ۲۳۶)

۲۔ تاریخ مدینہ میں امام تاج الدین سبکی قدس سرہ سے شفاء السقام میں منقول ہے کہ: ''جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی امارت کے زمانے میں شہداء اُحد کے قریب سے نہر کھدوا رہے تھے اور وہ نہر شہدائے اُحد کے قریب سے گزری تو ایک کدال حضرت سید الشہداء امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدم اقدس پر لگا اور اس سے خون بہنے لگا''۔

(حوالہ: ایضاً)

۳۔ حضور اقدس جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے فریب اور دھوکہ سے قید کر لینے کے بعد مکہ معظمہ کے قریب ''موضع تنعیم'' نامی مقام پر لے گئے اور سولی پر چڑھا کر چالیس آدمیوں نے برچھیاں اور نیزے چبھو چبھو کر بڑی ہی بے دردی اور بے رحمی سے شہید کر دیا اور ان کی مبارک لاش کو دار پر ہی لٹکی ہوئی چھوڑ دیا کہ ان کے قتل کی خبر سارے عرب میں پھیل جائے اور لوگ کفار مکہ سے ڈریں۔ حضور اقدس عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر اس وقت ہی ہوگئی تھی جب کہ ان کو شہید کیا گیا تھا۔ بعدہ حضور نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی سے اُتار کر مدینہ طیبہ لے آنے کے لئے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو روانہ فرمایا۔ یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے موضع تنعیم پہنچے۔ وہاں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی لاش دار پر لٹکی ہوئی تھی۔ چالیس آدمی دار کے گرد برائے پہرہ دینے سوئے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا، یہ دونوں حضرات بہت ہی آہستگی سے دار تک پہنچے اور حضرت خبیب کو اُتارا۔ حضرت خبیب کی شہادت کو چالیس دن کا عرصہ گزر گیا تھا

لیکن، ہنوز ان کا مقدس جسم تر و تازہ تھا اور ان کے زخموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد۲ ص۲۴۶)

۴۔ حضرت ابی فردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول خدا شہداء اُحد کی زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے، فرمایا: ''اے میرے رب! تو ہی عبادت کا مستحق ہے بلاشبہ تیرا یہ بندہ اور تیرا رسول گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری رضا میں شہید ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا: ''جو شخص ان کی زیارت کرتا ہے اور ان کی تحیت و سلام بجا لاتا ہے، یہ قیامت تک ان کو جواب دیتے ہیں''۔

اس حدیث کے ضمن میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے شہداء اُحد کی حیات کے ثبوت میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے:

''عطاف بن خالد مخزومی اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو گیا۔ میرے ساتھ دو غلام تھے جو میرے گھوڑے کی حفاظت کرتے تھے۔ ان کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ چونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انہیں سلام کرو کیونکہ یہ زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ تو میں نے سلام کیا اور سلام کا جواب سنا۔ پھر شہدائے اُحد نے فرمایا: ''بلاشبہ ہم تمہیں پہچانتے ہیں''۔ اس پر میں ہیبت سے لرزہ براندام ہو کر گر پڑا۔ پھر میں جلدی سے سوار ہو کر روانہ ہو گیا''۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد۲ ص۲۳۶)

شہداء کی حیات کے ثبوت کی شہادت میں اس قسم کے واقعات معتبر و معتمد کتب میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ جن کا صرف اشارۃً تذکرہ کرنے کے لئے بھی دفاتر درکار ہوں گے، لہٰذا صرف چار واقعات کا اختصاراً ذکر کر کے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام صادق قرآن مجید میں شہداء کی حیات کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ صرف کہنے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی حقیقت کا بے شمار لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

صحابہ کرام کا جذبۂ عشق نبی اور شوق شہادت

ہر نبی اور رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثار اور حواری ہر دور میں ہوئے اور ہر دور کے حواریوں نے اپنی محبت و وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے نبی کی اطاعت و مددگاری میں ہر ممکن کوشش کی ہے۔ لیکن سید الانبیاء والمرسلین، افضل الخلق، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری یعنی ساتھیوں نے عشق رسول کا جو عالم گیر پیغام اور ثبوت دیا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی بھی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس اور پاکیزہ جماعت نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ عشق صادق کا سلوک کرتے ہوئے اپنے قول و فعل سے یہی کہا اور کیا کہ: بقول:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا ، نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا ، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں سرشار ہو کر انہوں نے دنیا کی کسی بھی چیز کی پروا نہیں کی۔ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہیں لائے۔ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کو سب سے مقدم جان کر اس محبت کے آداب کی بجا آوری میں ہنسی خوشی اپنی جان تک قربان کر دی۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مرمٹنے میں ہی انہوں نے اپنی حیات جانی اور اس شوق میں اپنے سر کٹا کر حیات جاویدانی پا گئے۔ بقول:۔

مرنے والے کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

☆ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ فرمایا اور لشکر کفار کے مقابلے میں جنگ وقتال کے متعلق ان کی رائے طلب فرمائی تو صحابہ کرام نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا کہ:

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ'' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! خدا کی قسم! آپ ہمیں عد' دو

(Aden) تک لے جائیں گے تو ہم انصار میں سے کوئی ایک شخص بھی آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرے گا"۔

"حضرت مقداد بن عمرو نے یوں عرض کیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں۔ ہم کبھی بھی وہ بات اپنے منہ سے نہ نکالیں گے، جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ "فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قٰعدون" (۵-۲۴) (یعنی آپ جایئے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا۔ ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ مل کر مردانہ وار لڑیں گے"۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا سلوک:

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہوگیا اور بنی اسرائیل کی قوم نے ایمان قبول کیا اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطمینان حاصل ہوگیا تب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر بیت المقدس (Jerusalem) میں داخل ہو جائیں۔ اُس وقت بیت المقدس پر قوم "عَمَالِقَه" کا قبضہ تھا۔ جو بدترین کافر اور ظالم لوگ تھے۔ قوم عمالقہ کے لوگوں کے جسم بہت ہی بڑے اور طاقتور تھے اور ان کے بدن کی جسامت دیکھ کر ہی آدمی خوفزدہ ہو جائے ایسے بڑے ڈیل ڈول والے لوگ تھے۔ علاوہ ازیں قوم عمالقہ بہت ہی جفاکش اور جنگجو لوگ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر قوم عمالقہ سے جہاد کرنے روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر بیت المقدس شہر کے قریب پہنچا تو بنی اسرائیل ایک دم بزدل ہوگئے اور کہنے لگے کہ اس شہر میں قوم عمالقہ کے زور آور اور زبردست لوگ ہیں لہٰذا جب تک یہ لوگ ہیں اور جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم ہرگز شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم عمالقہ کا حال دریافت کرنے کے لئے اپنے دو خلیفہ حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ انہوں نے بیت المقدس شہر میں جا کر قوم عمالقہ کا حال دریافت کیا اور واپس آکر قوم بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اے قوم! گھبراؤ نہیں۔ بے خوف ہو کر شہر میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم شہر میں داخل ہوگئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے کیونکہ قوم عمالقہ کے جسم بڑے بڑے ضرور ہیں لیکن ان کے دل نہایت کمزور ہیں۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو۔ اللہ نے مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کی مَن کو ڈھارس دینے والی بات سن کر بھی بنی اسرائیل میں جہاد کا جذبہ پیدا نہ ہوا بلکہ انہوں نے نہایت ہی بزدلی اور نامردی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝

(پارہ ۶، رکوع ۸، سورہ المائدہ، آیت ۲۴)

ترجمہ: بولے اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں، تو آپ جایئے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ (کنزالایمان)

قوم بنی اسرائیل کی زبان سے خودغرضی اور جان پروری کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا رنج وصدمہ ہوا۔ اللہ کے مقدس نبی کو صدمہ پہنچانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ قوم بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا غضب وجلال نازل ہوا اور قوم بنی اسرائیل کے چھ لاکھ لوگ ایک وسیع میدان میں چالیس سال تک بھٹکتے رہے، لیکن اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ اس میدان کا نام ''میدان تیہ'' ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۲۰۱)

اسی میدان تیہ میں بنی اسرائیل کے کھانے پینے کے لئے ''من وسلویٰ'' نازل ہوا اور پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار کر پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری کر دیئے تھے اس واقعہ کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر مختلف عنوانوں کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن قرآن مجید کی سورہ المائدۃ میں یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی اپنے نبی سے محبت اور حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کے عشق میں کتنا عظیم فرق ہے کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ کی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود بزدلی دکھا رہے تھے جب کہ شمع نبوت ورسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے اپنے محبوب آقا پر اپنی جانیں کھپا دے رہے تھے اور اپنی جانیں نثار کر رہے تھے۔

☆ شمع رسالت پر صحابہ کا پروانہ وار نثار ہونا:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کی جانب سے عروہ بن مسعود ثقفی کو بات چیت کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحیثیت نمائندہ بھیجا گیا تھا۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غرور اور تکبر کے لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے شان اقدس کے خلاف جملے کہتے ہوئے مزید یہ کہا کہ آپ کے آس پاس اوباش یعنی کمینے اور آوارہ لوفر لوگ جمع ہو گئے ہیں اور جب وقت آئے گا تو آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے جان نثار صحابہ کرام کو بیوفا اور بھاگنے والا کہہ کر صحابہ کرام کے ''فنافی الرسول'' کے جذبہ صادق پر کاری ضرب لگائی تھی۔ عروہ کی بات سن کر اصدق الصادقین، امام المتقین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا اور آپ نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے عروہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: ''اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ'' یعنی لات (بت) کی شرم گاہ کو چاٹ'' آگے آپ نے فرمایا کہ: ''اَنَحْنُ نَفِرُّ مِنْهُ وَنَدَعُه'' یعنی ''کیا ہم بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟'' عروہ بن مسعود ثقفی نے حضرت صدیق اکبر کی بات پر سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ یہ کون ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ ابوبکر صدیق ہیں۔ لہٰذا عروہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر عروہ بن مسعود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا اور دوران گفتگو بار بار حضور کی لحیہ شریف یعنی داڑھی مبارک تک اپنا ہاتھ پہنچاتا تھا اور جس طرح کمینہ خصلت عربوں کی عادت تھی اس طرح گستاخانہ طور پر حرکتیں کرتا تھا۔ عروہ کو اس طرح گستاخانہ لہجے میں بات کرتا دیکھ کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ غصہ میں لال ہو گئے اور انہوں نے اپنی تلوار کے کندے کو اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ: ''او بے ادب! اپنے ہاتھ کو بچا کے رکھ اور حد ادب سے تجاوز نہ کر''۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ اپنے نازیبا حرکت پر تھوڑی ہی دیر میں دو

عاشقوں کی زجر و توبیخ سے سہم گیا اور تکبرانہ اور گستاخانہ طرز گفتگو چھوڑ کر متوسط انداز میں بات کرنے لگا۔ اربابِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ بات چیت کے دوران عروہ بن مسعود گوشہ چشم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود صحابہ کرام کو دیکھ رہا تھا اور صحابہ کرام کے جذبہ آداب و تعظیم اور لحاظ احترام و عظمت کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ صحابہ کرام کے ارتکاب اکرام اور اشتیاق و توقیر دیکھ کر وہ حیران اور متعجب تھا۔

جب عروہ بن مسعود مشرکوں کے گروہ میں واپس گیا تو اس نے کہا کہ: ''اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے متکبر و مغرور سلاطین و بادشاہوں کی مجلسوں میں رہا ہوں اور ان کی صحبتیں اٹھائی ہیں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں اور رہا ہوں لیکن میں نے ان میں سے کسی بھی بادشاہ کے کسی بھی خدمت گار کو ایسا ادب و احترام کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے دہن مبارک سے لعاب شریف نکالتے ہیں تو صحابہ اُسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے رخساروں پر ملتے ہیں۔ جب کسی ادنیٰ اور معمولی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لئے بزرگ ترین صحابہ بھی سبقت کرتے ہیں۔ جب ان کے حضور کوئی بات کرتا ہے تو وہ آواز کو پست کر کے بات کرتا ہے اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام لوگ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ سنتے ہیں اور نگاہ ملا کر بات نہیں کرتے۔ ان کے روئے مبارک پر کوئی نگاہ نہیں جما سکتا۔ جب وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ اسے بھی اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں اور ایسی سبقت کرتے ہیں کہ جھگڑے تک کی نوبت آ پہنچتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر خونریزی شروع ہو جائے گی۔ جب داڑھی شریف میں اور سر میں کنگھی کر کے آراستہ فرماتے ہیں اور کوئی موئے مبارک جسم شریف سے الگ ہوتا ہے تو اس بال شریف کو عزت و احترام کے ساتھ تبرک جان کر لے لیتے ہیں اور اس تبرک کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

عروہ بن مسعود نے مذکورہ بالا باتیں کہنے کے بعد قوم قریش کے سامنے صحابہ کرام کی شجاعت، مردانگی، یکجہتی، اولوالعزمی، جوش جہاد، شوق جہاد، شوق شہادت، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و محبت کا جذبہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے جو تم سے کبھی منہ نہ موڑے گا۔ میدانِ جنگ میں یہ تم سب کو مار ڈالیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے۔

نوٹ: حضرت عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ ایمان لانے کے بعد اپنے وطن پہنچ کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی لیکن ان کی قوم نے انکار کر کے سرکشی پر اتر آئے یہاں تک کہ ایک دن فجر کی نماز کا وقت آیا تو وہ اپنے مکان کے کھڑکی دروازوں کو کھلا رکھ کر علی الاعلان اذان کہہ رہے تھے۔ اذان میں جب کلمہ شہادت پر تھے کہ ان کی قوم کے کسی شخص نے تیر پھینکا اور حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ جلد ۲، ص ۳۵۳ تا ۳۵۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ والہانہ عشق اور اپنے آقا و مولیٰ کے نام پر مرمٹنے کا جذبہ صادق تھا۔ اس کی مثال کسی بھی تاریخ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ آپ کے ارشاد کی بجا آوری میں اپنی جان قربان کر دینے

میں ہی وہ سعادت دارین سمجھ کر جام شہادت پینے میں لحہ بھر بھی تاخیر و تامل نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ:

☆ حضرت عمر بن الحمام کا شوق شہادت:

جنگ بدر کے دن حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''اور جان لو کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو حق تعالیٰ کی رضا اور طلب ثواب میں اِن کافروں سے جنگ کرے گا، پھر وہ خدا کی راہ میں شہید ہو جائے تو اس کے لئے بہشت جاوداں ہے''۔

حضرت عمر بن الحمام رضی اللہ عنہ چند کھجوریں ہاتھ میں لئے کھا رہے تھے، انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی اور مژدہ ہو کہ میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اب کوئی فاصلہ نہیں۔ بجز اس کے کہ میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھوں سے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار ہاتھ میں لے کر کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں مشغول ہو گئے اور شہید ہو گئے''۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲، ص ۱۵۴)

یہ تھا صحابہ کرام کا عشق رسول میں مر مٹنے کا جذبہ صادق جس کو صحابہ کرام نے ہر امر، ہر خواہش اور ہر تمنا سے مقدم رکھا، اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا مندی حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں بطور نذرانۂ عشق اس طرح پیش کیں کہ تاریخ بھی اس طرح مترنم لہجے میں کہتی ہے کہ:

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

☆ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ:

شمع نبوت پر نثار ہونے والے پروانوں میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جس دن جنگ اُحد کا معرکہ وقوع میں آیا اسی رات ہی ان کی شادی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے ہوئی تھی۔ اپنی زوجہ کے ساتھ مجامعت کرنے کے بعد غسل جنابت کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ کان میں آواز آئی کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر کفار مکہ حملہ آور ہوئے ہیں۔ حضرت حنظلہ فوراً معرکہ اُحد کی طرف نکل پڑے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جب میدان اُحد میں پہنچے تب جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہو گئے تھے۔ لڑائی کا تنور گرم ہو چکا تھا۔ وہ مجاہدین کے ہمراہ شامل جہاد ہو گئے اور اتفاق سے ان کا سامنا ابوسفیان بن حرب سے ہو گیا۔ حضرت حنظلہ نے ابوسفیان کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ ابوسفیان چلانے لگا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں اور حنظلہ میرے قتل پر آمادہ ہوا ہے یہ کہہ کر وہ بھاگنے لگا۔ حضرت حنظلہ نے ابوسفیان کا تعاقب کیا۔ اسی اثناء میں اسود بن شعوب ابوسفیان کی مدد کو آپہنچا اور اس نے حضرت حنظلہ پر حملہ کر کے شدت سے بھالا (نیزہ) مارا کہ نیزہ ان کے سینے سے آر پار نکل گیا اور وہ شہید ہو گئے۔

جنگ ختم ہونے پر تمام شہداء کی لاشوں کو دیکھا گیا تو تمام شہداء کو کفار نے مُثلہ کر دیا تھا یعنی تمام شہداء کے ناک اور کا
کاٹ کر لئے تھے سوائے حضرت حنظلہ کے کیونکہ شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے ان کی نعش کو آسمان کی طرف اٹھا لیا تھ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ حنظلہ بن ابی عامر کو آسمان اور زمین کے درمیان چاند
کے ایک بڑے طشت میں ''ماءِ مزن'' (یعنی برسات کا سفید پانی) سے غسل میت دیتے تھے''۔

ایک فقہی مسئلہ عرض خدمت ہے کہ شہید کے احکام میں سے ہے کہ شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو غسل د
بغیر اور جو کپڑے پہنے ہوں ان کپڑوں کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اسلام کو اسی طر
سے صرف نماز جنازہ پڑھ کر دفن فرماتے تھے۔

حضرت اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو فرشتوں کا غسل دینے کا منظر ملاحظہ فرمانے کا جب ذ
فرمایا تو ابواسید السامری نے حضرت حنظلہ بن ابی عامر کی لاش کو جا کر دیکھا تو عجیب منظر دیکھا کہ حضرت حنظلہ نہائے ہو
تھے اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر حضرت حنظلہ کی بیو
حضرت جمیلہ سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حضرت حنظلہ میرے پاس سے حالت جنابت میں نکلے تھے۔ حضور اقد
نے فرمایا کہ: حضرت حنظلہ کو فرشتوں کا غسل دینا جنابت کی وجہ سے ہے کیونکہ انہیں غسل کی حاجت تھی اور شہید ہو گئے۔

(حوالہ: مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، ص ۲۰

☆ حضرت عمرو بن جموع انصاری کا جذبہ عشق:

حضرت عمرو بن جموع انصاری رضی اللہ عنہ ایک پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے چار نوجوان صاحبزادے ہمیشہ حضو
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر تمام غزوات و جہاد میں اپنی خدمات پیش کرتے تھے۔ جب جنگ اُحد ۳ ہجر
کا معرکہ پیش آیا تو حضرت عمرو بن جموع انصاری نے چاہا کہ وہ بذات خود غزوہ اُحد میں حاضر ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ک
خدمت گزاری کا شرف حاصل کریں اور جہاد کا اجر عظیم حاصل کریں لیکن ان کی قوم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم لنگڑ
شخص ہونے کی وجہ سے معذور ہو۔ تم پر جہاد فرض نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ: ''ولا علی الاعرج حرج''۔ (پارہ ۲۶
رکوع ۱۰، سورہ الفتح، آیت ۱۷)۔ ترجمہ: اور لنگڑے پر مضائقہ نہیں۔ (کنز الایمان)

علاوہ ازیں تمہارے چار فرزند تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معرکہ اُحد میں حاضر ہیں۔ یہ سن کر حضرت
عمرو بن جموع نے کہا کہ میرے بیٹوں کی کتنی خوش نصیبی ہے کہ وہ تو جنت میں چلے جائیں اور میں یہاں بیٹھا رہوں۔ الختصر! و
جہاد کے شوق میں بے چین بے قرار ہو گئے۔ گھر آ کر اپنی بیوی ہندہ بنت عَمْرو بن حرام سے اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ ان کی
بیوی نے کہا کہ تم کس طرح جہاد کر سکتے ہو۔ تم تو معذور ہو۔ اگر تم میدان جنگ میں گئے تو بھاگ کر لوٹ آؤ گے ایسا مجھے نظر
آتا ہے۔ اپنی بیوی کی بات سن کر حضرت عمرو بن جموع انصاری طیش میں آ گئے اور اپنے ہتھیار تھامے اور بارگاہ خداوندی میں
دست بدعا ہو کر یوں عرض کی کہ: ''اللھم تردنی الی اھلی خزیا وارزقنی شھادۃ'' ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے

میرے گھر والوں کی طرف شرمندہ اور خوار مت لوٹانا اور مجھے شہادت نصیب فرما"۔ یہ دعا مانگ کر آپ اپنے گھر سے معرکہ اُحد کی طرف روانہ ہو گئے اور مصروف جنگ ہو گئے۔

حضرت ابوطلحہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن جموع کو میدان کارزار میں دیکھا کہ وہ مٹک مٹک کر چلتے تھے اور یہ کہتے ہوئے جنگ کرتے تھے کہ خدا کی قسم! میں جنت کا مشاق ہوں۔ ان کے چاروں بیٹوں نے اپنے والد کے ہمراہ جنگ میں دلیری اور جوانمردی دکھا کر داد شجاعت حاصل کی یہاں تک کہ حضرت عمرو بن جموع اور ان کے چاروں صاحبزادے معرکہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموع کے سالے یعنی ان کی بیوی ہند بنت عمرو بن حرام کے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی شہید ہو گئے۔

ام المومنین، محبوبۂ محبوب رب العالمین، بنت صدیق و آرام جان نبی، سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عمرو بن جموع کی زوجہ ہند بنت عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع ملی کہ ان کے شوہر، چاروں بیٹے اور بھائی شہید ہو گئے ہیں تو یہ معرکۂ جنگ میں آئیں اور اپنے شوہر، بھائی اور بیٹوں کے جسموں کو اٹھا کر اونٹ پر لاد کر مدینہ لانا چاہتی تھیں تا کہ انہیں مدینہ میں دفن کریں لیکن اونٹ زانو کے بل بیٹھ جاتا۔ جب بھی اونٹ کو جھڑک کر اٹھانا چاہتیں تو وہ مطلق ہلتا نہیں۔ ایک مرتبہ زور کر کے اونٹ کو کھڑا کیا تو وہ اُحد کی طرف چلنے لگے۔ اُحد کی طرف اونٹ کو چلاتیں تو بغیر کسی دشواری کے چلتا لیکن جب بھی اونٹ کو مدینہ کی طرف ہانکتیں تو اونٹ بیٹھ جاتا۔ پریشان ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تیرے شوہر نے گھر سے نکلتے وقت کیا کہا تھا؟ ہند بنت عمرو بن حرام نے عرض کی کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے شوہر نے گھر سے نکلتے وقت روبقبلہ ہو کر دعا کی تھی کہ اے خدا! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹانا۔ حضور نے فرمایا کہ: یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں جاتا کیونکہ اونٹ خدا کے حکم پر مامور ہے۔

پھر حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ہند! تیرا شوہر، تیرے بیٹے اور تیرا بھائی یہ سب جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کو میدان اُحد میں دفن فرمایا۔ حضرت عمرو بن جموع اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو ایک ہی قبر میں دفن فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(حوالہ: مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، ص ۱۹۵ تا ۱۹۷)

☆ حضرت سواد اور عشق رسول:

جنگ بدر میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے تو آپ کے دست پاک میں ایک چھڑی تھی۔ حضرت سواد بن غزیہ جو خوش طبع و خوش فہم صحابی تھے وہ صف سے نکل کر آگے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے اس چھڑی (پتلی لکڑی) کو ان کے سینہ پر مار کر فرمایا: "استو یا سواد" یعنی "اے سواد صف میں ٹھیک کھڑے رہو"۔ حضرت سواد نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے تکلیف دینے والی مار مجھ پر لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

حق کے ساتھ بھیجا اور عدالت و انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے، میرا قصاص (بدلہ) دیجئے۔ حضور اقدس سید العادلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لباس مبارک اپنے سینہ اقدس سے دور کر کے فرمایا کہ: ''اے سواد! اسی وقت اپنا قصاص لے لو''۔ حضرت سواد نے فی الفور اپنا چہرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پاک پر رکھ کر اس کا بوسہ لے لیا۔ حضور نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا آخری وقت ہے۔ میں اس ہنگامہ جنگ میں شہید ہو جاؤں گا لہٰذا میں نے چاہا کہ زندگی کے آخری لمحات میں میرا جسم آپ کے جسم اقدس سے مَس (Touch) ہو جائے''۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، از: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲ ص ۱۴۹)

مذکورہ تمام واقعات سے صرف عشق رسول کا جذبہ صادق عیاں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور والہانہ عشق کے آداب کے تقاضوں کی تکمیل میں ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں پیش کیں ہیں کہ:

کس کا منہ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

☆ حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے اپنے لئے اندھا ہونے کی دعا کی:

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اپنے کھیت پر تھے اور ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی اطلاع ملی۔ حضرت عبداللہ بن زید صاحب اذن اور مستجاب الدعوات تھے۔ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ اے خدا! دنیا کو دیکھنے والی میری آنکھیں لے لے۔ اب ان آنکھوں کا کیا کام جب کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء کے مشاہدے سے محروم ہوگئیں ہیں۔ میں ان آنکھوں سے تیرے محبوب کے جمال کے دیدار کے سوا اور کچھ دیکھنا نہیں چاہتا اور تیرے محبوب نے پردہ فرمالیا۔ اب مجھے ان آنکھوں کا کام کیا؟ چنانچہ ان کی دعا فوراً قبول ہوئی اور وہ اسی وقت نابینا ہو گئے۔

(بحوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲ ص ۷۵۵)

بقول امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

☆ حضرت خبیب بن عدی کا جذبہ عشق اور تصور جان جاناں:

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ جن کا ذکر ''شہید کے مراتب، درجات و حیات'' کے عنوان میں نمبر ۳ پر گزرا ہے۔ جبکہ کفار ان کو شہید کرنے کے لئے مکہ سے موضع تنعیم کی طرف لے جا رہے تھے تو اثنائے راہ کفار ان سے کہنے لگے کہ اس وقت تو تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ تمہارے بجائے اس دار پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور تم اپنے گھر میں سلامتی کے ساتھ

ہوتے۔ اس پر حضرت خبیب نے فرمایا کہ: ''خدا کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں میں ایک کانٹا چبھے اور میں گھر میں بیٹھا رہوں''۔ اس پر کفار برانگیختہ ہوئے اور آپ کے ساتھ طرح طرح کی سختیاں اور بیہودگیاں کیں اور آپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اس سنگین ماحول میں اپنے آقا و مولیٰ، جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور تصور میں مستغرق تھے اور اپنے محبوب آقا کے دربار عالی میں اپنی کیفیت کو پہنچانے کے لئے پروردگار عالم جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ''اے خدا! میں اس جگہ دشمنوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور دوستوں میں سے کوئی یہاں موجود نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے۔ اے خدا! تو ہی میرا سلام بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے''۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بمقام مدینہ منورہ ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا کہ یکا یک حضور پر وحی کے آثار و علامت ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''رحمۃ اللہ علیہ'' اور فرمایا کہ: خبیب کو قریش نے شہید کر دیا اور یہ جبرئیل امین ہیں جو اُن کا سلام مجھے پہنچا رہے ہیں۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، از شیخ عبدالحق دہلوی، جلد ۲ ص ۲۴۵)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے اعزاء و اقرباء کی یاد نہیں آتی اور نہ ہی ان تک اپنا پیغام و سلام پہنچانے کی خواہش ہوتی ہے۔ مگر اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کی یہ کیفیت تھی کہ نظروں کے سامنے موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ گھڑی دو گھڑی میں جان جسم سے جُدا ہو جائے گی۔ اس کی کوئی فکر نہیں بلکہ ایمان کی جان صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور فراق کا رنج و غم ہے۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور باریابی کی ہی خواہش ہے۔ بقول:

سرہانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے
شہ کوثر ترحم، تشنہ جاتا ہے زیارت کا

اور

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابۂ ناب
کون لادے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضاؔ بریلوی)

☆ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کا اپنے منافق باپ کے سامنے تلوار تان لینا:

عبداللہ بن ابی سلول منافق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور گستاخ تھا۔ لیکن اس کے بیٹے حضرت عبداللہ مخلص مومن اور عاشق رسول تھے۔ غزوہ بنی مصطلق جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔ غزوہ مریسیع سے لوٹتے وقت عبداللہ بن ابی منافق نے گستاخانہ جملہ کہا کہ اگر ہم عزت والے لوگ مدینہ لوٹ گئے تو ہم مدینہ شہر سے ذلیل لوگوں کو یعنی اصحاب رسول کو

نکال بھگا دیں گے۔ جس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح ہے کہ:

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط۔ (پارہ ۲۸، رکوع ۱۳، سورہ المنافقون، آیت ۸)

ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے۔ (کنز الایمان)

منافق عبداللہ بن ابی بن سلول نے ''اَعَزُّ'' (بڑی عزت والا) سے خود کو مراد لیا تھا اور ''اَذَلّ'' (بڑی ذلت والے) سے اصحاب رسول کو مراد لیا تھا۔ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ کو جب معلوم ہوا کہ میرے باپ نے ایسا ذلیل جملہ کہا ہے تو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر اُتار کر لے آؤں۔ پھر حضرت عبداللہ اپنی تلوار سونت کر شہر کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے منافق باپ کا انتظار کرنے لگے۔ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ لوٹا اور شہر کے دروازے پر پہنچا تو حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ اب تو اپنی زبان سے یہ کہہ کہ ''انا اذل الناس واصحاب محمد اعز الناس'' یعنی میں لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور اصحاب رسول لوگوں میں سب سے زیادہ عزت دار ہیں۔ ورنہ میں تیری گردن اُڑا دوں گا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کیا تو سچ کہتا ہے؟ اور یوں ہی کرے گا؟ حضرت عبداللہ نے اپنے منافق باپ سے فرمایا کہ: ہاں! میں تیری گردن اُڑا دوں گا۔ جب عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے بیٹے کے تیور دیکھے تو سمجھ گیا کہ آج اس کا رنگ بدلا ہوا ہے اور آنکھوں سے شعلے برس رہے ہیں۔ تو وہ سہم گیا اور اپنی جان بچانے کے لئے مذکورہ الفاظ اپنی زبان سے کئی مرتبہ ادا کئے اور اس کا اقرار کیا تب حضرت عبداللہ نے اسے چھوڑا۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲، ص ۵۳۱)

اسی طرح حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر باپ عاص بن وائل کو اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے اپنے کافر باپ جراح کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر دیا اور دنیا کو یہ سبق دیا کہ نبی کی محبت وعظمت کے مقابلے میں اگر حقیقی باپ بھی آ جائے تو ایک مومن نبی کی عظمت کو باپ کی حیات پر ترجیح دیتا ہے۔ صحابہ کرام کا عشق رسول اتنا پاکیزہ تھا کہ وہ اپنے عشق میں دیوانگی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ ان کا جینا صرف عشق رسول کی بناء پر تھا۔ عشق رسول ان کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا۔ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وغلامی میں وہ اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔ بقول

میں نثار ایسا مسلماں کیجئے
توڑ ڈالیں نفس کا زُنّار ہم

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی محاسن

اب ہم پھر ایک مرتبہ دعویٰ کا اعادہ کرتے ہیں کہ اسلام ہرگز تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ و جمیلہ سے پھیلا ہے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بنظر غور جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ نوعِ انسانی کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ایسی عالی صفات، منبع البرکات بنائی تھی کہ آپ کے تمام اخلاق و خصائل اس قدر اعلیٰ و ارفع، اتم و اکمل، احسن و اجمل، اشرف و افضل تھے کہ جن کو احاطہ حصر میں لاکر اس کا کما حقہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

☆ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (پارہ ۲۹، رکوع ۳، سورہ القلم، آیت ۴)

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔ (کنزالایمان)

حدیث: حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اُكْمِلَ مَحَاسِنُ الْاَفْعَال

ترجمہ: مجھے اچھے کاموں کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

حدیث: سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

مجھے اخلاق کی خوبیوں کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔

☆ ام المومنین، سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ سے حضور اقدس جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ: ''کان خلقه القرآن'' یعنی'' قرآن ہی آپ کا اخلاق تھا''۔

☆ شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

جس طرح قرآن کے معنی غیر متناہی ہیں۔ آپ کے اخلاق کی خوبیاں اور محاسن جمیلہ ہر آن اور ہر حال میں تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع ہوتے ہیں۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۱ ص ۶۵)

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا ، تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے، نہ ہوگا شہا ، تیرے خالق حسن وادا کی قسم

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی وہ ارفع شان ہے کہ آپ کے مقام حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ جس طرح خدائے تعالیٰ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند کوئی نہیں پہچان سکا اسی طرح ''لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی ''یعنی مجھ کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جان سکا''۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ذات بے مثل و مثال ہے تو آپ کے تمام اوصاف جمیلہ بھی بے مثل و مثال ہیں اور انہیں اوصاف میں سے آپ کے اخلاق کریمہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے مساوات کر سکے ایسا کوئی بھی شخص آج تک پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ کبھی پیدا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مادر شفیق کے شکم اطہر میں استقرار فرمانا تولد، ایام شیر خواری، بچپن، جوانی اور دنیا سے پردہ فرمانے تک کی ظاہری حیات کے مختلف شعبے مثلاً انفرادی، اکتسابی، رواجی، اقتصادی، تجارتی، معاملات، معاشرتی، ازواجی، خاندانی، انتظامی، مجلسی، سماجی، خدماتی، مذہبی، ناصحی اور جہادی زندگی کے کسی بھی پہلو کو ٹٹول کر دیکھیں گے تو آپ صرف اور صرف دیانتداری، ایمانداری، امانتداری، رواداری، راست بازی، صدق گوئی، راست گفتاری، وفاداری، تواضع و انکساری، غریب پروری، حاجت روائی، عفو و عنایت، جود و سخا، رحم و کرم، عدل و انصاف ایفائے عہد وغیرہ جیسے اخلاقی محاسن کی بہتات و کثرت ہی پائیں گے۔ یہاں اتنی گنجائش وسعت نہیں کہ تمام اخلاقی محاسن پر سیر حاصل گفتگو کی جائے۔ لہٰذا صرف جہادی زندگی سے تعلق رکھنے والے اور عفو و کرم پر مشتمل کچھ واقعات کی طرف نشاندہی کی جاتی ہے۔

☆ جنگ اُحد میں دندان مبارک شہید کرنیوالوں کے حق میں دعائے خیر فرمانا:

جنگ اُحد میں عبداللہ بن قمیہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا زور سے پتھر مارا کہ آپ کا رخسار مبارک خون آلود ہو گیا اور عتبہ بن ابی وقاص نے جو پتھر مارا تھا اس سے آپ کا لب زیریں یعنی نیچے کا ہونٹ مبارک لہولہان ہو گیا اور آگے کے نچلے دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ عبداللہ بن شہاب نے حضور کی کہنی (Elbow) مبارک کو زخمی کر دیا۔ صحابہ کرام کو آپ کی یہ حالت سخت دشوار اور ناگوار معلوم ہوئی۔ وہ عرض کرنے لگے کہ کاش! آپ ان ظالموں پر دعائے ہلاکت فرماتے تاکہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کو پہنچتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: ''مجھے لعنت اور بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ مخلوق خدا کو خدا سے ملانے اور ان پر رحمت و شفقت کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور یہ دعا فرمائی کہ ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ''۔ ترجمہ: ''اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ جانتے نہیں''۔

روایت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب روئے پرانور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے خون جاری ہوا تو میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ اپنے منہ کو ٹپکتے ہوئے خود کی جگہ رکھ کر خون مبارک پی جاتے تھے۔ اس پر

لوگوں نے کلام کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس کے خون میں میرا خون مل جائے اسے آتشِ دوزخ نہیں چھو سکتی''۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد۲، ص۲۲۲)

☆ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش سے خیبر کے مقام میں بکری کی زہر آلود ران دینے والی یہودیہ زینب بنت حارث کو اور آپ کو ضرر و نقصان پہنچانے کے فاسد ارادے سے آپ پر جادو کرنے والے یہودی لبید بن الاعصم کو آپ نے معاف فرما دیا۔

☆ ایک مرتبہ آپ قیلولہ فرما رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمانِ مبارک کھولیں تو دیکھا کہ ایک اعرابی برہنہ تلوار لئے ہوئے آپ کے سرہانے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اب آپ کو کون بچائے گا اور مجھ سے محفوظ رکھے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ'' یہ سن کر اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: اب تو بتا! تجھے اب کون بچائے گا۔ وہ شخص لرزنے اور کانپنے لگا۔ اس پر حضور اقدس نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد ۱، ص ۴۷)

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے جانی اور مالی ظلم و ستم پر آپ ہمیشہ صبر فرما کر درگزر کرتے تھے۔ آپ کسی کے ساتھ نہ تو خود سخت کلامی فرماتے تھے اور نہ کسی کی سخت کلامی کا بدلہ لیتے تھے بلکہ عفو و کرم سے کام لیتے تھے۔ اس کا مخالف پر اتنا گہرا اثر پڑتا تھا کہ وہ آپ کے حسنِ اخلاق سے مسخر اور گرویدہ ہو کر اپنے ارتکاب قبیحہ پر پشیمان و نادم ہوتا تھا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ مخالفین کے تالیف قلوب کے لئے تریاق کا کام کرتے تھے اور آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے آپ کے اخلاق سے متاثر اور اپنے کئے پر متاسف ہو کر آپ کی صداقت و حقانیت کا مُقِر ہو کر دولت ایمان سے سرفراز ہو جاتا اور پھر وہ اپنے ماضی کے کرتوت کے تدارک میں صدق دل سے اسلام کی خدمت گزاری میں نمایاں کارنامے انجام دے کر مقرب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل کرتا۔

چند مثالیں اختصاراً ضیافت قارئین کی خاطر پیش خدمت ہیں:

۱۔ حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جب تک ایمان نہ لائے تھے وہاں تک انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اسلام کو نقصان پہنچانے کی سربراہی اور سرداری میں وہ ہمیشہ گرمجوشی سے کام لیتے تھے۔ مثلاً

☆ جنگ بدر کے لئے کفار مکہ کو انہوں نے ہی اُکسایا تھا اور لشکر کفار کو مکہ سے بدر بلایا اور پھر خود بھی مکہ سے بدر آ کر لشکر قریش میں شامل ہوئے تھے۔

☆ ہجرت کی شب مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کی سازش کی تھی۔ اس سازش کے تعین کے لئے دارالندوہ میں روساء مکہ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں ابوسفیان نے نمایاں حصہ لیا تھا۔

☆ جنگ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے ایک عظیم لشکر کی فراہمی کے لئے

ابوسفیان نے دارالندوہ میں میٹنگ کی اور بیس ہزار مثقال کا چندہ مکہ کے تاجروں سے وصول کر کے لشکر کی تیاری کے لئے خرچ کئے۔

☆ حضرت ابوسفیان کی سرداری میں لشکر کفار مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے آیا اور جنگ اُحد کا معرکہ وقوع پذیر ہوا۔ ۳ ہجری

☆ ۵ ہجری میں حضرت ابوسفیان نے خیبر کے یہودیوں سے مدد طلب کی اور یہود و کفار کا مشترکہ لشکر لے کر انہوں نے مدینہ منورہ پر دس ہزار آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور غزوہ احزاب یعنی غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔

☆ غزوہ خندق سے لوٹنے کے بعد ابوسفیان نے مکہ سے ایک بدوی شخص کو مدینہ طیبہ اس غرض سے بھیجا کہ وہ موقع پاتے ہی حضور اقدس جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دے۔ ابوسفیان نے اس شخص کو سواری کا اونٹ اور زادِ راہ اپنی طرف سے دیا تھا۔ وہ شخص مدینہ منورہ آیا' پکڑا گیا' حضور نے معاف فرما دیا۔ لہٰذا وہ مسلمان ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲، ص ۳۰۲)

☆ ۶ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے بنیت عمرہ مکہ معظّمہ کے لئے روانہ ہوئے تو ابوسفیان نے حضور کا مکہ معظّمہ میں داخلہ روکنے کے لئے مشرکین مکہ کو جمع کیا اور حضور کو روکنے کے لئے جدہ شریف کے راستہ پر واقع موضع بلدہ پر لشکر کا پڑاؤ ڈلوایا۔ بعدہ صلح حدیبیہ ہوئی۔

☆ صلح حدیبیہ کے بعد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ، شاہ روم کو اسلام کی دعوت کا مکتوب (خط) ارسال فرمایا۔ تب اتفاق سے ابوسفیان بن حرب تجارت کے سلسلے میں ملک شام گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہرقل بادشاہ کے دربار میں جا کر حضور کے خلاف ہرقل بادشاہ کے خوب کان بھرے اور کذب بیانی سے کام لیا۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲، ص ۳۸۱)

مختصر یہ کہ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بھی تحریک یا کوئی بھی محاذ ہو، ابوسفیان بن حرب اس میں بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتے اور اسلام کے خلاف اپنی تمام تر طاقت و دولت صرف کرتے لیکن ان کی تقدیر میں ایمان لکھا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے دن ۸ ہجری میں حاضر ہوئے۔ اپنے ماضی کے افعال پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کر کے معذرت خواہ ہوئے اور سورہ یوسف میں مذکورہ برادران حضرت یوسف علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ عرض کیا۔ یعنی

لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ○۔ (پارہ ۱۳، رکوع ۴، سورہ یوسف، آیت ۹۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے" (کنزالایمان)

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ یعنی

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ O (پارہ ۱۳، رکوع ۴، سورہ یوسف، آیت ۹۲)

ترجمہ: آج تم پر کچھ ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔ حضور نے ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر اخلاق کریمہ کا مظاہرہ فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے حضور کو اتنا ستایا تھا کہ اگر حضور اقدس کے بجائے اور کسی کو اتنا ستانے کے بعد حاضر خدمت ہوتے تو معافی ملنے کی کوئی امید ہی نہ ہوتی۔ بلکہ جان کے لالے پڑ جاتے۔ لیکن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عفو و کرم سے ان پر نگاہ لطف و عنایت فرما کر معاف فرما دیا۔ بلکہ اپنے دامن میں پناہ عطا فرمائی۔ بقول:

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
ترے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اور

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروروں درود

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق جمیلہ نے حضرت ابوسفیان کو ایسا گرویدۂ اسلام کر دیا کہ انہوں نے اپنے ماضی کی خطاؤں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے خلوصِ دل سے اسلام کی زریں خدمات انجام دیں۔ اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کے فروغ کے لئے ہی استعمال کیا اور ان کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہونے لگا۔ حضرت ابوسفیان نے اسلام اور بانی اسلام کی جو بیش بہا خدمات انجام دیں ہیں اس کی کچھ جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

- ☆ جنگ حنین ۸ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور حضور کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔
- ☆ جنگ طائف، ۸ ہجری میں حضور کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس جنگ میں تیر لگنے کی وجہ سے حضرت ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ حضور نے انہیں جنت میں آنکھ ملنے کا وعدہ فرمایا۔ (مدارج النبوۃ، جلد ۲، ص ۵۲۸)
- ☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عرب کے بڑے بُت منات کے بت خانے کو منہدم کر دیا۔
- ☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی کی کتابت کی خدمت انجام دیتے تھے۔
- ☆ ملک شام میں لشکر اسلام کے ساتھ رہ کر بڑی جاں فشانی سے رومیوں سے لڑے۔ خصوصاً جنگ یرموک کے بارہویں دن جب اسلامی لشکر نے ہزیمت اٹھائی اور مجاہدین اسلام پیچھے ہٹنے لگے تب حضرت ابوسفیان نے دادِ شجاعت دلاتے ہوئے اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھا۔
- ☆ جنگ یرموک میں ہی حضرت ابوسفیان نے تیر لگنے کی وجہ سے اپنی دوسری آنکھ گنوائی اور وہ دونوں آنکھ سے نابینا

ہو گئے۔

☆ ملک شام میں حضرت ابوسفیان نے جنگ دمشق، جوسیہ، رستن، قنسرین، بعلبک، حمص اور یرموک میں اپنی خدمات پیش کیں۔

۲۔حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی:

حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے گستاخ ولید بن مغیرہ کے آپ بیٹے تھے۔ حضرت خالد اشراف و اعیان قریش میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں گھوڑوں کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی۔ نوعمری کے زمانہ سے ہی وہ شجاع، بہادر، جنگ جو، ماہر فن جنگ اور تلوار کے دھنی تھے۔ عمرہ حدیبیہ تک وہ کافروں کے ساتھ رہے اور اسلام کے خلاف لڑتے رہے۔ مثلاً:

☆ جنگ اُحد ۳ ہجری میں لشکر کفار و مشرکین کے آپ مقدمۃ الجیش تھے۔

☆ جنگ اُحد میں لشکر کفار نے جب ہزیمت اٹھائی اور شکست سے دوچار ہو رہا تھا تب انہوں نے مشرکوں کی ایک جماعت کے ساتھ اسلامی لشکر کے پیچھے پہاڑ کے شگاف میں سے آکر اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور جنگ کا تختہ پلٹ دیا۔

☆ ۶ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے جدہ کے راستے پر موضع بلدہ میں لشکر کفار کے ہراول کی حیثیت سے گئے تھے۔

لیکن ۷ ہجری میں حضرت خالد بن ولید کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ جنگ موتہ ۸ ہجری کے دو ماہ قبل اسلام سے مشرف ہوئے۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲، ص ۹۳۵)

بعض اہل سیر حضرت خالد کا اسلام لانا ۸ ہجری میں بتاتے ہیں۔

جب حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سلام پیش کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے ان کے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور تبسم فرمایا۔ نظر سے نظر کیا ملی؟ کہ حضرت خالد نے اپنا دل سرکار دو جہان کے قدموں میں رکھ دیا۔ خدا کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ نے ایسا دیوانۂ عشق کر دیا کہ ماضی میں اسلام کُشی کی جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں ان خطاؤں پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت خالد نے عرض کیا کہ:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ میں نے نیکی کی راہوں میں حق کے ساتھ کیسی کیسی دشمنیاں کی ہیں۔ اب دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ انہیں معاف فرما دے اور میرے گناہوں کو بخش دے''۔

جواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اسلام قبول کرنا اگلے گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور سب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے''۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، جلد ۲، ص ۹۵۰)

اپنے سامنے شرمندہ اور نادم ہونے والے کی اس طرح دلجوئی فرما کر مغفرت کی بشارت سنانے کا اخلاق کریمہ ایسا کارآمد

ہوا کہ اُس وقت سے لے کر دم آخر تک حضرت خالد بن ولید نے اسلام کی وہ خدمات انجام دیں کہ حضرت خالد کا مبارک اسم گرامی صرف اسلامی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں سنہری حروف سے منقش ہوگیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں اور پردہ فرمانے کے بعد بھی دین اسلام کی تائید وتقویت کے لئے مساعی جمیلہ وعظیمہ انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً:

☆ جنگ موتہ ۸ ہجری میں تین ہزار کے اسلامی لشکر سے آپ رومیوں کے ایک لاکھ کے عظیم لشکر سے بھڑ گئے اور رومیوں کو شکست فاش دی۔ جنگ موتہ میں آپ نے جو دلیری دکھائی تھی اس سے خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''سیف اللہ'' کے لقب سے نوازا۔

نوٹ: جنگ موتہ کا تفصیلی بیان اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

☆ آپ نے اپنی زندگی میں ایک سو سے بھی زیادہ جنگوں میں شرکت فرما کر عظیم فتوحات حاصل کرنے میں ایسے منہمک وکوشاں رہے کہ آپ کے جسم میں ایک بالشت برابر بھی ایسا حصہ نہیں تھا جہاں نیزہ، تیر اور تلوار کے زخم نہ لگے ہوں۔ ملک شام کی فتوحات اگلے صفحات میں تفصیل سے ذکر کی جائیں گی ان فتوحات میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت، دلیری، جوانمردی، ذی شعوری، فن جنگ کی مہارت، وغیرہ کا بیان پڑھ کر قارئین کرام واقعی حیرت وتعجب زدہ رہ جائیں گے۔

☆ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے چالیس ہزار جنگ جو لوگوں کے لشکر کے ساتھ ۱۱ ہجری میں جنگ یمامہ ہوئی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ تھے۔ اس جنگ میں مسیلمہ مارا گیا۔

☆ مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لئے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیجا تھا۔

☆ حضرت خالد بن ولید نے کاتب بارگاہ رسالت کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

۳۔ حضرت عکرمہ بن ابوجہل بن ہشام:

ابوجہل کا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سرفہرست آتا ہے۔ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عدو اور بدخواہ کی حیثیت سے اس نے اپنا مال پانی کی طرح خرچ کیا اور اپنی جان بھی عداوت رسول میں بدر کے دن ضائع کی۔ اسی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بن ابی جہل بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر حضور اکرم رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی اور تکلیف دہی میں مشہور تھے۔ اسلام کے خلاف ہر محاذ پر وہ اشقیاء کے گروہ کے سردار اور سرگروہ تھے۔ اپنے باپ کے وارث اور جانشیں ہونے کی وجہ سے اسلام کی عداوت کی شناعت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ مثلاً

۸ ہجری تک جتنے غزوات ہوئے ان تمام غزوات میں عکرمہ بن ابی جہل نے شرکت کر کے لشکر کفار کی سرداری اور قیادت کی تھی۔

☆ ۳ ہجری جنگ اُحد میں اسلامی لشکر کے پیچھے پہاڑ کے شگاف سے اسلامی لشکر پر حملہ کرنے میں وہ بھی حضرت خالد

بن ولید کے ہمراہ تھے۔

☆ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے لشکر کفار کا جو ہراول دستہ بنایا گیا تھا اس میں حضرت خالد کے ہمراہی تھے۔

☆ ۸ ہجری فتح مکہ کے دن وہ اپنے ایک زمانے کے ساتھی اور دوست حضرت خالد بن ولید کے مقابلے میں کفار کی جانب سے بمقام خرورہ میں شدت سے لڑے۔

جب مکہ معظمہ فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تو عکرمہ بن ابی جہل اپنی جان بچانے کے لئے ساحلی علاقے میں چلے گئے۔ عکرمہ کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث نے اسلام قبول کر کے اپنے شوہر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر کے اس کی جستجو میں نکلی ہوئی تھی۔ جب ام حکیم اپنے شوہر عکرمہ سے ملی تو اطلاع دی کہ میں نے تیرے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لی ہے۔ عکرمہ نے جب امان ملنے کی خبر سنی تو وہ حیران اور متعجب ہو کر کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بے شمار ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں ہیں اس کے باوجود بھی انہوں نے مجھے امان دی ہے؟ ام حکیم نے کہا ہاں! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ رحم دل اور کریم ہیں کہ ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ عکرمہ بن ابی جہل اپنی زوجہ ام حکیم کے ساتھ مکہ معظمہ لوٹ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انہیں مرحبا کہا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ کیا واقعی آپ نے مجھے امان دی ہے؟ فرمایا: ''ہاں! میں نے امان دی ہے''۔ حضرت عکرمہ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف باسلام ہوئے۔

پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی شرمساری سے اپنا سر جھکا کر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہر وہ دشمنی، بے ادبی، گستاخی، غیبت اور برائی آپ کے ساتھ جو ہو سکتی تھی میں نے کی ہے''۔ اب دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور مجھے بخش دے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر دعا فرمائی اور جو کچھ حضرت عکرمہ نے کیا تھا اس کی معافی و بخشش خدائے تعالیٰ سے مانگی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ محو حیرت تھے۔ جس ذات گرامی کو ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور راہ میں کانٹے بچھانے میں حد درجہ کوشش کی تھی اور جس کی سزا گردن زنی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی لیکن آفرین! صد آفرین! اس ذات کریمہ کے اخلاق جمیلہ پر کہ انتقام لینا تو درکنار بلکہ دعائے مغفرت سے نواز رہے ہیں۔ ہاں ہاں! یہ وہی ہیں جو عفو و کرم میں یکتائے زمانہ ہیں۔ جود و سخا میں بے مثل و مثال ہیں۔ ان کی غلامی سند ہے حیات جاویدانی کی۔ ان کے قدموں پر مٹ جانے میں دائمی بقاء ہے۔ اب ان کے قدموں سے ہی لپٹے رہنے میں فلاح و بھلائی ہے۔ ان کے مقدس عشق میں اپنے آپ کو جلا کر راکھ کر دینے سے ماضی کے گناہ جل کر راکھ ہو جائیں گے اب ان سے کبھی بھی دور نہ ہونا چاہئے۔ بقول:

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں جذبات کا سمندر اُمنڈ پڑا اور اپنے ولولۂ عشق کا بارگاہ رسالت میں ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زمانہ جاہلیت میں حق کی مخالفت میں جتنا مال خرچ کیا ہے، میری تمنا ہے کہ اس سے زیادہ اب راہ حق میں صرف کروں۔ جتنی جنگیں خدا کے محبوب ومقبول بندوں کے ساتھ لڑی ہیں اس سے دوگنی جنگ اب دشمنان خدا سے لڑوں۔ اس کے بعد حضرت عکرمہ نے کفار ومشرکین کے ساتھ اپنے عہد و پیمان، دوستی اور قرابت کے تمام رشتے توڑ دیئے اور پیارے آقا ومحبوب مولیٰ کی غلامی میں کمربستہ ہوگئے۔ بقول:

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک دین اسلام کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول ومصروف رہے اور کفار ومشرکین سے ہر محاذ پر لڑتے رہے۔ مثلاً:

☆ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا اسود عنسی نے صنعا کے بادشاہ شہر بن باذان کو قتل کر کے اہل صنعا پر اپنا غلبہ اور تسلط قائم کیا تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہ کو اسلامی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

☆ اسلام کی بنیادیں مستحکم کرنے آپ اسلامی لشکر کے ہمراہ ملک شام گئے تھے اور دمشق، جوسیہ، رستن، قنسرین، بعلبک اور حمص کی جنگ میں رومیوں سے لڑے اور دادِ شجاعت حاصل کی۔

☆ حمص کے قلعہ کی جنگ میں لڑتے ہوئے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۴۔ حضرت عمرو بن العاص بن وائل قرشی سہمی:

حضرت عمرو بن العاص عرب کے دانشوروں اور رؤسا میں سے تھے۔ وہ صاحب فہم وفراست اور ذہن رسا و باصلاحیت شخص تھے۔ بہت ہی بہادر اور شجاع تھے۔ فن جنگ اور لڑائی کے کرتب میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ۸ ہجری تک مشرکین کے گروہ میں رہ کر اسلام کے خلاف متحرک رہے اور مسلمانوں سے لڑتے رہے۔

☆ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر لبیک کہنے والے مومنین کو کفار مکہ نے شدید تکالیف دینی شروع کیں تو اعلان نبوت کے پانچویں سال (۶۱۴ء) میں کچھ مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی تھی۔ حبشہ سے مسلمانوں کو جلا وطن کرانے، مسلمانوں کے خلاف شاہ حبشہ نجاشی کے کان بھرنے مکہ سے مشرکوں کا ایک وفد عمرو بن العاص کی قیامت میں حبشہ گیا تھا۔

☆ ۵ ہجری میں دس ہزار کا لشکر کفار مدینہ پر حملہ کرنے مکہ سے آپہنچا اور غزوہ خندق (احزاب) وقوع میں آیا۔ اس جنگ میں عمرو بن العاص کفار کے لشکر کے اہم رکن تھے۔

لیکن عمرو بن العاص کی تقدیر میں اسلام اور حضور اکرم کی عظیم خدمات کرنے کی سعادت مکتوب تھی۔ ۸ ہجری میں وہ حبشہ

میں تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ساتھ ان کے تعلقات اور مراسم تھے بلکہ شاہی دربار تک ان کی رسائی تھی۔ اتفاقاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خط لے کر حضرت عمرو بن ضمری رضی اللہ عنہ بحیثیت قاصد نجاشی کے پاس آئے۔ جب عمرو بن العاص کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے نجاشی بادشاہ سے کہا کہ عمرو بن امیہ ضمری کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں انہیں قتل کر کے قریش کے سامنے سرخ رُو بنوں۔ شاہ حبشہ (Ethopia) نجاشی عمرو بن العاص کی یہ فرمائش سن کر توبہ کرنے کے انداز میں اپنے رخساروں کو تھپتھپایا اور کہا کہ:

''میں کیوں کر اس مقدس ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالے کروں جس ہستی کی خدمت میں ناموس اکبر (حضرت جبرئیل کا لقب) حاضر ہوتے ہیں اور وہ ہستی خدا کا رسول برحق ہے''۔

اس کے بعد شاہ نجاشی نے عمرو بن العاص کو فہمائش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے عمرو! میری بات غور سے سن! اور حضور اقدس کی پیروا ختیار کر''۔

شاہ حبشہ نجاشی کی نصیحت نے حضرت عمرو بن العاص کے دل کی دنیا پلٹ دی۔ ایمان ان کے دل میں نصب ہو گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔ جب موضع ''ہدہ'' نامی مقام پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات حضرت خالد بن ولید سے ہوئی جو ایمان لانے کی نیت سے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دونوں نے ملاقات کی اور اپنے ارادے سے ایک نے دوسرے کو مطلع کیا۔ چنانچہ دونوں حضرات نے ایک ساتھ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر ایمان کی لازوال دولت حاصل کی۔ پہلے حضرت خالد نے کلمہ توحید کا اقرار کیا اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اپنا دست اقدس بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں''۔

حضرت عمرو بن العاص کی گزارش پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھایا لیکن عمرو بن العاص نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا بات ہے؟ ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟

عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ ایک شرط کرلوں

فرمایا: کیا شرط کرتے ہو؟

عرض کیا: شرط یہ ہے کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں

فرمایا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایمان پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور دارِکفر سے ہجرت کر کے دارالسلام آنا اور حج کرنا یہ دونوں عمل ایسے ہیں کہ ہر ایک سابقہ تمام گناہوں کو ناپید اور محو کر دیتا ہے۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد ۲، ص ۴۴۹ تا ۴۵۲)

الغرض ۸ ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ قبل حضرت عمرو بن العاص مشرف ایمان ہوئے اس وقت سے لے کر تادم مرگ انہوں نے اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً:

☆ جنگ ذات السلاسل ۸ ہجری میں ان کو حضور اقدس نے امیر لشکر مقرر فرمایا۔

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نو ہزار کے لشکر پر انہیں سردار بنا کر فلسطین (Palastine) بھیجا اور فلسطین ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔

☆ ملک شام (Syria) کی تمام جنگوں میں آپ حاضر رہے اور ملک شام پر پرچم اسلام لہرانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

☆ خلافت فاروقی میں آپ نے مصر (Egypt) کو فتح کیا۔

☆ خلافت عثمانی میں آپ نے اسکندریہ (Alexandria) کو فتح کیا۔

عشق رسول کے کیف میں سرشار ہو کر حضرت عمرو بن العاص ملک شام و مصر کے طاقتور اور جنگ جو حاکموں سے بڑی دلیری سے ٹکرائے۔ قلیل تعداد کے اسلامی لشکر سے لاکھوں کی تعداد پر مشتمل رومی لشکر خاک و خون میں ملا دیئے۔

۵- وحشی غلام کہ جس نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو شہید کیا:

وحشی نام کا ایک حبشی غلام تھا۔ وہ جبیر بن مُطْعِم بن مطعم بن عدی کا غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر بن مطعم بن عدی کے چچا طعیمہ بن عدی کو سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ علاوہ ازیں ابوسفیان بن حرب کی بیوی ہند کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو بھی حضرت حمزہ نے قتل فرمایا تھا۔ جب مکہ معظّمہ سے لشکر قریش میدان اُحد کی طرف روانہ ہوا تو جبیر بن مطعم بن عدی نے اپنے غلام وحشی کو لشکر قریش کے ساتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر تو حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دے تو تیرے لئے آزادی ہے۔ چنانچہ حبشی غلام لشکر کفار کے ہمراہ معرکہ میدان میں موجود ہوا تھا۔

جب جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو لشکر کفار سے سباع بن عبدالعزیٰ خزاعی نکلا اور لڑنے کے لئے مقابل کو طلب کیا۔ اسلامی لشکر سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نکلے اور ایک ہی گرداوے میں سباع کو کاٹ کے رکھ دیا۔ وحشی اس وقت ایک پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ سباع کو قتل کر کے حضرت حمزہ اس پتھر کے قریب ہوئے تو اچانک وحشی کو دیکھا کہ وہ حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے لہٰذا حضرت امیر حمزہ وحشی کی طرف بڑھے تا کہ اس کا کام بھی تمام کر دیں لیکن ایک گڑھے کی وجہ سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور زمین پر گر پڑے۔ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وحشی نے حضرت حمزہ کے پیٹ میں بقوت تمام ایسا نیزہ مارا کہ مثانہ سے پار ہو گیا اور وہ وار مہلک ثابت ہوا اور حضرت امیر حمزہ شہید ہو گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد وحشی غلام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) کے پاس آیا۔ لیکن ہند بنت عتبہ کے پاس جاتے وقت وحشی نے اپنے خنجر سے حضرت حمزہ کے شکم اطہر کو چاق کر کے آپ کا جگر (کلیجہ) نکالا اور اپنے ساتھ ہند بنت عتبہ کے پاس لایا۔ وحشی نے آ کر ہند بنت عتبہ کے سامنے اس کے باپ کا روز بدر حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا صدمہ یاد دلایا اور پوچھا کہ اگر میں تیرے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں تو مجھے کیا انعام دو گی۔ ہند بنت عتبہ نے کہا کہ اس وقت میرے بدن پر جو لباس اور زیورات ہیں وہ تیرا ہے۔ تب وحشی نے حضرت حمزہ کا جگر دیتے ہوئے کہا

کہ لے! یہ تیرے باپ کے قاتل حمزہ کا جگر ہے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کے جگر کو وحشی سے لیا اور منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر تھوک دیا۔

ہند بنت عتبہ نے خوش ہو کر وحشی کو اپنے دونوں کپڑے، بازو بند، پازیب وغیرہ زیورات اُتار کر بطور انعام دے دیئے اور وحشی سے کہا کہ مجھے حمزہ کی لاش دکھا دے۔ مکہ پہنچ کر تجھے سرخ سونے کی دس اشرفیاں مزید انعام کے طور پر دوں گی۔ وحشی ہند بنت عتبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی ہوئی تھی وہاں لایا۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کی مقدس لاش کے ساتھ ایسی گھناؤنی حرکت کی کہ تاریخ کے اوراق بھی اس پر اشک ندامت بہاتے ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کو مُثلہ کیا۔ یعنی آپ کے ناک اور دونوں کان کاٹ لئے۔ مزید برآں آپ کے مذاکیر (ذکر اور انثیین) بھی کاٹ لئے اور اپنے ساتھ مکہ لے آئی۔ (حوالہ: مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، ص ۲۱۱ تا ۲۱۳)

وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا لہٰذا تمام صحابہ کرام اس کے قتل کے درپے تھے اور اس کی ٹوہ اور تلاش میں تھے لیکن وہ بھاگ کر طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا تو لوگوں نے کہا کہ تو بھی وفد کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں چلا جا کیونکہ حضور اقدس قاصدوں اور ایلچیوں کو قتل نہیں کرتے لہٰذا تو وفد میں شامل ہو کر پہنچ جا اور اقبال جرم وخطاء کر کے معافی طلب کر لے اور اسلام قبول کر لے۔

وحشی طائف کے وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا کہ: ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' حضور اکرم نے سنا اور نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پوچھا کہ کیا تو ہی وحشی ہے؟ عرض کیا ہاں! میں ہی وحشی ہوں۔ فرمایا بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا تھا؟ وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پوری کیفیت بیان کی اور بعد میں معذرت و معافی چاہی۔ حضور نے معاف فرما دیا اور فرمایا تو میرے سامنے نہ آنا اور اپنا چہرہ مجھے نہ دکھانا۔

وحشی کا جو جرم تھا وہ اتنا سخت تھا کہ اس جرم کی سزا سوائے گردن زنی کے کچھ نہیں ہو سکتی لیکن حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ نے عفو و کرم کی عنایت فرمائی۔ خود وحشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی مرتبہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا لیکن جب بھی حاضر ہوتا تو حضور اقدس کے کہنے پر سامنے نہ آتا بلکہ آپ کی پشت کی طرف بیٹھتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق نے حضرت حمزہ کے قاتل وحشی کو یہ حقیقت باور کرا دی کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے کہ جس دین میں ''اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ'' یعنی اللہ ہی کے لئے دوستی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کا درس دیا جاتا ہے اور یہی اسلام کی صداقت ہے کہ اپنے ذاتی معاملات کے مقابلے میں دین کے معاملات کو اہمیت و ترجیح دی جاتی ہے۔ اپنے خاندانی انتقام کو اقرار کلمہ پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے جانی دشمن اور قاتل کو بھی اللہ کے لئے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ماضی کے ارتکاب قبیحہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اب ہمہ وقت اپنا سراپا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے قتل حمزہ کے فعل مذموم کے تضاد میں قتل کذاب کا فعل مستحسن انجام

دے کر اپنی خطائے عظیم کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی۔

جب خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ بن ثمامہ کذاب کے چالیس ہزار کے لشکر کے سامنے چوبیس ہزار کا اسلامی لشکر حضرت خالد بن ولید کی سرداری میں جنگ یمامہ کے محاذ پر گیا تو وحشی بھی اسلامی لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے جس حربہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اسی حربہ کا وار مسیلمہ کذاب پر کیا اور اسے جہنم رسید کیا۔ خود وحشی فرماتے ہیں کہ ''اَنَا قَاتِلُ خَیْرُ النَّاسِ فِی الْکُفْرِ وَاَنَا قَاتِلُ شَرِّ النَّاسِ فِی الْاِسْلَامِ'' یعنی ''حالت کفر میں نے سب سے بہتر انسان کو شہید کیا اور اسلام کی حالت میں سب سے بدتر آدمی کو قتل کیا''۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، جلد ۲، ص ۵۰۳)

۶- ہند بنت عتبہ بن ربیعہ، زوجہ ابوسفیان بن حرب:

ہند بنت عتبہ کہ جس نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا اور آپ کو مُثلہ کر کے اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا تھا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دلی اذیت پہنچائی تھی وہ ہند بنت عتبہ بعد فتح مکہ جب عورتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ایمان کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو ہند بنت عتبہ بھی اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر مستورات کے گروہ کے ساتھ آئی اور مسلمان ہوگئی۔ کلمہ شہادت کا اقرار کرنے کے بعد اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر کہا کہ: ''میں ہند بنت عتبہ ہوں''۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو اچھا ہوا''۔

بس! صرف اتنی ہی تعزیر یعنی اس میں اشارہ تھا کہ تیرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ تیری گردن مارنا بھی اس کا خوں بہا ہونے کو ناکافی ہے۔ لیکن تو مسلمان ہو کر آئی ہے، یہ تیرے حق میں اچھا ہوا کہ ایمان کے اقرار نے ہماری تلوار اور تیری گردن کے درمیان ایک آہنی سپر قائم کر دی کہ تیرا گناہ ہرگز معاف کرنے کے قابل نہ تھا لیکن تیرا مسلمان ہونا تیری جان بخشی کی ضمانت دیتا ہے۔ لہٰذا تیرے دخول اسلام کے بعد اب ہمارے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ ہمارے عم محترم کے قصاص میں اب سوائے ہاتھ ٹھہرانے کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہو کر حاضر ہوئی۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بلندی اور شرافت کی علویت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کے ساتھ نازیبا حرکت کرنے کے تعلق سے ہند بنت عتبہ کو ایک لفظ تک نہیں کہا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہو کر آئی۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے ہند بنت عتبہ کو اتنا متاثر کیا کہ جب وہ اپنے گھر لوٹی تو گھر میں جتنے بُت تھے ان تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کہنے لگی کہ بتوں کے غرور اور فریب میں اب تک ہم مبتلا تھے۔ بعدہ انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک صدق دل سے خدمت اسلام اور محبت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہیں۔ اسلام نے ان کو وہ حوصلہ اور جذبہ ودیعت کیا کہ خلافت فاروقی میں وہ اپنے شوہر حضرت ابوسفیان اور اپنے بیٹے حضرت یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ ملک شام کے جنگی محاذ پر گئیں اور خواتین اسلام کے ساتھ رہ کر رومی لشکر کے سورماؤں کے سامنے بہادری سے لڑ کر ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے صرف آدھے لاکھ کے لشکر کے مقابلے رومیوں کا تقریباً گیارہ لاکھ کا لشکر حملہ آور ہوا تھا اور اسلامی لشکر پر شدت اور تنگی کا وقت تھا تب حضرت ہند بنت عتبہ نے عورتوں کی جماعت کے ساتھ رہ کر جو شجاعت دکھائی ہے اسے دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہدین میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا تھا۔ تفصیلی معلومات کے لئے اگلے صفحات میں جنگ یرموک کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں ذیل میں صرف ایک کارنامہ پیش ہے۔

''واقدی رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے کہ دیکھا میں نے ہند بنت عتبہ کو کہ اُن کے ہاتھ میں ہندی تلوار تھی اور وہ شمشیر زنی کرتی تھیں مشرکین میں اور پکار کر کہتی تھیں اپنی بلند آواز سے کہ اے گروہ عرب کے! کاٹ ڈالو تم کبروں بے ختنہ بریدکو ساتھ تلواروں کے''۔ (حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، ص ۲۶۲)

۷- عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد طائی (مشہور سخی حاتم طائی کے لڑکے)

ملک عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے نام سے شاید ہی کوئی نا آشنا ہوگا۔ اس عدی بن حاتم طائی کا واقع بھی عجیب و غریب ہے۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ اور عفو و کرم نے عدی بن حاتم کو اسلام کا گرویدہ اور عشق رسول میں دیوانہ بنا دیا تھا۔ ۹ ہجری تک وہ اسلام لانے کی سعادت سے محروم تھے۔

عدی بن حاتم بھی اپنے والد حاتم طائی کی طرح سخی اور جواد تھے۔ وہ قبیلۂ بنی طے کے سردار تھے۔ وہ اپنی قوم میں عزیز، شریف، فاضل، خطیب اور حاضر جواب تھے۔ قبیلہ بنی طے کی بستی میں ایک بڑا بت خانہ تھا۔ ۹ ہجری میں حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو قبیلہ بنی طے کی اصلاح کے لئے بھیجا لیکن قبیلہ بنی طے کے لوگ مزاحم ہوئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت خانے کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ قبیلہ طے کا سردار عدی بن حاتم بھاگ کر ملک شام چلا گیا۔ حضرت علی قبیلہ طے سے کچھ لوگوں کو قید کر کے مدینہ منورہ لائے۔ ان قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن سقانہ بنت حاتم طائی بھی تھی۔ تمام قیدیوں کو مدینہ منورہ میں ایک مکان میں مقید رکھا گیا تھا۔

ایک دن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان کے قریب سے گزرے کہ جہاں آل حاتم طائی کو قید رکھا گیا تھا۔ حاتم طائی کی بیٹی سقانہ کہ جو نہایت خوبصورت، حسین و جمیل اور فصیح عورت تھی۔ اس نے حضور کو اسیروں کے مکان کے قریب آتے دیکھا تو کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ: ''یارسول اللہ! میرے باپ کا انتقال ہوگیا ہے اور میرا بھائی غائب ہے، مجھ پر احسان فرمایئے حق تعالیٰ آپ پر فضل و کرم فرمائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ: تیرا فدیہ کون ادا کرے گا؟ اس نے عرض کیا کہ میرا بھائی عدی بن حاتم۔ فرمایا کہ: ''وہ تو خدا اور رسولِ خدا سے بھاگا ہوا ہے''۔ یہ فرما کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا لیکن تیسرے دن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی اور سقانہ کو سواری اور سفر خرچ عطا فرما کر باعزت رخصت کر دیا۔ سقانہ اپنے قبیلہ میں گئی۔ پھر وہاں سے وہ ملک شام گئی اور اپنے بھائی سے ملی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ اور احسان و عنایت کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ تمہارے متعلق حضور اقدس نے ایسا

فرمایا ہے کہ:''وہ خدا اور رسول خدا سے بھاگا ہوا ہے''۔ اپنی بہن سفانہ کی بات کا عدی بن حاتم پر گہرا اثر ہوا اور وہ کہنے لگا کہ بھلا خدا اور رسول سے کہاں بھاگ سکتا ہوں۔ پھر وہ بنی طے کے وفد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے حضرت عدی بن حاتم کو شمع نبوت کا پروانہ بنا دیا۔ ماضی کے جرم وعصیاں کی پاداش میں انہوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کے لئے وقف کر دیا اور اسلام کی نشر واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

☆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ملک شام جانے والے اسلامی لشکر میں شمولیت کی اور ملک شام کی تمام جنگوں میں رومیوں سے دلیرانہ قتال فرمایا۔

☆ جنگ یرموک کے پہلے دن رومی لشکر کی جانب سے جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔ ان ساٹھ ہزار رومی لشکر کے سپاہیوں کے سامنے لڑنے کے لئے حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر سے صرف ساٹھ آدمی لے کر معرکہ جنگ میں گئے تھے۔ یعنی ایک ہزار رومی سپاہی کے مقابلے میں صرف ایک مجاہد اسلام تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے لشکر اسلام سے جن ساٹھ دلیر اور شجاع مجاہدوں کا انتخاب کیا تھا ان میں حضرت عدی بن حاتم طائی بھی تھے۔ تعداد کے اتنے عظیم فرق سے لڑی گئی جنگ کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ ان کفن بردوش مجاہدین اسلام نے رومیوں کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیئے۔ پہلے دن کی جنگ کے نتیجہ کو دیکھنے سے عقل حیران رہ جائے گی کہ اسلامی لشکر سے صرف دس مجاہد شہید ہوئے تھے جب کہ رومی لشکر کے پانچ ہزار سپاہی قتل ہوئے تھے۔ اس جنگ کا تفصیلی مطالعہ کرنے کیلئے قارئین کرام اس کتاب کی اوراق گردانی کی زحمت گوارا فرمائیں۔

۸- ہبار بن الاسود کا جرم عظیم معاف فرمانا:

ہبار بن اسود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب کو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ لانے کے لئے اپنے غلام حضرت ابورافع اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظمہ میں ابوالعاص بن الربیع کی زوجیت میں تھیں۔ جب حضرت زینب کو ان کے شوہر حضرت ابوالعاص نے اونٹ پر محمل میں بٹھا کر مدینہ طیبہ روانہ کیا تو ہبار بن الاسود کو پتہ چلا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بھی ہجرت کر کے جارہی ہیں تو وہ قوم قریش کے چند اوباش لوگوں کو ساتھ لے کر راستہ روک کر کھڑا ہوگیا اور ایک نیزہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مارا۔ آپ اونٹ سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں۔ حضرت زینب حاملہ تھیں۔ نیزہ لگنے اور پتھر پر گرنے کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ وہ بیمار ہوگئیں اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ہبار بن الاسود کی اس شنیع حرکت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناراضگی اور جلال تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ہبار بن الاسود کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ فتح مکہ کے ایام میں اس کو بہت تلاش کیا گیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ جب حضور اقدس مکہ معظمہ

سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے تو ایک دن اچانک وہ مجلس شریف میں نمودار ہوا اور زور سے کہنے لگا کہ یارسول اللہ میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کا مجرم ہوں اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور ہبار بن الاسود کی معذرت خواہی کی وجہ سے اس پر عتاب کرنے کے بجائے اس کا اسلام قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے ہبار! میں نے تجھے معاف کیا اور اسلام تمام جرائم کو ختم کر دیتا ہے اور گزشتہ گناہوں کی بنیادوں کو فنا کر دیتا ہے''۔

حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی رفعت کا اندازہ کہ جس شخص نے آپ کی لخت جگر و نور نظر صاحبزادی کے ساتھ ناقابل تلافی ارتکاب شنیع کیا تھا اور جس کا خون بہانا مباح فرما دیا تھا اس شخص کو صرف قبول اسلام کی وجہ سے معاف فرما کر دنیا کو باور کرا دیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر بھر تکلیفیں دینے والے جس کسی شخص نے آپ کے حسن اخلاق کا تجربہ کیا تو اس کو یہی کہنا پڑا کہ:

کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تم ہی سے پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروروں درود

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

☆ اسی طرح عبداللہ بن الزبعری شاعر کہ جو اپنی شاعری کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا۔ اس کو اور صفوان بن امیہ، عبداللہ بن امیہ وغیرہ کے ساتھ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اخلاق کا سلوک فرما کر ان کے دلوں کی عداوت کو محبت و اطاعت سے پلٹ کر عالم دنیا کو یہ درس دیا ہے کہ اخلاق سے دلوں کو فتح کیا جاتا ہے۔ تلوار سے نہیں۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ سے پھیلا ہوا دین لوگوں کے دلوں میں ایسا نقش ہوگیا کہ اسلام لوگوں کے دلوں سے کسی کے مٹانے سے مٹنا ناممکن اور محال ہوگیا۔ بلکہ مٹانے والے خود مٹ کر رہ گئے۔ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا سکہ رائج ہوگیا۔ یہاں تک کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن گروہ کے خاندان اور نسب سے ہی ایسے مجاہد و مبلغ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ انہوں نے اسلام کی شوکت کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا عالمگیر پیغام عام کیا۔ چند اسماء گرامی ان مقدس حضرات کے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں کہ جن کے آباء واجداد نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی لیکن ان حضرات نے خدمت اسلام میں اپنا تن من اور دھن سب قربان کر دیا اور موقع آنے پر اپنے قرابتی اور رشتہ داروں کو بھی تہ تیغ کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی۔

۱- دشمن رسول ابوجہل بن ہشام کے بیٹے حضرت عکرمہ بن ابی جہل۔
۲- گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے بیٹے حضرت خالد بن ولید۔
۳- رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ۔
۴- عدوِ نبی عاص بن وائل سہمی کے بیٹے حضرت عمرو بن العاص۔

۵۔دشمن اسلام جراح کے بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

۶۔دشمن رسول امیہ بن خلف کے بیٹے حضرت صفوان بن امیہ۔

۷۔منکر رسالت عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی حضرت ہند بنت عتبہ (زوجۂ ابوسفیان)

ان حضرات کے علاوہ بے شمار عشاق رسول نے دین کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیاں پیش کر کے اپنے خونِ جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور عشق رسول کے ایسے پھول کھلائے کہ جس کی خوشبو اور مہک نے عالم کو معطر کر دیا۔صحابہ کرام کے جذبہ عشق نبی نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ جب تک مسلمان کے دل میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت جلوہ گر ہے دنیا کی کوئی بھی سلطنت اور طاقت ان پر حکومت نہیں کر سکتی۔عشق رسول وہ طاقت ہے کہ عاشق رسول جسمانی اعتبار سے نحیف و ناتواں ہونے کے باوجود بھی اگر پہاڑ سے بھی ٹکرا جائے گا تو اس کو پاش پاش کر کے رکھ دے گا۔اُمنڈتے ہوئے سمندر کی طغیانی اور طوفانی تھپیڑوں کے درمیان سے بھی وہ کشتی عشق سے سفینۂ نوح کی مانند سلامت وسالم کنارے پر پہنچ جائے گا۔رب العالمین کے اکرم واعظم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر اس کا اعتقاد ویقین اتنا پختہ اور راسخ ہوتا ہے کہ مصائب وآلام کے نازک لمحات میں وہ یہی کہتا ہے کہ:

نہ کیوں کر کہوں یَا حَبِیْبِیْ اَغِثْنِیْ
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(از: عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

اسلام کے خلاف کفار و یہود کی سازش

مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی کو صرف پانچ یا چھ سال کا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں۔ ٦ ہجری تک تقریباً پچاس کے قریب غزوات و سرایا وقوع میں آچکے تھے اور ہر معرکہ میں اسلام کی فتح مبین ہوئی تھی۔ اپنے بازوؤں کی طاقت پر بَل کھانے والے اور اِترانے والے دشمنانِ اسلام نے تلوار کے ذریعے اسلام کا ہاتھ نیچا کرنے کی سعی میں اسلام پر ہاتھ اٹھایا لیکن ہر محاذ پر اسلام کا ہاتھ اُونچا رہا۔ اسلام کا غلبہ اور تسلط روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ لوگ گروہ در گروہ اور جوق در جوق داخلِ اسلام ہو رہے تھے۔ ملکِ عرب کے کفار، مشرکین اور یہود متحدہ محاذ کی تشکیل دے کر بھی اسلام کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مدینہ منورہ اسلام کے مرکز کی حیثیت سے پورے ملک عرب میں پاسبانی کرنے لگا۔ ملک عرب میں ہر جگہ اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہوگیا۔ یہود اور مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اسلام کا مقابلہ کرنا اب ہمارے بس کی بات نہیں اس احساس کو حقیقت کے درجہ میں باور کرنے لگے۔ لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت بھی گوارا کر نہیں سکتے تھے۔ عداوت و حسد کی آگ میں ان کے سینے سوختہ ہوگئے تھے۔ لٰہذا انہوں نے ایک نئی چال چلی۔ ملک شام میں عیسائیوں کی زبردست حکومت تھی۔ ملک شام کا علاقہ بھی زرخیز تھا۔ تجارت اور کاشتکاری کی پیداوار کا مرکز تھا۔ میوات، پھل و دیگر اشیاء خورد و نوش میں دنیا کی اہم منڈیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ لوگ ہر اعتبار سے آسودہ خاطر اور خوش حال تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اور ہر ریاست کا مَلِک (بادشاہ) الگ تھا اور ان تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہرقل بادشاہ تھا۔ ملک شام میں ہرقل بادشاہ کی فوجی طاقت کی زبردست دھاک و شہرت تھی۔ اس کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ ملک شام کے قرب و جوار کے ممالک اس پر لشکرکشی کا تصور کرنے سے بھی کانپتے تھے کیونکہ ہرقل بادشاہ کے لشکر نے فارس (Persia) اور ترک (Turki) کی عظیم فوجی طاقت کے پرزے اُڑا کر رکھ دیئے تھے۔ ملک عرب کے مشرکین اور یہود کے ملک شام میں تجارتی اور اقتصادی مراسم و تعلقات تھے۔ کیونکہ ملک عرب اور ملک شام کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں علاوہ ازیں ملک عرب کے اکثر مقامات میں ملک شام سے تجارتی سامان کثیر تعداد میں برآمد (Export) ہوتا تھا۔ دونوں ممالک کے تجار گاہے گاہے تجارتی سفر (Business Tour) کی وجہ سے ایک دوسرے کے تقرب (Contect) میں آتے تھے۔ ملک عرب میں تجارت کی باگ ڈور اور منڈی (Market) کفار و یہود کے زیر تسلط ہونے کی وجہ سے ملک شام میں ان کی اور ان کے یہاں رومیوں کی آمد و رفت زیادہ تھی۔ ملک عرب کے کفار و یہود نے ایک نئی سازش کا اختراع کیا

اور اسلام کے خلاف عیسائیوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہرقل بادشاہ کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خوف دلایا اور یہاں تک ڈرایا کہ اگر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو ابھی سے نہ روکا گیا تو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمان جزیرۃ العرب کی سرحد پھلانگ کر ملک شام کو تاخت و تاراج کرنے آ پہنچیں گے اور ملک شام پر قابض ہو جائیں گے۔ تم کو محکوم بنا کر رکھیں گے اور تم پر حکمرانی کریں گے۔ غرض کہ عیسائی سلطنت کو ذہنی طور پر مسلمانوں کی عداوت پر اُکسا دیا۔

''عیسائیوں کے ساتھ جنگ کا آغاز ہونا''

ملک عرب کے کفار اور یہود نے ملک شام کے ساتھ اپنے تجارتی روابط کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک شام کے شہر بصریٰ کے گورنر تک رسائی حاصل کر لی اور بصریٰ کے گورنر کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ ہمدردی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی دشمنی کا مقصد اصلی پورا کرنے کے پکے اور مصمم ارادے سے اپنی تحریک جاری رکھی۔ اس دوران ۷ ہجری میں غزوہ خیبر کا معرکہ ہوا۔ خیبر کا قلعہ یہودیوں کا مرکز تھا۔ خیبر آٹھ قلعوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے۔ اس کے آٹھ قلعہ تھے۔ ۱- کیسہ، ۲- ناعم، ۳- صعب، ۴- شق، ۵- غموص، ۶- بطاۃ، ۷- سطیخ اور ۸- سالم۔ امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت وقوت کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر اس کی ڈھال بنا کر جنگ لڑے تھے۔ وہ آہنی دروازہ قلعہ غموص کا تھا۔ ملک عرب میں یہودیوں کی آبادی خیبر میں بکثرت آباد تھی۔ لیکن ۷ ہجری میں خیبر کی فتح نے ملک عرب کے یہودیوں کی کمریں توڑ دیں۔ لہٰذا اب ان کی تمام توجہات ملک شام کی عیسائی سلطنت کو اسلام کے خلاف ورغلانے کی طرف مرکوز ہوئیں۔ ملک عرب کے یہود کی مقام خیبر میں شکست فاش نے کفار اور مشرکین کے بھی حوصلے پست کر دیئے۔ لہٰذا وہ بھی ملک شام کی عیسائی سلطنت کو اپنی امید گاہ کی حیثیت سے دیکھنے لگے۔ ملک عرب کے کفار و یہود ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ کسی بہانے ملک شام کی عیسائی حکومت کو اسلام سے بھڑا دیا جائے تاکہ وہ دور سے تماشہ دیکھتے رہیں اور اپنی شکستوں کا انتقام لینے کا اطمینان حاصل کریں اور ان کی دلی خواہش پوری ہوگئی۔ کچھ ایسے حالات رُونما ہوئے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں ملک شام کی عیسائی سلطنت اور اسلام کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا۔ ۸ ہجری میں جنگ موتہ ہوئی اور ۹ ہجری میں غزوہ تبوک وقوع میں آیا۔

''شام روم ہرقل کو اپنی سلطنت کے زوال کا علم ہو گیا تھا''

ملک شام کی حکومت کو ''سلطنت روم'' کہا جاتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کو ''قیصر روم'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اُس وقت جو قیصر روم تھا اُس کا نام ''ہرقل'' تھا۔ ہرقل وہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جس نے سکہ اور اشرفیاں بنائیں اور دیناروں پر حکومت کا ٹھپہ لگایا۔ ہرقل بادشاہ کی حکومت کا دارالسلطنت (راجدھانی Capital) ملک شام کا مضبوط قلعہ والا شہر حمص تھا۔ بعد میں شہر انطاکیہ (Antioch) کو دارالسلطنت بنایا گیا۔ حالانکہ ہرقل بادشاہ ملک شام کے شہر ''قسطنطنیہ'' (Istambol)

کا باشندہ تھا۔ اس کا آبائی مکان وہیں تھا۔

جب ملک فارس (Persia) کے ساتھ روم کی جنگ ہوئی تھی تو روم (شام) کے کچھ علاقے رومیوں کے ہاتھ سے نکل کر فارسیوں (آتش پرستوں) کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ لہٰذا ہرقل بادشاہ نے منت مانی تھی کہ اگر وہ مقبوضہ علاقہ واپس مل جائیں تو میں قسطنطنیہ سے برہنہ پا بیت المقدس (Jerusalem) حاضری دوں گا اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوں گا اور عبادت کروں گا۔ چنانچہ جب رومی لشکر نے فارسیوں کو شکست دی اور مقبوضہ علاقے رومیوں کے قبضے میں واپس آئے تو ہرقل بادشاہ نے حکم دیا کہ قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک کے راستہ میں فرش بچھایا جائے اور فرش پر خوشبودار پھول ڈالے جائیں۔ ہرقل بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ پھولوں پر پاؤں رکھتا ہوا بیت المقدس گیا اور اپنی منت پوری کی۔

ہرقل بادشاہ جب بیت المقدس میں تھا تو ایک رات اس نے ستاروں کی روش، فلکی اثرات اور نتائج پر غور کیا۔ علم نجوم و زیجات (Astronomy) کے ذریعے اس نے معلوم کرلیا کہ اس کی ذات اور سلطنت میں تغیر و تبدل واقع ہوگا۔ لہٰذا وہ مغموم ہوکر گہری سوچ وفکر میں ڈوب گیا۔ اس کے مصاحبوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ کو مکدر اور غمگین دیکھ رہے ہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہرقل نے کہا کہ فلکی سیاروں کی روش سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ''ملک الختان'' نے ظہور کیا ہے یعنی اس قوم کے بادشاہ نے ظہور کیا ہے جس قوم میں ختنہ کرنے کی سنت رائج ہے اور عنقریب اس کا دست تسلط ہماری مملکت کے علاقہ میں داخل ہوگا اور ہمارے شہروں کے باشندوں پر وہ فتح وغلبہ حاصل کرے گا۔ اے میرے ساتھیو! مجھے بتاؤ کہ ایسی کونسی قوم ہے جن میں ختنہ کرنے کی سنت ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ملک عرب میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کے عجیب وغریب احوال کی اطلاعیں آرہی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ہم کو بتحقیق معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص مختون ہیں یعنی ختنہ کٹے ہوئے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ ستاروں کی رہنمائی سے مجھ پر جو منکشف ہوا ہے اور جس جماعت کے بادشاہ کے ظہور کا پتہ چلا ہے وہ یہی جماعت ہے۔

اسی وقت سے ہرقل بادشاہ کو ملک شام میں اسلام کے تسلط کی فکر لاحق ہوگئی۔ لہٰذا اس نے دفاعی اقدام کی پیروی شروع کردی۔

جنگ موتہ کا پس منظر

جنگ موتہ ۸ ہجری میں ہوئی تھی۔ موتہ ایک موضع کا نام ہے۔ جو شہر بلقاء کے قریب اور بیت المقدس سے دو منزل تقریباً ایک سو میل (Mile) کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسلامی تاریخ میں جنگ موتہ کا شمار اہم سرایا میں ہوتا ہے۔ اس جنگ میں سخت قتال واقع ہوا تھا اور اس جنگ کی فتح کے بعد ملک عرب کے بیرون دیگر ممالک پر اسلام کی ہیبت کا سکہ بیٹھ گیا۔

جنگ موتہ کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بصریٰ کے حاکم کو اسلام کی دعوت کا مکتوب گرامی (خط) لکھا تھا۔ قارئین سے التماس ہے کہ یہاں جس مقام بصریٰ کا ذکر ہوتا ہے وہ ملک شام کا شہر ہے۔ حالانکہ ایک بصرہ (Basra) نام کا شہر ملک عراق میں بھی ہے، جو دنیا کی مشہور و معروف بندرگاہ (Port) بھی ہے۔ لیکن اس وقت عراق کی بندرگاہ بصرہ کا ذکر نہیں ہو رہا ہے۔ خیر! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عُمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو وہ خط عطا فرما کر بحیثیت قاصد بصریٰ کی جانب روانہ فرمایا تھا۔ مدینہ منورہ سے بصریٰ جاتے ہوئے راستے میں ''موتہ'' نام کا گاؤں آتا ہے۔ حضرت حارث جب موتہ پہنچے تو وہاں کا حکم شرحبیل (Surahbii) بن عمر غسانی نے ان کو دیکھ لیا اور انجان پردیسی مسافر کے روپ میں کوئی جاسوس میرے علاقے میں آیا ہے؟ یہ تحقیق کرنے کے لئے ان کو روکا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کہاں اور کیوں جاتے ہو؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں مدینہ سے آیا ہوں، قاصد ہوں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر بصریٰ کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں۔ شرحبیل غسانی ہرقل بادشاہ کے معزز امراء میں سے تھا اور اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ شرحبیل نے حضرت حارث ازدی رضی اللہ عنہ کو بلا کسی قصور کے اور قاصد وایلچی ہونے کے باوجود شہید کر دیا۔ حالانکہ بین الاقوامی قانون (International Rule) کے مطابق اس زمانہ میں بھی کسی بھی بادشاہ کے نزدیک قاصد وایلچی (Ambasador*) کو قتل کرنا سخت ممنوع و معیوب تھا اور دنیا کے ہر بادشاہ کے نزدیک قاصدوں کی امان (Mercy) امر مسلم تھی۔ جیسا کہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمۃ الکذاب کا ایلچی بارگاہِ رسالت میں آیا کفری کلمات بکے اور حضور کی سخت گستاخیاں کیں لیکن ایلچی ہونے کی وجہ سے اُسے بلا کسی تعزیر (Punishment) کے جانے دیا گیا۔

حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ پہنچی۔ مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی یہاں تک کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر یہ معاملہ بہت شاق گزرا۔ موتہ کے حاکم شرحبیل نے قتل قاصد کے احداث

---

* Ambassador

کا سنگین جرم کر کے اپنی بربریت کا ثبوت دینے کے ساتھ مسلمانوں کے ضمیر وتحمل کو للکار کر سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا لہٰذا پیکرِ حسنِ اخلاق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے موتہ پر لشکر بھیج کر استیصال جرم و جفا اور نفاذ رحم و وفا کا درس دیا۔

''جنگ موتہ''

جب مدینہ منورہ میں یہ خبر بھی پھیلی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سرکوبی کے لئے موضع موتہ میں لشکر روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے تو مجاہدین اسلام جذبہ شوق شہادت میں جمع ہونے لگے اور دیکھتے دیکھتے ہی تین ہزار کا لشکر موضع جرف میں مجتمع ہو گیا۔ پھر حضور اقدس وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: ''میں زید بن حارثہ کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب امیر بنیں۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر مقرر ہوں۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں''۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے کا عَلَم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور اسلامی لشکر نے مدینہ منورہ سے کوچ کی۔ حضور اقدس نے لشکر کو رخصت کرنے لشکر کے ساتھ ''ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع'' نامی مقام تک مشایعت فرمائی۔ ثنیۃ الوداع پر آپ نے توقف فرمایا اور امیر لشکر کو نصیحت فرمائی کہ میدان جنگ میں اُترنے سے پہلے حاکم موتہ شرحبیل کو اور ان تمام لوگوں کو جو وہاں موجود ہوں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ تمہاری دعوت پر اسلام قبول کرلیں تو ان سے ہرگز مت لڑنا اور اگر وہ تمہاری دعوت کو ٹھکرا دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر جہاد کرنا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نصیحت لشکر کو دعائے خیر دیتے ہوئے رخصت فرمایا۔

مجاہدین اسلام کا لشکر حضرت زید بن حارثہ کی سرداری میں مدینہ سے روانہ ہو کر موتہ کی طرف آرہا ہے یہ خبر جب موتہ کے حاکم شرحبیل غسانی کو ملی تو اس نے بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ علاوہ ازیں شرحبیل نے ہرقل بادشاہ سے بھی مدد مانگی۔ ہرقل نے بہت بڑی تعداد میں لشکر بھیج دیا۔ ہرقل نے شرحبیل کی مدد کے لئے جو لشکر بھیجا تھا اس لشکر میں قبائل عرب کے مشرکین بھی بہت بڑی تعداد میں شامل ہوئے تھے۔ چنانچہ دشمنوں کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے بھی متجاوز ہو گئی تھی۔

صرف تین ہزار کے اسلامی لشکر کے سامنے رومیوں کا ایک لاکھ کا لشکر مقابلہ کرنے آپہنچا تھا۔ جب لشکر اسلام میں دشمنوں کی کثرت کی اطلاع آئی تو مسلمانوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس معاملہ کی اطلاع فوراً مدینہ منورہ بھیجنا چاہئے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد کے لئے مزید لشکر ارسال فرمائیں یا ہمیں واپس بلالیں۔ بظاہر اسلامی لشکر میں تھوڑی تشویش وگھبراہٹ پھیلی تھی یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ جو بارگاہ رسالت کے مقرب ومقبول شاعر تھے۔ انہوں نے مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے توحید و رسالت کے متوالو! کیا تم اس چیز سے گھبراتے ہو جس کی خواہش اور تمنا میں ہم ہمارے گھروں سے نکلے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں موت۔ یاد رکھو! ہم دو خوبیوں سے ہرگز خالی نہیں۔ یا تو ہم فتح مند ہو کر غالب آکر اپنی مراد پائیں گے یا شہادت کی سعادت حاصل کر کے جنت میں اپنے ان ساتھیوں سے مل جائیں گے جو ہم سے پہلے شہادت کا مرتبہ حاصل کر

چکے ہیں۔ اُس وقت اسلامی لشکر ''معان'' نامی مقام میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اسلامی لشکر کو اپنی تقریر سے ایسا جوش اور جنبش میں لا دیا تھا کہ لشکر کا ہر مجاہد جام شہادت نوش کرنے کی تڑپ اور طلب میں اپنے سروں کا نذرانہ راہِ خدا میں پیش کرنے معان سے موتہ آ پہنچا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں غزوہ موتہ میں حاضر تھا۔ جب مشرکوں کا لشکر نمودار ہوا تو اتنی کثرت سے گھوڑے، ہتھیار، ریشمی کپڑے اور دیگر ساز و سامان میں نے دیکھے کہ میری آنکھیں چوندھیا گئیں۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور صفیں سیدھی ہوئیں۔ اسلامی لشکر کی طرف سے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ علم لہراتے ہوئے میدان کارزار میں آئے اور شجاعت و دلیری کے جوہر دکھائے ان کی تلوار بجلی کی مانند گھومتی تھی اور طوق عدو کو آن کی آن میں جسم سے جدا کرتی تھی۔ مجاہد اسلام کی شمشیر کی تاب کی دشمنوں میں سکت نہ تھی لہٰذا تیروں کی بوچھار سے حضرت زید بن حارثہ کے جسم کو چھلنی کی مانند مجروح کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

☆ حضرت جعفر بن ابی طالب (جعفر طیار) کی شہادت:

حضرت زید بن حارثہ کے شہید ہونے پر بموجب فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کا علم حضرت جعفر بن ابی طالب نے سنبھال لیا۔ آپ اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ آپ کی شمشیر زنی کی سرعت اور برق رفتاری سے دشمنوں کے لشکر میں تہلکہ مچ گیا۔ آپ نے دشمن کے لشکر کی صفیں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ کسی بھی دشمن کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اکیلا آکر آپ سے ٹکرائے لہٰذا مجموعی طور پر حملہ آور ہوئے۔ اس حربہ میں آپ کا داہنا ہاتھ کٹ کر جسم سے الگ ہو گیا۔ آپ نے علم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر آپ کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا، تو اب دشمنوں کے حوصلے بڑھے اور آپ کے قریب آنے کی ہمت ہوئی۔ ایک ظالم نے نزدیک آکر آپ کی کمر پر تلوار کی ایسی شدید ضرب ماری کی آپ کا جسم دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ موتہ کے معرکہ پر موجود تھا۔ جب میں نے مقتولوں اور شہیدوں کے درمیان حضرت جعفر کی نعش کو تلاش کیا تو ان کے مبارک جسم پر میں نے پچاس سے زیادہ زخم شمار کئے اور ان زخموں میں سے کوئی ایک زخم بھی ان کی پشت کی جانب نہ تھا بلکہ تمام زخم سینہ کی جانب ہی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ جلد ۲، ص ۴۵۸)

☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ (شاعر اسلام) کی شہادت:

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کا علم حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تھام لیا۔ آپ رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں مشغولِ قتال ہوئے۔ آپ بلند آواز سے اشعار پڑھتے تھے جس کا مضمون یہ تھا کہ: ''اے نفس! تو کیوں شہادت میں ذوق و شوق نہیں رکھتا اور جنت میں داخل ہونے میں کیوں دیر لگاتا ہے''۔

ارباب سیرو تاریخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔ ان کے چچازاد بھائی نے خوب اصرار کر کے تھوڑا گوشت کھانے کو دیا۔ انہوں نے گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا اور دانتوں سے چبایا کہ اسی وقت حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر آئی۔ انہوں نے اسی لحہ گوشت کو یہ فرماتے ہوئے تھوک دیا کہ: ''اے نفس! جعفر تو دنیا سے چلے گئے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے؟ اے نفس! شہادت کی طرف مائل ہو جا۔ شہادت سے مت بھاگ، خدا کے نام پر قربان ہو جا''۔ یہ کہتے ہوئے معرکہ پیکار میں داخل ہوئے اور اعدائے دین سے قتال کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

☆ حضرت خالد بن ولید کا امیر لشکر بننا اور جنگ کا تختہ پلٹ دینا:

اسلامی لشکر کو مدینہ طیبہ سے روانہ کرتے وقت عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے امیر کے تقرر کے سلسلہ میں حضرت زید کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کے نام ارشاد فرمائے تھے اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عبداللہ کے بعد مسلمان کسی ایک شخص کی امارت پر متفق ہو جائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تب حضرت ثابت بن احرام انصاری نے سبقت دکھا کر علم کو تھام لیا اور بآواز بلند پکارا کہ اے گروہ مومنین! کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جاؤ۔ تمام نے بیک زبان کہا کہ تم ہی اس کام کو سنبھالو۔ حضرت ثابت نے جواب دیا کہ میں اس منصب کو سنبھال نہیں سکتا۔ لہٰذا تمام نے حضرت خالد بن ولید کا انتخاب کیا۔ اس پر حضرت خالد نے حضرت ثابت سے کہا کہ: اے ثابت! آپ مجھ سے زیادہ اس منصب کے مستحق اور لائق ہو کیوں کہ آپ اصحاب جنگ بدر میں سے ہو۔ مجھ سے عمر میں زیادہ ہو اور بزرگ ہو''۔ حضرت ثابت نے کہا: ''اے خالد! شجاعت و جوانمردی تمہارا کام ہے اور میں نے اس علم کو تمہارے لئے ہی تھاما ہے''۔ المختصر! حضرت خالد بن ولید نے تمام مجاہدوں کے اصرار پر لشکر اسلام کا علم اپنے ہاتھوں میں لیا۔

ارباب سیَر بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت خالد نے علم تھاما تھا اس وقت جنگ کی نوبت یہ تھی کہ اسلامی لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مشرکین نے اپنی تمام طاقت کا استعمال کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مجاہدوں کی چھوٹی جماعت کو اپنے نرغہ میں لے لیا تھا۔ کہاں صرف تین ہزار پردیسی اور بے سروسامان مجاہدوں کی مختصر فوج اور کہاں ایک لاکھ مقیم اور تمام جنگی سازوسامان سے آراستہ لشکر عظیم، بظاہر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ رومی لشکر کا سیلاب لشکر اسلام کو تنکے کی طرح بہا لے جائے گا۔ اسلامی لشکر کے اہم شہ سوار یکے بعد دیگرے شہید ہو رہے تھے۔ لشکر مشرکین کے حوصلے بڑھ رہے تھے اسلامی لشکر کے سپاہی بڑی شدت اور تنگی میں تھے۔ پیچھے کو ہٹ رہے تھے۔ منتشر ہو رہے تھے۔ مایوسی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ حضرت خالد بڑی شجاعت سے مشرکوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے اور اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھنے میں کوشاں تھے۔ اس وقت قطنہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند پکارا کہ: ''اے گروہ مسلمین! جنگ کرتے ہوئے مرجانا فرار ہو کر مرنے سے بہتر ہے''۔ اس للکار نے لشکر اسلام میں ایک نیا جوش و حوصلہ پیدا کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید نے لشکر اسلام کو پلٹ کر یکبارگی حملہ کرنے پر اُکسایا۔ حضرت خالد نے اس نازک وقت میں اسلامی لشکر کے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو سنبھالا اور سب نے متحد ہو کر جوابی حملہ کیا۔ حضرت خالد مثل شیر ببر دشمنوں پر ٹوٹ

پڑے اور مشرکین کی ایک بڑی جماعت کو تہِ تیغ کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ دشمنوں کے لشکر میں بھیڑ بکریاں ہیں جو خدا کے دین کے شیر کے سامنے مبہوت ہو کر لقمہ اجل ہو رہے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے جنگ موتہ کے دن اپنی ان گزشتہ غلطیوں کی تلافی کر دی جو مشرکوں کی حمایت میں انہوں نے جنگ اُحد وغیرہ میں لشکر اسلام کو نقصان پہنچایا تھا۔ جنگ موتہ میں حضرت خالد کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور یہ امر اُن کی فضیلت بن کر ظاہر ہوا کہ ''خالد سیف من سیوف اللّٰه'' یعنی ''خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے''۔ یہ بات اس مقولہ کے مطابق تھی کہ: ''ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے''۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''سیف اللہ'' کا جو لقب حاصل ہوا وہ جنگ موتہ کے روز کے لئے منحصر و موخر کیا گیا تھا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ آفتاب غروب ہونے پر جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ کر اپنے اپنے کیمپ میں واپس ہوئے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو حضرت خالد نے علم اٹھایا اور لشکر کو میدان میں اتارا۔ اس دن حضرت خالد نے جوش کے ساتھ ہوش کی آمیزش کرتے ہوئے صفوں کی ترتیب میں ایسی تبدیلی کی کہ دشمن مبہوت ہو گئے۔ گزشتہ کل جو لوگ میمنہ پر رہ کر لڑتے تھے ان میں میسرہ پر اور جو میسرہ پر تھے ان کو میمنہ پر لے لیا۔ اسی طرح مقدمہ والے حصہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ بنا دیا۔ لیکن عیسائیوں اور مشرکوں کا لشکر گزشتہ کل کی ترتیب سے آیا۔ ان کے میمنہ والوں نے اسلامی لشکر کے میمنہ کو دیکھا تو آج ان کے تمام سپاہی دوسرے ہی معلوم ہوئے۔ اسی طرح میسرہ، مقدمہ اور ساقہ میں بھی ہوا۔ دشمنوں نے یہ گمان کیا کہ آج اسلامی لشکر کی امداد کے لئے دوسرا لشکر آ پہنچا ہے اور اس وہم و گمان کی وجہ سے ان کے دلوں میں رعب و خوف پیدا ہو گیا لہٰذا وہ میدان جنگ میں بزدلی سے لڑے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ حضرت خالد نے دشمن کے مفرور لشکر کا تعاقب کیا اور کثیر تعداد میں مشرکوں کو تہِ تیغ کر کے دلیری اور مردانگی کا پورا پورا حق ادا کیا۔

محبوب خدا کا علم غیب

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علماء ملت اسلامیہ، سلف صالحین اور تمام بزرگان دین کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم بھی عطا فرمایا تھا اور محبوب رب العالمین اپنے رب کی عنایت سے مغیبات پر مطلع تھے۔ ان کی مقدس نگاہوں کے سامنے سے حجابات ہٹا دیئے گئے تھے اور روئے زمین ان کے لئے سمیٹ کر ایک ہتھیلی کی مانند کر دی گئی تھی کہ جس طرح آدمی اپنی ہتھیلی کو بلا کسی تکلف و تردّد دیکھ سکتا ہے، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا بلکہ کائنات کی ہر شئی کو اپنی چشمان دور رَس سے ملاحظہ فرمانے کا تصور و اختیار رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت جنگ موتہ کے ضمن میں مذکور واقعہ سے آجائے گا۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے صحت روایت کے ساتھ مذکورہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

''جب اسلامی لشکر جنگ موتہ میں لشکر کفار کے ساتھ مقابلہ میں مصروف قتال تھا اس وقت حضور اقدس عالم ما کان وما یکون، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی نظر مبارک سے حجابات اٹھ گئے تھے اور جنگ موتہ کے تمام حالات بچشم خود اس طرح ملاحظہ فرما رہے تھے، گویا کہ آپ میدان کارزار میں خود تشریف فرما ہو کر معائنہ فرما رہے ہوں۔ آپ اپنے صحابہ سے فرماتے جاتے کہ زید بن حارثہ نے علم اٹھایا ہے اور اب وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جعفر بن ابی طالب نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم تھاما ہے۔ اب وہ بھی شہید ہو گئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے جاتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے اب علم اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور ان ہی کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی۔ اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) مشہور ہو گیا''۔ (حوالہ: مدارج النبوۃ، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، جلد ۲، ص ۴۶۰)

قارئین کرام غور فرمائیں! کہاں معرکہ جنگ موضع موتہ اور کہاں مدینہ منورہ، اتنی دور کی مسافت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے تمام حالات مِن وعَن اسی وقت مدینہ منورہ میں اپنے صحابہ کرام کے سامنے اس طرح بیان فرما دیئے کہ گویا آپ میدان جنگ میں موجود ہو کر دیکھ رہے ہوں۔ ایسے تو بے شمار واقعات کتب احادیث اور کتب سیر و تواریخ میں مرقوم ہیں۔ اس وقت ان تمام واقعات کا ذکر و بیان نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ:

فضلِ خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

مذکورہ بالا شعر کی تفصیل تشریح ملاحظہ فرمانے فقیر سراپا تقصیر کی کتاب ''عرفات رضا در مدح مصطفیٰ'' کا مطالعہ فرمائیں۔
حضور اقدس رحمت عالم کو قطعی و یقینی طور پر بعطائے الٰہی غیب کا علم حاصل تھا اور یہ بات حد تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ غیب پر مطلع ہونا اور جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان تمام علوم غیبیہ کی خبر دینا آپ کے تصرف و اختیار میں تھا۔ قرآن و حدیث اس حقیقت پر شاہد عادل کی حیثیت سے ناطق ہیں، جو صاحب اس مسئلہ کی تحقیق و تدقیق معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہوں وہ امام عشق ومحبت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں:

۱- الدولة المکیه بالمادہ الغیبیه

۲- خالص الاعتقاد

۳- انباء المصطفی بحال سرو اخفی

٤- ازاحة العیب بسیف الغیب

٥- اللولو المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون

اس وقت ہم قارئین کرام کے ساتھ ملک شام میں اسلامی لشکر کو حاصل شدہ فتوحات کے تعلق سے تمہیدی گفتگو کر رہے ہیں اور اس کتاب کا عنوان فتوحات شام کا تذکرہ ہے، لہٰذا عنوان کو صرف نظر کر کے دیگر عنوانات کی طرف التفات کرنا نہیں چاہتے اس لئے عقائد کے تعلق سے جو اُمور ضمناً آتے ہیں ان کی طرف بہت ہی اختصار کے ساتھ صرف اشارہ کر دیتے ہیں۔
اگلے صفحات میں ملک شام (Syria) میں جو معرکۂ جہاد رونما ہوئے تھے ان کا تفصیلی تذکرہ کرنا مقصود ہے لہٰذا اس وقت ہم صرف اس نظریہ کے تحت تمہیدی گفتگو کر رہے ہیں کہ ملک شام میں اسلامی لشکر بھیجنے کی ضرورت کیوں درپیش ہوئی۔ ملک عرب کے کفار و یہود کی گندی سیاست و پالیسی کی وجہ سے ملک شام کی طاقتور عیسائی سلطنت اسلام کے سامنے ٹکرانے پورے طمطراق کے ساتھ میدان میں آئی تھی۔ پہلا معرکہ جنگ موتہ کے نام سے وقوع میں آیا اور تب سے اسلام اور نصرانیت کی جنگ (War) کا آغاز ہوا۔

غزوۂ تبوک (جَیْشُ الْعُسْرَت)

مشرکوں اور عیسائیوں کے مشترکہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ تعداد کے لشکر نے جنگ موتہ میں صرف تین ہزار کے اسلامی لشکر سے ایسی منہ کی کھائی کہ ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ لشکر طاقت کے غرور و گھمنڈ کا شیش محل پتے کی طرح ہوا میں اُڑ گیا۔ ان کے وہم و گمان سے وَرا ایسی شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا کہ ان کی بندھی مٹھی لاکھ کی کھل کر راکھ ہوگئی۔ جنگ وقتال کے معاملہ میں ان کی جو ہوا بندھی ہوئی تھی وہ اڑ گئی۔ شاہ فارس (Persia) خسرو پرویز کی عظیم جنگی طاقت پر غالب آنے والے رومی مٹھی بھر مسلمانوں سے مغلوب ہوگئے تھے۔ جنگ موتہ کی شکست سے عیسائی سلطنت کی آبرو دو کوڑی کی ہوگئی تھی لہٰذا ان کے لئے اپنی آبرو بنانا لازمی اور ضروری ہوگیا تھا۔ دلوں میں انتقام کی آگ شعلہ زن ہو رہی تھی۔ جنگ موتہ کی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے رومیوں نے وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ موضع موتہ کے حاکم شرحبیل غسانی نے شاہ روم ہرقل کو دوبارہ پھر اکسایا اور مدد طلب کی۔ چالیس ہزار کی مسلح فوج لے کر ہرقل بادشاہ بذات خود کمک کرنے آپہنچا۔ ہرقل بادشاہ نے ملک عرب کے عیسائی یعنی عرب متنصرہ کے جنگ جو قبائل کو بھی اسلام کے خلاف اپنے لشکر میں بڑی تعداد میں شامل کئے تھے۔

اُن دنوں ملک شام سے ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ آیا اور اطلاع دی کہ شاہ روم ہرقل نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس لشکر میں عرب کے نصرانی قبائل مثلاً قبیلہ لخم، قبیلہ جذام، قبیلہ عاملہ اور قبیلہ غسان وغیرہ کے لوگ بھی بھاری تعداد میں شامل ہوئے ہیں، ہرقل کا جمع کردہ یہ لشکر عظیم مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے آنے والا ہے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے بھی لشکر جمع کرنے کے لئے صحابہ کرام کو حکم دیا اور اطراف مدینہ کے قبائل میں منادی کرادی تاکہ لوگ مع ساز و سامان جنگ میں جمع ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام کی طرف لشکر کشی کا ارادہ فرما کر علم نفسیات (Psychology) میں مہارت تامہ کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر رومی لشکر حملہ کرنے کی نیت سے جمع ہوا ہے اور مدینہ طیبہ کی جانب کوچ کر کے آتا ہے تو یہ امر در پردہ اس کی شان و شوکت کا باعث ہوتا ہے کہ ملک شام سے مدینہ پر حملہ کرنے آیا ہے۔ لہٰذا اگر ہم خود ہی ان کے سامنے جائیں تو یہ امر ان کے لئے باعث خوف ہوگا کہ جس پر ہم حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ خود سامنے چل کر جب آیا ہے تو ضرور اس میں اتنی طاقت و قوت ہوگی کہ وہ ہم سے نبرد آزما ہو سکے۔

اس غزوہ کا ایک نام جیش عسرت بھی ہے کیونکہ اس غزوہ میں لشکر اسلام کے مجاہدوں کو بھوک، پیاس اور دیگر مصائب و تکالیف کا بھرپور سامنا کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ دور و دراز کا سفر تھا۔ طویل مسافت سخت گرمی کا موسم لشکر کی کثیر تعداد زادِ راہ کی عدم

فراہمی، سازوسامان کی قلت، سواری کے جانوروں کا کم یاب ہونا وغیرہ وجوہات کی بناء پر یہ سفر سخت کلفت ومشقت کا تھا۔ کرم خوردہ کھجوروں کا آٹا گھن لگے جوار، بوسیدہ گھی سفر کا توشہ تھا۔ مجاہدین درختوں کے پتے کھا کر سفر کی مسافت طے کرتے تھے۔ درختوں کے پتے کھانے کی وجہ سے ان کے مسوڑوں میں ورم آگئے تھے اور ہونٹ سوج کر اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے جو آسودہ حال تھے انہوں نے بڑی فراخ دلی سے سخاوت کر کے لشکر اسلام کے لئے مال واسباب مہیا کرنے میں اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا۔ مثلاً (۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال و اسباب دے دیا۔ (۲) حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کا نصف پیش فرمایا۔ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور سات سو گھوڑے مجاہدوں کی سواری کے لئے عنایت کئے۔ علاوہ ازیں دو سو اونٹ مع اسباب کے اور دو سو اوقیہ چاندی پیش خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا تا کہ وہ اپنی ضروریات کا سامان فراہم کر کے سفر کی تیاری کر سکیں لیکن لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ زادِ راہ کی سخت قلت محسوس کی جاتی تھی۔ لشکر کی تعداد اوسطاً تقریباً چالیس ہزار تھی۔

مدینہ منورہ سے ماہ رجب ۹ ہجری بروز پنجشنبہ لشکر نے کوچ کی اور جب لشکر مدینہ منورہ کے باہر ''ثنیۃ الوداع'' مقام پر آیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور جھنڈوں کی ترتیب فرمائی۔ پھر لشکر کے الگ الگ دستوں کے امیر مقرر فرمائے۔ حضرت خالد بن ولید کو مقدمہ پر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو میمنہ پر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر قطع منازل اور طے مراحل کے بعد تبوک نامی مقام میں پہنچا۔ تبوک مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ملک شام کی سرحد کے قریب جزیرۂ عرب کا ایک علاقہ ہے۔

(The Oxford World Atlas Book, 25th Edition, Page No.33)

اسلامی لشکر نے تبوک میں کچھ دنوں کے لئے پڑاؤ کیا تا کہ لشکر کے مجاہدین طویل سفر کی مسافت کی کوفت سے آسودہ ہو جائیں اور استراحت کریں۔ ہرقل بادشاہ اور اس کے لشکر کو جب خبر ہوئی کہ بڑی تعداد میں اسلامی لشکر تبوک تک آ پہنچا ہے تو ان پر ایک ہیبت چھا گئی۔ دین اسلام کی شان وعزت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز وعظمت کا تصور ان کے ذہنوں پر چھا گیا۔ وہ یہ سوچنے لگے کہ جس پر ہم حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے وہ خود سامنے سے چل کر یہاں تک آ پہنچے ہیں تو ضرور وہ اتنی قوت واستطاعت کے حامل ہوں گے کہ ہم پر حملہ آور ہوں۔ ان کے ذہنوں پر ایک غیر مترقبہ اثر ہوا اور احساس کمتری کے شکار ہوئے اور فطری طور پر ایک انجان خوف ورعب ان پر طاری ہو گیا۔ رومی لشکر میں اسلامی لشکر کی ہیبت وشوکت کا غلغلہ پھیل گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی خیر وعافیت جان کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ لہٰذا اسلامی لشکر بغیر کسی جنگ وقتال مدینہ منورہ واپس آیا۔ تبوک میں جنگ واقع نہ ہوئی لیکن بغیر جنگ کئے اسلام کی شان وشوکت میں اتنا اضافہ ہوا کہ پورے ملک شام اور اطراف واکناف کے سلاطین کے دلوں میں بھی رعب وخوف نے گھر کر لیا۔ علاوہ ازیں اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات وعلامات نبوت ظہور پذیر ہوئے وہ اس سفر کے فیض بخش نتائج کی حیثیت سے کتب سیر میں مسطور ہیں، جن کا یہاں پر تفصیلی ذکر ممکن نہیں۔

عیسائیوں کا تیسری مرتبہ عزم جنگ، لشکر اسلام کی کوچ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرمانا

جنگ موتہ ۸ ہجری اور غزوہ تبوک ۹ ہجری کے دونوں محاذ پر رومی لشکر کی ذلت و رسوائی کے باوجود ملک شام کی عیسائی سلطنت کے قیصر روم شاہ ہرقل کی عقل ٹھکانے نہ آئی بلکہ مزید فتور پیدا ہوا۔ ماضی کے تجربات سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے مزید فضیحت کی طرف قدم آگے بڑھائے۔ ۱۱ ہجری میں ہرقل بادشاہ نے مدینہ منورہ پر کوچ لے جانے کے لئے پھر وسیع پیمانے پر جنگی تیاری شروع کردی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانی سلطنت کے شر وضرر کے استیصال وسرکوبی کے لئے ایک لشکر فراہم کر کے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کر کے روانگی کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت اسامہ بن زید کے والد حضرت زید بن حارثہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے جس کا بیان گزشتہ اوراق میں قارئین کی نظروں سے گزرا۔ حضرت زید کے قاتلوں سے قصاص لینے اور دین اسلام کو ضرر پہنچانے والے عناصر کو تازیانہ سیف سے سبک کرنے کے لئے حضرت اسامہ بن زید ۲۶ صفر ۱۱ ہجری کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے حضرت اسامہ نے مدینہ کے قریب مقام جرف میں پڑاؤ کیا تا کہ اطراف و جوانب سے مجاہدین لشکر میں شامل ہونے وہاں آجائیں۔

۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دردسر اور شدید بخار کی وجہ سے جسمانی طور پر بظاہر علیل ہوئے لہٰذا حضرت اسامہ نے کوچ کرنے میں عجلت نہ کی اور توقف کیا اور قرب و جوار سے مجاہدوں کو جمع کرتے رہے۔ جب لشکر اسلام تمام جنگی سازوسامان سے آراستہ ہوگیا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۱ ہجری کے دن رخصت کی اجازت حاصل کرنے حاضر ہوئے۔ حضرت اسامہ آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہوگئے اور اپنا سر جھکا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور دست منور کو بوسہ دیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس آسمان کی جانب اٹھا کر حضرت اسامہ کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت اسامہ حجرہ شریف سے باہر آئے اور لشکر گاہ میں چلے گئے۔ دوسرے دن ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ ہجری دوشنبہ کو لشکر کے کوچ کا حکم دیا ہی تھا کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔ حضرت اسامہ فوراً مدینہ طیبہ آئے۔ اسی دن آفتاب رسالت و ماہتاب نبوت، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا۔

ملک الموت کا خدمت اقدس میں حاضر ہونا اور اجازت طلب کرنا:

محقق علی الاطلاق، عاشق رسول، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت شریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

''مروی ہے کہ ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ پھر وہ حضور اکرم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یا احمد! حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں، جو کچھ بھی آپ فرمائیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں اگر آپ اجازت دیں اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں۔ اس میں حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا ''اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے''۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ملک الموت! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ''۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ''زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے۔ دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجود گرامی تھا۔ میں آپ کے لئے دنیا میں آتا تھا''۔ (مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد: ۲، ص: ۷۲۹)

سبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کا بھی اختیار عطا فرمایا تھا کہ اگر محبوب کی مرضی ہو تو ہی ملک الموت روح اقدس قبض کریں اور اگر محبوب کی مرضی نہ ہو تو بغیر روح قبض کئے واپس لوٹ جائیں، نبی اعظم و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری اور ہمسری کا دعویٰ کرنے والے گروہ کو اس تصرف کی حقیقت سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جن کی مرضی اور اجازت کے بغیر ملک الموت روح قبض کرنے کی جرأت نہ کریں اس ذات گرامی سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرنا عقل کے طوطے اڑانے کے مترادف ہے۔ نبی سے ہمسری کا دعویٰ کرنے والے کچھ افراد ایسے بھی گزرے ہیں کہ جو چلتی ٹرین میں یا بیت الخلاء میں یا نجاست سے لتھ پتھ چارپائی میں لقمہ اجل ہوئے ہیں اور بے بسی اور بے کسی کے عالم میں عبرت ناک موت ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کی ذلت وعبرتناک موت سے ان کا نبی کے ساتھ ہمسری کا باطل دعویٰ کافور ہو جاتا ہے۔

حضور اقدس کی مفارقت میں صحابہ کا الم و اضطراب:

شب چہار شنبہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۱ ہجری کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں برائے استراحت داخل کیا گیا۔ دفن کے بعد صحابہ کرام سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ: اے گروہِ صحابہ! تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو سپرد خاک کرو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے بنت رسول! اے زہرا! آپ نے ٹھیک فرمایا۔ ہم بھی یہی خیال کرتے تھے کہ جسم اقدس کو کس طرح سپرد خاک کریں؟ اسی غم میں ہم بھی مبتلا تھے لیکن ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔ شریعت کے حکم کے بجا آوری کے بغیر چارہ بھی نہیں۔

صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ خاک حسرت وندامت اپنے حال و وقت کے سر پر ڈالتے تھے۔ اپنے محبوب آقا کے فراق و ہجر کی آتش میں جل رہے تھے۔ بے چینی و بیقراری کے عالم میں تڑپ تڑپ کر گریہ و زاری کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی دن مدینہ طیبہ میں اس دن سے بہتر و نورانی تر نہ تھا جس دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے اور کوئی دن مدینہ طیبہ میں اس دن سے بدتر اور تاریک تر اس دن سے زیادہ نہیں تھا جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے پردہ فرمایا تھا۔

حضور اقدس جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے سانحہ نے صحابہ کرام کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ رنج وغم سے ان کی حالت غیر ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ہر طرف غم و اندوہ کی بکائیں سننے میں آئی تھیں۔ روتے روتے لوگوں کے حال دگرگوں ہوگئے تھے۔ نمناک اور اشکبار آنکھیں، سسکیاں اور نالۂ غم کی ہچکیاں ہر شخص کے ساتھ لازم وملزوم کی حیثیت سے ملحق تھیں۔ اَجلّہ صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے صاحب تحمل کی قوت ضبط بھی جواب دے چکی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی رخ زیبا کے دیدار سے اب ہم محروم ہوگئے ہیں یہ خیال آتے ہی ان کو اپنی زندگی بوجھ معلوم ہوتی تھی۔ بقول:

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
ان کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

صحابہ کرام پر اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق اتنا شاق گزرتا تھا کہ روتے روتے وہ آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ محبوب آقا کے بغیر جینا ہی ان کے لئے دشوار تھا جسے دیکھو وہ شکستہ حال و بال اور شکستہ خاطر و دل ہے۔ ہر ایک کا چہرہ شکستہ رنگ نظر آتا ہے۔ قرار جان و دل رخصت ہوگیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو تلوار تان لی اور فرمایا کہ: جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں اس کے لئے میری تلوار کی ضرب ہے۔ کون کس کو سنبھالے، کون کس کو تسلی دے، کون کس کو سہلائے؟ لیکن ایسے نازک وقت میں خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مضطرب و بیقرار صحابہ کرام کی جماعت کو سنبھالا۔

فتنوں کی آندھی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا استقلال

باتفاق رائے جمیع المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے۔ تمام صحابہ کرام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے محبوب آقا و جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کے صدمے سے باہر بھی نہ ہوئے تھے اور آپ نے بھی پوری طرح امور خلافت کا انتظام بھی نہ فرمایا تھا کہ فتنوں کی آندھی شروع ہوئی۔ عرب کے کچھ قبائل نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا، نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے، منافقوں نے بھی سر اٹھایا، عیسائیوں نے عرب کے یہود و کفار کی اشتراکیت میں مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں، حالات کی سنگینی اور وقت کی نزاکت کا خیال کر کے مسلمانوں میں بے چینی و اضطراب رونما ہو گیا۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطلق نہیں گھبرائے۔ آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ کامل عزم و اعتماد کے ساتھ ہر فتنہ کا تدارک اور صفایا کرنے پر مستعد ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے استقلال محکم اور یقین پختہ کا اندازہ اس بات سے آجائے گا کہ جب مذکورہ فتن کی خبریں مدینہ منورہ پہنچیں تو بعض صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ جب تک یہ فتنے تھم نہ جائیں وہاں تک حضرت اسامہ بن زید کی سرداری میں ملک شام جانے والا لشکر جو اس وقت مدینہ منورہ کے قریب مقام جرف میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے اسے ملک شام کی طرف روانہ نہ کیا جائے بلکہ مدینہ منورہ میں واپس بلا لیا جائے کیونکہ اس نازک وقت میں دشمنان اسلام کو معلوم ہوگا کہ لشکر اسلام مدینہ سے باہر گیا ہوا ہے تو ان کے حوصلے بڑھیں گے اور وہ دلیر بن کر رخنہ اندازی، فتنہ پروری اور حملہ آوری میں سرگرم ہوں گے۔ لہٰذا اسامہ بن زید کا لشکر مدینہ میں موجود رہے یہ ضروری ہے تاکہ منافقین و مرتدین پر داب (رعب، دبدبہ، دھاک) رہے اور ضرورت پڑنے پر ان کی سرکوبی میں لشکر کام بھی آئے۔

لیکن امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ صادق پر ہزاروں صدائے داد تحسین کہ آپ نے فرمایا کہ: جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے۔ ابوبکر میں وہ جرأت و طاقت نہیں کہ اُسے واپس بلا لے۔ جس لشکر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے وہ روانہ ہو کر ہی رہے گا، ہرگز نہیں رُکے گا۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ بن زید کے بھیجنے سے میں مرتدوں کا لقمہ بن جاؤں گا تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روانہ فرمایا ہوا لشکر واپس نہیں بلاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی

جانب روانہ فرمایا۔ حضرت اسامہ ماہ ربیع الآخر ۱۱ ہجری میں روانہ ہوئے۔ مقام ابنیٰ میں عیسائیوں کے لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا۔ کافی تعداد میں عیسائی مقتول ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ نے اپنے والد کے قاتل کو بھی قتل کیا اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کر کے چالیس دن کے بعد مدینہ منورہ فاتحانہ واپس آئے۔

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پختہ دلی سے کام لیتے ہوئے تمام فتن کا استیصال (بیخ کنی، جڑ سے اکھاڑنا) فرما دیا۔ جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے کا انکار کر کے ''نص قطعی'' یعنی قرآن کے صریح حکم کا خلاف کیا تھا ان کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی قسم کی نرمی یا رعایت نہیں برتی بلکہ سختی سے کام لیا۔ آپ کی سختی دیکھ کر بعض صحابہ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اس وقت اسلام بہت ہی نازک وقت سے دوچار ہے لہٰذا آپ نرمی اختیار فرمائیں تو بہتر ہے۔ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ سختی نہ کی جائے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رسی کا ایک ٹکڑا بطور زکوٰۃ ادا کرتا تھا لیکن اب دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کے لئے میری تلوار ہے۔ یعنی اس پر میری تلوار کا وار ہوگا۔ چنانچہ آپ نے بڑی اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے زکوٰۃ دینے کا انکار کرنے والوں کے ساتھ سختی سے کام لیا اور فتنہ ارتداد کا سر کچل کر رکھ دیا۔ مرتدوں نے نئے سرے سے اسلام قبول کیا اور صدق دل سے تمام اسلامی احکام بجا لائے۔

☆ نبوت کے جھوٹے دعویدار (۱) مسیلمہ بن ثمامہ المعروف مسیلمۃ الکذاب، (۲) اسود بن کعب عنسی، (۳) طلیحہ بن خویلد اسدی، (۴) سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمہ کی سرکوبی و استیصال میں عزم محکم سے کام لیا۔ مسیلمۃ الکذاب جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اس کی بیوی سجاح بنت الحارث ایک جزیرہ میں چھپ گئی اور ہلاک ہوگئی۔ اسود بن کعب عنسی، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا اور طلیحہ بن خویلد اسدی ملک شام بھاگ گیا۔ طلیحہ بن خویلد اسدی خلافت فاروقی میں اسلام لایا۔ صدق دل سے ایمان پر قائم رہا اور اسلامی لشکر میں شامل ہو کر جہاد کرتے ہوئے ''جنگ نہاوند'' میں شہادت پائی۔ طلیحہ بن خویلد اسدی کا واپس اسلام قبول کرنے کا حال اس کتاب میں ''فتح طرابلس، صور، قیساریہ وغیرہ'' عنوان کے تحت مذکور ہے۔ انشاء اللہ قارئین کرام اُس عنوان میں مطالعہ فرمائیں گے۔

ملک شام میں اسلامی لشکر بھیجنے کا پس منظر

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے فوراً بعد عظیم فتن کی آندھی چلی جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں گزرا لیکن جب یہ فتنے شباب پر تھے تب ملک شام کی نصرانی سلطنت نے موقع غنیمت سمجھ کر وقت کا فائدہ اٹھانے کی غرض سے پھر ایک مرتبہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی عظیم پیمانے پر تیاری کردی۔ جنگ موتہ، غزوہ تبوک اور سریہ اسامہ بن زید کے ذریعے اسلامی لشکر نے ذلت و رسوائی کا جو مزہ چکھایا تھا اس سے ان کے دلوں میں حسد اور انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ ہارا جواری پگڑی رکھے مثل کے مثالی بنتے ہوئے ماضی قریب کی فضیحت و ہزیمت سے سبق و نصیحت حاصل کرنے کے بجائے پھر اُچھلنا شروع کیا۔ جس طرح بلی کو چھچھڑے کے خواب آتے ہیں اس طرح شامیوں کو ملک عرب پر حملہ کر کے اسلامی سلطنت کا تختہ پلٹ دینے کے خواب آنے لگے۔ اسلام میں پیدا شدہ فتن اور اسلامی لشکر کو اندرون ملک ماحول و انتظام کی بحالی کے لئے جنگ میں الجھا ہوا جان کر اس وہم و گمان میں مبتلا تھے کہ اب سنہری موقع ہاتھ لگا ہے لہٰذا انہوں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ ملک شام میں ہو رہی لشکر کی تیاری کی خبر امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملی لیکن اس وقت آپ نبوت کے جھوٹے دعویدار، مرتدین اور مانعین و منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عزم محکم و عمل پیہم نے بہت ہی جلد تمام فتن کو کچل کر رکھ دیا اور ملک عرب میں پھر امن و سکون کا ماحول قائم ہو گیا۔

جب ملک عرب کی فضاء ہموار و خوشگوار ہو گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ملک شام کی نصرانی سلطنت کی طرف توجہ مرکوز فرمائی اور فکر رسا و فکر فردا کرتے ہوئے یہ تجزیہ اخذ فرمایا کہ جب دیکھو تب قیصر روم چھچھورا پن کر کے چونچ مارنے کے حرکتیں کرتا ہے۔ اپنے بزدل لشکر کی کثرت پر چوہے کے ہاتھ ہلدی لگی وہ بھی پنساری بن بیٹھا کہ زعم میں مبتلا ہے لہٰذا اب اس کا کان مروڑنا ضروری ہے۔ قیصر روم ہم پر لشکر کشی کرے اس کے پہلے ہی اسلامی لشکر کو ملک شام بھیج دینا مناسب ہے تاکہ مجاہدوں کے گرز کے تازیانہ سے اس کے اوسان ٹھکانے پر لا کر اس کی ہمیشہ کی چھیڑ چھاڑ کا سدباب کیا جائے۔ بقول:-

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

(از۔ امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

''فتوحات ملک شام اور اعلانِ جہاد''

عیسائیوں کی پیش دستی نے مسلمانوں کو ملک شام پر لشکر کشی پر آمادہ کیا اور اسلامی لشکر کے سر فروش و کفن بر دوش مجاہدوں نے تحفظ ناموس رسالت اور فروغ اسلام کے لئے اپنے سردھڑ کی بازی لگا کر پورے ملک شام پر پرچم اسلام لہرا دیا۔ اس خدمت عظیم کی ادائیگی میں مجاہدین اسلام نے جو شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کیا ہے اور جو پر خلوص قربانیاں دی ہیں اس کی نظیر و مثال تاریخ میں نایاب ہے۔ اسلام کی سنہری تاریخ میں طلائی حروف سے یہ تمام واقعات مرقوم و مسطور ہیں۔

علامہ محمد بن عمرو الواقدی کہ جن کا شمار ارباب سیر و تواریخ میں ہوتا ہے انہوں نے ان تمام واقعات کو اپنی تصنیف ''فتوح الشام'' میں بالتفصیل بیان فرمائے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہر مومن مسلمان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے عشق رسول کے جذبہ صادق کے کیف میں اپنی جانوں پر کھیل کر ''شجاعت اور بہادری'' کی بھی عزت افزائی کی ہے۔ ہمارے درخشاں ماضی کی چمک دمک اور شان و شوکت کی تابانی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اسلام نہ کسی سے دبا ہے نہ دبے گا اور نہ دب سکتا ہے، عشق رسول ایک ایسی طاقت ہے کہ اس کا حامل اگر پہاڑے سے بھی ٹکرائے گا تو اسے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ امنڈتے ہوئے سمندر کی طغیانی سے بے خوف و بے پروا ہو کر عاشق رسول اس میں چھلانگ لگا دیتا ہے اور سفینہ عشق رسول کی بدولت اسے آسانی سے عبور کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کی بین شہادت ملک شام کی فتوحات کے تذکرۂ صادقہ کے مطالعہ سے حاصل ہوگی۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں غلو، لغو، کذب بیانی، وغیرہ سے قطعی طور پر اعراض و احتراز کرتے ہوئے صرف اور صرف بیان امر واقعی سے ہی کام لیا ہے۔ موضوع اور ضعیف روایات متروک فرما کر صحیح روایات ہی اخذ فرمائی ہیں، راویوں کی ثقاہت و متابعت کا کامل التزام فرما کر اپنی تمام تصانیف کو صحت و صداقت سے آراستہ فرما کر اپنے آپ کو ''ثقہ راوی'' کے زمرہ میں شامل کرایا ہے۔ علامہ واقدی قدس سرہ کی تصانیف علمائے ملت اسلامیہ کی نظروں میں معتمد و مستند ہیں۔

علامہ واقدی نے ارقام تاریخ اسلام کے لئے جو عرق ریزی کی ہے ملت اسلامیہ تا قیامت ان کی مرہون منت و شکر گزار رہے گی۔ بلکہ ان کی تصانیف کو ایمانی و عرفانی دستاویز کا مرتبہ دے کر ان کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت و داد تحسین کے تحائف و ہدایا پیش کرتی رہے گی۔ علامہ واقدی کے قلم حق ارقام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال و ارشاد اور افعال و انعقاد کا ذکر کر کے ملت اسلامیہ کو عقائد حقہ، صادقہ، مستحسنہ، موکدہ کی تدریس و تدقین فرمائی ہے۔ عشق رسول کے جذبہ صادق کے ابر کرم سے اُبھرے ہوئے دلوں کی بنجر کاشت کی آبیاری کی ہے۔ علامہ واقدی قدس سرہ کی تمام تصانیف کا ماحصل اور لب لباب یہی ہے کہ عشق رسول کی بدولت ہی صحابہ کرام کی مقدس جماعت فتح و نصرت سے سرخرو ہو کر دنیا کی بڑی طاقتوں اور عظیم سلطنتوں پر غالب آئی تھی۔ عشق رسول ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔ ان کی جان، ان کی حیات، ان کی زندگی، ان کا ثبات، ان کے دل کی دھڑکن، ان کے سانسوں کی آمد و رفت، ان کا ہتھیار، ان کی سپر، ان کی ڈھال، ان کے غم کا ازالہ، ان کے درد کا مداوا، ان کی پناہ، ان کی حفاظت ان کی نصرت، ان کی رفعت، بلکہ ان کی بقاء کا انحصار بھی عشق رسول تھا۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزُوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

علامہ واقدی قدس سرہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی قلم سے روشنائی کے بدلے عشق رسول کی روشنا سی ٹپکتی ہے اور مطالعہ کرنے والا کیف عشق کے احفاظ سے صدائے احسنت بلند کرتا ہے۔ جس عشق رسول نے صحابہ کرام کو سر بلندی عطا فرمائی تھی۔ اسی عشق رسول نے علامہ واقدی کو ارباب سِیَرو تواریخ پر برتری و برگزیدگی بخشی ہے۔

☆ ابوالحسن النوزی اور ابوطلحہ بن العوام روایت کرتے ہیں کہ ابو یزید محمد بن عبدالاعلیٰ الصنعانی نے فرمایا کہ میں نے معتمر بن سلیمان سے اس قدر حدیثیں سنی ہیں کہ نہ شمار کرسکتا ہوں نہ یاد رکھ سکتا ہوں۔ نیز وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ تواریخ میں علامہ واقدی کی کتاب سے زیادہ تر معتبر کسی کتاب کو نہیں پاتا ہوں۔

(حوالہ: مغازی الصادقہ ترجمہ معازی الرسول، ص: ۳۵۷)

☆ امام عشق ومحبت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف لطیف ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ کا شمار ''ثقہ راوی'' کے زمرے میں کر کے ان کی تصانیف کو معتمد و مستند کا درجہ دے کر علامہ واقدی کی جناب میں خراج عقیدت کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

اب ہم علامہ واقدی کی کتاب ''فتوح الشام'' کو مآخذ و مرجع بنا کر ملک شام میں لشکر اسلام کی فتوحات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، علامہ واقدی کی تصنیف سے اقتباس کر کے صرف اصل واقعہ اخذ کر کے واقعہ ومعرکہ کی منظرکشی کی سعی بلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تعلق سے اسلامی عقیدہ، صحابہ کرام کا اعتماد و یقین، فرقہ باطلہ کے فاسدم عقائد ونظریات کا رد اور موجودہ دور میں مسلمانوں کی پس ماندگی و بزدلی اور احساس کمتری کے وجوہات، اسباب، اثرات ومہلک نتائج پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد اس کے تدارک و معالجہ کی اہم ضرورت و تدبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قارئین کرام کو ملک شام کی سیر وتفریح کرانے کی خدمت کا شرف حاصل کریں گے۔

حضرت صدیق اکبر کا صحابہ کرام سے مشورہ اور اعلان جہاد:-

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام پر کوچ لے جانے کے اپنے فیصلہ و ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ اور رائے معلوم کرنے کی غرض سے ایک دن صحابہ کرام کی جماعت کو جمع کر کے فرمایا کہ اے گروہ صحابہ! آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کی سرکشی اور زیادتیوں کا سدباب کرنے کے لئے ملک شام کی عیسائی سلطنت سے جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن آپ کے عزم کے استکمال کے قبل اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلالیا۔ لہٰذا میں لشکر اسلام کو ملک شام کی جانب ارسال کرنے کا قصد رکھتا ہوں اور یہ بھی جان لو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ

فرمانے سے پہلے مجھ سے فرمایا تھا کہ:

''میرے لئے زمین لپیٹی گئی، پس میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو دیکھا اور عنقریب میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میں نے دیکھا ہے''۔

لہٰذا اے جماعت مسلمین! مجھے اس امر میں تمہاری عمدہ رائے اور مشورے ظاہر کرو۔ تمام صحابہ نے بیک زبان یہی جواب دیا کہ اے ہمارے سردار! ہم آپ کے حکم کے تابع ومحکوم ہیں۔ آپ کی اطاعت وفرمانبرداری ہم پر فرض ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج'' (پارہ ۵ رکوع ۵، سورہ النساء، آیت ۵۹)

ترجمہ: ''حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں'' (کنزالایمان)

لہٰذا اے امیر المومنین! آپ کو جو منظور ہو اس کا حکم فرمایئے اور جہاں کہیں بھی ہم کو بھیجنا چاہیں ارسال فرمائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سائر مومنین کا یہ جواب سن کر بہت خوش ومسرور ہوئے اور آپ نے اسی دن جہاد کا اعلان کر دیا۔ ملک عرب کے تمام شہروں اور قصبات کے ملک وحکام وامراء کو ایک ہی مضمون وعبارت کا خط لکھا کہ میں ملک شام کی طرف اسلامی لشکر کو بھیجوں تاکہ وہ کفار واشرار کا مقابلہ کرے اور اس ملک کو فتح کرے۔ اللہ کی اطاعت کی طرف دوڑو اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ خط لے کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یمن اور مکہ معظمہ اور ان کے اطراف کی جانب گئے۔ امیر المومنین کے خط نے مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کر دیا۔ لوگ لبیک کہتے ہوئے اٰمنا واطعنا کی صدائیں بلند کرتے ہوئے جہاد کی تیاری میں لگ گئے۔ زادِ راہ اور سامان جنگ فراہم کرنے میں مصروف ہوگئے اور حضرت انس بن مالک کو یہ کہہ کر مدینہ طیبہ روانہ کیا کہ آپ پہلے جا کر ہمارے آنے کی اطلاع امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا دیں۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں لہٰذا حضرت انس نے مدینہ لوٹ کر امیر المومنین کو متفرق مقامات سے متعدد قبائل کی آمد کی اطلاع وخوشخبری سنائی۔ چند ہی دنوں کے بعد مجاہدین اسلام جوق در جوق اور گروہ در گروہ مدینہ طیبہ میں آ کر جمع ہونے لگے۔

☆ یمن سے قوم حمیر زیر سرداری حضرت ذوالکلاع الحمیری سب سے مقدم آمد کی۔

☆ ان کے بعد قوم مذحج، سردار اُن کے حضرت قیس بن ہبیرہ المرادی تھے۔

☆ ان کے بعد قبائل قوم طے، سردار اُن کے حضرت حابس بن سعید الطائی تھے۔

☆ ان کے بعد قوم ازد، سردار اُن کے حضرت جندب بن عمرو الدوسی، اس گروہ میں حضرت ابوہریرہ بھی تھے۔

☆ ان کے بعد قوم بنوعبس، سردار اُن کے حضرت میسرہ بن مسروق تھے۔

☆ ان کے بعد قوم کنانہ، سردار اُن کے حضرت قثم بن الشیم الکنانی تھے۔

تمام مجاہدین کا لشکر اطراف مدینہ میں جمع ہوا۔ تمام مجاہدین اپنے ساتھ سامان جنگ، گھوڑے، سواری کے دیگر جانور، زادِ راہ اور اہل وعیال کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔

''اسلامی لشکر کی مدینہ سے ملک شام روانگی''

اسلامی لشکر مدینہ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ اطراف مدینہ سے بھی کافی تعداد میں مجاہدین عزم جہاد لئے لشکر میں شامل ہو رہے تھے۔ لشکر کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا تھا۔ لشکر کے مجاہدین شہر مدینہ منورہ سے اشیاء خورد ونوش اور اپنے جانوروں کا دانہ و چارہ مول لیتے تھے۔ چند دنوں میں مدینہ کے تاجروں کا اناج کا ذخیرہ ختم ہونے کو آیا اور اشیائے صرف کی قلت اور کم یابی محسوس کی جانے لگی۔ کھانے پینے اور چارے کی فراہمی میں تکلیف ہونے لگی لہٰذا باہر سے آئے ہوئے قبائل کے سرداروں نے مشورہ کیا کہ یہاں زیادہ اقامت کرنے میں قلت اشیاء کی تکلیف مزید بڑھے گی۔ مناسب یہ ہے کہ ہم حضرت امیر المومنین کی خدمت میں جا کر استدعا کریں کہ ہمیں ملک شام کی جانب کوچ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ تمام قبائل کے سردار متحدہ طور پر امیر المومنین کی خدمت میں گئے اور اپنا مدعا گوش گزار کیا۔ امیر المومنین نے ان کی گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اسی وقت استادہ ہوگئے۔ اپنے ہمراہ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی شیر خدا، حضرت سعید بن زید، حضرت عمر بن نفیل بن زید و دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو لے کر اس مقام پر تشریف لائے جہاں مجاہدین اسلام فروکش تھے۔ مجاہدین نے تہلیل وتکبیر سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ امیر المومنین نے تمام کو دعائے خیر سے نوازا اور بعدہٗ آپ نے حسب ذیل ترتیب سے اسلامی لشکر کو روانہ فرمایا۔

☆ حضرت یزید بن ابی سفیان کو نشان فوج عطا کر کے ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر فرمایا۔

حضرت ربیعہ بن عامر کو نشان فوج عطا کر کے ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر فرمایا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور ثنیۃ الوداع نامی مقام تک لشکر کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے گئے اور حسب ذیل وصایا فرمانے کے بعد روانہ فرمایا:

☆ کوچ کرتے وقت بہت تیز رفتاری سے چلنے کا اپنے ساتھیوں کو اصرار مت کرنا، ☆ کوئی شخص بھی لشکر سے الگ ہو کر اکیلا نہ چلے، ☆ اہم کام میں مشورہ کرنا، ☆ عدل وانصاف کا طریقہ اختیار کرنا، ☆ ظلم وستم سے باز رہنا، ☆ جب دشمن پر فتح پاؤ تو کمسن بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، ☆ کھجور اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، ☆ کھیتوں کو نہ جلانا، ☆ جن جانوروں کا کھانا حلال ہے ان کے علاوہ کسی بھی جانور کو بلا وجہ ذبح نہ کرنا، ☆ کفار سے بھی اگر عہد و پیمان کرو تو اس میں بیوفائی نہ کرنا، ☆ صلح کو نہ توڑنا، ☆ تارک الدنیا لوگوں کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی ان کے عبادت خانوں کو ڈھانا، ☆ دشمن کے سامنے تین باتیں پیش کرنا' اوّل یہ کہ اسلام قبول کریں۔ دوم یہ کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو جزیہ ادا کریں۔ سوم یہ کہ اسلام اور جزیہ دونوں کا انکار کریں تو ان کے سروں پر اپنی تلواریں سونتنا۔

ملک شام کی طرف یہ پہلا لشکر تھا جو حضرت صدیق اکبر نے روانہ فرمایا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر دونوں کے لشکر تبوک (Tabuk) اور جابیہ (Jabiya) کے راستے سے دمشق (Damascus) کی طرف کوچ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

پہلا معرکۂ جنگ بمقام تبوک

ہرقل بادشاہ نے مدینہ منورہ میں اپنے کچھ جاسوس مخبری کے کام پر متعین کر رکھے تھے اور وہ عرب متنصرہ یعنی نصرانی عرب تھے۔ جب اسلامی لشکر بارادہ کوچ ملک شام جمع ہو رہا تھا تو جاسوسوں نے ہرقل بادشاہ کو اطلاع بھیجی کہ لشکر اسلام عنقریب ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کرنے والا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہرقل نے ارکان حکومت کو فوراً جمع کیا اور ان کو اسلامی لشکر کی کوچ کی تفصیل بتائی۔ ارکان حکومت نے کہا کہ ہم ضرور ان سے لڑیں گے۔ ان کو ہمارے ملک میں داخل ہونے سے باز رکھیں گے بلکہ ان کے ملک پر دھاوا بول دیں گے اور ان کے کعبہ کو کھود کر پھینک دیں گے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ قیصر روم ہرقل نے ارکان دولت کا یہ جواب سنا تو اس کا سینہ مارے خوشی کے پھول گیا اور اس نے فوراً آٹھ ہزار سواروں کا لشکر حسب ذیل ترتیب دے کر روانہ کیا۔

☆ دو ہزار سواروں پر بطریق باطلیق کو سردار مقرر کیا۔

☆ دو ہزار سواروں پر باطلیق کے بھائی بطریق جرجیس کو سردار مقرر کیا۔

☆ دو ہزار سواروں پر شرطہ کے حاکم لوقا بن شمعان کو سردار مقرر کیا۔

☆ دو ہزار سواروں پر غزۃ اور عسقلان کے حاکم صلیبا کو سردار مقرر کیا۔

مذکورہ چاروں سردار شجاعت اور عقل میں مشہور زمانہ تھے۔ جنگی امور اور فن میں یکتائے زمانہ تھے۔ ان چاروں کی سرداری میں آٹھ ہزار کا رومی لشکر اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کے بعد تبوک کی جانب روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر تین دن سے تبوک میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ چوتھے دن لشکر کوچ کی تیاری کر رہا تھا کہ ناگاہ رومی لشکر دور سے آتا ہوا نظر آیا۔ آٹھ ہزار سواروں کے لشکر کے چلنے کی وجہ سے غبار مثل بادل کے اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ غبار دیکھ کر اسلامی لشکر محتاط و ہوشیار ہو گیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے ایک ہزار مجاہدوں کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور حضرت ربیعہ بن عامر کو ان پر امیر مقرر کیا۔ باقی ماندہ ایک ہزار کو رومی لشکر سے مقابلہ کرنے میدان میں عیاں رکھا اور صفوں کو ترتیب دینے لگے۔

آٹھ ہزار کا رومی لشکر اکڑتا اور اتراتا ہوا آگے بڑھتا ہوا آہستہ آہستہ اسلامی لشکر کے قریب آ رہا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہیوں کے خود، زرہیں، نیزے، تلواریں اور سپر آفتاب کی روشنی میں مثل آئینہ چمک رہے تھے اور ان سے شعائیں اٹھ رہی تھیں۔ گویا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آہنی انسانوں کا سمندری سیلاب آ رہا ہے۔ رومی سپاہی ناقوس بجا بجا کر سونے اور چاندی کی

صلیبان کو بلند کر کر کے کلمات کفر باآواز بلند رٹتے ہوئے اور شور کرتے ہوئے ایک دل دھڑکا دینے والی ہیبت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب دونوں لشکر کے درمیان بہت ہی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کا آسانی سے جائزہ لے سکے اتنی نزدیکی ہوگئی تھی۔ فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ رومی لشکر کی کثرت اور ساز وسامان کی فراہمی دیکھ کر اسلامی لشکر میں کرب و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ دل کی بیقراری چہرے سے نمایاں ہونے لگی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے رومی لشکر کی تعداد کا تخمینہ لگایا تو ان کو رومی لشکر کی تعداد آٹھ سے دس ہزار تک کی معلوم ومحسوس ہوئی۔ اسلامی لشکر صرف دو ہزار کا تھا۔ ایک ہزار میدان میں اور ایک ہزار کمین گاہ میں پوشیدہ۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے اسلامی لشکر میں اضطراب کے آثار بھی محسوس کیے لہٰذا انہوں نے مجاہدین کو ڈھارس دیتے ہوئے فرمایا کہ اے گروہ مومنین! اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ کئی معرکوں میں فرشتوں کو بھیج کر تمہاری اعانت ونصرت فرمائی ہے۔ اے اسلام کے خدمت گارو! رومی لشکر کی تعداد کو خاطر میں مت لاؤ۔ رومیوں کی کثرت اور تمہاری قلت سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ تمہارا ناصر اور مددگار پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پارہ ۲، رکوع ۱۷، سورہ البقرہ، آیت ۲۴۹)

ترجمہ ''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے''۔ (کنزالایمان)

اے مسلمانو! ہمارے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ (یعنی ''جنت تلوروں کے سایہ کے نیچے ہے'')

لہٰذا اے توحید و رسالت کے متوالو! غم نہ کھاؤ، خوف نہ کرو، اللہ کی مدد پر اعتماد کامل رکھو، ملک شام میں یہ تمہارا پہلا معرکہ ہے، اسلامی لشکر کی تم پہلی قسط ہو، تم یقین اور امید رکھو کہ اسلامی لشکر کی دیگر قسطیں عنقریب تمہاری کمک کو پہنچنے والی ہیں۔ تم اپنے گمان میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے قریب جانو۔ دشمن تم پر حاوی ہو کر تمہارے قتل کی جرأت نہ کریں اس بات کا خیال رکھتے ہوئے احتیاط اور ہوشیاری سے کام لو۔

حضرت یزید بن ابی سفیان پند ونصائح کے ذریعہ مجاہدین میں ایک جوش پیدا کر رہے تھے کہ رومی لشکر بالکل قریب آپہنچا۔ رومیوں نے اسلامی لشکر کی قلیل تعداد دیکھی تو ان کے حوصلے بلند ہوگئے۔ رومی سرداروں نے اپنے لشکر کو للکار کر پکارتے ہوئے کہا کہ ان مٹھی بھر عربوں کو نیزوں کی نوک پر لو اور ایک کو بھی زندہ بھاگنے نہ دو۔ صلیب سے مدد مانگو۔ صلیب کی برکت سے ضرور تم کو فتح وغلبہ حاصل ہوگا۔ اپنے سرداروں کے اکسانے اور جوش دلانے پر رومی لشکر نے دفعتۃً یلغار کر دی۔ آٹھ ہزار کے رومی لشکر نے ایک ہزار کے اسلامی لشکر کو نرغہ میں لے لیا۔ جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی بوچھار، صمصام کی بھرمار اور اسلام کے کفن بردوش مجاہدین بڑی دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ قتل وقتال شباب پر تھا۔ عین اسی وقت حضرت ربیعہ بن عامر ایک ہزار سواروں کو لے کر کمین گاہ سے نکلے۔ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور بجلی کی مانند دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ دوسری جانب سے اسلامی لشکر کے نئے حملے سے رومی لشکر بوکھلا گیا۔ اسلامی لشکر کی

کمک آ پہنچی ہے اس وہم وگمان میں ان کے اوسان خطا کر گئے۔ قدم ڈگمگا گئے۔ دل کانپ اُٹھے، حوصلے ٹوٹ گئے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان کے ساتھیوں نے حضرت ربیعہ بن عامر کے لشکر کی صدائے تکبیر سنی تو اس صدا کے صرف سننے سے نئی ان میں نیا جوش پیدا ہوا۔ حملے کی شدت اور جست وخیز کی سرعت سے رومی ہڑ بڑا اُٹھے۔ تلواروں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہاتھ لرزنے لگے۔ اپنا دفاع کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ رومی لشکر پورے دباؤ میں آ گیا۔ اس کے سپاہی پیچھے ہٹنے لگے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے ان کے سروں پر تلوار رکھ کر گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ رومی لشکر کو ثابت قدم رکھنے کے لئے رومی سردار باطلیق سپاہیوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگا۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے قریب جا کر اس کو شدت سے نیزہ مارا جو اس کے سُرین توڑ کر دوسری جانب نکلا۔ باطلیق نیزہ کی مار کی تاب نہ لا سکا۔ زور سے چنگھا اور بری طرح ڈکارتا ہوا زمین پر مردہ ہو کر گرا۔ باطلیق کی موت سے رومی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ بدحواسی کے عالم میں راہ فرار اختیار کی اور پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا۔

مجاہدوں نے مفرور رومیوں کا تعاقب کیا اور شمشیرزنی کے جوہر دکھاتے ہوئے ان کو کافی دور تک ہانک بھگایا۔ اس معرکہ میں رومی لشکر کے دو ہزار دوسو (۲۲۰۰) سپاہی قتل ہوئے۔ اسلامی لشکر سے ایک سو بیس (۱۲۰) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

بھاگتے ہوئے رومی کا ٹھہرنا، گفتگو، پھر جنگ شروع اور لشکر اسلام کی عظیم فتح:

رومی لشکر کے سپاہی اسلامی لشکر کے مجاہدوں سے خوفزدہ ہو کر اپنی جان کی خیر منانے دُم دبا کر بھاگ رہے تھے۔ مقتول رومی سردار باطلیق کے بھائی سردار جرجیس نے اچانک مفرور رومی لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور پھر مخاطب ہو کر کہا کہ اے بندگان صلیب! ہم کون سا منہ لے کر قیصر روم ہرقل کے سامنے جائیں گے۔ مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر نے ہمارے بڑے لشکر کو شکست فاش دے کر ہمارے بہادروں کی لاشوں سے زمین کو بھر دیا ہے لہٰذا میں ایسی ذلت اور ہزیمت کے عالم میں بادشاہ کے روبرو جا کر ندامت اور شرمساری اٹھانا نہیں چاہتا۔ نیز میرے بھائی سردار باطلیق کو مسلمانوں نے بڑی بے دردی سے قتل کیا ہے اور جب تک میں اپنے بھائی کا انتقام نہ لے لوں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو فبہا ورنہ میں اکیلا ٹھہرتا ہوں، تم کو بزدلوں کی طرح بھاگنا ہے تو بھاگ جاؤ۔

سردار جرجیس کی مذکورہ ولولہ خیز گفتگو نے رومی لشکر میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا اور تبوک سے بھاگ کر جہاں تک پہنچے تھے وہیں پر لشکر ٹھہر گیا۔ خیمے نصب کر کے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ لشکر کو ٹھہرا کر جرجیس سردار نے اپنے معتمد نصرانی عرب جس کا نام قداح بن واثلہ تھا اس کو اسلامی لشکر کی طرف بطور ایلچی بھیجا تا کہ وہ اسلامی لشکر سے کسی عاقل و دانا شخص کو بحیثیت نمائندہ طلب کر کے اپنے پاس لائے تا کہ اس سے دریافت کر کے معلوم کرے کہ اسلامی لشکر ہم سے کیا چاہتا ہے؟

علامہ محمد بن عمرو واقدی روایت کرتے ہیں کہ جب قداح بن واثلہ رومی سردار جرجیس کا پیغام لے کر اسلامی لشکر میں آیا تو حضرت ربیعہ بن عامر اس کے ساتھ جانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے حضرت ربیعہ کو

سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے میرے ایمانی بھائی! رومی لشکر میں تمہارا جانا مجھے مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ تم نے رومی لشکر کے سردار کو قتل کیا ہے لہٰذا اندیشہ ہے کہ رومی تمہارے ساتھ غدر اور بیوفائی کریں گے۔ حضرت ربیعہ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی کہ:

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○

(پارہ ۱۰، رکوع ۱۳، سورہ التوبۃ، آیت ۵۱)

ترجمہ: ''تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے''۔ (کنز الایمان)

القصہ حضرت ربیعہ بن عامر قداح بن واثلہ کے ساتھ رومی لشکر کے کیمپ میں جانے کے لئے روانہ ہوئے لیکن روانہ ہوتے وقت انہوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان سے کہا کہ میں جب تک رومی لشکر کے کیمپ میں رہوں تب تک آپ مسلسل رومی لشکر کی حرکت وسکنت پر نگرانی رکھیں اور اسلامی لشکر کو حملہ کے لئے تیار رکھیں اگر رومی میرے ساتھ غدر اور بیوفائی کریں تو تم فوراً دھاوا بول دینا۔ حضرت ربیعہ بن عامر رومی لشکر کے کیمپ میں پہنچ کر جرجیس کے خیمہ میں داخل ہوئے لیکن گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لئے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔ جرجیس نے حضرت ربیعہ سے کہا کہ اے عربی برادر! تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ فرمایا: اسلام یا جزیہ یا پھر جنگ، جرجیس نے کہا کہ ہم تمہارے لشکر کے ہر پیدل سپاہی کو ایک وسق یعنی اونٹ پر لادا جا سکے اتنا غلہ اور ایک دینار و نیز تمہارے لشکر کے ہر سوار کو دس وسق غلہ اور ایک سو دینار دیں گے۔ علاوہ ازیں تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار اور ایک سو وسق غلہ دیں گے لیکن اس شرط پر کہ تم ہم سے صلح کرلو اور صلح نامہ بھی تحریر کرلیا جائے کہ فریقین میں سے کوئی بھی کسی فریق پر حملہ نہ کرے۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے جرجیس کی پیشکش کو منظور نہ کیا اور فرمایا کہ: ہماری جو تین شرطیں ہیں یعنی (۱) قبول اسلام یا (۲) جزیہ یا (۳) جنگ، جو میں تم کو پہلے بتا چکا ہوں، ان شرائط کے علاوہ اور کسی بھی شرط پر ہم تم سے صلح نہیں کرسکتے۔

ہرقل بادشاہ نے رومی لشکر کے ساتھ دین نصرانی کے زبردست راہب اور مراحل کے عالم کو برکت ونصرت کی دعا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا نام ''صیقلہ'' تھا۔ سردار جرجیس نے صیقلہ کو اپنے خیمہ میں بلایا تاکہ وہ حضرت ربیعہ کے ساتھ دین اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے سوالات کرے اور تحقیق کرے کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ صیقلہ نے حضرت ربیعہ بن عامر سے، نبی آخر الزمان، معراج، رمضان کے روزے، نیکی کا اجر، درود وسلام کے تعلق سے کتب سابقہ میں مذکور شہادت و بشارت کی روشنی میں سوالات کئے۔ حضرت ربیعہ بن عامر نے صیقلہ کے تمام سوالات کے قرآن مجید کی آیات کے حوالوں سے اطمینان وتسلی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ جن کو سن کر صیقلہ بحر حیرت میں غرق ہوگیا اور قریب تھا کہ وہ جرجیس کو اسلام کی صداقت کا اعتراف واقرار کرنے کا حکم دے کہ ایک حادثہ......پیش......آیا!!

دوران گفتگو جرجیس کے احباب میں سے ایک شخص نے حضرت ربیعہ بن عامر کو پہچان لیا کہ یہ شخص تو سردار جرجیس کے

بھائی باطلیق کا قاتل ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جرجیس کے پاس آیا اور حضرت ربیعہ کے متعلق کان میں بات کہی۔ سنتے ہی جرجیس آگ بگولا ہو گیا۔ غصہ کے مارے اس کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ فوراً تلوار کو میان سے نکال کر حضرت ربیعہ پر حملہ کرنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت ربیعہ بن عامر پہلے سے ہی احتیاط برتتے ہوئے چوکنا تھے۔ قبل اس کے جرجیس ان پر وار کرنے میں کامیاب ہوا انہوں نے بجلی کی سرعت سے اپنی شمشیر کو برہنہ کر کے جرجیس کے سر کو اڑا دیا۔ جرجیس کے ساتھی یہ دیکھ کر برانگیختہ ہو گئے اور تمام کے تمام حضرت ربیعہ کی طرف لپکے تاکہ ان کو پکڑ کر شہید کر دیں لیکن حضرت ربیعہ نے ایک جست لگائی اور گھوڑے کی پیٹھ پر جا پہنچے اور اپنے وفادار گھوڑے کو ایڑی لگائی۔ اپنے مالک کا اشارہ پاتے ہی وفادار اَسپ چراغ پا ہو کر ایسا چمک کر دوڑا کہ جو بھی سامنے آتا اس کو اڑا دیتا۔ حضرت ربیعہ بھی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے اپنی تلوار گھمانے لگے۔ رومی لشکر میں ایک ہلچل مچ گئی۔ رومی گھبراہٹ و ہڑبڑاہٹ میں نادانستہ دوڑ بھاگ کرنے لگے۔ دُور کھڑے ہوئے حضرت یزید بن ابی سفیان نے رومیوں کی کھلبلی دیکھی تو تاڑ لیا کہ ضرور کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے نعرہ تکبیر کہتے ہوئے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ ادھر حضرت ربیعہ بن عامر تن تنہا رومیوں کے نرغہ میں جان کو ہتھیلی میں لئے دشمنوں سے ٹکر لے رہے تھے کہ اسلامی لشکر آ پہنچا اور جو مقاتلہ ہوا ہے اس کی صحیح منظر کشی ممکن نہیں۔ رومی سپاہی بھی اپنی جان پر آ کر لڑتے تھے۔ لیکن اسلامی لشکر کے شیروں کا مقابلہ کرنا ان کے لئے ناممکن مرحلہ تھا۔ مجاہدوں نے رومیوں کو اپنی تلواروں اور نیزوں کی نوکوں پر لیا۔ رومیوں کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس پر طرہ یہ کہ جب دونوں لشکر اپنی پوری تاب و توانی سے مصروف جنگ تھے عین اسی وقت حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول اسلامی لشکر لے کر وہاں پہنچے۔ اپنے بھائیوں کو مشرکوں سے جنگ کرتے دیکھ کر وہ بھی شامل جنگ ہو گئے۔ رومیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور شمشیر زنی کی وہ بہتات کی کہ رومی لشکر کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچا۔ سنگریزوں کے بجائے رومی لشکر کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھر گیا۔

وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا
مصطفٰی تیری صولت پہ لاکھوں سلام

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

نوٹ: ''ابھی کاتب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شرحبیل بن حسنہ کا ذکر ہوا ہے ان کے نام میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں۔ شرجیل بولتے ہیں یہ غلط ہے۔ صحیح نام ش، رح، بی، ل یعنی (Shurahbeel) ہے۔ شرجیل (Sharjil) غلط ہے''۔

رومی لشکر کی ہزیمت و تباہی کا یہ عالم تھا کہ آٹھ ہزار کے رومی لشکر سے نام کو بھی ایک فرد بھی زندہ نہ تھا۔ تمام موت کی آغوش میں واصل جہنم ہو گئے تھے۔ آٹھ ہزار کے لشکر کا مال و سامان، خیمے، گھوڑے، تلواریں، نیزے، سپر، خود، زرہیں، وغیرہ سامان حرب، اشیاء صرف، ملبوس اور دیگر بہت ساری چیزیں میدان میں ''لاوارث'' پڑی ہوئی تھیں، جو اسلامی لشکر کے قبضہ میں بحیثیت ''غنیمت'' آئیں۔ ملک شام میں اسلامی لشکر کی یہ پہلی فتح تھی اور سب سے پہلا مال تھا جو غنیمت میں حاصل ہوا تھا۔

مالِ غنیمت اور اس کے احکام

اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں غنیمت کے تعلق سے بہت اختصاراً گفتگو کریں گے۔ غنیمت کے تعلق سے جو شرعی احکام ہیں ان تمام احکام کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں لہٰذا ایک دو بنیادی حکم کا تذکرہ کیا جائے گا جس کو جان کر غنیمت کیا ہے اور کس طرح تقسیم ہوتی ہے اس کی سرسری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

غنیمت کہ جس کو مالِ غنیمت بھی کہا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جنگ میں بطریق قہر وغلبہ حاصل ہو۔ جیسا کہ ابھی ابھی آپ جنگ تبوک کے سلسلہ میں مطالعہ فرما چکے کہ آٹھ ہزار کے رومی لشکر کا ساز وسامان اسلامی لشکر کے ہاتھ لگا۔ اب ہم غنیمت کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں۔

یہ امر مسلم ہے کہ جب دو لشکر میدان جنگ میں ٹکراتے ہیں تو ایک کو فتح حاصل ہوتی ہے اور ایک کو شکست۔ جیتنے والا لشکر ہارنے والے لشکر کے جنگی ساز وسامان اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیتا ہے۔ لشکر کا سپہ سالار اس مال کو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق لشکر میں تقسیم کرتا ہے یا پھر جس بادشاہ کا لشکر ہوتا ہے اس کو پہنچا دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہے۔ اس دوران بے شمار سلطنتیں، حکومتیں، امارات، بادشاہت وقوع میں آئیں اور ہر ایک کے پاس اپنے ملکی انتظام کی بحالی، دشمن سے حفاظت اور سرکشوں کے ضرر سے دفاع کے لئے فوجیں تھیں جن میں گاہے گاہے جنگ وقتال ہوتا تھا۔ عہد ماضی میں روئے زمین پر ہزاروں کی تعداد میں جنگیں ہوئی ہیں اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ ہر جنگ میں ایک کی جیت ہوتی ہے اور دوسرے کی ہار ہوتی ہے اور جیتنے والے لشکر کا ہارنے والے لشکر کے مال و اسباب پر قبضہ ہوتا تھا۔ لیکن مقبوضہ مال جس کو مالِ غنیمت کہا جاتا ہے اس کے تصرف اور تقسیم کا کوئی قاعدہ اور اصول نہ تھا نتیجۃً غنیمت کے مال کی وجہ سے آپسی جنگ و جدال، جھگڑا فساد، مار پیٹ، چوری، ڈکیتی، خیانت، عداوت، بغاوت وغیرہ جیسے رذیل معاملات پیش آتے تھے۔ آپسی اعتماد اور عہد و وفا پر کاری ضرب لگتی تھی۔ مثال کے طور پر زید نام کے بادشاہ کا لشکر بکر نام کے بادشاہ کے لشکر سے میدان جنگ میں ٹکرایا۔ زید بادشاہ کے لشکر کو فتح ہوئی اور بکر بادشاہ کے لشکر نے شکست فاش اٹھائی۔ زید بادشاہ کے لشکری بکر بادشاہ کے لشکر کا مال و اسباب جو میدن جنگ میں ہوگا اس کو لوٹیں گے۔ اس لوٹ مار کی کیفیت پر غور کریں۔ لشکر کا ساز وسامان کسی ایک خیمہ میں تو نہیں پڑا ہوگا بلکہ میدان میں جہاں لشکر کا پڑاؤ ہوگا وہاں ہزاروں کی تعداد میں خیمے نصب ہوں گے۔ علاوہ ازیں معرکہ جنگ اور میدان کارزار میں ہزاروں مقتولین

کی لاشیں پڑی ہوں گیں اور ان مردہ جسموں پر قیمتی لباس، سونا، چاندی، ہیرے اور جواہر کے زیورات، زرہ، خود، اسلحہ وغیرہ ہوگا۔ مالِ غنیمت جمع کرنے اور لوٹنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ ہر شخص کی یہی کوشش ہوگی کہ جتنا ہو سکے اتنا قیمتی اور زیادہ مال حاصل کرلوں۔ اسی طمع اور لالچ میں وہ اپنی تمام کوشش کرے گا۔ اگر میں نے تاخیر کی تو قیمتی مال اوروں کے ہاتھ لگ جائے گا۔ یہ خیال کر کے ہراساں ہراساں اور مارا مارا پھرے گا۔ ایک لاش پر قیمتی زیورات تھے اس پر دو شخص آ پہنچے۔ ہر ایک قیمتی زیورات حاصل کرنے میں سعی بلیغ کرے گا۔ نوبت چھینا چھینی اور مار پیٹ پر آ جائے گی۔ زور آور شخص کمزور کے ہاتھ کچھ نہیں آنے دے گا اور سارا مال اپنی جیب میں ڈال کر روانہ ہو جائے گا۔ کمزور شخص منہ تکتا رہ جائے گا اور کف افسوس ملتا رہے گا۔ لیکن اس لئے جانے والے کو اچھی طرح پہچانتا ہوگا کہ فلاں قبیلہ کا فلاں شخص تھا۔ کوئی بات نہیں۔ بعد میں نپٹ لوں گا۔ جنگ کے میدان سے واپس اپنے گھروں پر لوٹنے کے بعد وہ کمزور شخص اپنے حلقہ کے زور آوروں سے رابطہ قائم کرے گا۔ مقتول کی لاش پر میں نے قبضہ کر لیا تھا اور اس کے جسم سے قیمتی زیورات اُتار رہا تھا کہ فلاں شخص آدھمکا اور میرا حق چھین لیا۔ لہٰذا میرا ساتھ دو۔ آدھا آدھا ہم دونوں کا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مال اُگلوانے کے سلسلہ میں جھگڑا فساد بلکہ قتل تک معاملہ پہنچ جائے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مالِ غنیمت تمام کا تمام بادشاہ کے خزانے میں جمع کرانے کا حکم ہوتا تھا، سپاہی ''قیمتی مال اپنی جیب میں اور معمولی مال بادشاہ کے پیٹ میں'' پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ معرکہ کارزار میں میں نے مقتول کے جسم سے قیمتی زیورات اُتارے تھے۔ تب کسی نے مجھ کو دیکھا نہیں لہٰذا یہ مال باپ کا یا پوتی (میراث، وَرَثہ) سمجھ کر خیانت کرے گا یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ سپاہی دیانتداری سے کام لیتے ہوئے مالِ غنیمت سپرد کر دے گا۔ بادشاہ کا خزانہ لبریز ہو جائے گا لیکن جس کی محنت اور مشقت کی بدولت مال حاصل ہوا ہے اس سپاہی کو کچھ نہیں ملے گا یا معمولی سا معاوضہ ملے گا۔ لہٰذا سپاہی میں احساس ناشکری کا مادہ پیدا ہوگا۔ وہ یہ سوچنے لگا کہ محنت میں نے کی، سردھڑ کی بازی میں نے لگائی، اپنی جان کو خطرے میں مَیں نے ڈالا، بھوک پیاس کی اور لڑائی کی شدت و کلفت میں نے برداشت کی، زخموں سے جسم میرا چکنا چور ہوا، بادشاہ تو اپنے شاہی محل میں عیش و عشرت میں محوخواب تھا لیکن سب مال وہ لے گیا۔ بڑی ناانصافی اور زیادتی میرے ساتھ کی گئی ہے۔ لہٰذا اس میں بغاوت اور غداری کا جذبہ پیدا ہوگا۔ مذکورہ وجوہات کے علاوہ اور بھی بہت سارے اسباب ایسے تھے کہ غنیمت کی وجہ سے آپسی اختلافات پیدا ہوتے تھے۔ مثلاً غنیمت کی تقسیم میں جانبدارانہ رویہ، طرفداری، بے اعتدالی، بے ترتیبی، بے توجہی، بے حسابی، بے دادی، بے دخلی، بے ڈھبی، بے ڈھنگی، بے ضابطگی، بے طریقی، بے لحاظی، بے محلی، بے مصرفی وغیرہ کی وجہ سے غنیمت کی وجہ سے بہت سارے فتنے پیدا ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ تاریخ میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ غنیمت کے بٹوارے اور حصہ بٹائی سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے وفادار کہلانے والے گروہ نے علم بغاوت و مخالفت بلند کر کے خانہ جنگی کی آگ میں ایوان سلطنت کو جلا کر راکھ کر دیئے ہیں۔ المختصر! اسلام سے پہلے غنیمت کے معاملہ میں کوئی باضابطہ قانون نہ تھا۔ موقع اور وقت کے پیش نظر غنیمت کا معاملہ سلجھایا جاتا تھا اور عدل و انصاف کی ایسی تیسی کر کے

جبر و غضب سے کام لیا جاتا تھا۔

اسلام ایک ایسا دین منصف اور مذہب عادل و کامل مذہب ہے کہ انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو عدل و انصاف سے آراستہ فرمایا ہے۔ اسلام نے نوع انسانی کو جو ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے۔ ایسا معتدل دستور العمل کسی بھی مذہب وملت میں نہیں پایا جاتا۔ اسلام کے دستور العمل کے ہر قانون میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ تمام اسلامی احکام فرمان الٰہی کی بجا آوری کے متحمل ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی تہذیب سے متضمن، عدل وانصاف کے متکفل، معاشی امور کو مستحکم بنانے والے محاسن پر مبنی ہونے کی وجہ سے ہر اعتبار سے نفع بخش ہیں۔

اسلامی تاریخ کے اوراق بہت ساری جنگوں کے تذکرہ سے آراستہ ہیں۔ اسلامی لشکر نے قریب قریب تمام جنگوں میں فتح ونصرت حاصل کی ہے اور کثیر تعداد میں غنائم پائے ہیں۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کے معاملہ میں عالم دنیا کو ایک نئی راہ اور روشنی عطا فرمائی ہے۔ عظیم سلطنتوں کے لشکر اعظم کے کمانڈر آف چیف جن امور کو سطحی اور سرسری نظر سے دیکھنے سے عاجز و قاصر تھے ان امور کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوررس اور خردبین نگاہوں نے نفع بخش زاویہ سے ملاحظہ فرمایا کہ جو احکام اور قانون نافذ فرمائے ہیں وہ نظام شریعت اسلام کی بنیاد کے لئے آہنی استحکام بخش ثابت ہوئے ہیں۔ غنیمت کے تعلق سے اسلام میں جس وسیع پیمانے پر احکام صادر کئے گئے ہیں اتنے احکام کسی بھی مذہب میں قطعاً اور یقیناً نہیں پائے جاتے کسی ملک کے محکمۂ فوج کے آئین میں بھی شاید نہ پائے جائیں گے۔

☆ اسلامی لشکر کو جب غنائم حاصل ہونے لگے اور مجاہدین اسلام کے ہاتھ غنائم سے بھر جانے لگے تو غنائم کے تعلق سے احکام نازل ہونے شروع ہوئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ (پارہ۹، رکوع ۱۵، سورہ الانفال، آیت ۱)

ترجمہ: ''اے محبوب! تم سے غنیموں کا پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیموں کے مالک اللہ اور رسول ہیں''۔ (کنزالایمان)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غنیمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں غنیمت سے منسوب کر کے پوری سورہ نازل فرمائی ہے۔ جس کا نام سورۃ الانفال ہے۔ اس سورہ میں دس رکوع اور پچھتر آیات ہیں۔ الانفال کے معنی غنیمت کے ہوتے ہیں۔ لغت کے حوالے ٹٹولیں:-

☆ انفال: لوٹ کا مال، Plunder-Spoil

(حوالہ۔ دی رایل پرشین، انگلش ڈکشنری، ص ۴۰)

☆ غنیمت: لوٹ کا مال، مفت ملی ہوئی چیز، قابل قدر، عمدہ، جمع:- غنائم

Plunder, Pillage, Booty, good fortune, Abundance

(حوالہ: (۱) فیروز اللغات، ص: ۹۱۸ (۲) دی رایل پرسین انگلش ڈکشنری، ص ۲۸۲)

چونکہ میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے والا لشکر شکست پانے والے لشکر کا تمام مال واسباب چھین لیتا ہے۔ لہٰذا اس کو

اصطلاح لغت میں لوٹ کا مال کہتے ہیں۔ کیونکہ جو لوٹ کا مال ہوتا ہے وہ کسی بھی قسم کی قیمت یا معاوضہ ادا کئے بغیر مفت حاصل ہوتا ہے اور میدان جنگ میں جو غنائم حاصل ہوتے ہیں وہ بھی مفت ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس حقیقت اور معنی پر محمول کر کے لغت کی اصطلاح میں غنیمت کو لوٹ کا مال کہا جاتا ہے۔ چوری، قزاقی، ڈکیتی، دھوکہ بازی، بے ایمانی، بدعہدی، فریب یا کسی کی جیب کاٹ کر حاصل کئے ہوئے مال کو ہرگز غنیمت نہیں کہا جائے گا۔

اب ہم سورہ انفال کی مندرجہ آیت کی طرف رجوع کریں۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ: اے محبوب! تم سے غنیمت کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں یعنی یہ پوچھتے ہیں کہ میدان جنگ میں جو غنیمت کا مال حاصل ہوتا ہے اس میں اپنا حصہ پوچھتے ہیں یعنی یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ حاصل شدہ مالِ غنیمت میں سے ہم کو کتنا ملے گا؟ اس سوال سے ذاتی نفع، نفس کی طمع اور لالچ کی ذہنیت کا شائبہ آشکار ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کا مجاہد دنیا کے مال کی طرف اپنی توجہ اور التفات مرکوز کر کے اس کے حصول کا خواہش مند ہو رہا ہے اور یہ امر ایک مخلص مومن کی شایان شان نہیں کیونکہ اسلام کا مجاہد مال کی لالچ میں نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ اس کے جہاد کی سعی کا بدلا دنیا کا مال نہیں بلکہ آخرت کی دائمی نعمتیں ہیں۔ لہٰذا مجاہد کی نیت خالص کو مالِ دنیا کی طمع کی آمیزش سے مبرا اور منزہ کرنے کے لئے یہ حکم نازل فرمایا گیا کہ:-

اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج یعنی "غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں"

تاکہ مجاہد میدان جنگ میں اپنی تمام تر قوت و طاقت سے لڑتے وقت اپنے دل میں یہ خیال پیدا نہ کرے کہ جنگ میں فتح کے انعام میں مالِ غنیمت بھی حاصل ہوگا بلکہ وہ مالِ غنیمت سے بے پرواہ، بے اعتنا، بے تعلق، بے توجہ، بے خیال اور بے دخل ہو کر اپنی نیت کو صرف اللہ اور رسول کی رضا مندی کے لئے خالص بنائے اور پوری جاں فشانی سے مصروف جہاد و قتال ہو۔ اس کو ہر وقت یہ خیال مستحضر رہے کہ جو مالِ غنیمت حاصل ہوگا اس میں میرا کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ اللہ اور رسول کا ہے۔ میرا کام تو صرف "اعلاء کلمۃ الحق" ہے اور اس کام کے لئے مجھے اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر زندہ رہا تو "غازی" اور اگر مر گیا تو "شہید" کا رتبہ ملے گا۔ اسی جذبہ ایثار و قربانی کو مطمح نظر بنا کر مجاہد اسلام میدان جنگ میں مثل شیر حملہ آور ہو کر دشمن کے لشکر کی صفیں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیتا ہے۔

حزب اللہ اور جیش الرحمٰن کے کفن بردوش مجاہدوں نے غنائم کے حصول کی طمع سے بعید رہ کر اللہ اور رسول کی خوشنودی کی خاطر اخلاص نیت کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کر کے دکھا دیا۔ صرف زبانی اقرار تک محدود نہ رہتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنا کر ثابت کر دیا اور عالم دنیا کو یہ عالمگیر پیغام دیا کہ:-

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

☆ مجاہدین اسلام کی بے لوث وطمع خدمات جہاد پر انعامات رب نعیم ومنعم کی رحمت ونعمت کا نزول شروع ہوتا ہے اور غنیمت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

(پارہ ۱۰، رکوع ۱، سورہ الانفال، آیت ۴۱)

ترجمہ: ''اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول وقرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے''۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں مجاہدوں کے لئے غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا گیا ہے۔ ابتداء میں تو یہ حکم تھا کہ ''غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں''۔ یعنی غنیمت کے مال سے مجاہدوں کو کچھ بھی نہ ملے گا۔ تمام مالِ غنیمت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہے۔ مجاہدوں نے پہلے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ''امنا واطعنا'' کی عملی تصویر بن کر سرفروشی اور جاں نثاری پر ثابت قدمی دکھائی۔ اب دوسرا حکم نازل ہوا اور مجاہدوں کو غنائم سے بڑا حصہ (Major Share) دیا جارہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: -''فان للہ خمسہ وللرسول'' یعنی ''پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول کے لئے''۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حاصل شدہ مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ یعنی ۲۰ فیصد (20%) اللہ اور اس کے رسول کا اور چار حصے یعنی ۸۰ فیصد (80%) مجاہدوں کا۔

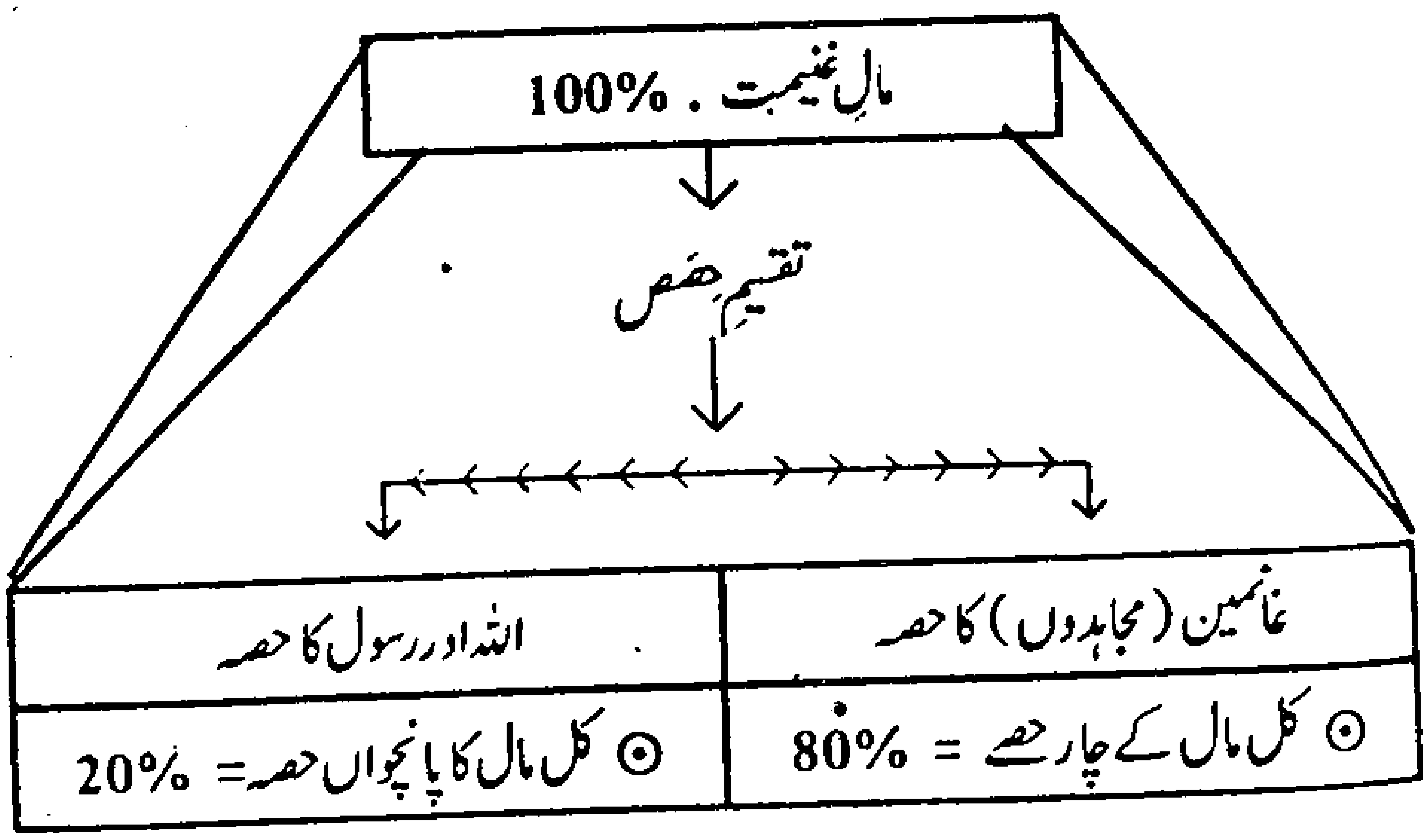
اب ہم اللہ و رسول کا جو پانچواں حصہ ہے اس کے متعلق شرعی احکام دیکھیں۔ تفصیل سے وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں لہٰذا اختصاراً بنیادی قانون پیش خدمت ہیں۔

مندرجہ بالا سورہ الانفال کی آیت ۴۱ میں اللہ اور رسول کا پانچواں حصہ مقرر کیا گیا اس میں قرابت والے، یتیم، مسکین اور مسافر کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ پانچویں حصہ (20%) میں سے ذی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین اور اور بن السبیل بھی حصہ پائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے وضاحت فرمائی ہے کہ:-

''مالِ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ اس میں سے چار حصے غانمین کے' غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا۔ ان سے ایک حصہ مال کا پچیسواں ۲۵ حصہ ہوا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور ایک حصہ آپ کے اہل قرابت کے لئے اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور اور آپ کے اہل قرابت کے حصے بھی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور یہ پانچوں حصے انہیں تین پر تقسیم ہو جائیں گے۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا''۔

(حوالہ:- تفسیر خزائن العرفان، ص: ۳۲۷)

مذکورہ تقسیم کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل خاکہ ذہن نشین کرنے کی قارئین کرام کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے۔



تقسیم کا طریقہ

☆ اگلے صفحات میں ''مجاہدوں میں غنائم کی تقسیم میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار'' عنوان کے تحت تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تقسیم کا طریقہ

۱- رسول اقدس کا حصہ	4%
۲- حضور کے رشتہ داروں کا حصہ	4%
۳- یتیموں کا حصہ	4%
۴- فقراء مساکین کا حصہ	4%
۵- مسافروں (ابن السبیل) کا حصہ	4%
میزان	20%

نوٹ: مندرجہ بالا تقسیم میں ۲۰ فیصد میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ۴ فیصد اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ ۴ فیصد ملا کر ۸ فیصد حصہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یتامیٰ، مساکین اور مسافروں پر تقسیم ہونے لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ صرف آپ کی ظاہری حیات تک تھا۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد تمام مال یعنی کل مال کے پانچویں حصے کے پانچوں حصے یعنی کل مال کا ۲۰ فیصد (20%) مال یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے حصے میں آنے لگا۔

غنائم کے انعام واکرام سے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی:-

صرف اللہ اور رسول کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے اخلاص وتزکیہ

نفس کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے بڑے حصہ کے تحفے سے نواز کران کی خدمات کا اجرعظیم آخرت کے لئے موخر اور ذخیرہ فرمانے کے ساتھ مال ومتاع دنیا کا تحفہ مقدم اور موصول عطا فرمایا۔اس سے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی اور قدردانی ہوئی۔اس حقیقت کو یوں سمجھو کہ ایک بہت بڑے رئیس تاجر کے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں پچاس ملازم کام کررہے ہیں۔ان کو صرف کھانے پینے اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے کافی ہو اتنی ہی معمولی سی تنخواہ دی جاتی تھی۔لیکن پھر بھی وہ تمام ملازمین بڑی محنت اور دیانتداری سے کام کرکے اپنے مالک کو لاکھوں کا منافع کما دیتے تھے۔ہر مہینہ ملازمین کی تنخواہ اور دیگر ضروری اخراجات صَرف کرنے کے بعد لاکھوں کا خالص منافع (Net Income) مالک کی تجوری میں ذخیرہ ہوتا تھا۔مالک کو اپنے تمام کارکنندہ پر اعتماد کامل تھا اور وہ ان کی خدمات کا روزانہ معائنہ کرتا تھا اور اپنے ملازمین کی دیانتداری اور اخلاص نیت کا وہ معترف بھی تھا۔ ایک دن مالک نے اپنے تمام ملازمین کو جمع کرکے فرمایا کہ اب تک تم لوگوں نے بڑی محنت ومشقت برداشت کرکے میری تجارت کو عروج وبلندی کی منزل میں پہنچادیا ہے۔میں تمہاری فرض شناسی سے بہت خوش ہوں لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب سے اس تجارت میں جو بھی آمدنی ہوگی اس میں سے میں صرف پانچواں حصہ (20%) لے کر بقیہ چار حصے (80%) کا منافع تم لوگوں کو بطور انعام واکرام مستقل دیتا رہوں گا۔ذرا غور فرمائیں! مالک کی اس سخاوت سے اس کے نوکروں کی خوشی و فرحت کا کیا عالم ہوگا؟ اُن کے وہم وگمان میں بھی جو بات نہ تھی بلکہ ایسی بات وہ خواب میں بھی سوچ نہیں سکتے تھے وہ بطور حقیقت ان کے سامنے کھڑی تھی تمام ملازمین مالک کی سخاوت اور چھوٹے لوگوں کی قدردانی کرتے ہوئے انعام واکرام کی نوازش پر آفریں صد آفریں پکار اٹھیں گے۔ان کی کتنی بڑی حوصلہ افزائی کی گئی۔اب ان کے کام کرنے کا حوصلہ اور طریقہ کتنا باہتمام، بااستبشار، باستحکام، باستقرار، باستقلال اور باخلاص ہوگا۔اب تک یقیناً خلوص نیت سے کام انجام دیا تھا لیکن اب دوہرے جوش وخروش سے اپنے فرائض انجام دینے میں منہمک ہوں گے۔علاوہ ازیں اپنے مالک کی شکرگزاری اور اطاعت و تعظیم میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔

بلا مثال وتمثیل جن مجاہدین اسلام کو غنائم سے کچھ نہیں ملتا تھا ان کو دفعۃً اسی ۸۰ فیصد (80%) حصہ عطا فرماکر مالک بے نیاز جل جلالہ نے ان کو ذریعہ معاش کے اکتساب کی کلفت اور جھنجھٹ سے بے نیاز وسبکدوش فرمادیا۔اب مجاہدوں کو فکر معاش نہیں۔اپنی تمام توجہات صرف دین اسلام کی نشرواشاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف مرکوز کریں گے۔رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام کی نوازش کی شکرگزاری میں وہ اپنا خون راہ خدا میں پانی کی طرح بہانے کے لئے ہروقت مستعد رہے گا اور جنگ کے میدان میں اترتے ہی مثل شیر ببر حملہ آور ہوکر دشمنوں کو بھیڑ اور بکری کی طرح پھاڑ کر رکھ دے گا۔ علاوہ ازیں شکر نعم کے شوق میں عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری، کثرت صوم وصلوٰۃ، ذکر واذکار، تلاوت ووظائف، اطاعت وفرمانبرداری وغیرہ اعمال صالحہ کی طرف اپنی رغبت بڑھا کر حکم ''والشکر والی'' کی تعمیل میں مصروف رہے گا۔

☆ مجاہدوں میں غنائم کی تقسیم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار:۔

مالِ غنیمت میں سے ۲۰ فیصد اللہ اور رسول کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ ۸۰ فیصدی مال مجاہدوں میں تقسیم کیا جائے گا۔لیکن

اس تقسیم میں کس کو کتنا حصہ دینا اس کا کامل اور کل اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

زمانہ جاہلیت میں جب عربوں کی کسی سے جنگ ہوتی تھی اور جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا تو اس کی تقسیم میں بے اعتدالی اور ناانصافی ہوتی تھی۔

''زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ غنیمت میں سے ایک چہارم (۲۵ فیصد) مال سردار لے لیتا۔ باقی قوم کے لئے چھوڑ دیتا۔ اس میں سے مالدار لوگ بہت زیادہ لے لیتے تھے اور غریبوں کے لئے بہت ہی تھوڑا بچتا تھا''۔

(حوالہ:۔تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۸۳)

لیکن اسلام نے ناانصافی کی تمام رُسوم اٹھا دیں اور میزان عدل و انصاف قائم کر کے حقدار کو اس کا حق دلایا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے تعلق سے جو قوانین و احکام نافذ فرمائے ان میں عدل و انصاف کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ فوج کی فراہمی اور جنگی امور کے انتظام کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علوم عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ ان علوم کے صحیح استعمال کی مہارت کاملہ بھی ودیعت فرمائی تھی۔ غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَمَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (پارہ ۲۸، رکوع ۴، سورہ الحشر، آیت ۷)

ترجمہ: ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو''۔ (کنزالایمان)

تفسیر: ''یعنی غنیمت میں سے کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۸۳)

اب ہم لشکر کی تشکیل (Constitution) اس کے محکمہ (Department) ہر محکمہ کی منفرد ذمہ داری (Independent Duty) اس کے عہدے کے لائق افراد کا تقرر وغیرہ پر سرسری گفتگو کریں۔ لیکن اس گفتگو کے آغاز سے قبل ایک وضاحت کر دیں کہ ہم چودہ سو سال پہلے کی فوج کی بات کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں جدید آلات جنگ تو کیا بندوق یا ٹرک بھی نہ تھی۔ کسی قسم کی کوئی مشینری ایجاد نہ ہوئی تھی۔ تمام امور ہاتھ سے (Manually) انجام دیئے جاتے تھے۔ نہ بجلی ایجاد ہوئی تھی، نہ ٹیلی فون کی سہولت تھی۔

اس زمانہ میں جب لشکر مرتب و مرکب کیا جاتا تھا تو لشکر مختلف نوع و اقسام کے افراد، بہائم اور اشیاء پر مشتمل ہوتا تھا۔ لڑنے والے سپاہی بھی کئی طرح کے ہوتے تھے۔ کوئی گھوڑے پر سوار ہے، کوئی اونٹ پر تو کوئی دراز گوش یا خچر پر سواری کے گھوڑے بھی الگ الگ مثلاً عتیق، احیل، ہجین، شہری وغیرہ۔ لشکر میں سپاہی بھی کئی قسم کے ہوتے تھے، کوئی تلوار زنی پر معمور ہے، کوئی تیر اندازی پر متعین ہے، کوئی علمبردار ہے، کوئی مخبری کے کام پر مقرر ہے، کوئی زخمیوں کی مرہم پٹی یعنی جراحی کی خدمت انجام دے رہا ہے، کوئی طباخی (Cooking) میں مصروف ہے، کوئی خیمے نصب کرنے اور سامان کا بوجھ اُٹھانے کی حمالی کرتا ہے۔ اسی طرح لشکر کے دستے بھی الگ الگ ہوتے تھے۔ مقدمہ، میسرہ، میمنہ، قلب، وسط، عقب، خلف وغیرہ کسی کو خطرے کے مقام میں لڑنا پڑتا ہے مثلاً مقدمہ والے کو لشکر کے آگے رہ کر لڑنا پڑتا ہے اور یہ سب سے زیادہ خطرے کا مقام ہوتا

ہے۔کوئی محفوظ اور سلامت جگہ پر استادہ ہوتا ہے، مثلاً عقب یعنی فوج کے پیچھے کے حصہ والے پر کم خطرہ ہوتا ہے۔اسی طرح کوئی بغیر سواری کے یا پیادہ ہوتا ہے۔ الغرض مختلف نوعیت اور الگ الگ طبقات کے افراد سے فوج مرکب ہوتی ہے۔ اگر غنیمت میں سب کا حصہ یکساں و برابر ہوگا تو جو لوگ زیادہ خطرے مول لیا کرتے ہیں ان کی صحیح قدردانی نہ ہوگی۔ جو شخص اپنی ملکیت کا قیمتی گھوڑا لے کر لشکر میں شامل ہوا ہے اس کو اگر پا پیادہ سپاہی کے برابر حصہ دیا جائے گا تو اس کی بے قدری ہوگی۔ لہٰذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سپاہی کا حصہ اس کے کام کی نوعیت، اہمیت، وقعت، منزلت، ضرورت ارتفاعیت کو پیش نظر رکھ کر مقرر فرمایا تا کہ عدل و اعتدال بھی قائم رہے اور سپاہیوں کی مناسب قدردانی کر کے ان کی حوصلہ افزائی اور شجاعت کی رغبت دلائی جائے۔ مثلاً:-

☆ پا پیادہ لڑنے والے مجاہد سے سوار مجاہد کا حصہ مزید تعین فرمایا تا کہ مجاہد نے اپنی سواری کے جانور کو چارہ وغیرہ کھلانے میں جو اخراجات برداشت کئے ہوں اس کا معاوضہ مل جائے تا کہ وہ دوبارہ جب بھی ضرورت پیش آئے تب گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہو جائے۔ علاوہ ازیں پا پیادہ کو بھی مستقبل میں سواری لے کر آنے کی رغبت ہو۔

☆ گھوڑے پر سوار ہو کر آنے والے کو اپنا حصہ مزید ملنے کے علاوہ گھوڑے کا بھی حصہ الگ سے دیا جاتا اور اس حصہ کا اعتبار گھوڑے کی نسل پر منحصر ہوتا۔ یعنی عربی نسل کے اصیل گھوڑے کا حصہ غیر نسل کے کم اصل اور ہجین گھوڑے سے دوگنا دیا جاتا تھا۔ کیونکہ کم اصل گھوڑے کے مقابلے میں اصل گھوڑے کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہجین اور کم اصل گھوڑے کے مقابلے میں عربی نسل کا اصل وعتیق گھوڑا جنگ کے میدان میں زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔ لہٰذا اصل گھوڑے کا حصہ زیادہ مقرر کرنے سے آئندہ جنگ میں سپاہی اسی نسل کے گھوڑے کا انتخاب کر کے اسلامی لشکر کی جنگی طاقت میں اضافہ کرے گا۔

☆ اسی طرح جو شخص مخبری کے کام پر گیا ہوا ہے اور میدان جنگ میں موجود نہیں پھر بھی اس کو غنائم کے حصہ سے بہرہ مند فرمایا۔

☆ دو لشکر آمنے سامنے توقف کئے ہوں اور یلغار نہ ہوئی ہو اور دشمن کے لشکر سے کوئی شخص معرکہ میدان میں آکر لڑنے کے لئے مقابلہ طلب کرے اور اسلامی لشکر سے کوئی شخص اس کا مقابلہ کرنے جائے اور دشمن کو قتل کر دے تو مقتول کا تمام سازوسامان، گھوڑا وغیرہ مقابلہ کے لئے جانے والے اکیلے شخص کو دیا جائے گا۔ اس میں لشکر کے دیگر مجاہدوں کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اس انعام کی نوازش میں یہ دور اندیشی ہے کہ اگر دشمن کے لشکر سے کوئی آکر مقابلہ کے لئے للکارے تو مجاہدین اسلام مقابلہ میں نکلنے میں سستی اور کاہلی نہ کریں بلکہ سرعت اور سبقت کر کے دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کر کے اسلامی لشکر کی ہیبت اور دبدبہ قائم کریں۔

☆ اسی طرح لشکر کے ہر محکمہ کے افراد کے حصص اس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کئے گئے۔ جن کا انفرادی اور تفصیلی جائزہ اس وقت ممکن نہیں۔ اگر ان تمام کے حصص پر ہی گفتگو کی جائے تو اس عنوان پر ایک مستقل اور ضخیم کتاب مرقوم ہو

جائے گی۔ لہٰذا اس عنوان کی مفصل گفتگو میں ساعت وقرطاس کی قلت مانع اور طول تحریر کی مسافت کا خوف سدِ راہ ہے۔ لہٰذا قارئین کرام کی بارگاہ میں معذرت کی استدعا و التماس عفو ہے۔ کتب تفاسیر و احادیث و سیر و تواریخ و فقہ میں مرقوم و مسطور تفصیل کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ فرمائیں۔ غنیمت کے تقسیم کے تعلق سے ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر کچھ احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث: حضرت زبیر بن العوام جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، نیز وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور جن کا لقب حواریٔ رسول تھا، وہ حضرت زبیر بن العوام روایت فرماتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن میرے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پانچ سہم (حصے) اور میرے گھوڑے کو چار سہم عطا فرمائے۔ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: سچے ہیں زبیر بن العوام، بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ان کو پانچ سہم عطا فرمائے تھے"۔

(حوالہ فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۲۷۵)

حدیث: "حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم اصیل گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور اصیل گھوڑے کے لئے دو حصے مقرر فرمائے"۔

(حوالہ:- حاشیہ فتوح الشام، ص: ۲۷۴)

حدیث: جنگ بدر کو جاتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک اور حضرت حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک کو مقام روحا میں کسی کام سے بھیجا۔ یہ دونوں حضرات لشکر سے جدا ہو گئے اور جنگ بدر کے معرکہ میں موجود نہ تھے لیکن لشکر کے کام سے گئے ہوئے تھے لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت سے ان دونوں کو حصہ عطا فرمایا۔ (حوالہ:- مغازی الصادقہ، از:- علامہ واقدی، ص: ۱۱۸)

حدیث: "حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غنائم کی تقسیم میں اہل شمشیر کو فضیلت دو اور ہر ذی حق کو اس کا حق دو"۔ (حوالہ:- حاشیہ فتوح الشام از علامہ واقدی، ص: ۲۷۴)

حاصل کلام یہ کہ اسلام نے دنیا کے سامنے عدل و انصاف کی ایسی مثال قائم کی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ زمانہ جاہلیت میں لشکر کے سپاہی کو غنائم سے برائے نام ہی کچھ دیا جاتا تھا اور اس کی حق تلفی کی جاتی تھی لیکن اسلام نے ذی حق کو اس کا حق دلا کر عدل و اعتدال قائم کیا۔ لشکر کے ہر شخص کو حسب مرتبہ اور فعل کی نوعیت و خصوصیت کو مدنظر رکھ کر اس کی محنت کا مناسب معاوضہ و اجورہ عطا کیا گیا تاکہ کسی کو احساس محرومی و ناقدری نہ ہو۔ ہر شخص مشکور و مطمئن رہے تاکہ کام کرنے والے کا حوصلہ برقرار رہے اور اس کے جوش و جذبہ میں کسی قسم کی کمی لاحق نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لشکر کا سردار ۲۵ فیصد لے لیتا حالانکہ ۲۵ فیصد کہنے کو ہی ہوتا تھا۔ حقیقت میں وہ ۲۵ فیصد سے بہت زیادہ لے لیتا تھا۔ مال کا مغز سردار کے پیٹ میں چلا جاتا تھا۔ اس کے بعد اہل ثروت اور طاقت اپنا ہاتھ صاف کرتے اور قیمتی مال اپنے جھولے میں ڈال لیتے۔ مال کا گوشت ان کے

م میں پہنچ جاتا۔ سپاہیوں کے لئے ٹوٹا پھوٹا بے قدر و قیمت اور ردی مال بچتا۔ سوکھی ہڈیاں ان کے حصے میں آتیں۔ محنت و ں فشانی وہ کرتے، کلفت و مشقت وہ برداشت کرتے، جان کو ہتھیلی میں لے کر خطروں سے وہ کھیلتے لیکن معاوضہ برائے نام تا۔ مال کھائے مداری اور مار کھائے بندر والی کہاوت جیسا معاملہ ہوتا اور اس میں بھی ظلم یہ ہوتا کہ سپاہیوں کے لئے مغز ینے کے بعد جو مال بچتا اس کی تقسیم میں بھی چھینا جھپٹی اور کھینچا تانی ہوتی۔ کسی کو ملا، کسی کو نہیں۔ کوئی جو کچھ ملا اس پر بادِلِ خواستہ مطمئن ہے اور مطلق محروم رہنے والا کف افسوس ملتا ہے۔ نہ مال کا شمار ہوتا، نہ لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگایا جاتا، نہ یے کی مقدار طے ہوتی، نہ مہذب طریقے سے بٹوارا ہوتا بلکہ افراط و تفریط کا طرز عمل اختیار کیا جاتا۔

لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی کے دستور اور رسم و رواج کی ناانصافی اور بے اعتدالی کے طور طریقے نیست و بود فرما کر عدل پروری اور انصاف پرورش کا نظام قائم فرما دیا۔ غنیمت کے مال کا شمار ہوتا، اس کی موجودہ قیمت بازار کے نرخ سے متعین کی جاتی۔ متعدد اقسام کے اسباب کی الگ الگ فہرست مرتب کی جاتی، سب کا میزان (Total) لگایا جاتا، مجاہدوں ں تعداد، ان کے کام کی نوعیت، مراتب، سواری کے گھوڑے کا شمار، ان کے اقسام وغیرہ جیسی کیفیات کا باریکی سے جائزہ لیا اتا اور اس کے بعد حصص کی مقدار طے کر کے ہر ایک کو حسب المراتب عزت و اکرام کے ساتھ اس کا حصہ دیا جاتا۔ قارئین رام کی فرحت طبع کی خاطر ذیل میں تقسیم غنائم کے طریقہ کی افہامی تمثیل پیش ہے۔

☆ فرض کرو کہ فتح حاصل کرنے والے اسلامی لشکر کی تعداد سات سو ہے۔ اس میں پانچ سو مجاہد گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ان نچ سو گھوڑوں میں سے تین سو گھوڑے خالص عربی نسل کے اصیل اور عتیق ہیں اور دو سو گھوڑے کم اصل اور ہجین ہیں۔ اس رح کل پانچ سو سپاہی سواری والے ہیں اور بقیہ پا پیادہ کی تعداد دو سو ہے۔ کل ملا کر سات سو سپاہی ہوئے۔ فتح کے صلہ میں شکر کو جو مالِ غنیمت حاصل ہوا اس کی قیمت دس لاکھ درہم ہے۔ اب یہ مال حسب ذیل طریقہ سے مجاہدوں میں تقسیم ہوگا۔

☆ کل مال دس لاکھ (10,00,000) میں سے اللہ و رسول کا پانچواں حصہ (20%) جس کو اسلامی اصطلاح میں خمس'' کہتے ہیں وہ نکالا جائے گا۔ جو دو لاکھ ہوگا۔

۱۰،۰۰،۰۰۰ کل مالِ غنیمت

۲۰۰،۰۰۰ خمس

۸،۰۰،۰۰۰ بچت۔ آٹھ لاکھ درہم مجاہدوں میں حسب ذیل ترکیب سے تقسیم ہوں گے۔

☆ پانچ سو سپاہی گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے لہٰذا ہر ایک کو دو سہم (حصے)	۱۰۰۰۔ سہم
☆ دو سو سپاہی پا پیادہ لڑے لہٰذا ہر ایک کو ایک سہم	۲۰۰۔ سہم
☆ تین سو گھوڑے عربی نسل کے اصیل و عتیق ہونے کی وجہ سے ہر گھوڑے کے دو سہم	۶۰۰ سہم
دو سو گھوڑے کم اصل اور ہجین ہونے کی وجہ سے ہر گھوڑے کا ایک سہم	۲۰۰ سہم
	میزان ۲۰۰۰ سہم

یعنی کل مال کے دو ہزار سہم (حصے) کئے جائیں گے اور ہر سہم چار سو درہم کا ہو گا۔ لہٰذا:۔

☆ جس مجاہد نے عربی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی کی ہے اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

☆ شمشیر زنی کی اہمیت کی وجہ سے اس کے کام کی قدر و منزلت پر' دو سہم = ۸۰۰ درہم

عربی نسل کے اصیل گھوڑے کا استعمال کرنے کی وجہ سے گھوڑے کے دو سہم ۸۰۰ درہم

مجاہد کل حصہ پائے گا چار سہم ۱۶۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے کم اصل اور ہجین گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی کی ہے اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

شمشیر زنی کی اہم خدمت کی قدر و منزلت کی وجہ سے اس کو = دو سہم ۸۰۰ درہم

☆ کم اصل و ہجین گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے گھوڑے کا = ایک سہم ۴۰۰ درہم

مجاہد کل حصہ پائے گا تین سہم ۱۲۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے پا پیادہ جہاد میں شرکت کی اور شمشیر زنی نہیں کی اس کو = ایک سہم = ۴۰۰ درہم

☆ جس مجاہد نے کم اصل و ہجین گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر زنی نہیں کی اس کو حسب ذیل حصہ ملے گا:

شمشیر زنی نہ کرنا اور صرف جہاد میں شرکت کرنا اور دیگر خدمات انجام دینا' ایک سہم ۴۰۰ درہم

☆ کم اصل و ہجین گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے گھوڑے کا' ایک سہم ۴۰۰ درہم

مجاہد کل حصہ پائے گا دو سہم ۸۰۰ درہم

مذکورہ تقسیم قارئین کے افہام و تفہیم کے لئے قیاسی و اختراعی مثال قائم کر کے پیش کی ہے۔ حالانکہ غنیمت کے تقسیم کے باعتبار الگ الگ مراتب و خدمات بہت ہی وسیع پیمانے پر احکام ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام نے دنیا کو باور کرا دیا کہ ہمارے یہاں ہر معاملے میں انصاف و اعتدال ہی ہے۔ نیکی کرنے والے کی نیکی اور عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں ہوتا۔ آخرت میں تو یقیناً اجر عظیم ملے گا لیکن دنیا میں بھی اسے مال و دولت کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

☆ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پارہ ۱۱، رکوع ۴، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۰)

ترجمہ: ''بے شک اللہ نیکوں کا نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتا''۔ (کنز الایمان)

جہاد فی سبیل اللہ بہت بڑی نیکی ہے اور قرآن میں کئے گئے وعدہ کے مطابق نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا نیگ یعنی بدلہ، معاوضہ، اجر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی ضرور عطا کرے گا۔ دنیا میں جہاد کرنے کی قدردانی کرتے ہوئے مالِ غنیمت کے انعام سے نوازا گیا۔ اس انعام غنیمت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجاہدوں کو حسب المراتب حصص دینے سے اسلامی لشکر خود بخود تشکیل و ترتیب پا گیا۔ دیگر ممالک کے بادشاہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ہمیشہ فوج کا دستہ (Army Force) مستعد کرتے ہیں۔ فوج کے سپاہی و افسران کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات کثیر برداشت کرتے تھے لیکن

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کی تقسیم کی جو ترتیب متعین فرمائی تھی اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ فوج کے مستقل اور دائمی اخراجات سے برأت حاصل ہوئی۔ جب بھی لشکر کشی کی ضرورت محسوس ہوئی ایک اعلان کر دیا کہ دین اسلام پر وقت آپڑا ہے۔ دشمنان اسلام سے مقابلہ ہونے والا ہے لہٰذا مجاہدین جہاد کے لئے حاضر ہو جائیں۔ بس اتنا اعلان کرنا کافی ہو جاتا تھا۔ کسی کو یہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی کہ اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر آنا بلکہ ہر مجاہد یہ کوشش کرتا تھا کہ اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤں تا کہ عمدہ نسل کے گھوڑے کی وجہ سے غنیمت سے زائد حصہ حاصل ہو۔ اسی طرح جنگ کے میدان میں دشمن کے مقابلے میں شمشیر زنی کرنے سے بھی کوئی مجاہد گریز و اعراض نہ کرتا تھا کیونکہ ہر مجاہد کو معلوم تھا کہ شمشیر زنی کرنے والے مجاہد کی مناسب قدر دانی کر کے غنیمت کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اسلام کی یہ جمہوریت پر مشتمل پالیسی (Democracy) اتنی نفع بخش ثابت ہوئی کہ لشکر اسلام میں شامل ہونے والا ہر مجاہد اعلیٰ قسم کے گھوڑے اور بلند حوصلے کے ساتھ شامل ہوتا اور معرکہ کارزار میں شجاعت کے کرتب دکھا کر دشمن کی چھاؤنی میں ماتم قائم کر دیتا۔

☆ احکام شریعت حضور اقدس کے زیر اختیار و تصرف ہیں:-

ایک ضروری امر کی بھی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ غنیمت کے تعلق سے جو احکام وضوابط ہیں اس پر امت کو عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے دور میں غنیمت کے تعلق سے کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو وہ حضرات اس کا فیصلہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی روشنی و متابعت میں کرتے تھے لیکن جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہیں فرمایا تھا تب تک اسلامی احکام و قوانین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مرضی پر منحصر تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شریعت کے تعلق سے بھی تمام اختیارات عطا فرمائے تھے۔ جس دستور کو چاہیں اسے برقرار رکھیں جس قانون کو چاہیں اسے موقوف و منسوخ فرما دیں۔ جس حکم میں چاہیں اس میں ترمیم و تبدل فرمائیں جس کو چاہیں عطا کریں، جس کو نہ چاہیں محروم فرما دیں، جس کے لئے جو بھی چاہیں حلال کر دیں، جس کے لئے جو کچھ بھی چاہیں حرام فرما دیں۔ یہ امر مسلم و مختار ہے کہ احکام شریعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مفوض ہیں۔ آپ مختار کل ہیں۔ آیات قرآن و متن احادیث اس پر شاہد عادل ہیں۔ تمام صحابہ، تابعین، علماء، ائمہ، صلحاء بلکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور تمام کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ:-

تیری قضا خلیفہ احکام ذی الجلال
تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

امام عشق و محبت، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے اس شعر کی تفصیلی تشریح فقیر سراپا تقصیر کی کتاب ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مالِ غنیمت میں اللہ و رسول کے پانچویں حصہ کی وضاحت

جیسا کہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوا ہے کہ مالِ غنیمت میں اللہ و رسول کا پانچواں (20%) حصہ ہوتا ہے پھر اس کے پانچ حصے کئے جاتے ہیں۔ (۱) حضور اقدس کا حصہ (۲) حضور اقدس کے قرابت داروں کا حصہ (۳) یتیموں کا حصہ (۴) مسکینوں کا حصہ (۵) اور مسافروں کا حصہ۔ یہ پانچوں حصوں کا مال یعنی کل مالِ غنیمت کا ۲۰ فیصدی مال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش کیا جاتا اور حضور اقدس اس مال کو صحیح مصرف میں صرف فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ بھی زیادہ تر حاجت مند مومنین کے استعمال میں ہی آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کچھ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ جو کچھ بھی آپ کے پاس ہوتا تھا عطا فرما دیتے تھے۔ آپ نے کسی بھی ضرورت مند کو مایوس نہیں کیا آپ نے کبھی بھی کسی سائل کے سوال کو ''نا'' کہہ کر رد نہیں کیا۔ کسی کو ''نا'' کہنا آپ کی عادت ہی نہیں تھی۔

☆ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ کریم سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جود والے تھے''

☆ احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی ایسا سوال نہ کیا گیا اور نہ کوئی ایسی چیز مانگی گئی جس کے جواب میں آپ نے ''لا'' یعنی نہیں فرمایا ہو۔ ہر شخص آپ سے جو کچھ مانگتا قبول کرتے اور مرحمت فرماتے۔

(مدارج النبوۃ، جلد ۱ ص ۹۲)

بقول:-

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور ''نا'' کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

☆ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم لائے گئے آپ نے انہیں چٹائی پر رکھ کر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور کسی سائل کو محروم نہ رکھا، یہاں تک کہ سب تقسیم فرما دیئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ''بحرین'' سے کچھ مال لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے مسجد میں پھیلا دو (اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے) پھر آپ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور اس مال کی طرف نظر تک نہ ڈالی۔ پھر جب آپ واپس مسجد میں تشریف لائے تو نماز سے فارغ ہو کر مال کے نزدیک تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو بانٹنا شروع کیا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ رہا تھا۔

حضرت ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھے جسے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا مال تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تھا۔

☆ جنگ حنین (ہوازن) ۸ ہجری میں اسلامی لشکر کی فتح عظیم ہوئی اور غنیمت کا مال جمع کر کے ''جعرانہ'' نام کے مقام پر لایا گیا۔ چھ ہزار بردے (غلام) چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت میں آیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست جود وسخا لوگوں پر کشادہ فرمایا اور تمام مال تقسیم فرما دیا۔ (مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۵۴۲)

طول تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ بالا چند واقعات پر اکتفا کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کرنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں جود وکرم اور سخاوعطا کی صفت ذاتی طبعی اور پیدائشی تھی۔ جو کچھ آپ کے پاس موجود ہوتا عطا فرما دیتے اور اس شان سے عطاء فرماتے کہ اپنے لئے کچھ باقی نہ رکھتے اور فقر و مال کے نہ رہنے کا خوف و اندیشہ نہ فرماتے۔ ایسے واقعات کی تفصیلی معلومات کے لئے فقیر سراپا تقصیر کی کتاب ''عرفانِ رضا درمدحِ مصطفیٰ'' میں مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح میں مرقوم واقعات ملاحظہ فرمائیں:۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں، دُر بے بہا دیئے ہیں
واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(از:۔ امام احمد رضا بریلوی)

غنیمت سے اللہ و رسول کا پانچواں حصہ (20%) جس کو ''خُمس'' کہتے ہیں وہ حصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا تو خمس میں سے آپ اپنے لئے اور اپنے قرابت داروں کے لئے کچھ نہ لیتے بلکہ تمام مال فقراء، یتامیٰ اور مساکین کے لئے عنایت فرما دیتے۔ اس مال میں سے ضرورت مندوں کی ضروریات پوری فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جہاد میں شرکت کرنے کی نیت سے کوئی مومن مخلص آیا لیکن سفر جہاد کے لئے زادِ راہ اور سامان جنگ نہیں ہے تو اس کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے ساز وسامان عنایت فرما دیتے۔ اس طرح غریبوں، محتاجوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور خستہ حالوں کی ضروریات ''خمس'' سے پوری فرماتے۔ اور ''خمس'' کا مال ''بیت المال'' کی صورت میں متبدل ہو جاتا۔ اسلام میں بیت المال کا طریقہ رائج کر کے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب پروری اور مسکین نوازی کی مثال پیش کی ہے۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ''خمس'' سے اپنا اور اپنے قرابت داروں کا معین حصہ لیتے اور جمع کرتے تو آپ کے پاس اور آپ کے قرابت داروں کے پاس کافی مال جمع ہوتا اور آسائش زندگی کے سامان فراہم کر کے عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن آپ نے دنیا اور مال دنیا کی طرف لحظہ بھر بھی التفات نہیں فرمایا۔ بلکہ الفقر فخری، یعنی ''فقیری پر میں نازاں ہوں''

فرمایا۔ اس کا اندازہ ذیل میں مذکورہ صرف دو واقعات سے ہو جائے گا۔

☆ شہنشاہ کونین کی شہزادی، جگر پارۂ رسول، راحتِ جانِ نبی، سیدۃ النساء، خاتونِ جنت، سیدہ، طاہرہ، طیبہ، زاہرا، سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا تمام کام اپنے مبارک ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔ آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا وغیرہ۔ یہاں تک کہ آپ کے مقدس ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک مرتبہ اپنے والد شفیق، رب کے رفیق، جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک خادمہ طلب کی تا کہ وہ گھریلو کام میں آپ کا ہاتھ بٹائے۔ مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاصل شدہ غنیمت کے مال کے ''خمس'' میں سے اپنے قرابت داروں کا متعین حصہ ان پر صرف فرماتے تو شہزادی رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چکی پیسنے کی نوبت نہ آتی بلکہ ایک کے بجائے دس خادمہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔

☆ بیہقی شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانہ میں جتنے بھی دینار کا شانہ اقدس میں تھے وہ تمام فقراء پر تقسیم فرما دیئے۔ گھر میں صرف سات دینار باقی رہے جو ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ آپ جب علیل ہوئے تو فرمایا: ''اے عائشہ! وہ سات دینار کہاں ہیں؟ عرض کیا ''میرے پاس ہیں'' آپ نے فرمایا: ''ان کو خرچ کر دو'' یہ فرمانے کے بعد آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ: ''کیا تم نے ان دیناروں کو خرچ کر دیا؟ عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابھی تک خرچ نہیں کر سکی''۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار طلب فرمائے اور ان دنانیر کو اپنے دست اقدس میں رکھ کر فرمایا کہ اے دنانیر کیا تیرا یہ خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب سے اس حال میں ملے گا کہ تو میرے پاس موجود ہو پھر آپ نے ان دیناروں کو مسکین پر تصدق فرما دیئے۔

جب وہ دوشنبہ (پیر) کی شام ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر کا چراغ روشن کرنے کا ارادہ کیا تو چراغ میں تیل ہی نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے کسی کو چراغ لے کر ہمسایہ انصاری عورت کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا کہ اگر تمہارے گھر میں تیل ہو تو اس میں چند قطرے ڈال دیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں۔

(حوالہ:- مدارج النبوۃ، از:- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جلد:۲، ص:۷۲۱)

سبحان اللہ! ابھی سات دینار خیرات فرمائے گئے ہیں اور گھر میں چراغ کے اندر تیل تک موجود نہیں۔ اس میں مدعیان طریقہ اتباع کو نصیحت ہے کہ مال دنیا کی رغبت اور طمع سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب و مائل رہنا چاہئے۔ بقول

مالکِ کونین ہیں ، گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(از:- امام احمد رضا محدث بریلوی)

غنیمت کے عنوان کو طول نہ دیتے ہوئے اب ہم قارئین کرام کو ملک شام پر اسلامی لشکر کی کوچ کے بیان و تذکرہ کی طرف واپس لے چلتے ہیں۔ حالانکہ غنیمت کا عنوان اتنا وسیع ہے کہ ہم نے اس عنوان پر جو کچھ بھی عرض خدمت کیا ہے وہ کچھ بھی نہیں۔ لیکن ہم قارئین کرام کو ملک شام کے سفر پر لے کر نکلے ہیں اور یہ سفر اتنا طویل ہے کہ ہزاروں صفحات ارقام کرنے کے باوجود بھی ہمارا سفر ادھورا ہی شمار ہوگا۔ اب تک تو ہم نے ملک شام کی سرحدوں میں دخول بھی نہیں کیا بلکہ ملک شام کی سرحد کے قریب ''تبوک'' نامی مقام پر پہنچے ہیں جہاں پر اسلامی لشکر نے فتوحاتِ شام کے سلسلہ میں پہلی فتح حاصل کی ہے۔ رومی لشکر کے آٹھ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر کے کثیر تعداد میں مالِ غنیمت حاصل کیا جو ملک شام کی فتوحات کا پہلا مال تھا۔

غنیمت کے حصول پر ہم نے قارئین کرام کے ملک شام کے سفر کا ایک چھوٹا سا وقفہ کر کے غنیمت کے احکام کی گفتگو کرنے کے لئے توقف کیا۔ اس بہانے سفر کی تکان دور کر کے قدرے آرام و استراحت کا موقع بن گیا۔ آیئے اب ہم ہمارا ملک شام کا سفر دوبارہ پھر شروع کرتے ہیں۔

☆ حصول غنیمت بمقام تبوک اور تمام غنیمت ارسالِ مدینہ منورہ:

جیسا کہ اگلے صفحات میں مذکور ہوا کہ آٹھ ہزار کے رومی لشکر کا مال و اسباب مسلمانوں کو غنیمت میں حاصل ہوا۔ غنیمت کا دستور یہ تھا کہ بیت المال کے لئے خمس (20%) نکال کر مدینہ منورہ امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دیا جائے اور باقی چار حصے (80%) مجاہدین پر تقسیم ہو لیکن حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ربیعہ بن عامر اور حضرت شرحبیل بن حسنہ ان تینوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ مالِ غنیمت ملک شام کی فتح کے سلسلہ میں حاصل ہونے والا پہلا مال ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ امیر المومنین کی خدمت میں خمس بھیجنے کے بجائے کل مال بھیج دیا جائے تا کہ یہ مال دیکھ کر مسلمانوں میں جہاد کی رغبت پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ ملک شام کی طرف جہاد کا قصد کریں۔ علاوہ ازیں یہ مالِ غنیمت سے جنگی اسباب و دیگر سامان سفر خرید کر ان لوگوں کو دیا جائے، جو جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اسباب کے فقدان کی وجہ سے عازم سفر نہیں ہو سکتے۔ اس طرح مسلمانوں کو تقویت عزم جہاد حاصل ہوگی۔ ان تینوں سرداروں نے اپنا ارادہ تمام مجاہدین کے سامنے پیش کر کے ان کی رائے طلب کی۔ تمام مجاہدوں نے اس امر کو بخوشی منظور کیا اور سب نے متفق ہو کر اس بات کی اجازت دی کہ تمام مال خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شداد بن اوس کی رہبری میں چھوٹے قافلے کے ہمراہ تمام مال مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔

حضرت شداد بن اوس غنیمت کا مال لے کر مدینہ منورہ آئے اہل مدینہ کثیر تعداد میں مال دیکھ کر بہت مسرور ہوئے تو تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ جس کو سن کر امیر المومنین نے دریافت فرمایا کہ: کیا ماجرہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت

شداد بن اوس ملک شام کی پہلی فتح کا مالِ غنیمت لے کر آئے ہیں لہٰذا اہل مدینہ فرط مسرت میں تہلیل وتکبیر سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ المختصر! حضرت شداد بن اوس تمام مال لے کر مسجد نبوی کے پاس آ کر ٹھہرے۔ سواریوں سے اتر کر مسجد نبوی میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی پھر شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ اتنے میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت شداد نے آپ سے ملاقات کی اور جنگ کی تمام کیفیات بیان کیں۔ امیر المومنین بے حد مسرور ہوئے اور آپ نے حضرت شداد کو مجاہدین اسلام کی عظیم فتح پر مبارکباد دی اور اس فتح کو اسلام کی فتوحات عظیمہ کے لئے نیک شگون تصور فرمایا۔

مکہ معظّمہ و دیگر مقامات سے مجاہدین کا آ کر مدینہ منورہ میں جمع ہونا اور نیا لشکر آراستہ:۔

امیر المومنین نے تمام مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور ایک مزید لشکر آراستہ کرنے کا طے فرمایا۔ اہل مدینہ اور قرب و جوار کے لوگ جہاد کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے ایک خط اہل مکہ کے نام تحریر کیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے ہاتھوں روانہ کیا۔ امیر المومنین نے اہل ہوازن، یعنی کلاب، اہل ثقیف وغیرہ کو بھی بذریعہ خط جہاد کے لئے آمادہ ہونے کا لکھا تھا۔

چند دنوں میں مکہ معظّمہ سے حضرت سہیل بن عمرو، حضرت حارث بن ہشام اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل اپنے ہمراہ قوم بنی مخزوم، قوم عامر، قوم ہوازن اور قوم ثقیف کے لوگوں کو بڑی تعداد میں لے کر مدینہ منورہ آ پہنچے۔ طائف، حضر موت، قبیلہ کلاب وغیرہ کے بھی بہت لوگ مدینہ منورہ اسلامی لشکر میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ ساکنان مدینہ منورہ سے مہاجرین و انصار کی جماعتیں بھی لشکر میں شامل ہونے ''جرف'' پہنچ گئیں۔ مقام جرف مجاہدوں سے بھر گیا۔ ایک عظیم لشکر جمع ہوگیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر پر امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو سردار مقرر کیا بلکہ ملک شام کی طرف گئے ہوئے اور اب جا رہے اور آئندہ جانے والے تمام لشکر کا سپہ سالارِ اعظم (Commander in chief) مقرر فرمایا۔

''مدینہ سے اسلامی لشکر کی دوسری قسط روانہ''

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل ترتیب سے اسلامی لشکر کی دوسری قسط روانہ فرمائی۔

☆ حضرت عمرو بن العاص کو نو ہزار (۹۰۰۰) کی فوج کے ساتھ ''ایلہ'' کے راستے سے فلسطین کی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر کو تاکید فرمائی کہ تم ''تبوک'' کے راستے سے فلسطین کی طرف مت جانا بلکہ براہ (via) ایلہ جانا۔ اس لشکر کا جو مقدمۃ الجیش (طلیعہ) تھا اس میں حضرت سہیل بن عمرو، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت ہشام بن حرث اور حضرت سعید بن خالد کو شامل فرمایا۔ لشکر کا علم حضرت سعید بن خالد کے ہاتھ میں تھا وہ علم کو جنبش دے کر مجاہدوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کرتے تھے اور رَجَز کے اشعار پڑھ کر شجاعت پر اُبھارتے تھے۔

☆ حضرت عمرو بن العاص کے لشکر کو روانہ کرنے کے ایک دن کے بعد امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو ''جابیہ'' کی طرف روانہ فرمایا۔

☆ حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کو روانہ فرمانے کے بعد حضرت خالد بن ولید کو قوم بنی لحم، قوم جذام اور لشکر زحف پر سردار مقرر کر کے ''ایلہ'' اور ''فارس'' کی طرف روانہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا علم ''رائیت'' جو سیاہ رنگ کا تھا، وہ علم حضرت خالد بن ولید کو عطا فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رخصت ہو کر اپنے لشکر کو لے کر ''عراق'' کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید کے ساتھ جو ''لشکر زحف'' تھا ان کی تعداد نو سو (۹۰۰) تھی یہ تمام سوار نہایت بہادر اور لڑائی کے فن کے ماہر تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے تھے اور دادِ شجاعت حاصل کی تھی۔

مذکورہ تمام لشکروں کو روانہ فرما کر امیر المومنین مدینہ طیبہ واپس آئے آپ اسلامی لشکر کے لئے بہت ہی فکر مند تھے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی حفاظت، نصرت اور فتح کی دعا مسلسل مانگ رہے تھے۔ اپنے مجاہد بھائیوں کی فکر کے آثار آپ کے چہرہ پاک سے نمایاں تھے۔ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ملک شام فتح ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اے عثمان! آپ سچ کہتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ ملک شام کی فتح کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا درست ہے اور اس میں کچھ خلاف نہیں۔ بے شک ہم روم اور فارس پر غالب ہوں گے۔

جنگ فلسطین (Palastine)

اوراق سابقہ میں قارئین کرام پڑھ چکے ہیں کہ اہل مدینہ گیہوں، جو، انجیر، روغن، زیت وغیرہ ملک شام سے منگواتے تھے۔ ملک شام کے کچھ تاجر بسلسلہ تجارت مدینہ منورہ میں کئی دنوں سے مقیم تھے۔ مدینہ میں ان لوگوں نے عظیم اسلامی لشکر کو ملک شام کی طرف روانہ ہوتا دیکھا تھا۔ لہذا انہوں نے لشکر کی روانگی کی کیفیت و نیز مقام تبوک میں اسلامی لشکر نے ہرقل کے آٹھ ہزار لشکر کا صفایا کر دینے کی حقیقت سے ہرقل بادشاہ کو مطلع کیا۔

اطلاع ملتے ہی ہرقل بادشاہ نے ارکان دولت اور لشکر کے اہم افراد کو اپنے شاہی دربار میں جمع کر کے حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں نے تمہارے بھائیوں کو تبوک میں مار ڈالا ہے اور اب ہمارے ملک پر چڑھائی کرنے آرہے ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر عنقریب ہم تک پہنچنے والا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں میرے تخت کے مالک نہ ہو جائیں۔ لہذا تم اپنے مذہب، اپنے اہل و عیال، اپنے مال و اسباب اور خود اپنی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ عیش و عشرت اور کاہلی کو چھوڑ کر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں کود پڑو۔ شجاعت اور بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دو، ورنہ تمہارا ملک و دولت مسلمان چھین لیں گے۔ تمہاری عورتوں کو کنیز اور تمہارے بچوں کو غلام بنا دیں گے۔

ہرقل کی یہ تقریر سن کر حاضرین دربار تبوک میں اپنے ساتھیوں کی ہلاکت پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے رونے پر ہرقل بادشاہ کو غصہ آیا اور اس نے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ عورتوں کی طرح رونے سے کچھ نہیں ہونے والا۔ رونا چھوڑ دو بزدلی اور کاہلی ترک کر کے مرد میدان بن جاؤ ورنہ تمہارا وجود باقی نہیں رہے گا۔

ہرقل بادشاہ کی ڈانٹ ڈپٹ کا حاضرین پر کافی اثر ہوا اور ان میں جوش جنگ و جدال پیدا ہوا۔ تمام نے بیک زبان حلف اٹھایا کہ ہمارے جسم کے خون کے آخری قطرے تک مسلمانوں سے مقابلہ کریں گے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ لوگوں کے اس عزم و استقلال کو دیکھ کر ہرقل بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے ایک صلیب سونے کی منگوائی اور رومی لشکر کے سردار "روبیں" کو دیتے ہوئے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک لاکھ سواروں کے لشکر پر حاکم مقرر کیا۔ اے بہادر سردار! اپنے لشکر کو لے کر جلد از جلد کوچ کر اور اہل عرب کو فلسطین میں داخل ہونے سے باز رکھ اور یاد رکھ کہ شہر فلسطین سرسبز و شاداب اور میوہ دار ہے۔ یہ نفیس شہر ملک شام کی ناک ہے۔ ہماری عزت ہے۔ سردار روبیں اسی دن لشکر کو لے کر روانہ ہو گیا۔

...لامی لشکر فلسطین میں اور جنگ فلسطین وقوع کے مرحلہ میں:-

اسلامی لشکر کو لے کر حضرت عمرو بن العاص مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے تب سے مسلسل سفر کی مسافت طے کرتے ...ے۔طویل سفر ہونے کی وجہ سے مجاہدین تھک گئے تھے۔سواری کے جانور بھی لاغر اور کمزور ہو گئے تھے۔جب فلسطین کا علاقہ ...ا تو وہاں کا سبز سبزہ وشاداب خطہ،لہلہاتے کھیت،گھاس اور چارہ سے بھرپور میدان، پانی کی فراوانی، پھل وغیرہ کی کثرت کی ...ہ سے لشکر نے پڑاؤ کیا۔تمام مجاہدین کو استراحت کے لئے توقف کرنے کی خواہش تھی تا کہ سفر کی تھکان دور کر کے تروتازہ ہو ...ئیں اور ہمارے جانور بھی ہریالی گھاس چر کر فربہ اور توانا ہو جائیں۔اسلامی لشکر ارض فلسطین مین ٹھہر گیا۔اسلامی لشکر کے ...ہدین نے قدرے آرام حاصل کیا۔ایک دن حضرت عمرِو بن العاص نے لشکر کے اہم ارکان کو برائے مشورہ بلائے کہ اب ...ں سے کب اور کس طرف بڑھیں؟ یہ حضرات مشغولِ مشورہ تھے کہ اچانک حضرت عامر بن عدی وہاں آئے۔حضرت عامر ...ن عدی مخلص مومن صحابی تھے۔ملک شام میں بغرض تجارت اور اپنے یگانوں سے ملنے اکثر و بیشتر آتے جاتے رہتے تھے۔لہٰذا ملک شام کے شہروں اور راستوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔حضرت عامر بن عدی کو جب اطلاع ملی کہ اسلامی لشکر ...نے فلسطین میں کیمپ کیا ہے تو وہ بغرض ملاقات آئے تھے لیکن ان کے چہرے سے اضطراب وتفکر کے آثار نمایاں ہو رہے تھے ...۔وہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے تھے۔عمرو بن العاص نے ان سے فرمایا کہ: اے ابن عدی! تمہاری گھبراہٹ و پریشانی کی کیا ...بہ ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اے سردار! تمہارے مقابلے کے لئے ہرقل بادشاہ کا لشکر جرار امنڈتے ہوئے سیلاب کی ...رح آرہا ہے کہ جہاں سے گزرتا ہے وہاں کے درختوں کو اکھاڑتا ہوا اور سبزوں کو روندتا ہوا اس طرح چلتا ہے کہ زمین میں ...زلہ ڈالتے ہیں۔عمدہ سواریوں پر اعلیٰ قسم کے آلات حرب سے آراستہ اس لشکر کا ہر سپاہی اسلامی لشکر کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔حضرت عامر بن عدی نے مزید اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ وہ لشکر ''وادی الاحمر'' میں جمع ہوا ہے۔میں نے وادی الاحمر کے ...ریب واقع ایک پہاڑ پر چڑھ کر اس لشکر کو دیکھا ہے اور ان کی تعداد کا تخمینہ کیا تو تقریباً ایک لاکھ کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد صرف نو ہزار تھی۔لہٰذا کچھ لوگ بہ تقاضائے بشری مضطرب ومتفکر ...وئے۔حضرت عمرو بن العاص نے لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ بڑی بھاری تعداد میں دشمن کا لشکر ہماری جانب آرہا ہے۔ہم ...صحابی رسول اپنے محبوب آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دیوانے ہیں ہم موت سے نہیں ڈرتے۔شہادت ہماری خواہش ...تمنا ہے۔تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر ہم دشمنوں کے وار اپنے سینوں پر جھیلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور ہم زخمی ہو کر بھی پست ...حوصلہ نہیں ہوتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ: بقول

میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

(از:- امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! اللہ کی نصرت اور مدد پر یقین کامل

رکھو۔ جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ اور مجھ کو مشورہ دو کہ اس معاملہ میں ہمیں کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ لشکر کو لے کر جنگل میں چھپ جائیں۔ جب رومی لشکر غافل ہوگا تب ان پر چھاپا مار دیں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ یہ رائے سے تمام حاضرین متفق ہیں؟ حضرت عامر بن سہیل نے کہا کہ اے سردار! یہ طریقہ تو بزدلی کا ہے۔ اسلامی لشکر کا ہر شخص مرد آزما ہے۔ ہر فرد مردِ میدان ہے۔ ہم ہماری مردانگی دکھائیں گے۔ جنگل میں چھپ کر چھاپا مارنے کی نامردی ہم نہیں کریں گے بلکہ ''مرد مرے نام کو'' پر عمل کرتے ہوئے کھلے میدان میں دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔

حضرت عامر بن سہیل کی پر جوش تجویز کی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم نے بھرپور تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ: خدا کی قسم! ہم دشمنوں سے خوفزدہ ہو کر پوشیدہ نہ ہوں گے اور نہ اپنے قدم پیچھے ہٹائیں گے بلکہ پورے استقلال کے ساتھ قدم آگے بڑھا کر دشمنوں کا دلیرانہ مقابلہ کریں گے۔ موت کے ڈر سے ہم ہرگز واپس نہ لوٹ جائیں گے کیونکہ جو شخص واپس لوٹ جائے گا وہ خدا کے حکم کی نافرمانی کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی ولولہ خیز گفتگو سے اسلامی لشکر کو جوش میں لے آئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کو ایک ہزار سواروں پر سردار مقرر کرتے بطور طلیعہ روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کے لشکر کا سراغ معلوم کریں، ان کی حرکت و جنبش پر نگرانی کریں اور اسلامی لشکر کو خبردار کریں۔

لشکر عبداللہ بن عمر فاروق اور رومی لشکر کے درمیان جنگ:۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق علم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے قوم بنی کلاب اور اہل طائف وثقیف کے ایک ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوئے۔ مسلسل ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ صبح کے وقت انہوں نے گرد اٹھتے ہوئے دیکھی۔ ساتھیوں سے کہا کہ دُور سے جو غبار اٹھتا ہوا نظر آرہا ہے اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ دشمن کے لشکر کا طلیعہ آرہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے لشکر کو توقف کرنے کا حکم دیا، کچھ پر جوش مجاہدوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم جا کر دیکھ آئیں کہ یہ غبار کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارا ایک دوسرے سے جُدا ہونا مناسب نہیں لہٰذا اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔

تھوڑی دیر میں دور سے نظر آنے والا غبار لشکر بالکل قریب ہوگیا۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی لشکر نمودار ہوا۔ یہ لشکر دس ہزار (۱۰،۰۰۰) کی تعداد میں تھا جس کو رومی سردار روبیس نے بطور طلیعہ بھیجا تھا۔ جب رومی لشکر قریب آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے ساتھیوں سے کہا کہ اے توحید و رسالت کے متوالو! یہ لشکر ہم پر حملہ کرنے آرہا ہے لہٰذا ان کو مہلت نہ دو اللہ تعالیٰ تم کو غالب و فتح مند کرے گا۔ دشمنوں پر ٹوٹ پڑو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے جوش دلانے پر اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر اور کلمہ طیبہ کو بیک آواز اس طرح کہا کہ تکبیر و تہلیل کی صدائے بلند سے کوہ و صحرا گونج اٹھے۔ دشمنوں پر ایک خوف ولرزہ طاری ہوا۔ وہ متحیر ہو کر سوچ رہے تھے کہ یہ کیا آواز ہے؟ اسی وقت اسلامی لشکر کے شیر رومی لشکر کے گیدڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت سہیل بن عمرو نے حملہ کیا۔ ان کے بعد حضرت ضحاک بن ابی سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ للکارتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ مہاجرین و انصار بھی مرد میدان کی شایانِ شان شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹوٹ پڑے۔ اسلامی لشکر کی اس طرح کی دفعتہً یلغار سے رومی لشکر ہل گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ

مٹھی بھر مسلمان ہم پر اس طرح حملہ آور ہوں گے۔

الغرض دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ تلواروں اور نیزوں نے اپنا کام دکھایا۔ مجاہدوں کی تلواروں میں وہ شدت اور قوت تھی کہ رومی سپاہی اس کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ ان کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ مجاہد اسلام کی ایک ضرب میں ہی رومی سپاہی خاک وخون میں تڑپتا نظر آتا۔ پت جھڑ میں سوکھے پتے جس طرح درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرتے ہیں اس طرح وہ اپنے گھوڑوں سے گر گر کر زمین پر گرتے تھے۔ شدت زخم کی وجہ سے چیختے اور تڑپتے تھے اور دم توڑتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رومیوں کے ساتھ بڑی دلیری سے مصروف جنگ تھے کہ ایک بڑے ڈیل ڈول کا رومی سوار جو رومی لشکر کا اہم رکن تھا وہ اپنے گھوڑے کو گرداوے دے رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کو اُکساتا اور اُبھارتا تھا حالانکہ وہ خود گھبرایا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے خوف وڈر کے اثرات نمایاں تھے وہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق پر آ پڑا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کا وار خالی کر دیا اور جوابی وار کیا۔ وہ رومی پہلوان نے بھی جنگ کے کرتب دکھاتے ہوئے حضرت عبداللہ کا وار چکا دیا۔ حضرت عبداللہ کو اس کی جنگی مہارت کا اندازہ آ گیا۔ حضرت عبداللہ نے زور سے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ گھوڑا بلند آواز سے ہنہنا کر پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑا ہو کر ٹھہر گیا۔ رومی پہلوان محو حیرت ہو کر گھوڑے کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتہً حضرت عبداللہ نے میان سے تلوار نکال کر گھوڑے کو پاؤں کی ایڑی ماری۔ وفادار گھوڑا گویا اپنے مالک کا ارادہ جان گیا ہو اس طرح کودا اور ایک آن میں رومی پہلوان کے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ رومی پہلوان نے اپنے نیزہ سے حضرت عبداللہ پر وار کرنا چاہا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے بجلی کی سرعت سے اپنی تلوار سے اس کے نیزہ کا پھل کاٹ کر نیزہ کو چوب بنا دیا۔ رومی پہلوان نے نیزے کی لکڑی پھینک کر گھوڑے کی زین میں لٹکی ہوئی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ پہنچایا اور میان میں سے تلوار نکال رہا تھا اتنی دیر میں تو حضرت عبداللہ بن عمر نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے شانہ کی رگ کاٹتی ہوئی پہلوان کے جسم کے دو حصے کر دیئے۔ وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا تب ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق نے اس رومی پہلوان جو لشکر طلیعہ کا امیر تھا اس کے جسم پر کا تمام اسباب لے لیا۔

جب رومیوں نے دیکھا کہ ان کا سردار بری طرح قتل ہوا ہے تو ان کے دل ہل گئے، قدم لڑکھڑا گئے، حوصلہ پست ہو گیا۔ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر لگی ہوئی تھی۔ اب لڑنے کا نظریہ متبدل ہو گیا تھا۔ حملہ کرنے کے بجائے اب دفاعی طریقہ اختیار کیا لیکن مجاہدین اسلام کی برق آسا اور برق افشار شمشیروں کے سامنے زیادہ وقت ٹھہر نہ سکے، ٹپاٹپ بوندوں کی مانند ان کے سر جسموں سے الگ ہو کر ٹپکنے لگے اور زمین کو دم سفوح سے سرخ کرنے لگے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی شجاعت دیکھ کر رومی سپاہی نے راہ فرار اختیار کرنے میں خیریت دیکھی۔ رومی لشکر میں انتشار پھیلا۔ مجاہدین اسلامی نے ان کے سروں پر تلواریں رکھیں اور بڑی تعداد میں رومی مقتول ہوئے۔ چھ سو (۶۰۰) رومی سپاہی قید ہوئے۔ اس معرکہ میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے علاوہ حضرت ضحاک بن ابی سفیان اور حضرت حرث بن ہشام نے بڑی جوانمردی اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور دشمنوں پر غالب آنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس معرکہ میں سات مجاہد شہید ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کے حکم سے مجاہدین نے مقتولین کا مال سامان اور دیگر اسباب جنگ کو یکجا کیا تو کثیر تعداد میں مالِ غنیمت ہاتھ لگا تھا۔ حضرت عبداللہ مع اسیران جنگ، مالِ غنیمت اپنے لشکر کو لے کر واپس اس مقام پر لوٹے جہاں حضرت عمرو بن العاص اسلام کے مجاہدوں کا لشکر لئے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اس طرح فتح وغنیمت کے ساتھ حضرت عبداللہ کے لوٹنے سے حضرت عمرو بن العاص بہت خوش ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے قیدیوں سے رومی لشکر کا حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہرقل بادشاہ نے سردار روبیس کو ایک لاکھ کا لشکر دے کر تمہارے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو ملک شام سے ہانک بھگا دے۔ اسی ایک لاکھ کے لشکر سے سردار روبیس نے دس ہزار سواروں کا بطور طلیعہ بھیجا تھا جس نے تمہارے چھوٹے لشکر کے ہاتھوں ہزیمت اٹھائی ہے لیکن اب بھی سردار روبیس کے ساتھ نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) کا لشکر ہے جو عمدہ قسم کے جنگی ساز وسامان سے آراستہ ہے اور ہرقل بادشاہ کے ملازمین میں سردار روبیس سے بڑھ کر کوئی شخص لڑائی کا ماہر اور آزمودہٗ کار نہیں۔ وہ لشکر عنقریب تم تک پہنچنے والا ہے اور تم کو ہلاک وتباہ کر دے گا۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ جس طرح رومی لشکر کی طلیعہ کا سردار مارا گیا اسی طرح انشاء اللہ سردار روبیس بھی مارا جائے گا اور اس کے لشکر کا بھی وہی حال ہونے والا ہے جو لشکر کے طلیعہ کا ہوا ہے۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے تمام اسیروں پر اسلام پیش کیا، جس کا انہوں نے انکار کیا لہٰذا تمام کی گردنیں ماری گئیں۔ اسلامی لشکر سے جو سات مجاہد شہید ہوئے تھے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) نوفل بن عامر (۲) سراقہ بن عدی (۳) سعید بن قیس (۴) سالم مولیٰ عامر بن بدر الیربوعی (۵) عبداللہ بن خویلد (۶) جابر بن راشد الحضرمی اور (۷) اوس بن سلمہ الہوازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فلسطین کا خونی معرکۂ جنگ:-

رومی قیدیوں کی گردنیں مارنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رومی لشکر اسلامی لشکر کی طرف آ رہا تھا۔ لہٰذا اسلامی لشکر خود چل کر سامنے جائے تو اس سے رومیوں کے ذہن پر ایک نفسیاتی اثر (Psychological Effect) ہو کہ اسلامی لشکر قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود ہماری کثرت تعداد سے قطعاً ڈرتا نہیں۔ جس پر ہم حملہ کرنے جا رہے ہیں وہ خود سامنے سے چل کر ہم سے ٹکرانے آئے ہیں۔ اس طرح رومی لشکر پر رعب ڈالنے کی دور اندیشی سے حضرت عمرو بن العاص نے لشکر روانہ (Flag March) کیا۔ ابھی لشکر نے تھوڑا ہی فاصلہ کیا طے تھا کہ رومی لشکر دکھائی دیا۔ لشکر کیا تھا؟ اُمنڈتا ہوا سیلاب تھا۔ لشکر میں نو صلیبیں بلند نظر آ رہی تھیں اور ہر صلیب کے نیچے دس ہزار سوار تھے۔ رومی لشکر کی کل تعداد نوے ہزار تھی جب کہ اسلامی لشکر صرف نو ہزار کا تھا۔ یعنی ایک مسلمان کے مقابلے میں دس رومی تھے۔ رومی لشکر کے سردار روبیس کو اپنے لشکر کے طلیعہ کی خواری اور ہلاکت کی و نیز طلیعہ کے بطریق سردار کے مارے جانے کی اطلاع مل چکی تھی لہٰذا وہ طیش وغضب میں تھا۔ اپنے لشکر کو بڑے جوش سے ابھارتا تھا اور اپنے بھائیوں کے انتقام کا جذبہ دلاتا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہی پوری طرح مشتعل تھے اور اسلامی لشکر کو لقمۂ چرب سمجھ کر آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے رومی لشکر کو دیکھتے ہی فوراً اسلامی لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔ میمنہ پر حضرت ضحاک بن

ابی سفیان، میسرہ پر سعید بن خالد، ساقی میں ابوالدرداء کو، قلب میں خود ٹھہرے۔ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی ہوئی تعلیم و تربیت سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی لشکر کی ایسی عمدہ صف بندی کی کہ مجاہدوں کے گھوڑے اس طرح استادہ تھے کہ باگ سے باگ اور رکاب سے رکاب ملی ہوئی ہے۔ گویا کہ ایک لوہے کی مضبوط دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ ہر صف کا یہی عالم تھا۔ صف بندی کی نفاست، درستی اور سجاوٹ دیکھ کر رومی سردار روبیس دنگ رہ گیا۔ اس طرح کی صف بندی اس نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ جنگی مہارت میں سردار روبیس ملک شام میں مشہور و معروف تھا لیکن اسلامی لشکر کی صرف صف بندی دیکھ کر وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوگیا اور ایک ناپدید (پوشیدہ، مخفی) خوف اس پر چھا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسلامی لشکر کی صف بندی کا یہ عالم ہے تو شمشیر زنی کا معاملہ کیسا ہوگا؟ اس کے ذہن میں اپنے لشکر طلیعہ کی ہلاکت کا دھندلا سا منظر دکھائی دینے لگا اور گویا اس کا ضمیر کہہ رہا تھا کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا بھی وہی حال ہونے والا ہے۔ لہٰذا اس نے حملہ کرنے سے توقف کیا اور اسلامی لشکر کے سامنے تھوڑے فاصلہ پر لشکر کو ٹھہرا دیا تاکہ دیکھے کہ اسلامی لشکر کی طرف سے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ اس میں اب اتنی ہمت و حوصلہ نہ تھا کہ حملہ کرنے میں سبقت کرے۔

☆ حضرت سعید بن خالد بن سعید کا مقابلہ کے لئے نکلنا اور شہید ہونا:-

جب رومی لشکر نے توقف کیا اور کسی قسم کا کوئی حربہ ان کی جانب سے نہ ہوا تو اسلامی لشکر سے حضرت سعید بن خالد نکل کر میدان میں آئے۔ بلند آواز سے للکارا اور لڑنے کے لئے مقابل طلب کیا لیکن رومی لشکر میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ سب کے سب خاموش اور ساکت کھڑے رہے۔ ایسا لگتا تھا کہ آدمی نہیں بلکہ بے جان پتھر کی مورت بنے ہوئے ہیں۔ حضرت سعید بن خالد اپنے گھوڑے پر سوار میدان میں چکر لگاتے تھے اور پکار پکار کر مقابل طلب کرتے تھے لیکن رومی لشکر سے کوئی نہیں نکلا۔ تب انہوں نے رومی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بھیڑ اور بکریوں کا ٹولا ہے اور اس پر شیر حملہ آور ہوا ہے۔ حضرت سعید بن خالد نے رومی لشکر کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں اور بہت سے رومی سپاہیوں کو جہنم رسید کر دیا۔ تب رومیوں نے حرکت کی اور مجتمع ہو کر حضرت سعید پر ٹوٹ پڑے۔ نیزوں، برچھیوں اور تلوار کی نوکوں سے ان کے مقدس جسم کو چھلنی کر دیا لیکن حضرت سعید آخری دم تک لڑتے رہے اور خدا و رسول کی راہ میں اپنی جان دے دی۔

قضاء حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

(از:- امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحہ سے اسلامی لشکر میں رنج و غم چھا گیا۔ حضرت عمرو بن العاص سب سے زیادہ ملول ہوئے۔ کیونکہ حضرت سعید بن خالد ان کے بھتیجے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے اسلامی لشکر کو یلغار کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء، حضرت ذوالکلاع حمیری وغیرہ شہسوارانِ اسلام نے حملہ کرنے میں سبقت کی اور ان حضرات کی متابعت میں پورا اسلامی لشکر رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ اب رومی لشکر بھی پوری طاقت سے

مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) رومیوں نے مٹھی بھر مجاہدوں کو گھیر کر نرغہ میں لے لیا تھا۔ تلوار سے تلوار اور نیزہ سے نیزہ ٹکرا رہا تھا۔ گرد و غبار کے بادل اٹھ رہے تھے۔ ایک عجیب شور و غل برپا تھا۔ رومی لشکر کا سردار روبیس اپنے سپاہیوں کو پکار پکار کر کہتا تھا کہ اے بندگان صلیب! ان عربوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔ صلیب تمہاری مدد کر رہی ہے۔ دین مسیح کی حمایت میں اپنی جان کی پروا مت کرنا۔ صلیب کی برکت سے تم ضرور غالب آؤ گے۔ اپنے سردار کی آواز پر رومی سپاہی نہایت جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ اسلامی کے مجاہدوں پر بڑی شدت اور تنگی کا وقت تھا۔ مجاہدین تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کرتے تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے:۔

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْ يَتَّخِذُ مَعَكَ شَرِيْكًا"

ترجمہ: "اے پروردگار! مدد فرما امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں پر جو تیرے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں"

علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ اس دن صبح سے لے کر دوپہر تک شدت سے جنگ جاری رہی۔ اس دن سخت گرمی تھی اور ہوا بھی آگ کے شعلے برسا رہی تھی۔ زوال کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر نے لشکر موحدین کی نصرت کے لئے وہ دعا مانگی جو اُن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تھی۔ حضرت عبداللہ نے دعا کے الفاظ ابھی ختم ہی کئے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان میں ایک سوراخ ہوگیا ہے اور اس سوراخ سے سبز گھوڑے نکل رہے ہیں۔ ان گھوڑوں پر ہاتھوں میں سبز نشان لئے ہوئے سوار ہیں، ان کے ہاتھوں میں جو نشان تھے ان کی نوکیں چمکتی تھیں اور کوئی پکارنے والا پکار رہا تھا کہ:

"اَبْشِرُوْا يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَتٰيكُمُ النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى"

ترجمہ: "بشارت ہو تم کو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، بتحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد آگئی"

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق فرماتے ہیں کہ:۔

"پس میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ فتح حاصل ہوئی اُمت کو ببرکت دعا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ دیکھا میں نے رومیوں کو پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے اور مسلمان ان کے پیچھے تعاقب میں ہیں اور منادی آواز فتح کی دے رہا ہے اور تھے جانور مسلمانوں کے زیادہ تر دوڑنے والے رومیوں کے جانوروں سے پس مار ڈالا ہم نے بیچ اس لڑائی فلسطین کے دس ہزار رومیوں کو یا زیادہ اس سے"۔

(حوالہ:۔ فتوح الشام، از علامہ محمد بن عمرو والواقدی، اردو ترجمہ، مترجم:۔ سید عنایت حسین سید نپوری، مطبوعہ: نولکشور لکھنؤ، سال طباعت ۱۹۰۳ء (بار چہارم)، ص:۲۶)

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت کا حوالہ ہم نے کتاب، مصنف و مترجم، مطبوعہ، سال طباعت اور بار طباعت کے ساتھ بالتفصیل لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کتاب کو مآخذ و مرجع بنا کر ہم ملک شام کی سیر کو نکلے ہیں اس کتاب کا

یہ پہلا حوالہ ہے جو ہم نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے لہٰذا تفصیل کے ساتھ حوالہ نقل کیا ہے۔ اب ہر مرتبہ تفصیل کے ساتھ حوالہ نقل نہ کرتے ہوئے صرف نام کتاب اور صفحہ نمبر درج کر دیا جائے گا۔

القصہ! رومی لشکر نے ہزیمت اٹھائی اور پیٹھ دکھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا اور بھاری تعداد میں رومیوں کی گردن زنی کی۔ جب رات کی سیاہ زلفیں بکھریں اور ان زلفوں نے دنیا کو اپنے سایہ میں لے کر تاریکی پھیلائی تب اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس آیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ رات کا اندھیرا گھٹا ٹوپ چھا گیا۔ تمام لشکر دن بھر جنگ کرنے کی وجہ سے کافی تھک گیا تھا لہٰذا سب نے استراحت میں شب بسر کی۔

صبح مردم شماری کرنے پر پتہ چلا کہ اسلامی لشکر سے ایک سوتیس (۱۳۰) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا ہے لہٰذا میدان جنگ سے شہیدوں کی لاشیں جمع کیں۔ لیکن ان لاشوں میں حضرت سعید بن خالد کی لاش نہ تھی۔ حضرت عمرو بن العاص بذات خود حضرت سعید بن خالد کی لاش کو تلاش کرنے نکلے۔ کافی تلاش و جستجو کے بعد حضرت سعید کی لاش اس حالت میں دستیاب ہوئی کہ ان کے جسم کو گھوڑوں کے سموں نے ایسا روندا تھا کہ تمام ہڈیاں چور چور ہوگئی تھیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بھتیجے حضرت سعید کی نعش کو اس حالت میں دیکھا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا اور مشغول گریہ ہوئے۔ حضرت سعید کے لئے خوب روئے اور دعائے مغفرت و رحمت کی۔ پھر تمام لاشوں کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔

شہداء کی تدفین سے فراغت پانے کے بعد مجاہدوں نے رومی لشکر کا متروکہ مال و اسباب جمع کرنا شروع کیا۔ کثیر تعداد میں مالِ غنیمت حاصل ہوا جو اسلامی احکام کے مطابق منقسم کیا گیا۔

”حضرت سعید کی شہادت کی انکے والد کو اطلاع، صدمہ، قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنا، قاتلوں سے انتقام“

غنائم کی تقسیم سے فرصت پا کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم، امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا۔ اس خط میں جنگ فلسطین کی پوری تفصیل مرقوم فرمائی اور رومی لشکر سے کل گیارہ ہزار (۱۱،۰۰۰) سپاہیوں کے مقتول ہونے کا اور کثیر مالِ غنیمت حاصل ہونے کا حال بھی تحریر فرمایا۔ خط کے اختتام میں اسلامی لشکر کے ایک سوتیس (۱۳۰) مجاہدوں کی اور خصوصاً حضرت سعید بن خالد کی شہادت کا ذکر بھی کیا۔ حضرت عمرو بن العاص کا خط لے کر حضرت ابوعامر الدوسی روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ملک شام کی سرحد کے قریب اسلامی لشکر کا پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت ملک شام کی حد میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوعامر نے حضرت ابوعبیدہ کے کیمپ میں پہنچ کر ان کی خدمت میں خط پیش کیا۔ حضرت ابوعبیدہ خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے لیکن مجاہدوں کی شہادت کی خبر پڑھ کر ملول و رنجیدہ ہوئے۔ حضرت ابوعامر نے جنگ فلسطین کے تمام حالات حضرت ابوعبیدہ کی مجلس میں

تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور حضرت سعید بن خالد کی شجاعت و بہادری اور ان کی شہادت کا آنکھوں دیکھا حال کہہ سنایا۔

اس وقت حضرت سعید بن خالد کے والد حضرت خالد بن سعید حضرت ابوعبیدہ کے پاس موجود تھے۔ اپنے بیٹے کی شہادت کا حال سنکر بیتاب ہوگئے۔ اپنے بیٹے کو یاد کر کے بے ساختہ رونے لگے اور اس دردو حُزن سے روئے کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے۔ غمگین کا سماں بندھ گیا۔ غم واندوہ کی محفل ہوگئی حاضرین نے حضرت خالد بن سعید کی خدمت میں تعزیت کہی اور صبر کی تلقین و تسلی دی۔ کچھ دیر بعد حضرت خالد بن سعید کی طبیعت کو کچھ سکون ہوا تو فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کے ارادے سے ارض فلسطین کی جانب روانہ ہونے کے قصد سے اور اجازت طلب کرنے کی غرض سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر کیا ہوا؟ علامہ واقدی سے ہی سماعت فرمائیں:-

''پس ابوعبیدہ بن الجراح نے اُن سے کہا کہ کہاں جاؤ گے اے خالد! حالانکہ تم ایک رکن ہو ارکانِ مسلمانوں سے۔ خالد نے کہا کہ میں صرف بارادۂ زیارت قبر اپنے بیٹے کے جاتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میں بھی اپنے بیٹے سے جاملوں۔ پس ابوعبیدہ نے سکوت کیا اور عمرو بن العاص کو خط کا جواب لکھا''۔ (حوالہ فتوح الشام، ص: ۲۸)

ناظرین کرام! خود فرمائیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اجلہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ امین الامۃ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہ جن کا شمار ''عشرۂ مبشرہ'' میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت ابوعبیدہ کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امین امت'' کا لقب عنایت فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:-

''لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَّاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ''

ترجمہ: ''ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ہیں''

وہ جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن سعید کی جلالت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ''تم ایک رکن ہو ارکان مسلمانوں سے'' یعنی حضرت خالد بن سعید اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ وہیں جلیل القدر اور ذی مرتبت صحابیٔ رسول سرحد ملک شام سے ارض فلسطین کا سفر صرف اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کے لئے کر رہے ہیں اور اپنا سفر صرف اور صرف ''زیارت قبر'' کے لئے ہے اس کا اعتراف واقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

''میں صرف بارادۂ زیارت قبر اپنے بیٹے کے جاتا ہوں''۔

یہ جملہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید نے صرف ''زیارت قبر'' کی نیت سے ہی سفر کیا۔ زیارت قبر کے علاوہ ان کا سفر سے اور کوئی منشاء و مطلب نہیں تھا۔ ثابت ہوا کہ ''زیارت قبر'' کی نیت وارادہ سے دور دراز کا سفر کرنا ''سنت صحابہ'' ہے۔ اگر ''زیارت قبر'' کی نیت سے سفر کرنا کفر، شرک، ناجائز، حرام، بدعت، یا خلاف قانونِ شریعت اسلام ہوتا بلکہ اس میں گناہ کا ہلکا سا شائبہ بھی ہوتا تو حضرت خالد بن سعید ہرگز ہرگز صرف زیارت قبر کی نیت سے سفر نہیں کرتے اور نہ ان کو ایسے سفر کرنے کی امین الامت اجازت دیتے بلکہ صاف ممانعت فرمادیتے کہ اے خالد! تم اپنی محبت دلی کے جذبہ کے تحت اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کا عزم کر رہے ہو لیکن اس طرح کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہ

رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن سعید کو ''سفر زیارت قبر'' سے منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ہاتھوں حضرت عمرو بن العاص کو خط بھیجا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ انہوں نے اس سفر کی اجازت دی۔

ایک جلیل القدر صحابی کا ''ارتکابِ فعل سفر'' اور ایک جلیل القدر صحابی کا ''اجازتِ فعلِ سفر'' ہمارے لئے سند ہے۔ ''استحباب فعل سفر زیارت قبر'' کی لیکن افسوس! صد افسوس! دورِ حاضرہ کے منافقین زیارت قبر کی غرض سے کئے جانے والے مبارک اسفار کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے نافذ و صادر کرتے ہیں۔ اپنے فاسد اعتقاد کو درست ثابت کرنے کے لئے ''لاتشد الرحال'' والی حدیث کے من گھڑت معنی و مطلب اختراع کرتے ہیں اور اپنے دل میں بھری ہوئی اولیاء کرام کی عداوت اور انکارِ تعظیم کی خراش نکالنے کے لئے حدیث کے غلط معنی و مفہوم بیان کرتے ہیں۔

☆ حضرت خالد بن سعید کا اپنے بیٹے کی قبر پر آنا اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کلام کرنا:-

حضرت خالد بن سعید لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ کا خط لے کر ارض فلسطین پہنچے اور حضرت عمرو بن العاص کو خط دیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اٹھ کر حضرت خالد بن سعید کی تعظیم کی اور ان سے مصافحہ کیا۔ حضرت خالد بن سعید اپنے صاحبزادے کے فراق و غم میں رو رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تعزیت کی اور تسکین دی۔ تمام مجاہدوں نے بھی حضرت خالد بن سعید سے ملاقات کی اور فریضۂ تعزیت ادا کیا۔ حضرت خالد بن سعید نے مجاہدوں سے اپنے بیٹے کی کوشش جہاد اور کیفیت شہادت کے متعلق استفسار کیا تو مجاہدوں نے بتایا کہ انہوں نے دلیری اور جوانمردی کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کے لشکر میں قیامت برپا کر دی۔ دین اسلام کی خدمت انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور خدمت دین میں مصروف و مشغول رہتے ہوئے باوقار شہادت پائی ہے۔

پھر حضرت خالد بن سعید نے مجاہدوں سے اپنے بیٹے کی قبر کا پتہ معلوم کیا اور نشان قبر کو تلاش کر کے اپنے بیٹے کی قبر پر پہنچے اور ....؟............؟

> ''اور کہا اے میرے بیٹے! روزی کرے اللہ تعالیٰ مجھ کو صبر تمہارے اوپر اور ملاوے وہ مجھ کو تمہارے ساتھ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون، پھر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قدرت اور مُکنت دی تو میں تمہارا بدلا لوں گا اور نزدیک اللہ کے امید مُزد اور ثواب کی رکھتا ہوں میں تمہارے لئے''۔ (حوالہ:- فتوح الشام، ص: ۲۸)
>
> حل لغت: (ا) مُکنت: قدرت، طاقت، توانائی، تونگری، (فیروز اللغات، ص: ۱۲۷۸)
>
> مُزد: مزدوری، صلہ، بدلا، اُجرت، تنخواہ، (فیروز اللغات، ص: ۱۲۳۸)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے فعل نے ایک اور اختلافی معاملہ بھی حل کر دیا کہ سماع موتی یعنی صاحب قبر کا سننا برحق ہے۔ دور حاضرہ کے منافقین نے اس مسئلہ کے ضمن میں بھی شور و غوغا مچا رکھا ہے اور تحریر و تقریر کے ذریعے بڑی شدت سے پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں کہ صاحب قبر سننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ بلکہ اپنی رسوائے زمانہ کتب میں یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ انبیاء و اولیاء کے متعلق بھی ایسا رذیل و ذلیل جملہ کہتے اور لکھتے ان کو لرزہ تک نہیں آتا

بلکہ شقاوت قلبی کی بدولت ایسے جملے کے گستاخانہ الفاظ کے گفت و کتب کے ذریعہ توہین و تنقیص انبیاء و اولیاء میں جری بنے ہیں، سماع موتی حق ہے اور اس پر امت کے علماء و عرفاء کا اتفاق و اجماع ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت حاصل ہے۔ لیکن اب چودھویں صدی کے مسلم نما منافقین عناداً انکار و اختلاف پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خالد بن سعید نے اپنے بیٹے حضرت سعید بن خالد کی قبر پر جا کر ان کو مخاطب کر کے جو کلمات کہے ان کو ہم نے علامہ واقدی کی کتاب سے حرف بحرف منقول کر دیئے۔ لہٰذا اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ:

(۱) اگر میت کا سننا (سماع موتی) برحق نہیں تو حضرت خالد بن سعید نے اپنے بیٹے سے ان کی قبر پر جا کر مخاطبت کیوں کی؟

(۲) اگر سماع موتی حق نہیں تو کیا جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید کو اس حقیقت کا علم نہیں تھا؟

(۳) کیا اب چودہ سو سال کے بعد ہی اس مسئلہ سے واقفیت رکھنے والے عالم وجود میں آئے ہیں۔ ماضی کے تمام حضرات کیا ناواقف اور جاہل تھے؟

ناظرین کرام کی غیر جانبدارانہ عدالت میں استغاثہ ہے کہ آپ بغور اور فکر رساں سے فیصلہ فرمائیں کہ صحابیٔ رسول کا فعل ہمارے لئے حجت اور قابل اعتماد ہے۔ یا دور حاضر کے منافقین کی دریدہ دہنی؟ جیسا کہ:۔

☆ ''جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، یہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ اس کے مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں''۔ (حوالہ:۔ تقویۃ الایمان، مصنف:۔ مولوی اسماعیل دہلوی)

(ناشر: دارالسلفیہ، ممبئی، تاریخ اشاعت: اپریل ۱۹۹۷ء، ص: ۴۴)

تقویت الایمان کی مندرجہ عبارت کو قارئین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ بزرگان دین دُور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں یہ اعتقاد رکھنا ہی شرک ہے۔ یہاں استعانت اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کا معاملہ نہیں بلکہ تقویت الایمان کا مصنف یہ کہہ رہا ہے کہ دور اور نزدیک سے سن لینے کا عقیدہ رکھنا ہی شرک ہے یعنی کسی کو اس کی قبر سے بہت بعید کے فاصلے سے مخاطب کر کے پکارو یا اس کی قبر سے بالکل ملحق ہو کر مخاطب ہو کر پکارو۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی شرک ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نے کسی کو اس کی قبر سے دور کے فاصلہ سے مخاطب کر کے پکارا یا قریب سے پکارا وہ پکارنے والا مشرک ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ورد جاری رکھتے ہوئے قارئین کرام غور فرمائیں کہ مندرجہ بالا عبارت شرک کے فتوے کی مشین گن نہیں بلکہ ایٹم بم ہے کہ ایک فتویٰ سے ملت اسلامیہ کے بے شمار موحدین و مومنین کے ایمان کے پرزے اُڑا دیئے۔ جس کام کو ایک جلیل القدر صحابی رسول نے کیا اس کام کو صدیوں کے بعد سابیٔ رسول شرک قرار

دے رہا ہے۔

(۱) اگر صاحب قبر کو مخاطب کر کے پکارنا شرک ہے تو کیا حضرت خالد بن سعید اس حکم سے ناواقف تھے؟ کیا ان کو شرک جیسے اہم امور کے حکم کی شرعی معلومات نہ تھی؟

(۲) قارئین کرام میزان عدل کے ایک پلہ میں جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید کا یہ فعل رکھیں اور دوسرے پلے میں سابیٔ (گستاخ) رسول مولوی اسماعیل دہلوی کا قول رکھیں اور فیصلہ کریں کہ دور حاضرہ کے منافقین کا اعتقاد کتنا گھناؤنا اور فاسد ہے۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنا کہنا ہے کہ ہمارے لئے ایک صحابیٔ رسول کا فعل سند ہے۔ حالانکہ اس کے اثبات و جواز میں قرآن و احادیث کے دلائل سے لبریز کتب معتمدہ و مستندہ بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ سماعِ موتی اور جوازِ ندا کے جواز و اثبات میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اعتقاد کی پختگی کے لئے بے حد فائدہ بخش ہیں۔

(۱) حَیَاۃُ الْمَمَاتُ فِیْ بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتُ

(۲) اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاہْ فِیْ حَلِّ نِدَائِےِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

(۳) بَرَکَاتُ الْاِمْدَادْ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَادْ

(۴) اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعَتِیِ الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ

☆ اپنے بیٹے کا انتقام لیتے ہوئے حضرت خالد بن سعید نے رومیوں کو قتل کیا:۔

اپنے نورِ نظر اور دلبند کی قبر کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت خالد بن سعید خدمت حضرت عمرو بن العاص میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ تھوڑا سا لشکر بطور سریہ اپنے ساتھ لے کر مشرکوں کی تلاش و جستجو میں جاؤں۔ امید ہے کہ میں ان میں سے کسی کو پالوں اور قتل کر دوں تاکہ اپنے لختِ جگر کا انتقام لے کر دل کو تسکین دوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے قوم حمیر کے تین سو (۳۰۰) سواروں کو ان کے ہمراہ کر دیئے۔ حضرت خالد بن سعید جوشِ انتقام اور ولولۂ جنگ کے جذبہ سے اتنے متاثر تھے کہ اسی وقت تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد وہ ایک سرسبز میدان میں پہنچے۔ سخت دھوپ اور شدت کی گرمی تھی لہٰذا سب نے یہ ارادہ کیا کہ دن کا وقت یہاں گزار دیں تاکہ ہمارے جاندار چارہ اور گھاس کھا لیں اور پھر رات کے وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔ لہٰذا سب نے اس میدان میں توقف کیا اور اپنے جانوروں کو چرنے کے لئے کھول دیئے۔ اس میدان کے قریب ہی ایک بلند پہاڑ تھا۔ حضرت خالد بن سعید اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے ساتھیوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے۔ دورانِ گفتگو انہوں نے نظر اٹھا کر پہاڑ کی جانب دیکھا تو پہاڑ کی چوٹی پر ان کو چند آدمی دکھائی دیئے۔ حضرت خالد بن سعید نے ساتھیوں سے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ لوگ جاسوس ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی لشکر اس

میدان کے اطراف میں پوشیدہ ہو اور یہ لوگ ہماری مخبری کر دیں اور مبادا ہم پر دشمن کا لشکر آ پڑے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ہم ان جاسوسوں پر جا پڑیں اور اپنے قبضہ میں لے لیں۔ ساتھیوں نے کہا کہ اے خالد! یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ ہم میدان میں ہیں اور وہ لوگ پہاڑ کی بلندی پر ہیں اور پہاڑ کا جغرافیہ اس طرح کا ہے کہ اس پر چڑھنا امر دشوار ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے اپنے ساتھ دس مجاہدوں کو لیا اور باقی مجاہدوں کو حکم دیا کہ میں جب تک واپس پلٹ کر نہ آؤں تب تک تم اسی جگہ پر ٹھہرے رہنا۔

حضرت خالد بن سعید اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کے قریب گئے۔ گھوڑوں سے اتر کر اپنے تہہ بند کو باندھا، تلوار کو گردن میں لٹکا لیا اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ پہاڑ کی بلندی پر جانے کے لئے اس جگہ کوئی راستہ نہ تھا کہ آدمی اس پر چل سکے لیکن مجاہدوں کا عزم و استقلال اتنا مضبوط تھا کہ پہاڑ بھی اس کے سامنے نرم تھا۔ تمام مجاہد پہاڑ کی چٹانوں سے مثل سوسمار (گوہ) چپک گئے اور رینگتے ہوئے آہستہ آہستہ پہاڑ کی بلندی عبور کرنے لگے۔ ایسا خطرناک مرحلہ تھا کہ ذرا سی غلطی ہوئی یا پاؤں پھسلا یا ہاتھ سے چٹان سرک گئی تو سیدھے زمین پر اس طرح گرتے کہ ایک بوند پانی مانگنے کا بھی ہوش نہ رہے لیکن تمام مجاہد اللہ کی نصرت و مدد سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ پتھر کی چٹانوں کی آڑ میں چھپتے چھپاتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں رومی لشکر کے جاسوس ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ کل چھ اشخاص تھے۔ ماحول سے غافل اپنی گفتگو میں کھوئے ہوئے تھے کہ مجاہدوں نے ان کو للکارا۔ وہ چونک پڑے گھبراہٹ وخوف کے عالم میں اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے لیکن مجاہدوں نے ان کو اتنا موقع نہ دیا۔ دو کی گردنیں اڑا دیں اور چار کو گرفتار کر لیا۔

گرفتار ہونے والے چار شخصوں کو حضرت خالد بن سعید نے زدوکوب کی ضیافت سے نوازا اور ان کا حال دریافت کیا کہ وہ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کرنے آئے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم اس پہاڑ کے اطراف دیہات دیرالبقیع، جامعہ اور کفرالعزیزہ کے رہنے والے ہیں، ہم کو یہ اطلاع ملی کہ ملک عرب کا لشکر ہمارے علاقہ میں آیا ہوا ہے تو دیہات کے لوگ اپنے دیہاتوں سے بھاگ بھاگ کر مضبوط قلعوں والے شہروں میں رہنے چلے گئے ہیں۔ ہم نے قلعوں سے بھی زیادہ محفوظ وسلامت اس پہاڑ کو جانا اور پہاڑ میں آکر پناہ گزیں ہوئے۔ اطراف کے علاقوں کی خبر کے تجسس میں ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر آئے تھے اور تم نے ہم کو گرفتار کر لیا۔ حضرت خالد بن سعید نے ان لوگوں سے رومی لشکر کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہرقل بادشاہ نے بمقام ''اجنادین'' بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور وہ فلسطین کی طرف کوچ کرنے والا ہے تاکہ اسلامی لشکر کو بیت المقدس (Jerusalem) میں داخل ہونے سے باز رکھے۔ ان چار اسیروں نے مزید یہ بھی اطلاع دی کہ اجنادین میں جو رومی لشکر ہے اس کے لئے رسد (اناج واشیائے خوردن) لینے کیلئے رومی لشکر کے سرداروں میں سے ایک سردار ہمارے علاقہ میں آیا ہوا ہے اور اس نے بہت سارا غلہ وغیرہ ذخیرہ کر لیا ہے اور اس کو تمہارے لشکر کا خوف ہے لہٰذا وہ رسد لے کر جلد از جلد روانہ ہو جانا چاہتا ہے۔

حضرت خالد نے ان اسیروں سے پوچھا کہ رومی سردار رسد لے کر کس راستہ سے اجنادین جائے گا؟ انہوں نے کہا کہ

وہ اسی راستہ سے گزرے گا جہاں تم میدان میں ٹھہرے ہوئے ہو، اس پہاڑ میں ایک بڑا درہ ہے وہ اس درہ میں سے ہو کر گزرے گا۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ وہ اس وقت کہاں ٹھہرا ہوا ہے؟ جواب میں کہا کہ اس پہاڑ کے قریب ایک بڑا ٹیلہ جس کا نام ''تل بنی سیف'' ہے وہاں پر وہ مع رسد و حمال کے ٹھہرا ہوا ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اپنی زندگی کی خیریت چاہتے ہو تو ہم کو ''تل بنی سیف'' تک پہنچا دو۔ ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ انہوں نے قبول کیا۔

حضرت خالد بن سعید ان چار اسیروں کو لے کر اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تل بنی سیف کی طرف چل دیئے۔ جب دو پہاڑوں کے درمیان واقع درہ کے پاس پہنچے تو وہاں توقف کیا اور میدان میں ٹھہرے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بھی پہاڑ کے درہ کے پاس بلوالیا۔ جب وہ آگئے تو اب وہ سب ساتھ مل کر عجلت کے ساتھ تل بنی سیف نام کے ٹیلے کی طرف آگے بڑھے۔ جب اسلام کے کفن بردوش کی جماعت اس ٹیلے پر پہنچی تو دیکھا کہ تقریباً چھ سو (۶۰۰) رومی سپاہی اور کچھ دیہاتی غلام جلدی جلدی جانوروں پر رسد کے بورے لاد رہے ہیں۔ وہ ماحول سے بے خبر رسد لے کر فوراً روانہ ہونے کی فکر میں تھے۔ ان کا سردار چیخ چیخ کر رسد جلدی لادنے کے حکم چھوڑتا تھا۔ وہ رسد کے لادنے لدانے میں مشغول تھے کہ مجاہدوں نے ان پر یلغار کر دی۔ حضرت خالد بن سعید اور حضرت ذوالکلاع حمیری نے ایسا شدت سے حملہ کیا کہ رومی مبہوت ہو گئے۔ رسد لادنے والے غلام اور حمّال تو فوراً دُم دبا کر بھاگ نکلے، رومی سپاہیوں نے تلوار تان لیں اور مقابل ہوئے۔ ان کا سردار بلند آواز سے ان کو لڑنے کی ترغیب اور ہمت دے رہا تھا۔ حضرت خالد بن سعید رومی سردار کی جانب لپکے اور ایک نیزہ اس ستمگر کو ایسا مارا کہ وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ مجاہدوں نے بھی بڑی دلیری سے ان کے سروں پر شمشیریں رکھیں اور تین سو بیس (۳۲۰) رومی سپاہیوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ باقی بچے ہوئے سپاہی مفرور ہو گئے۔

حضرت خالد بن سعید نے رومی لشکر کے رسد اور جانوروں پر قبضہ کرلیا۔ نیز مقتولین کے ہتھیار، کپڑے و اسباب کو جمع کیا۔ بڑی کثرت کا غلہ اور مالِ غنیمت لے کر بخیر و عافیت حضرت عمرو بن العاص کے کیمپ میں بمقام فلسطین واپس آئے۔ حضرت عمرو بن العاص مجاہدوں کے سلامت لوٹنے اور ساتھ میں غنائم کثیرہ لانے سے بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد بن سعید اور ان کے ساتھیوں کو مبارکباد اور دعائے خیر و برکت سے نوازا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص نے جنگ فلسطین اور تل بنی سیف سے حاصل شدہ رسد و غنائم کی کیفیت کا مفصل خط اسلامی لشکر کے سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین، اصدق الصادقین، امام المتقین، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا۔

سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے حضرت ابوعبیدہ کی معزولی اور حضرت خالد بن ولید کا تقرر

حضرت عمرو بن العاص کی طرف سے حضرت عامر بن طفیل الدوسی نے خط لے کر امیر المومنین کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے وہ خط پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا۔ خط سن کر اہل مدینہ بہت خوش ہوئے اور صدائے تہلیل وتکبیر سے فضاء کو مترنم کر دیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر الدوسی سے ملک شام میں اسلامی لشکر کا حال دریافت کیا۔ حضرت عامر دوسی نے بتایا کہ حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو ملک شام میں الگ الگ مقامات پر متفرق کر دیا ہے اور حضرت ابوعبیدہ ابھی تک اوائل ملک شام میں مقیم ہیں اور ملک شام میں داخل نہیں ہو پائے ہیں۔ علاوہ ازیں ہرقل بادشاہ نے بمقام اجنادین ایک عظیم لشکر جمع کیا ہے تاکہ وہ اسلامی لشکر سے ٹکرائے اور غالب ہو جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر الدوسی کی زبانی تمام کیفیت سماعت فرمائی تو انہوں نے سوچا کہ ابوعبیدہ نرم طبیعت اور بھولے مزاج کے شخص ہیں اور رومیوں کی فوج کثیر کے لشکر سے جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لہٰذا آپ نے اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اگر حضرت ابوعبیدہ کے بجائے حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالار اعظم کے عہدہ و منصب پر تقرر کیا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا۔ کیونکہ وہ مرد شجاع اور جنگی امور میں مہارت رکھتے ہیں۔ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تائید کی لہٰذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سپہ سالار کے عہدہ پر مقرر کیا اور ایک خط حضرت نجم بن مفرح کنانی کو دیا اور حضرت خالد بن ولید کی طرف روانہ کیا۔ اس خط کی اہم عبارت ملاحظۂ قارئین کی خاطر ذیل میں درج ہے:-

”وَاِنِّیْ قَدْ وَلَّیْتُکَ عَلٰی جُیُوْشِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرْتُکَ لِقِتَالِ الرُّوْمِ وَقَدْ جَعَلْتُکَ الْاَمِیْرَ عَلٰی اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“

ترجمہ: ”اور بتحقیق میں نے سردار کیا تم کو مسلمانوں کے لشکروں پر اور حکم کیا تم کو رومیوں سے قتال کرنے کا اور بتحقیق میں نے تم کو ابوعبیدہ اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا“۔ (حوالہ:- فتوح الشام، ص:۳۱)

حضرت خالد بن ولید اُن دِنوں عراق کی جانب علاقہ ملک فارس (Persia) میں آتش پرستوں سے مصروف جہاد تھے

اور قریب تھا کہ آپ شہر ''قادسیہ'' کو فتح کر لیں۔ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خط لے کر حضرت نجم بن مفرح وہاں پہنچے اور حضرت خالد بن ولید کو خط دیا۔ خط پڑھ کر آپ نے کہا کہ مجھ کو اللہ اور اللہ کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت منظور ہے۔ حضرت خالد کو امیر المومنین کا خط پہنچانے حضرت عامر بن طفیل دوسی بھی مدینہ طیبہ سے حضرت نجم بن مفرح کے ہمراہ گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے فوراً ایک خط حضرت ابوعبیدہ کے نام تحریر کیا۔ اس میں انہوں نے حضرت ابوعبیدہ کو ان کی معزولی اور اپنی تقرری کی اطلاع لکھی اور یہ بھی لکھا کہ:-

''قَدْ دَلَّانِیْ اَبُوْ بَکْرٍ عَلٰی جُیُوْشِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَا تَبْرَحْ مِنْ مَّکَانِکَ حَتّٰی اَقْدَمَ عَلَیْکَ''

ترجمہ: ''تحقیق حضرت ابوبکر نے مجھے مسلمانوں کے لشکر پر سردار مقرر کیا ہے۔ پس جب تک میں تمہارے پاس آؤں تب تک تم جس جگہ ہو وہیں ٹھہرے رہنا''۔ (حوالہ:- فتوح الشام، ص:۳۱)

حضرت خالد نے وہ خط حضرت عامر بن طفیل الدوسی کو دے کر حضرت ابوعبیدہ کی جانب روانہ کیا اور حضرت خالد نے اپنے ساتھ کے اسلامی لشکر کو ملک شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد لشکر کو لے کر ''عین التمر'' کے راستے سے سفر کرتے ہوئے ''ارض ساوہ'' پہنچے۔ اب ان کو وہاں سے ''ارکہ'' نامی مقام پر جانا تھا وہاں سے ملک شام میں داخلہ کرنا تھا۔ لیکن:-

☆ بغیر پانی کے علاقہ کا نہایت مشکل سفر طے کرنے کی نرالی تدبیر:-

لیکن ارضِ ساوہ سے ارکہ تک سفر نہایت دشوار اور مشکل تھا۔ کیونکہ اس مسافت کے درمیان کہیں پانی ملنے کا امکان نہ تھا اور تقریباً تین یا چار دن کا سفر تھا۔ ارض ساوہ میں کثرت سے پانی تھا لیکن آگے کا سفر بغیر پانی کے بنجر علاقے کا تھا۔ اسلامی لشکر میں پانی بھرنے کے لئے مشکیں اور برتن کی قلت تھی۔ اگر ارض ساوہ سے تمام برتن اور مشکیں پانی کی بھر کر ساتھ لیں تو وہ پانی لشکر کے سپاہیوں کو صرف دو یا تین دن تک کفایت کرے لیکن سواری کے جانوروں کو پلانے کے لئے پانی کی فراہمی امر محال تھا۔ پیاس سے تمام گھوڑے مر جائیں، حضرت رافع بن عمیرہ الطائی صحابیِ رسول جو ملک شام کے علاقوں اور راستوں کی اچھی خاصی واقفیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی رائے اور مشورہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تیس اونٹوں کو سات دن تک پیاسا رکھو اور پھر میں جس طرح کہوں کرو۔ چنانچہ لشکر نے ارضِ ساوہ میں سات دن توقف کیا اور تیس اونٹوں کو سات دن تک پیاسا رکھا۔

جب لشکر نے کوچ کی تیاری کی تب حضرت رافع بن عمیر نے سات دن کے پیاسے اونٹوں کو خوب پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے اور سپاہیوں سے کہا کہ تمام برتن اور مشکیزے پانی سے بھر لو اور تمام مجاہدوں نے اس طرح کیا اور لشکر وہاں سے کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا۔ جب کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تو وہاں حضرت رافع بن عمیرہ دس اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹوں سے پانی نکال کر پکھالوں یعنی بڑی مشکوں میں بھر لیتے اور جب وہ پانی ٹھنڈا ہو جاتا تو گھوڑوں کو پلا دیتے اور اونٹ کا گوشت لشکر کے مجاہدوں کے کھانے کے استعمال میں لاتے۔ اس طرح ہر منزل میں کرتے یہاں تک کہ تیس اونٹ ذبح ہو گئے لیکن سفر طے نہ ہوا۔ اب لشکر کی حالت خراب ہوئی۔ آدمیوں کے پینے کے لئے برتنوں اور مشکوں میں پانی نہیں تھا۔ جانوروں کو پلانے کے

لئے اب پانی والا کوئی اونٹ بھی نہیں تھا۔ تمام لشکر پیاس کی شدت وکلفت برداشت کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پانی کی عدم موجودگی میں سب کا برا حال تھا سواری کے گھوڑوں کے قدم بھی لڑکھڑانے لگے۔ مجاہدوں کے حلق اور زبانیں خشک ہوگئیں۔ مزید برآں شدت کی گرمی اور دھوپ کی وجہ سے لشکر کے سپاہی سوکھ کر کانٹا ہوگئے۔ پاؤں بوجھل ہوگئے چلنے کی طاقت نہ رہی۔ قوت تحمل و برداشت جواب دے چکی، دور دور تک کہیں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ سب کی حالت غیر تھی۔ بعض تو راہ میں بیٹھ گئے۔ اب ایک قدم چلنے کی بھی سکت نہ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا لشکر پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاسا ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو ہمت اور تسلی دی اور اب عنقریب پانی ملنے کی امید دلائی۔ لیکن خود کی بھی حالت قریب ہلاکت تھی۔ اب اللہ کی نصرت اور مدد کے سوا اور کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ بقول:۔

زمیں تپتی ، کٹیلی راہ ، بھاری بوجھ ، گھائل پاؤں
مصیبت ، جھیلنے والے ، تیرا اللہ والی ہے

(از:۔ امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت خالد بن ولید لشکر اسلام کی حالت دیکھ کر پریشان تھے۔ لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چند اشخاص راہ میں ٹھہر جاتے تھے۔ ضعف و ناتوانی کی وجہ سے کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ حضرت خالد پریشانی واضطراب کے عالم میں حضرت رافع بن عمیرہ طائی کے پاس آئے اور کہا کہ اب ہمارا لشکر قریب ہلاکت ہوگیا ہے۔ کوئی تدبیر سوچو! ہمارے بہادر مجاہدوں کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت رافع نے کہا اے سردار! اب ہم ''قراقر'' اور ''سوی'' نام کے مقام کے قریب آگئے ہیں۔ آپ لشکر کو وہاں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ چنانچہ حضرت خالد نے مجاہدوں کو ہمت وامید دے دے کر بڑی مشکل سے قراقر نامی مقام تک پہنچایا۔ لیکن اکثر مجاہدین راستہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ مقام قراقر میں آکر حضرت رافع بن عمیرۃ الطائی وہاں کی زمین کو ٹٹولتے ہوئے ایک درخت کے قریب آکر ٹھہر گئے اور ساتھیوں سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ چند فٹ گہرائی تک کھودا کہ دفعۃً وہاں سے پانی کا چشمہ مثل دریا کے اُبل پڑا۔ مجاہدوں نے فرط مسرت سے تہلیل وتکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ سب نے پانی پیا اور جلدی جلدی مشکیزوں میں پانی بھر کے روانہ ہوئے تا کہ راہ میں بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو جا کر سیراب کریں۔ القصہ پانی کے فقدان کی مصیبت ٹل گئی۔ راہ میں بچھڑ جانے والے مجاہدین پانی ملنے پر قوت وتوانائی حاصل کر کے وہ بھی مقام قراقر میں آپہنچے۔ مقام قراقر میں لشکر نے توقف کیا اور سفر کی کلفت سے نجات حاصل کی قدرے آرام واستراحت کرنے کے بعد لشکر نے کوچ کی اور مقام ارکہ کے قریب آپہنچا۔ ارکہ اب صرف ایک منزل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں کا علاقہ زرخیز اور سرسبز وشاداب تھا۔ لشکر نے قلیل عرصہ کے لئے یہاں پر توقف کیا۔ اس دوران چند مجاہدین بارادہ رومی لشکر کی اطلاع حاصل کرنے اور علاقہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے لشکر سے نکل کر قریب کے ایک کھیت کی طرف گئے تو وہاں ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں نظر آئیں۔ مجاہدین بعجلت چل کر وہاں گئے تو کیا دیکھا کہ:۔

☆ حضرت خالد بن ولید کے نامہ بر رومی چرواہے کی قید میں:-

ایک چرواہا شراب پی رہا تھا اور اس کے قریب ایک شخص اہل عرب سے مشکیں بندھا ہوا پڑا تھا۔ مجاہدوں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ حضرت خالد بن ولید کے نامہ بر حضرت عامر بن طفیل الدوسی تھے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر مجاہدین دوڑتے ہوئے حضرت خالد کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید فوراً گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ رومی چرواہا شراب کے نشے میں نیم بیہوشی کی حالت میں دُھت ہو کر پڑا ہوا ہے اور اس کے قریب حضرت عامر بن طفیل دوسی رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عامر سے پوچھا کہ تم کس طرح اور کیوں کر قید ہو گئے؟

حضرت عامر بن طفیل نے اپنی داستانِ اَلم سناتے ہوئے کہا کہ قادسیہ سے آپ کا خط لے کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آپ کی روانگی کے پہلے میں چل پڑا تھا۔ عین التمر، ارض سماوہ اور قراقر کے راستے سے مسافت طے کرتا ہوا میں اس مقام پر جب پہنچا تب شدت کی دھوپ اور گرمی تھی۔ پیاس کی وجہ سے میرا بُرا حال تھا۔ اس چرواہے کو مع اپنی بکریوں اور اونٹوں کے دیکھ کر میں اس کے پاس آیا تا کہ اس سے دودھ مول لے کر اپنی پیاس بجھاؤں۔ جب میں اس کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شراب پی رہا ہے۔ میں نے اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے شراب کا برتن میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے کہا کہ شراب پیتا ہے اور میری طرف بھی شراب بڑھاتا ہے۔ شراب پینا حرام ہے تب اس نے مکر و فریب کرتے ہوئے کہا کہ تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ شراب نہیں ہے بلکہ خالص پانی ہے۔ اپنی سواری سے نزول کر کے خود ہی دیکھ کر اور سونگھ کر تحقیق کر لو کہ شراب ہے یا پانی؟ اگر شراب ہو تو جو چاہو وہ سزا دینا۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا اور اپنی اونٹنی کو بٹھا کر پالان سے اُترا اور زانو کے بل بیٹھ گیا تا کہ دیکھوں کہ اس کے بڑے کاسے میں شراب ہے یا پانی۔ اچانک اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی لاٹھی اٹھا کر میرے سر پر دے ماری کہ مجھے ایسا لگا کہ شاید میرے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور میں غش کھا کر گر پڑا۔

جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو رسیوں میں مضبوط بندھا پایا اور یہ چرواہا میرے پاس بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم اصحاب محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معلوم ہوتے ہو۔ لہٰذا جب تک میرا مالک جو بادشاہ ہرقل کے پاس گیا ہوا ہے وہ نہ لوٹے گا تب تک میں تجھ کو اسی طرح قید رکھوں گا۔ میں نے پوچھا کہ تیرا مالک کون ہے اس نے کہا کہ اہل عرب سے نصرانی مذہب ہے (عرب متنصرہ) اور اس کا نام قداح بن واثلہ ہے۔

حضرت عامر نے حضرت خالد سے کہا کہ میں تین دن سے اسی حالت میں ہوں یہ شخص میرے پاس آ کر بیٹھ کر شراب پیتا ہے اور پھر باقی ماندہ شراب مع برتن کے مجھ پر ڈال دیتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید کو حضرت عامر بن طفیل کی زبانی داستان غم سن کر بہت غصہ آیا۔ وہ چرواہا شراب کے نشے میں چور پڑا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے چرواہے کو تلوار کی ضرب ماری اور اس کا سر پھاڑ ڈالا۔ حضرت خالد کے ہمراہ آئے ہوئے ساتھیوں نے تمام مویشی پر قبضہ کر لیا اور حضرت عامر کو قید سے آزاد کیا۔ حضرت خالد نے حضرت عامر سے پوچھا کہ میں نے تم کو حضرت ابوعبیدہ کے نام جو خط دیا تھا وہ کیا ہوا؟ حضرت عامر نے جواب دیتے

ہوئے کہا کہ وہ خط ابھی تک میرے عمامہ میں پوشیدہ اور محفوظ ہے۔ ابوعبیدہ کو میرا خط پہنچاؤ اور اب سفر میں پوری احتیاط سے کام لینا۔ حضرت عامر نے حضرت خالد سے الوداع کر کے حضرت ابوعبیدہ کی جانب راہ اختیار کی۔

''فتحِ ارکہ، سَخنہ تدمُّر از صلح''

حضرت خالد نے حضرت عامر بن طفیل الدوسی کو حضرت ابوعبیدہ کی جانب روانہ کرنے کے بعد لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ قراقر سے ارکہ قریب ہی تھا لیکن بیچ میں بھیانک جنگل واقع تھا۔ جنگل پار کر کے لشکر ارکہ پہنچا۔ اسلامی لشکر ارکہ کی طرف آرہا ہے یہ خبر سنتے ہی ارکہ کے اطراف کے علاقہ میں بسنے والے لوگ بھاگ کر ارکہ کے قلعہ میں محصور ہوگئے۔ ارکہ کا حاکم ہرقل بادشاہ کا معتمد اور مقرب شخص تھا۔ وہ میدان جنگ کا آزمودہ کار تھا۔ اس نے ارکہ کے لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ قلعہ کے تمام دروازے بند کر دیئے اور شہر پناہ پر چڑھ کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ ارکہ شہر میں ہل چل مچی ہوئی تھی کیونکہ اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع سب کو ہو چکی تھی علاوہ ازیں ارکہ کے حاکم کی طرف سے بڑے پیمانے پر مقابلہ کے لئے لوگ جمع کئے جا رہے تھے۔

ارکہ میں ''شمعان'' نام کا ایک حکیم رہتا تھا جو کتب سماوی کا زبردست عالم، قوم روم کا مذہبی پیشوا اور ملاحم کا جاننے والا تھا۔ ملاحم ان کتابوں کو کہتے ہیں کہ جن میں مستقبل میں ہونے والے فتن اور جنگوں کی پیشین گوئیاں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ حکیم شمعان ارکہ کے کچھ معزز لوگوں کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ اسلامی لشکر ارکہ پر حملہ کرنے آپہنچا ہے۔ خبر سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا اور مضطرب و بیقرار ہو کر کہنے لگا کہ ''وقت قریب آگیا'' ''وقت قریب آگیا'' حکیم شمعان کی مجلس میں موجود لوگ اس کی زبان سے بار بار اس جملہ کو سن کر تعجب اور حیرت میں پڑ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کون سا وقت قریب آگیا؟ حکیم شمعان نے کہا کہ سلطنت روم کی ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ میرے پاس ایک ملحمہ (کتاب) ہے اس میں اس قوم کا ذکر ہے۔ نیز اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ:-

> ''قوم عرب کا پہلا نشان یہاں پر عراق کی جانب سے آئے گا اور وہ نشان فتح مندی کا ہوگا۔ وہ نشان سیاہ ہوگا اور ان کا سردار لمبا، چوڑا، طویل و موٹا، اس کے دونوں شانوں میں کافی فرق اور اس کے چہرے پر چیچک کے نشان ہوں گے۔ وہی شخص سردار اُن کے لشکر کا ہوگا اور اسی کے ہاتھوں فتح ہوگی''۔

لوگوں نے حکیم شمعان کی بات سن کر قلعہ کی دیوار سے اسلامی لشکر کو جھانک جھانک کر دیکھنے لگے تو واقعی اسلامی لشکر کا نشان سیاہ تھا جس کو حضرت خالد بن ولید اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن ولید طویل قد و قامت والے تھے اور ان کے دونوں شانے کشادہ تھے نیز ان کے چہرے پر چیچک کے نشان بھی تھے۔ حکیم شمعان نے جو جو علامات بیان کی تھیں ان کا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا لہٰذا وہ ارکہ کے حاکم کے پاس آئے اور کہا کہ حکیم شمعان ہمارے مذہب کا ذی شان پیشوا ہے اور وہ کوئی بھی بات حکمت کے خلاف نہیں کہتا آج اس نے ہم سے قوم عرب کے لشکر کے متعلق جو آگہی

کی اس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے لہٰذا بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ تم اسلامی لشکر سے ٹکرانے کا ارادہ ترک کر کے ان سے صلح کر لو تا کہ ہمارے مال واسباب اور اہل وعیال ہلاکت سے محفوظ رہیں۔

ارکہ کا حاکم اسلامی لشکر سے جنگ کرنے کے مصمم ارادے سے جنگی تیاری کر رہا تھا اور یک لخت جنگ موقوف کر کے صلح کی پیشکش پر آ جانا اس کو گراں معلوم ہوا اس کا غرور اور تکبر صلح کی پیشکش کو دفعۃً منظور کرنے سے روکتا تھا لہٰذا اس نے کہا کہ مجھے صبح تک مہلت دو شب میں اطمینان سے سوچ کر صبح جواب دوں گا۔ قوم نے کہا ٹھیک ہے حاکم ارکہ رات بھر سوچتا رہا کہ اکابر قوم صلح کی طرفداری کر رہے ہیں اور میں جنگ کی تدبیر کر رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ صلح کر لیں اور مجھے عربوں کو سونپ کر بَلی کا بکرا بنا دیں نیز عربوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا بھی مشکل ہے فلسطین کے معرکہ میں سردار روبیس کی بڑی فوج مسلمانوں کی چھوٹی جماعت کے ہاتھوں بری طرح پٹ گئی ہے اور عربوں کا رعب وخوف ملک شام کے تمام لشکروں کے سپاہیوں پر چھا گیا ہے اگر جنگ میں شکست ہوئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ عربوں کے ہاتھ سے ہزیمت اٹھانے کے ساتھ ساتھ میری اپنی قوم کی لعنت وملامت بھی میرے سر ہوگی لہٰذا اکابر قوم کی رائے سے متفق ہونا ہی مناسب ہے۔

صبح اکابر قوم ارکہ نے آ کر حاکم ارکہ سے جواب طلب کیا تو اس نے بھی صلح کی موافقت کی۔ لہٰذا قوم کے اکابر حضرت خالد کے پاس آئے اور صلح کی گفتگو کر کے دو ہزار درہم چاندی اور ایک ہزار اشرفی پر مصالحہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل ارکہ کو صلح کی دستاویز لکھ دی۔ حضرت خالد بن ولید بعد صلح ابھی ارکہ میں موجود تھے کہ ''سخنہ'' اور ''تدمر'' کے حاکم نے بھی آ کر صلح کی اور سالانہ جزیہ دینے کی شرط منظور کی۔ اہل سخنہ اور اہل تدمر سے صلح کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید ''حوران'' اور ''بصریٰ'' کی طرف روانہ ہوئے۔

"جنگ بصرہ"

حضرت خالد بن ولید کا خط لے کر حضرت عامر بن طفیل الدوسی حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی خدمت میں آئے خط پڑھ کر حضرت ابوعبیدہ مسکرائے اور خوش ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے یہ جملہ کہا:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلّٰهِ وَلِخَلِيْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

ترجمہ: "تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ کی اور اللہ کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت منظور ہے"۔

حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے اپنی معزولی سے مطلق ملول نہیں ہوئے بلکہ مسرور ہوئے اور اسی وقت تمام مجاہدین لشکر اسلام کو جمع کر کے اپنی معزولی اور حضرت خالد بن ولید کی منصوبی سے مطلع کیا۔

حضرت ابوعبیدہ نے اپنی معزولی سے پہلے حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول کو چار ہزار سواروں کا لشکر دے کر بصرہ کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ حضرت شرحبیل لشکر لے کر بصریٰ پہنچے اور قلعہ شہر کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔

☆ حاکم بصرہ "روماس" اور اس کا حیرت خیز بھاری جسم:۔

شہر بصرہ کے حاکم کا نام "روماس" تھا وہ ہرقل بادشاہ اور رومیوں کے نزدیک بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ کتب سابقہ اور ملاحم کا عالم تھا اور اسے رومیوں کے مذہبی پیشوا کی سی حیثیت حاصل تھی۔ روماس حاکم کا جسم بہت ہی تعجب خیز تھا طویل قد و قامت اور کثیف جسامت کی وجہ سے وہ ملک شام میں منفرد الجسم تھا اپنے بہت بھاری ڈیل ڈول کی وجہ سے وہ ملک شام میں مشہور تھا۔ دور دراز سے لوگ اس کا جسم دیکھنے کے لئے آتے تھے وہ اکثر و بیشتر علمی مجلس منعقد کر کے لوگوں کو علم و حکمت کی باتیں سنایا کرتا تھا۔ شہر بصرہ بہت آباد اور شاداب تھا تجارت کی بڑی منڈی میں اسکا شمار ہوتا تھا۔ حجاز و یمن کے تاجر وہاں پر خرید و فروخت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ بصرہ میں ایک خاص موسم میں ایک میلہ لگتا تھا۔ اس میلے میں کافی لوگ شرکت کرتے تھے میلے کے ایام میں حاکم روماس علمی محافل کا انعقاد کرتا تھا۔ ایک لوہے کی کرسی پر بیٹھ کر وہ علم و حکمت کی باتیں لوگوں کو سناتا تھا لوگ جوق در جوق اس کی محفل میں اس کی باتیں سننے اور خاص کر اس کے ڈیل ڈول کو دیکھنے کی غرض سے شرکت کرتے تھے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ چار ہزار کا لشکر لے کر جب بصرہ پہنچے تب بصرہ میں میلہ لگا ہوا تھا حاکم روماس کی تقریر ہو رہی تھی دوران تقریر اطلاع آئی کہ اسلامی لشکر نے قلعۂ شہر کے قریب نزول کیا ہے۔ خبر سنتے ہی حاکم روماس نے روساء و اکابر شہر کو جمع کیا اور کہا کہ تشویش و فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں بذات خود جا کر اسلامی لشکر کے سردار سے گفتگو کرتا ہوں اور ان

منشاء ومطلب دریافت کرتا ہوں حاکم روماس گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب جا کر ٹھہرا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! میں حاکم بصرہ روماس ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہارے لشکر کے سردار سے گفتگو کروں۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ اس کے سامنے آئے۔

روماس نے حضرت شرحبیل سے اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیئے اور جواب پائے پھر اس نے موجودہ امیر المومنین کے متعلق پوچھا حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ اس وقت عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین ہیں۔ روماس نے کہا کہ اے برادر عربی! میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم حق پر ہو لیکن اس وقت میں براہ ہمدردی اور مہربانی مشورہ دیتا ہوں کہ تم یہاں سے پلٹ جاؤ کیونکہ اس وقت بصرہ میں ملک شام کے متفرق مقامات سے کثیر تعداد میں لوگ آئے ہوئے ہیں اور تم بہت قلیل تعداد میں ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے وطن پلٹ جاؤ ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے اور یہ بات بھی جان لو کہ تمہارے خلیفۃ المسلمین ابوبکر میرے دوست ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو مجھ سے نہ لڑتے۔

حضرت شرحبیل نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے امیر المومنین حضرت ابوبکر کی وہ عالی ذات گرامی ہے کہ اگر ان کے اپنے بیٹے یا بھتیجے بھی دین وملت کے خلاف ہوں تو وہ ان کو بھی معاف نہیں کریں گے کیونکہ وہ خدا کے حکم کی تعمیل پر مامور ہیں یہ معاملہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا جب تک تم تین باتوں میں کسی ایک کو اختیار نہ کرو گے ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔ دین اسلام اختیار کرو یا جزیہ دو یا ہم سے لڑو۔

حاکم روماس نے کہا کہ میرا اختیار ہوتا تو ہرگز تم سے نہ لڑتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو لیکن میرے شہر میں دُور دراز سے رومی قوم جمع ہوئی ہے اور وہ لڑنے پر آمادہ ہے پھر بھی میں واپس جا کر انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا اور نصیحت کرتا ہوں اور دیکھوں کہ انہیں کیا منظور ہے۔

☆ حاکم روماس کا قوم کو سمجھانا قوم کا انکار اور آمادۂ جنگ ہونا:۔

حاکم روماس نے واپس آ کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جنگ فلسطین میں سردار روبیس کی ہزیمت کی مثال پیش کر کے اسلامی لشکر کا رعب وخوف ظاہر کیا۔ حضرت خالد بن ولید کی عنقریب آمد سے بھی ڈرایا۔ جنگ کے مہلک اور تباہ کن نتائج سے آگاہ کیا اور صلح کرنے اور جزیہ ادا کرنے کا مشورہ دیا۔

حاکم روماس کی تقریر سن کر قوم مشتعل ہوگئی عربوں کو جزیہ ادا کر کے قوم کو ذلیل ورسوا کرنے کا مشورہ دینے والے حاکم کو قتل کر دو۔ ایک اشتعال برپا ہوگیا اور رومیوں نے روماس کی سخت مخالفت کی بلکہ بعض متعصب نصرانی حاکم روماس کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ حاکم روماس نے لوگوں کے تیور دیکھے تو اس نے بھی رنگ بدلا اور قوم کو اپنی موافق کرنے کی غرض سے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا کہ اے حاملان صلیب! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں واقعی عربوں سے صلح کرنا چاہتا ہوں؟ ارے! میں تو تمہاری غیرت وحمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ مجھے تمہاری غیرت اور خودداری پر ناز ہے۔ اب میرا عزم پختہ بھی جان لو۔ اگر تم

سب عربوں سے صلح کرنے پر متفق ہو جاتے تو بھی میں عربوں سے ہرگز صلح نہ کرتا بلکہ تن تنہا ان سے جنگ کرتا اور ایک بات بھی میری سن لو! ہم عربوں سے ضرور لڑیں گے اور میں حاکم روماس لڑائی میں تم سب سے مقدم رہوں گا۔ حاکم روماس زبانی اس قسم کی پر جوش اور جذباتی گفتگو سن کر رومیوں میں جوش اور خوشی کی لہر دوڑ گئی اور تمام رومی جنگی ساز و سامان سے آرا ہو کر بقصد لڑائی میدان میں جمع ہو کر صف بستہ ہونے لگے۔

☆ معرکہ جنگ اور حضرت خالد کے لشکر کی عین وقت پر آمد:-

بارہ ہزار کا رومی لشکر قلعۂ شہر سے باہر نکل کر معرکہ جنگ میں آنے لگا اسلامی لشکر کی تعداد صرف چار ہزار تھی ایک مقابلے میں تین کا معاملہ تھا۔ رومی لشکر طوفان صَرصَر کی مانند شور و غل کرتا ہوا اسلامی لشکر کی جانب آگے بڑھ رہا تھا جوش و خرو کا یہ عالم تھا کہ دُور سے ہی تلواریں گھوماتے اور نیزے نچاتے اُچھلتے کودتے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ نے دیکھا کہ رومی لشکر تیز آندھی کی مانند آ رہا ہے تو اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے حاملان قرآن! تحقیق جان کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

''الجنة تحت ظلال السیوف''

یعنی: ''جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے''۔

پھر فرمایا کہ: ''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب خون کا وہ قطرہ ہے جو اس کی راہ میں بہایا جائے۔ اے مجاہدو! دشمنوں سے خوب جہاد کرو اور ان کی صفیں اُلٹ دو''۔

بارہ ہزار رومیوں کا لشکر آ دھمکا۔ چار ہزار مجاہد بارہ ہزار رومیوں کے گھیرے میں آ گئے۔ جنگ کی آگ شعلہ زن ہوئی۔ شمشیر زنی کا بازار گرم ہوا۔ نیزہ کوبی عام ہوئی۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، تلواروں کی کاٹ کٹ، زخمیوں کی چیخ پکار، نیزوں کی تیز دھار اور موت کی راہ ہموار کے عالم میں خون کے فوارے اُڑنے لگے۔ آم کے درخت سے پکے ہوئے آم کی طرح بدن سے سر گرنے لگے۔ کفن بردوش مجاہدین اسلام، جان ہتھیلی میں رکھ کر موت کی بازی کھیل رہے تھے۔ ثابت قدمی سے رومیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ صبح دوپہر تک رومی لشکر کے طوفانی حملے کے تھپیڑوں سے ٹکر لے رہے تھے۔ دشمنوں کی طمع بڑھتی جا رہی تھی۔ اسلامی لشکر کے مجاہد پر شدت کا وقت تھا۔ ایسے مصیبت کے عالم میں اسلامی لشکر کے سردار حضرت شرحبیل نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا حیّ! یا قیوم! یا بَدِیعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض! یا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرام! اے ہمارے رب! تو نے تیرے پیارے نبی کی زبان سے ملک شام اور فارس کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ کافروں پر ہماری مدد کر۔

حضرت ماجد بن روہم العبسی نے روایت کی ہے کہ بصرہ کی لڑائی میں حضرت شرحبیل نے اپنی دعا کو تمام بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ کی مدد آ گئی۔ جب جنگ کا معرکہ مثل تنور گرم تھا اور اسلامی لشکر کے مجاہدین رومیوں کے گھیرے میں آ چکے تھے اور رومی یہ کمان کر رہے تھے کہ اب ہم غالب ہو چکے کہ دفعۃً حوران کے راستہ سے ایک غبار بلند ہوتا ہوا نظر آیا۔ وہ غبار ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا سیاہ بدلیاں آسمان سے نازل ہو کر سطح زمین کے قریب آ گئی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اس غبار سے پیش پیش چلنے

...ے گھوڑے اور جھنڈے دکھائی دیئے۔ دو سوار بہت ہی قریب آ گئے اور بلند آواز سے پکارا کہ اے شرحبیل! بشارت ہو تم کو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تم تک آ پہنچی۔ میں خالد بن ولید ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہوں۔ ان دونوں شہسواروں کی متابعت کرتے ہوئے قوم لخم وجذام اور تمام مجاہدین کا لشکر نمودار ہوا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جس کا نام ''رأیت العقاب'' تھا اور وہ علم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو مدینہ منورہ سے روانہ کرتے وقت عنایت فرمایا تھا۔ وہ مقدس علم ''رأیت العقاب'' نمایاں نظر آ رہا تھا۔ جس کو حضرت رافع بن عمیرہ الطائی اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت شرحبیل کے لشکر کے مجاہدوں نے جب دیکھا کہ محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس علم نصرت الٰہی کی آمد کی نشاندہی کرتا ہوا اور انوار و تجلیات بکھیرتا ہوا آ پہنچا ہے تو ان میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ حضرت خالد کے لشکر نے اس شان سے نعرۂ تکبیر و تہلیل بلند کیا کہ دشمنوں پر لرزہ براندام ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید کا لشکر آ پہنچا ہے یہ سنتے ہی رومیوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ حضرت خالد بن ولید کا نام سنتے ہی ان کی ہوا نکل گئی۔ تھوڑی دیر پہلے رومی سپاہی اسلامی لشکر کے مغلوب ہونے کے دن ہی دن میں خیالی خواب دیکھ رہے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید کی آمد کی خبر سنتے ہی اب ان کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ قبل اس کے کہ حضرت خالد کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے رومیوں نے بھاگ کر شہر میں پناہ لی۔ قلعہ میں گھس کر قلعہ کے دروازے بند کر دیئے۔

حضرت خالد بن ولید کے لشکر نے حضرت شرحبیل کے لشکر سے ملاقات کی۔ دعا و سلام کے بعد حضرت خالد نے حضرت شرحبیل سے فرمایا کہ ہرقل بادشاہ بمقام اجنادین میں بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور یہ وقت متفرق ہو کر رہنے کا نہیں ہے بلکہ مجتمع ہو کر رہنے کا ہے۔ تم کو شہر بصرہ پر یورش کرنے کی عجلت نہ کرنی چاہئے۔ حضرت شرحبیل نے کہا کہ میں حضرت ابوعبیدہ کے حکم کی تعمیل میں یہاں آیا ہوں۔

☆ جنگ بصرہ کا دوسرا دن، حضرت خالد اور حاکم روماس میں مصنوعی جنگ، بصرہ والوں نے روماس کو معزول کر کے دریحان کو حاکم بنایا، خونی معرکۂ جنگ

پہلے دن بعد دوپہر کو رومی لشکر میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ میں گھس گیا اور جنگ موقوف ہو گئی۔ حضرت خالد نے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن صبح کو رومی لشکر جوش و خروش کے ساتھ شہر بصرہ کے قلعہ کا دروازہ کھول کر نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل بادشاہ نے ''دریحان'' نامی سردار کو مع لشکر بصرہ کی کمک کو بھیجا تھا وہ آ پہنچا تھا۔ رومی لشکر کو ماندہ سمجھ کر آمادہ جنگ ہوئے ہیں لہٰذا ہم کو بھی جلدی نکل کر میدان میں آ جانا چاہئے تاکہ ہماری تھکان کے متعلق رومیوں کا گمان کافور ہو جائے اور ان پر ہمارا رعب و دبدبہ قائم ہو۔

حضرت خالد اسلامی لشکر کو میدان میں لائے اور صف بندی کی ترتیب شروع فرمائی۔ میمنہ پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی، میسرہ پر حضرت ضرار بن الازور، پیدل فوج پر حضرت عبدالرحمٰن بن حمید جمحی کو مقرر کیا۔ آپ کے ساتھ لشکر زحف کا جو مخصوص دستہ (Special Brigade) تھا۔ اس کو لشکر کے مختلف حصوں (Wing) میں متفرق کر دیا اور سب کو حکم دیا کہ جب میں

حملہ کروں تب تم بھی حملہ آور ہونا۔ بعدۂ حضرت خالد لشکر کو جہاد کی فضیلت اور ترغیب دے رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ رومی لشکر کی صفیں اِدھر اُدھر ہٹنی شروع ہوئیں اور ان صفوں کے درمیان سے ایک بھاری ڈیل ڈول کا لمبا چوڑا اور موٹا، کثیف جسامت کا ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ اس کے اور گھوڑے کے جسم پر سونا، چاندی، حریر، یاقوت سے لدے ہوئے لباس اور زیورات چمکتے تھے۔ وہ سوار دونوں لشکروں کے بیچ خالی میدان میں آ کر ٹھہرا اور کہا کہ اے گروہ عرب! میرے مقابلہ کے لئے تمہارا سردار ہی نکلے کیونکہ میں بصرہ کا سردار اور حاکم روماس ہوں۔ تا کہ سردار سے سردار کا برابر کا مقابلہ ہو۔ حاکم روماس کے اس طرح للکار کر دعوت مُبارَزَت دینے پر حضرت خالد فوراً لشکر سے نکل کر اس کے سامنے آئے۔

حاکم روماس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں مسلمان لوگ مجھے ایسا سمجھتے ہیں اور میں ان کا سردارِ وقت اس تک ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہوں اور جب بھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی، ان پر میری سرداری باقی نہیں رہے گی۔ روماس نے کہا کہ میں نے کتب سابقہ اور ملاحم میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ہاشمی قرشی عربی مبعوث کرے گا، جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! وہی ہمارے آقا و مولیٰ اور پیغمبر ہیں۔

پھر حاکم روماس نے ، قرآن مجید، حرمت شراب، حرمت زنا، فرضیت نماز، فرضیت حج اور، فرضیت جہاد کے متعلق سوالات کئے۔ حضرت خالد نے تمام سوالات کے اطمینان بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ حاکم روماس نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔ میں نے اپنی قوم کو تمہارے متعلق خوب ڈرایا دھمکایا لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی اور میرے قتل کے درپے ہوگئے۔ اس وقت بھی میں اپنی قوم کے ڈر سے تمہارے مقابلہ کے لئے نکلا ہوں میں ہرگز تم سے لڑنا نہیں چاہتا تم دین پر قائم ہو۔ تمہاری حقانیت اور صداقت کا میں قائل و معترف ہوں۔ صرف اپنی قوم کے سامنے دکھاوا کرنے لڑنے نکلا ہوں۔

حضرت خالد نے روماس سے فرمایا کہ جب تو اسلام کی حقانیت کا اقرار و اعتراف کرتا ہے تو پھر کلمۂ شہادت پڑھ کر علی الاعلان مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا تا کہ قبول اسلام سے تیرا اور ہمارا حال برابر ہو جائے اور تو ہمارا دینی بھائی بن جائے۔ حاکم روماس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے ڈر ہے کہ میری قوم مجھ کو قتل کر کے میرے اہل و عیال کو قید کر لے لیکن میں واپس جا کر ایک مرتبہ مزید کوشش کرتا ہوں اور مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا ہوں۔ شاید اللہ انہیں راہ راست پر گامزن فرمائے۔ اتنا کہہ کر حاکم روماس نے رومی لشکر کی جانب پلٹنے کے لئے اپنے گھوڑے کو موڑا اور جانے کے قصد سے گھوڑے کو ایڑی ماری۔ حضرت خالد نے اُسے روکا اور فرمایا کہ اے حاکم بصرہ! ذرا دماغ سے کام لے! تو مجھ سے لڑے بغیر صرف گفتگو کر کے واپس جائے گا اور واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی حقانیت و صداقت باور کرانے کی سعی کرے گا تو یقیناً تیری قوم تجھ پر شبہ کرے گی اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تیرے خون کے پیاسے ہو جائیں گے لہٰذا تو تھوڑی دیر صرف دکھاوے کی خاطر مجھ سے لڑتا کہ تیری قوم کا اعتماد برقرار رہے اور تیری شخصیت ان کی نظروں میں مشکوک نہ بنے۔ لہٰذا پہلے میں تجھ پر حملہ کرتا ہوں اور پھر تو مجھ پر حملہ کرتا کہ ہمارے گٹھ جوڑ پر کسی کو شک نہ ہو۔

حضرت خالد کی پیش کردہ تجویز منظور کرتے ہوئے حاکم روماس حضرت خالد کے ساتھ مشغول جنگ ہوا۔ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ دونوں لشکر کے سپاہی اپنے اپنے سردار کی حوصلہ افزائی کرنے زور زور سے چیخ چیخ کر اس کی بہادری کو سراہنے لگے۔ دونوں سردار بھی گویا حقیقۃً لڑ رہے ہوں اس طرح لڑائی کے ڈھنگ اور کرتب دکھانے لگے۔ اس طرح تھوڑی دیر تک لڑتے رہے۔ پھر حاکم روماس نے حضرت خالد سے کہا کہ اب آپ حملہ میں شدت کرو تا کہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ہرقل بادشاہ نے بصرہ کے کمک کے لئے دریحان نام کے جنگجو اور ماہر جنگ سردار کو بھیجا ہے لہٰذا تم اس سے ہوشیار رہنا اور پوری احتیاط سے کام لینا۔ حضرت خالد نے اس اطلاع دینے پر روماس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس پر غالب کرے گا اور ہماری مدد فرمائے گا۔

پھر حضرت خالد نے حملہ کرنے میں شدت دکھائی۔ حاکم روماس نے ایسا سوانگ بچایا کہ گویا اس میں حضرت خالد کے حملہ کی تاب نہیں۔ اس طرح کا دکھاوا کرتے ہوئے بھاگا۔ حضرت خالد نے تھوڑے فاصلہ تک اس کا تعاقب کیا لیکن گھوڑے کی رفتار متوسط رکھی اور روماس گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہوا رومی لشکر میں پہنچ گیا۔ رومیوں نے اپنے سردار کو ہزیمت اٹھا کر واپس پلٹا ہوا دیکھ کر اس سے پوچھا کہ لڑائی کا کیا حال رہا۔ روماس نے کہا کہ کچھ مت پوچھو۔ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگا ہوں۔ عرب بہت بہادر اور سخت ہیں۔ ان کی تلوار کا وار ایسا شدید ہوتا ہے کہ شیر اور زِرَہ کو بھی چیر کر رکھ دے مجھ کو تو موت نظر آنے لگی تھی ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں۔ میدان جنگ میں ان کے سامنے ٹھہرنا دشوار ہے لہٰذا میرا کہنا مانو اور جس طرح ارکہ اور تدمر کے لوگوں نے ان سے صلح کی ہے تم بھی اسی طرح عربوں سے صلح کر لو۔ تمہاری بہتری اور بھلائی کا خواہاں ہونے کی وجہ سے میں تم کو نفع بخش رائے دے رہا ہوں۔

حاکم روماس کی بات سن کر رومی غصہ میں بھر گئے۔ خشمناک ہو کر اس کو لعن وطعن کرنے لگے۔ خوب جھڑکا اور جی بھر کے برا بھلا کہا۔ اگر ہرقل بادشاہ کا لحاظ نہ ہوتا تو اسے قتل کر دیتے، قوم نے حاکم روماس سے کہا کہ بزدلی اور نامردگی نے تجھے گھیر لیا ہے، چوڑیاں پہن کر اپنے مکان میں عورتوں کے ساتھ بیٹھ جا۔ لڑائی کرنا اب تیرے بس کی بات نہیں۔ عربوں سے ہم نپٹ لیں گے۔ حاکم روماس کے لئے یہ معاملہ تو من بھاتا اور من بھایا ہو گیا۔ اس کی عین خواہش اور آرزو یہی تھی کہ لشکر اسلام کے حقانی مجاہدوں سے میں لڑنے سے باز رہوں۔ لہٰذا اس نے کسی قسم کی مخالفت اور مخاصمت کئے بغیر لوگوں کا فیصلہ سر پر چڑھاتے ہوئے اپنے مکان کی راہ پکڑی۔

حاکم روماس کو گھر بٹھا کر اہل بصرہ نے سردار ''دریحان'' کو اپنا حاکم منتخب کر لیا۔ دریحان اپنے تقرر پر بیحد مسرور اور مغرور ہوا۔ گھمنڈ اور تکبر کے نشے میں دُھت ہو کر شیخی مارتے ہوئے کہا کہ اے اہل بصرہ! اب تم میرا کمال وفن دیکھنا۔ ان عربوں کو تو میں مَسل کر اور پِس کر رکھ دوں گا۔ لہٰذا وہ زِرہ، خَود وغیرہ پہن کر اور ہتھیاروں سے آراستہ اور عمدہ لباس میں بن سنور کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور پکار کر کہا کہ تمہارے سردار کو میرے مقابلہ میں بھیجو۔ حضرت خالد بن ولید اس کے مقابلہ کے لئے میدان کی طرف نکلنے کا قصد کر رہے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو

روکا اور کہا کہ اے سردار! ہماری بقاء اور ثبات تمہارے سبب سے ہے اور تم مسلسل لڑتے رہنے کی وجہ سے تھک گئے ہو لہٰذا برائے اِستراحت توقف کرو اور مجھ کو دشمن کے مقابلہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرماؤ۔ حضرت خالد نے اجازت دی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر میدان میں اُترے۔

میدان میں آتے ہی حضرت عبدالرحمٰن نے دریحان پر شیرانہ حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ کے حملہ کی سرعت و جست سے دریحان ہڑبڑا گیا۔ لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے دفاع کیا اور جوابی حملہ کیا۔ طرفین میں اس شدت سے معرکہ آرائی ہوئی کہ دونوں لشکر کے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر ان کی لڑائی کا دل دھڑک منظر دیکھتے تھے۔ دونوں اپنی جنگی مہارت کا بخوبی مظاہرہ کر رہے تھے۔ برابر کی ٹکر اور مقابلہ جما تھا۔ لیکن اللہ کے دین کے شیر کے سامنے رومی بھیڑیا زیادہ عرصہ ٹھہر نہ سکا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے تلوار کی دو تین ضربیں اتنی شدت سے رسید کیں کہ وار چکا کر ڈھال پر لیتے وقت دریحان کے پسینے چھوٹ گئے۔ ڈھال پر تلوار کی زد ایسی شدید تھی کہ اسے ہلا کر رکھ دیا۔ دریحان کا دل بھی ساتھ میں ہل گیا۔ رعب اور خوف سے اس کا دل بھر گیا۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔ موت نظروں کے سامنے رقص کرنے لگی۔ مارے ڈر کے اس کا دل دہل گیا۔ دل اُفتادہ ہو کر پیٹھ پھیری اور اب بھاگنے میں ہی خیرو عافیت ہے اس بات کا یقین ہو گیا لہٰذا گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بھی گھوڑے کو ایڑی ماری اور پیچھا کیا لیکن دریحان تو موت دیکھ کر بھاگا تھا۔ موت کا پنجہ اس کی گردن تک پہنچنے سے باز رہے اس کوشش میں تمام تر طاقت لگا کر بھاگا اور رومی لشکر میں جا پہنچا۔ دریحان رومی لشکر میں جب واپس پلٹا تب خوف و ہیبت سے بھرا ہوا تھا۔ سانس پھول گئی تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا اور بلائے موت سے بچ کر آیا تھا لہٰذا ہوش وحواس باختہ ہو گئے تھے۔ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بولنے کی بھی سکت نہ تھی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکتا تھا۔ اپنے سردار کا اس طرح حال دیگر گم ہوتا دیکھ کر رومی لشکر پر بھی تھرتھراہٹ طاری ہو گئی۔ کہاں تھوڑی دیر پہلے کا سردار دریحان جو شیخی اور غرور کے نشے میں زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا اور عربوں کو کچا چبا جانے کے پٹاخے چھوڑتا تھا اور کہاں اس وقت کا سردار دریحان؟ سانپ سونگھ گیا یا کسی نے دم ہوا کر دیا؟ دریحان کی بے غایت درجہ کی بے برگی اور بے چارگی دیکھ کر رومی لشکر پر خوف وخشیت کی چادر تن گئی اور رعب و اضطرار نے ان کے دلوں میں گھر کیا۔

حضرت خالد بن ولید دور سے رومی لشکر کا معائنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے جان لیا کہ سردار دریحان کی حالت دیکھ کر رومی لشکر مضطرب و مبہوت ہے۔ لہٰذا اس موقع کا پورا فائدہ اٹھا کر اسی وقت ان پر یلغار کر دینی چاہئے۔ لہٰذا انہوں نے پورے لشکر کو یکبارگی دھاوا بولنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی اسلامی لشکر رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ رومیوں نے دفاعی اقدام کرتے ہوئے مقاتلہ و مقابلہ کیا۔ لیکن اسلامی لشکر کا حملہ ایسا سخت تھا کہ رومی لشکر ٹھہر نہ سکا۔ مجاہدوں کی تلواریں قہر الٰہی کی بجلی کی مانند ان پر اس شدت سے پڑیں کہ میدان کارزار سرخ آب کا تالاب نظر آنے لگا۔ رومی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور قلعہ شہر کو مفر اور مقر بناتے ہوئے بھاگنے کی مردانگی دکھائی۔ رومی لشکر شہر میں داخل ہو گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور ناقوس بجا بجا کر اور کلمہ کفر کے ساتھ شور کرنے لگے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہی مقتول ہوئے۔ اسلامی لشکر

سے دوسوتیس (۲۳۰) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت خالد نے نماز جنازہ پڑھا کر شہداء کو دفن کیا۔ آفتاب غروب ہوگیا۔ اسلامی لشکر قلعہ کے باہر اپنے کیمپ میں واپس ہوا لیکن قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ رومی لشکر قلعہ میں محصور ہوگیا۔

☆ حاکم روماس کی تدبیر سے رات میں ہی بصرہ کا قلعہ فتح ہوگیا:۔

رات کے وقت اسلامی لشکر کے کیمپ کی نگرانی اور نگہبانی کے لئے حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، حضرت معمر بن راشد اور حضرت مالک اشترنخعی کی سرداری میں لشکر زحف کے ایک سو سواروں کو مقرر کر دیا۔ یہ نگہبان حضرات لشکر کے اردگرد گشت کرتے تھے اور گھومتے تھے۔ جب رات کا چوتھائی حصہ گزرا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص موٹے بالوں کے کمبل جیسا لباس پہنے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف آرہا ہے۔ انہوں نے اس شخص کو للکارا اور اس کی طرف لپکے۔ اس شخص نے بلند آواز سے کہا کہ اے عربی برادر و توقف کرو اور مجھ سے اپنے ہاتھوں کو روکو، میں حاکم بصرہ روماس ہوں اور ضروری کام سے تمہارے سردار سے ملنے آیا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن روماس کو لے کر حضرت خالد کے خیمہ میں آئے۔

حضرت خالد نے روماس کو دیکھتے ہی پہچان لیا، مسکرائے اور خیر مقدم کیا۔ روماس نے کہا کہ تمہارے ساتھ مصنوعی جنگ کر کے جب میں واپس گیا تو میری قوم نے مجھ کو معزول کر کے اپنے گھر بٹھا دیا ہے۔ میرا مکان قلعہ کی دیوار سے بالکل ملا ہوا ہے۔ جب رات کی تاریکی چھائی تو میں نے اپنے غلاموں اور لڑکوں کو حکم دیا کہ قلعہ کی دیوار کی جانب جو مکان کی دیوار ہے اس کو کھود کر ایک دروازہ بنا ڈالو لہٰذا انہوں نے بنا ڈالا اور میں اسی دروازہ سے نکل کر تمہارے پاس آیا ہوں۔

تمہارے پاس اس وقت آنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم میرے ساتھ تمہارے بہادر اور اعتماد والے ایک سو سواروں کو بھیجو، جن کو میں اس دروازے سے اپنے مکان میں داخل کردوں اور پھر ہم شہر پر قبضہ کرلیں گے۔ تم لشکر لے کر شہر کے صدر دروازہ پر کھڑے رہنا۔ ہم اندر سے دروازہ کھول دیں گے۔

حضرت خالد نے حاکم روماس کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کی زیر سرداری ایک سو سوار روانہ کئے۔ ان سواروں میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے۔ حاکم روماس نے ان مجاہدوں کو اپنے مکان میں داخل کر لئے۔ وہاں ان کے لئے ہتھیاروں کا خزانہ کھول دیا۔ تمام مجاہدوں کو رومی سپاہی کا لباس پہنا دیا اور سو مجاہدوں کو چار گروہ میں تقسیم کر کے شہر کے چاروں کونوں میں بھیج دیئے۔ ان چاروں گروہ کو یہ تاکید کی کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تب تم سب بھی مل کر باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دینا۔ پھر حاکم روماس نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو اپنے ساتھ لیا اور اس برج کی طرف گیا جہاں بیٹھ کر حاکم دریحان اپنے مخصوص احباب کے ہمراہ آئندہ کل کی جنگ کے متعلق رائے اور مشورہ کر رہا تھا۔ روماس حاکم نے عیسائیوں کے مذہبی پیشوا۔ (بطریق) کا لباس پہنا تھا۔ اور حضرت عبدالرحمٰن نے رومی سپاہی کا روپ اختیار کیا تھا۔ دونوں اس برج کی طرف گئے جس میں دریحان تھا۔ حاکم روماس نے اپنے لباس اور حلیہ کو ایسا تبدیل کر دیا تھا کہ دریحان ان کو پہچان نہ سکا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کس غرض سے اس وقت میرے پاس آئے ہو؟ روماس نے کہا کہ میں ایک بطریق ہوں اور میرے ساتھ میرا دوست ہے جو تمہارے ملاقات کا مشتاق ہے۔ دریحان نے کہا کہ ان کا تعارف کیا ہے؟ روماس نے کہا کہ یہ شخص عبدالرحمٰن

ہیں اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے ہیں۔ تیرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تیری روح کو دوزخ میں بھیج دیں۔ جب دریحان نے یہ کلام سنا تو مارے غصہ آگ بگولا ہوگیا اور حضرت عبدالرحمٰن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے اسے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنے ہتھیار سنبھالے۔ ایک جست لگا کر سرعت سے اس کے شانے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ایک ہی وار میں وہ زمین پر مردہ گرا۔

دریحان کے اچانک اس طرح قتل ہونے سے دریحان کے احباب بھڑک اٹھے اور وہ تمام کے تمام حضرت عبدالرحمٰن اور حاکم روماس کی طرف لپکے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر ''اللہ اکبر'' کہا۔ باہر کھڑے ہوئے مجاہدوں نے پر جوش آواز میں اس کا جواب دیا۔ ایک گروہ کے جواب تکبیر سے دوسرے گروہ نے جواب دیا۔ پھر تیسرے اور چوتھے گروہ نے جواب دیا۔ اس طرح شہر کے ہر گوشہ سے تکبیر کی صدا بلند ہونے لگی۔ حالانکہ شہر میں صرف ایک سو مجاہد ہی داخل ہوئے تھے لیکن الگ گوشوں میں متفرق تھے اور متفرق گوشوں سے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں تو دریحان کے مصاحب اور شہر کے رومی باشندے یہ سمجھے کہ بڑی تعداد میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوگیا ہے لہٰذا وہ خوف وڈر میں مبتلا ہوئے۔ مجاہدین اسلام بدستور صدائے تکبیر بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ رات کا وقت تھا گنے چنے لوگ ہر سڑکوں پر اور گلیوں میں تھے۔ جن کو مجاہدوں نے تلوار کی نوکوں پر لیا۔ ایک شور وغل بلند ہوا۔ لوگوں نے اپنے مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں تک بند کرلیں۔ مجاہدین شان وشوکت سے تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے شہر کے صدر دروازے پر پہنچ گئے اور اسے کھول ڈالا۔

حضرت خالد بن ولید لشکر لے کر دروازے کے باہر موجود تھے، دروازہ کھلتے ہی اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی۔ ایک ساتھ ہزاروں مجاہدوں نے نعرہ تکبیر بآواز بلند کہا اور جو شورِ صدا پھیلا وہ ایسا بارعب تھا کہ شہر کے باشندے ہی نہیں بلکہ در و دیوار بھی کانپتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ مجاہدوں نے شدت سے رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ رومیوں میں کہرام مچ گیا۔ بچے، بوڑھے اور عورتوں نے چیخ چیخ کر ''لفون، لفون'' پکارنا شروع کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ بتایا گیا کہ امان طلب کرتے ہیں، حضرت خالد نے فوراً تلواریں اٹھا لینے کا حکم صادر فرمایا اور بصرہ والوں کو امان دے دی اور باقی رات سب نے آرام اور چین میں بسر کی۔

☆ حاکم بصرہ روماس کا عَلَی الْاِعْلَان اسلام قبول کرنا:۔

صبح ہوتے ہی حضرت خالد نے اہل بصرہ کو جمع کیا اور اعلان امان کو پھر ایک مرتبہ دوہرایا۔ رومیوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم پہلے سے ہی عقل وشعور کا صحیح استعمال کر کے تم سے مصالحہ کر لیتے تو نوبت اس حال تک نہ پہنچتی۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ٹلتا نہیں۔ وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ پھر اہل بصرہ نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کیا آپ یہ بتائیں گے کہ کس شخص کی راہبری اور اعانت سے آپ اس مضبوط شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے؟ حضرت خالد نے مروت اور حیاء کی وجہ سے حاکم روماس کا نام نہیں بتایا اور بات سنی اَن سنی کر کے ٹال دی۔ لیکن حاکم روماس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا کے دشمنو! میں نے خدا کی رضا مندی حاصل کرنے اور جہاد کا اجر پانے کی غرض سے لشکر اسلام کو راہ بتائی ہے۔ تمام

رومیوں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ کیا تو ہمارے طریقۂ دین و مذہب پر نہیں؟ حاکم روماس نے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اللہ کو اپنا معبود، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول، اسلام کو دین ۔قرآن کو پیشوا، کعبہ کو قبلہ اور مسلمانوں کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا ہے۔ حضرت روماس نے اس طرح اقرار و اعلان ایمان و اسلام کر کے اسلامی لشکر کو شہر میں داخل کرنے کا بھی اعتراف کیا۔ حضرت روماس کی بات سن کر رومی بہت ناراض ہوئے اور ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے کا سوچنے لگے۔ حضرت روماس نے لوگوں کے چہروں سے ان کے دلی ارادوں کا قیاس کر لیا اور حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! اب میں ان لوگوں کے ساتھ شہر میں نہیں رہوں گا بلکہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر ملک شام کی فتح کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کروں گا اور جب پورا ملک شام فتح ہو جائے گا تب یہاں واپس آؤں گا۔

علامہ واقدی نے معمر بن سالم بن نجیہ بن مفرح سے روایت فرمایا ہے کہ حاکم روماس نے اسلامی لشکر کے ساتھ شام کی تمام جنگوں میں شریک جہاد ہو کر اپنی مخلصانہ خدمات پیش کیں۔ جب پورا ملک شام فتح ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی درخواست پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت روماس کو بصرہ کا حکم مقرر فرمایا۔ حضرت روماس نے قلیل عرصہ وہاں حکومت کی اور ایک بیٹا چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ و رسولہ عنہ)

☆ حاکم روماس کی بیوی کے قبول اسلام کا عجیب واقعہ:-

حاکم بصرہ روماس نے حضرت خالد بن ولید سے درخواست کی کہ جب میں اس شہر میں رہنے والا نہیں لہٰذا آپ میرے ساتھ چند مجاہدوں کو بھیج دو جو مجھ کو میرا مال و اسباب اور اہل و عیال کو میرے گھر سے لانے میں اعانت کریں لہٰذا حضرت خالد نے چند اشخاص ان کے ساتھ بھیجے۔ جب حاکم روماس اپنے گھر گئے تو ان کی زوجہ نے ان سے سخت جھگڑا مول لیا۔ وہ غصہ میں بھری ہوئی ایک شیرنی کی مانند بپھری ہوئی تھی اپنے شوہر سے تیز زبان میں گفتگو کر رہی تھی۔ حضرت روماس کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں سے اس خاتون نے کہا کہ میرا فیصلہ اسلامی لشکر کے سردار کے پاس ہوگا۔ لہٰذا اُسے حضرت خالد بن ولید کے پاس لایا گیا۔ حضرت روماس کی بیوی کے متعلق لوگوں نے حضرت خالد کو بتایا کہ اس کو اپنے شوہر سے سخت نالش و شکایت ہے اور وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ حضرت خالد نے اجازت دی تو حاکم روماس کی بیوی نے بواسطہ مترجم رومی زبان میں اپنی عرض داشت کہی۔ جس کا علامہ واقدی نے اپنی تصنیف میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ:-

> ''اس نے بواسطہ ترجمان کے بیان کیا کہ حال میرا یہ ہے کہ رات کو میں نے بحالت خواب ایک شخص نہایت خوبصورت کو مثل ماہِ شب چاردہ (چودھویں) کے دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شہر بصرہ اور تمام ملک شام اور عراق اسی گروہ عرب کے ہاتھ سے فتح ہو گیا۔ میں نے ان شخص سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر مجھ کو بجانب اسلام کے دعوت فرمائی اور میں نے اسلام قبول کیا۔ پھر مجھ کو آپ نے دو سورتیں قرآن مجید کی سکھائیں۔ پس خالد بن الولید نے یہ کلام اس کا سن کر تعجب کیا اور بواسطہ ترجمان کے اس سے کہا کہ وہ دو سورتیں پڑھے۔ پس اس نے سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر سنائیں اور خالد بن الولید

کے ہاتھ پر اپنے اسلام کو تازہ کیا اور اپنے شوہر روماس سے کہا کہ یا تو میرا دین قبول کر یا مجھ کو چھوڑ دے۔ پس خالد بن الولید رضی اللہ عنہ یہ کلام اس کا سن کر ہنسے اور کہا "سبحان من وفقهما" (پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں میں موافقت بخشی)۔ پھر بواسطۂ ترجمان کے اس عورت سے کہا کہ تیرا شوہر تجھ سے پہلے مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ سن کر وہ عورت بہت خوش ہوئی"۔ (حوالہ:۔فتوح الشام، از:۔ علامہ واقدی، ص:۴۲)

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ مطالعہ فرمائیں اور اس کے ایک ایک جملہ پر غور فرمائیں۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات عالیہ اور اختیارات تامہ کی وہ شان رفیع ہے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جس کو چاہیں دولت ایمان عطا فرمائیں۔ حاکم بصرہ روماس کی بیوی کو صرف اسلام سے ہی مشرف فرما کر فیض منقطع نہیں فرمایا بلکہ ایمان کی دولت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی جلیل الشان سورتوں کی تعلیم بھی فرمائی۔ یہاں تک کہ اسے یاد (حفظ) کروا دیں۔ حاکم روماس کی بیوی خواب میں حضور اقدس، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئی اور خواب میں ہی جمال جہاں آراء کے دیدار سے بہرہ مند ہوئی۔ حاکم روماس کی بیوی نے حضور اقدس کے جمال اقدس کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ "چودھویں رات کے چاند کی مانند نہایت خوبصورت"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل و مثال پیدا فرمایا اور اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں کائنات کو وجود بخشا اور انہیں کے نور کی خیرات چاند اور سورج کو ملی۔ بقول:۔

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اُٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حاکم روماس کی زوجہ کے خواب کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ اس نے قرآن مجید کی سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تلاوت کر کے سنا دیں۔ بے شک اللہ کے حبیب کی عنایت سے وہ دولت ایمان سے ایسی مشرف ہوئی اور ایمان اس کے دل میں ایسا راسخ ہوا کہ اب وہ یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر بھی میری طرح کفر و شرک کی غلاظت و قباحت سے پاک و صاف ہو جائے۔ اپنے شوہر سے صرف اس لئے جھگڑتی ہے کہ وہ مذہب باطل سے منحرف ہو کر دین حق کی جانب رجوع کرے لیکن اس کے شوہر کی تقدیر تو پہلے ہی سے چمک اٹھی تھی۔ حاکم روماس کی بیوی کو جب پتہ چلا کہ میرا شوہر بھی زمرۂ اسلام میں شامل ہو گیا ہے تو اس کے سرور اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ گویا وہ اپنی تقدیر پر ناز کرتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اتم و اکمل کی شکر گزار تھی۔ بقول:۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم، اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

جنگ دمشق (باراوّل)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح بصرہ کے بعد لشکر اسلام کو دمشق کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بصرہ سے دمشق جانے سے پہلے آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو خط لکھا کہ میں دمشق کی طرف روانہ ہو رہا ہوں لہٰذا تم بھی اپنے ساتھ جو لشکر ہے اسے لے کر دمشق میں پہنچو۔ ایک خط امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ:-

''آپ کے حکم کے مطابق میں ملک شام آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں ارکہ، سخنہ، حوران، تدمر اور بصرہ کو فتح کیا اب میں دمشق کی جانب روانہ ہوتا ہوں''۔

مذکورہ دونوں خط روانہ کرنے کے بعد حضرت خالد نے بصرہ سے کوچ کرتے ہوئے ایک گاؤں ''ثنیہ'' میں پہنچے اور توقف کیا۔ اس گاؤں کو اب ''ثنیہ العقاب'' کہا جاتا ہے۔ وہاں سے ''غوطہ'' نامی شہر کی طرف کوچ کی اور وہاں ایک دیر (کھنڈر) میں ٹھہرے۔ اب اس جگہ کو ''وزیر خالد'' کہا جاتا ہے حضرت خالد نے اس مقام پر حضرت ابوعبیدہ کے انتظار میں توقف کیا۔

☆ ہرقل بادشاہ نے زیر سرداری ''کلوص'' دمشق کی کمک کرنے رومی لشکر روانہ کیا:-

بادشاہ ہرقل بمقام ''اجنادین'' زبردست لشکر جمع کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اسے اطلاع ملی کہ بصرہ مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اور اب اسلامی لشکر دمشق کی جانب روانہ ہوا ہے۔ لہٰذا ہرقل بادشاہ نے دارالسلطنت انطاکیہ (Antoch) میں رومی لشکر کے سرداروں کی میٹنگ بلائی اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ ہرقل بادشاہ نے کہا کہ شہر دمشق (Damascus) ملک شام کی بہشت ہے اگر مسلمانوں نے دمشق بھی فتح کر لیا تو ہماری عزت وشوکت کو بڑا صدمہ پہنچے گا اور ہمارے لئے مصیبت کا باعث ہوگا میں نے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سے دوگنی تعداد کا لشکر دمشق کے لئے تیار رکھا ہے لہٰذا اب تم میں سے کون اس کی قیادت کا ذمہ اپنے سر لینے کو تیار ہے؟ جو شخص تم میں سے مسلمانوں کے لشکر کو شکست دے کر بھگا دے گا اس کو میں وہ تمام شہر جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے ان تمام شہروں کو بطور انعام دے کر مالک بنا دوں گا۔ ہرقل بادشاہ کے دربار میں حاضر سرداروں میں سے ایک سردار ''کلوص'' نام کا کھڑا ہوا اور ہرقل کو اطمینان دلایا کہ میں اس کی مراد پوری کر کے ہی رہوں گا۔ ہرقل نے ایک سونے کی صلیب اس کو دی اور پانچ ہزار سواروں پر اس کو سردار مقرر کر کے دمشق کی جانب روانہ کیا ہرقل نے جس سردار کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا تھا وہ سردار کلوص کی بہادری اور دلیری پورے ملک شام میں مشہور تھی۔ جب شاہ فارس کسریٰ نے ملک شام پر لشکر کشی کی تھی تب کلوص نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کر کے شاہ فارس کے لشکر کو شکست دی تھی۔ کلوص پانچ ہزار

سواروں کو لے کر انطا کیہ سے روانہ ہو کر ''حمص'' پہنچا اس کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حمص نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ حمص میں بھی کافی تعداد میں رومی سپاہی مع ہتھیاروں کے موجود تھے کلوص نے ایک دن اور رات وہاں قیام کیا پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر جوسیہ پہنچا۔ وہاں بھی اس کا رومیوں نے استقبال کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر وہ ''بعلبک'' نامی مقام پر آیا وہاں کے باشندے اس کے پاس روتے پیٹتے آئے اور کہا کہ اے سردار کلوص دمشق کو مسلمانوں سے بچا کیوں کہ انہوں نے ارکہ، سخنہ، حوران، تدمر اور بصرہ پر قبضہ کرلیا ہے اور اب دمشق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کلوص نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ان کا لشکر تو ''جابیہ'' نامی مقام میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ یہ لوگ ارکہ سے بصرہ تک کیسے پہنچے لوگوں نے کہا کہ جابیہ میں جو اسلامی لشکر ہے وہ تو ابھی تک وہیں ہے لیکن مسلمانوں کا ایک لشکر ملک عراق کی جانب سے آدھمکا ہے اور اس لشکر کے سردار خالد بن ولید نے ہی یہ سب کارنامہ انجام دے کر ہم پر قیامت قائم کر رکھی ہے۔ کلوص نے سب کو اطمینان دلایا اور کہا کہ میں عربوں کو ملک شام سے بھگا دوں گا۔

☆ دمشق کے حاکم عزرائیل اور ہرقل کے فرستادہ سردار کلوص میں باہمی اختلاف:۔

کلوص پانچ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دمشق پہنچا دمشق کا حاکم عزرائیل نام کا بطریق تھا جو رومیوں کا مذہبی رہنما ہونے کی وجہ ہرقل بادشاہ کا مقرب تھا اور رومیوں میں اس کی بہت ہی عزت تھی ہرقل نے عزرائیل کی کمک کے لئے تین ہزار کا مسلح لشکر پہلے سے ہی بھیج رکھا تھا۔ علاوہ ازیں دمشق کے قرب و جوار کے علاقوں سے، حمص اور جوسیہ وغیرہ سے بھی بھاری تعداد میں رومی دمشق میں آپہنچے تھے۔ ان کی تعداد بارہ ہزار تھی لہٰذا دمشق میں کل بیس ہزار رومیوں کا لشکر اسلام کے خدمت گاروں سے جنگ کرنے جمع ہوا تھا۔ دمشق شہر رومی لشکر کے سپاہیوں سے مثل پانی کے برتن چھلک رہا تھا۔

کلوص جب دمشق آیا تو وہاں بھی اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ دمشق کے حاکم عزرائیل اور کلوص کے درمیان پرانی اَن بَن تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے بلکہ سردار کلوص تو عزرائیل کو دمشق کے حاکم کے عہدے پر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح سے عزرائیل کو حاکم دمشق کے عہدہ اور منصب سے معزول کر کے میں چڑھ بیٹھوں۔

جب دمشق کے رؤساء امراء کلوص سے بغرض ملاقات اور عربوں سے جنگ کرنے کے تعلق سے اس کے نظریات اور تدابیر کے امور میں گفتگو کرنے آئے تو کلوص نے اپنی بہادری کی شیخی مارنے میں آسمان زمین کے قلابے ملا دیئے۔ اس نے یہاں تک ڈینگ ہانکی کہ اسلامی لشکر کے سردار کا سر کاٹ کر اپنے نیزہ کی نوک پر لٹکاؤں گا۔ کلوص کی اس طرح شیخی بازی سن کر اہل دمشق کو ڈھارس اور ہمت بندھی۔ وہ اس کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اس کی بہادری اور شجاعت کے گن گانے لگے۔ کلوص نے اپنے دل میں حاکم دمشق عزرائیل کی بھری عداوت کی خراش نکالنی شروع کی اور کہا کہ عربوں کو تو میں چٹکی بجاتے میں نیست و نابود کر سکتا ہوں لیکن یہ کام اس امر پر موقوف ہے کہ تم عزرائیل کو اپنے شہر سے نکال دو اور یہ کام میں اکیلا انجام دوں۔ میں نہیں چاہتا کہ عربوں کو بھگا دینے کا کام میری شجاعت کی وجہ سے انجام پذیر ہو اور عزرائیل خوامخواہ داد و تحسین میں شریک ہو۔ اہل دمشق نے کلوص سے کہا کہ یہ وقت آپسی اختلافات و جدال کا نہیں۔ ہمارے آپسی اختلاف اپنی جگہ برقرار سہی، لیکن وقت

کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب متحد ہو کر عربوں کا مقابلہ کریں۔ دو کے بجائے دس سردار کے ہاتھوں عربوں کو بھگانے کا کام انجام دیا جائے تو اس کو بھی سراہنا چاہئے لہٰذا ہم سب اہل دمشق گزارش کرتے ہیں کہ تم اپنے آپسی اور ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر شانہ سے شانہ ملا کر عربوں کے مقابلے میں ایک ہو جاؤ۔ اہل دمشق کی اس رائے پر کلوص خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

حاکم دمشق عزرائیل کو جب پتہ چلا کہ سردار کلوص نے مجھے حاکم کے منصب سے معزول کرنے کی مہم چلائی ہے تو وہ بھی ضد پر اکڑ ایا اور سردار کلوص کی معیت میں رہ کر اسلامی لشکر سے جنگ کرنے کا صاف انکار کر دیا۔ اختلاف نے طول پکڑا اور بات بڑھتی گئی لیکن دمشق کے دانشوروں نے اس معاملہ میں مداخلت کی اور باتفاق رائے اور فریقین کی رضا مندی سے یہ بات طے پائی کہ اسلامی لشکر کے سامنے ایک دن کلوص لڑے اور ایک دن عزرائیل لڑے اور جس کی باری کے دن اسلامی لشکر کو شکست ہو وہ دمشق کا حاکم بنے بظاہر تو معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن دونوں کی قلبی عداوت بدستور قائم رہی بلکہ عداوت پورے شباب پر آئی اور ہر ایک اپنے خصم کی ہلاکت کا خواہاں ہو گیا۔

☆ دمشق کا خوں ریز معرکۂ جنگ:-

جیسا کہ اوراق سابقہ میں عرض کیا کہ حضرت خالد بن ولید بمقام دیر وزیر خالد میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور لشکر حضرت ابوعبیدہ کا انتظار کر رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ دمشق کی جانب سے رومیوں کی فوج ٹیڑیوں کی مثل آگے بڑھتی ہوئی آرہی ہے۔ آپ فوراً اپنی زرہ جو جنگ یمامہ میں مدعی نبوت مسیلمۃ الکذاب کو قتل کر کے حاصل کی تھی اسے پہن لیا اور اپنی کمر کو عمامہ سے باندھ کر باآواز بلند مجاہدوں کو پکارتے ہوئے فرمایا کہ اے توحید کے پرستارو! دشمنان دین تم پر آپہنچے ہیں اے حاملان قرآن تم ان مشرکوں کو اپنی تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لو! اللہ کے دین کی مدد کرو بیشک اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اے شمع رسالت کے پروانو! تم قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق ہو کہ:-

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ (پارہ،۱۱، رکوع:۳، سورہ التوبہ، آیت:۱۱۱)

ترجمہ: ”بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں“۔ (کنزالایمان)

حضرت خالد کا کلام سن کر تمام مجاہدین فوراً مسلح اور سوار ہو کر دشمن کے مقابلے میں آگئے۔ رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر ہماری بڑی فوج سے خائف ہو کر منہ چھپانے کے بجائے سینہ سپر ہو کر مستعد جنگ ہوا ہے۔ لہٰذا رومی لشکر نے قلیل فاصلہ پر توقف کیا۔ اس دوران حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کی صف بندی اور ترتیب کا کام کر ڈالا۔ میمنہ پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی، میسرہ پر حضرت مسیّب کو، دائیں بازو میں حضرت شرحبیل بن حسنہ کو، بائیں بازو میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو، ساقہ پر سالم بن نوفل کو اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ وسط میں ٹھہرے۔ اسی اثناء میں رومی لشکر بھی

مرتب اور آراستہ ہو گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تھے ایک طرف بیس ہزار کا رومی لشکر تھا اور دوسری طرف پانچ ہزار سے کچھ زیادہ کا اسلامی لشکر تھا رومی لشکر تعداد کے اعتبار سے چار گنا تھا لیکن رومی لشکر کا ہر سپاہی حضرت خالد کے نام سے تھر تھر کانپتا تھا۔ لہٰذا رومی لشکر سے کوئی بھی لڑنے نہ نکلا۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ اسلامی لشکر کون سا قدم اٹھاتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ رومی سردار جامد ہو کر ٹھہرے ہوئے ہیں اور معرکۂ جنگ میں کوئی نہیں آ رہا ہے تو آپ نے حضرت ضرار بن الازور کو حکم دیا کہ ان پر ٹوٹ پڑو اور اپنی تلوار کا مزہ چکھاؤ۔ حضرت ضرار بن الازور طویل قد و قامت اور سیاہ فام شخص تھے۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی تھیں اور سینہ کشادہ تھا۔ ہاتھ اور بازو شیشم کی مانند تھے۔ میدان جنگ میں وہ زرہ یا خود نہیں پہنتے تھے۔ صرف ایک پاجامہ پہنتے تھے اور باقی بدن ننگا ہوتا۔ ان کی ڈراؤنی صورت اور بدن کی ہیئت دیکھ کر ہی دشمن لرز جاتا اور ایک انجان خوف اس پر طاری ہو جاتا۔

حضرت ضرار نے اپنی برق رفتار سواری کا رخ رومی لشکر کی طرف موڑا اور مثل طوفانِ صَر صَر ان پر ٹوٹ پڑے۔ صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ کثرت سے سپاہیوں کو کاٹ ڈالا۔ ان کی شمشیر زنی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والا ایسا محسوس کرتا تھا کہ سوکھی لکڑیوں کے ڈھیر پر آرا چل رہا ہے۔ رومی لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ سواروں کی گردنیں بادِ صَر صَر سے سوکھے پتوں کی طرح اُڑتی تھیں اور سر کٹے ہوئے جسم گھوڑوں سے ٹپاپا کر زمین پر گرتے تھے پیدل فوج کی طرف رخ موڑا تو ایک گرداوے میں چھ پیادہ سپاہیوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ رومی لشکر کا ہر فرد ان کی سرعت اور کرتب جنگ دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔ کسی میں اتنی ہمت و حوصلہ نہ تھا کہ قریب جا کر وار کرے۔ لہٰذا تیر اور پتھر برسانے شروع کیے حضرت ضرار اسلامی لشکر میں واپس آ ئے۔

حضرت خالد نے اب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کو میدان میں اتارا۔ وہ بھی حضرت ضرار کی مانند رومی لشکر میں کہرام مچا کر واپس آ ئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید بذات خود میدان میں آئے نیزہ بازی کا طریقہ اور شمشیر زنی کا فن دکھا کر رومیوں کو تعجب میں ڈال دیا۔ حضرت خالد اپنے گھوڑے کو میدان میں گھماتے تھے اور کرتب جنگ کا مظاہرہ کرتے تھے رومی سردار کلوص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حضرت خالد کی جنگی مہارت دیکھ رہا تھا۔ اس نے گمان کیا کہ یہی مسلمانوں کے سردار معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت خالد میدان میں گھومتے ہوئے پکار پکار کر لڑنے والا طلب کرتے تھے۔ لیکن مقابلہ کے لئے ایک بھی مائی کا لال نہ نکلا۔ اتفاقاً حضرت خالد اور سردار کلوص کی نظریں چار ہوئیں دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کلوص یہ سمجھا کہ میرا زرق برق لباس اور ساز و سامان جنگ دیکھ کر حضرت خالد نے مجھے پہچان لیا ہے کہ میں ہی لشکر کا سردار ہوں اور وہ مجھ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں لہٰذا وہ لشکر کی صف اول سے پیچھے کو ہٹا اور لشکر کے بیچ میں گھسنے کی عجلت کرنے لگا۔ اس کی اس حرکت سے ایک شور و غل ہوا اور حضرت خالد کے ملتفت ہونے کا سبب بنا اور واقعی حضرت خالد اس طرف آنے کو آگے بڑھے۔ کلوص نے دیکھا کہ حضرت خالد میری طرف آ رہے ہیں تو وہ بزور تمام لشکر کے بیچ میں گھس کر بھاگا۔ حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا اور تن تنہا رومی لشکر کی صفوں کے درمیان داخل ہو گئے لیکن سردار کلوص ہاتھ نہ لگا۔ وہ اپنے لشکر میں پانی میں نمک کی طرح گھل گیا۔ کلوص کے محافظ مزاحم ہوئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد کی برق رفتار شمشیر کی بدولت دس اشخاص کے جسموں سے

...سر غائب۔ آپ نے رومیوں کو للکارا کہ میرے اکیلے کے مقابلے میں تم دس اشخاص ایک ساتھ آ ؤ پھر بھی رومیوں کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

☆ رومی سردار کلوص اور حضرت خالد کے درمیان مقابلہ اور کلوص کا قید ہونا:۔

جب حضرت خالد کے بار بار پکارنے پر بھی رومی لشکر سے کوئی مقابل نہ نکلا تو حاکم دمشق عزرائیل نے کلوص سے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے مجھ کو لشکر کا سردار مقرر کیا ہے۔ مسلمانوں کا سردار کب سے لڑنے والا طلب کرتا ہے مگر نہ تو مقابلہ کے لئے جاتا ہے اور نہ کسی کو بھیجتا ہے۔ ہمارے لئے یہ شرم اور ندامت کی بات ہے۔ کلوص نے کہا کہ اگر تجھ کو ندامت اور عار کا اتنا خیال ہے تو جا، تو بذات خود جا۔ عزرائیل نے کہا میں کیوں جاؤں؟ سردار لشکر تو بنا بیٹھا ہے لہٰذا تو جا۔ کلوص نے کہا دمشق کے حاکم کے عہدے پر تو چڑھ بیٹھا ہے۔ مسلمانوں کا حملہ دمشق پر ہوا ہے۔ لہٰذا تیری ذمہ داری ہے پہلے تو جا بعد میں میرا نمبر۔ تیرے اور میرے درمیان یہ شرط طے پائی ہے کہ ایک دن تو لڑے گا اور ایک دن میں لڑوں گا۔ دمشق میں مجھ سے پہلے تو آیا ہے لہٰذا پہلے تو نکل۔ آج تو لڑ، کل میں لڑوں گا۔ دونوں ایک دوسرے کو بھیجنے کی کوشش میں لا طائل (بے فائدہ) حجت کرتے تھے اور معاملہ بڑھ کر صرف تُو، تُو کا نہ رہتے ہوئے بات تُو تُو ،مَیں مَیں تک پہنچ گئی اور صورتحال یہ ہوگئی کہ حضرت خالد سے لڑنا بھول کر آپس میں تلواریں تان لیتے لیکن لشکر کے دیگر اراکین نے مداخلت کر کے یہ طے کیا کہ دونوں کے نام قرعہ (Lot) ڈالا جائے اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ مقابلہ کے لئے جائے۔ چنانچہ دونوں کے نام قرعہ ڈالا گیا اور رومی لشکر کے سردار کلوص کے نام قرعہ نکلا۔ سردار کلوص کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ عزرائیل اس کی مضطرب حالت دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا اور اس سے طنزاً کہا کہ مسلمانوں کے سردار نے جس طرح اپنی شجاعت دکھائی ہے تو بھی اسی طرح اپنی شجاعت ظاہر کر۔ آج تیرا نمبر ہے آج تو جا کر شجاعت دکھا۔ آئندہ کل میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاؤں گا۔ کل سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ بہادر اور شہسوار ہے۔ کلوص اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بادل ناخواستہ حضرت خالد کے مقابلے میں گیا۔ میدان میں آتے ہی اس نے حضرت خالد پر نیزہ کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیرا۔ کلوص بہت زیادہ مشتعل اور جذباتی ہو کر لڑنے لگا۔ حاکم دشمن عزرائیل کے طنز اور طعنوں نے اس کے دل میں آگ لگا دی تھی اور وہ اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرنے شدت سے حملہ کر کے عزرائیل کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ شجاعت میں تیری میرے سامنے کچھ بھی حیثیت نہیں۔ حضرت خالد اور کلوص کے درمیان نیزہ بازی بڑے زور شور سے ہوئی نیزوں کے ٹکرانے سے آگ کی چنگاریاں اُڑتی تھیں۔ کلوص کی اب جرأت بڑھ رہی تھی۔ اس پار یا اُس پار کے نظریہ کو اپنا کر وہ اپنی جان پر کھیل رہا تھا۔ کلوص پورے جوش سے نیزہ بازی کے کرتب دکھا رہا تھا۔ حضرت خالد نے جوش کے ساتھ ہوش کی آمیزش کی تھی۔ کلوص کے جوش وخروش کے بمقابل شروع میں سخت حملے نہ کئے بلکہ کلوص کو حملہ کرنے کے موقعے دیتے رہے اور دفاع کرتے رہے تاکہ کلوص کی قوت صرف ہو کر جلدی ختم ہو جائے کلوص ہڑبڑاہٹ کے عالم میں وار پر وار کر رہا تھا اور حضرت خالد اس کے وار کو پھیرے دیتے تھے۔ اب کلوص تھک گیا تھا اس کے وار میں شدت نہ رہی اور تھکن کے آثار عیاں ہونے لگے اب حضرت خالد

نے جوابی وار کی ابتداء کی اور ایسے شدید حملے کئے کہ کلوص حضرت خالد کے حملوں سے کنارہ کشی چاہنے لگا حضرت خالد اس کی یہ کمزوری جان گئے اور اپنے گھوڑے کو تھوڑا پیچھے ہٹایا۔ کلوص کو تھوڑی راحت محسوس ہوئی اور یہ گمان کیا حضرت خالد بھی میری طرح تھک گئے ہیں لیکن حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کو کودا کر کلوص کے گھوڑے کے قریب کر دیا تا کہ کلوص کے ہاتھ میں جو لمبا نیزہ ہے وہ وار کرنے کے لئے کارآمد نہ ہو سکے۔ آپ نے گھوڑے کے زین سے چھوٹا نیزہ کھینچ کر اس کے حلق میں پیوست کر دیا اور بلند آواز سے ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' پڑھ کر اس کو گھوڑے کی زین سے الگ کر کے کھینچ لیا اور اپنے ہاتھوں میں دبوچ کر گھسیٹتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف لے گئے۔ کلوص کے حلق میں نیزے کا وار لگا تھا مگر مہلک نہ تھا۔ البتہ زخم شدید تھا کلوص زخم کی کلفت کی وجہ سے چلاتا تھا۔ حضرت خالد نے کلوص کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس کی مشکیں خوب مضبوط باندھ دو۔

☆ حاکم دمشق عزرائیل کا بادل ناخواستہ مقابلہ کرنے نکلنا:۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کے سردار کلوص کو قید کر کے اپنے ساتھیوں کو سپرد فرمایا اور پھر دوبارہ میدان میں جانے کا عزم کیا لیکن ان کا گھوڑا نڈھال ہو گیا تھا تیز سانس لے کر کانپ رہا تھا لہٰذا حضرت خالد نے اپنا گھوڑا بدل دیا اور میدان کی طرف جانے لگے کہ حضرت ضرار بن الازور نے ان کو روکا اور کہا کہ اے سردار! آپ رومی سردار کی لڑائی میں سخت محنت اٹھا چکے ہو، لہٰذا آپ آرام کرو اور مجھ کو اجازت دو کہ میں لڑنے جاؤں۔ حضرت خالد نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اے ضرار راحت اور آرام تو عالم آخرت میں ہے اور جو آج محنت و مشقت کرے گا وہ کل راحت حاصل کرے گا۔ یہ فرما کر آپ میدان کی طرف روانہ ہوئے آپ کو روانہ ہوتے دیکھ کر سردار کلوص زور زور سے چلانے لگا اور رومی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ حضرت خالد رک گئے اور حاکم بصرہ حضرت روماس سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے روماس نے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ تم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں واپس پلٹو اور میری بات سنو۔ پھر اس نے کہا کہ دمشق کے حاکم عزرائیل اور مجھ میں اختلاف ہے لہٰذا تم عزرائیل کو مقابلہ کے لئے طلب کرنا اور قتل کر دینا اگر تم نے عزرائیل کو قتل کر دیا تو شہر دمشق تمہارے قبضے میں آجائے گا۔ حضرت خالد نے فرمایا میں تو کسی مشرک کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پھر آپ گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے اور مقابل طلب کیا۔

رومی لشکر کے اراکین نے حاکم عزرائیل سے کہا کہ شرط کے مطابق سردار کلوص پہلے مقابلہ کے لئے نکلا لیکن اتفاق سے قید ہو گیا ہے لہٰذا اب تیری باری ہے۔ لہٰذا اب تو مقابلے کے لئے نکل اور اس عرب بدوی کو قتل کر۔ عزرائیل نے کہا کہ اگر مسلمانوں کا سردار مارا گیا تو اس کی جگہ دوسرا شخص قائم مقام ہو جائے گا لیکن اگر میں مارا گیا تو تم سب بغیر چرواہے کی بکریوں کی مانند بے سہارا ہو جاؤ گے لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب مل کر یلغار کر دیں۔ رومی لشکر کے اراکین نے کہا کہ اس صورت میں بہت سپاہی مارے جائیں گے۔ اپنی جان بچانے کے لئے پوری قوم کو ہلاکت میں مت ڈال۔ اراکین لشکر نے عزرائیل کو خوب ڈانٹا اور دھمکایا اور قتل کر دینے کی دھمکی دی تب وہ ناچار ہو کر بادل ناخواستہ آمادۂ جنگ ہوا۔

حاکم عزرائیل کو عربی زبان میں گفتگو کرنے کا ملکہ تھا۔ وہ میدان میں آیا اور حضرت خالد سے کہا کہ اے برادر عربی! میرے قریب آؤ تا کہ میں تم سے کچھ سوال کروں۔ حضرت خالد نے فرمایا تو میرے قریب آ تا کہ میں تیرا سر توڑوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کا قصد کیا۔ عزرائیل نے چلا کر کہا اے برادر! توقف کرو۔ تمہارا حکم مان کر میں تمہارے قریب آتا ہوں۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ شخص ڈر گیا ہے لہٰذا آپ نے حملہ کرنے میں توقف کیا۔ عزرائیل نے قریب آکر کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ تمہارے لشکر میں شہسوار اور بہادر لڑنے والے موجود ہونے کے باوجود تم سردار ہو کر بار بار مقابلہ کرنے کیوں نکلتے ہو؟ اگر تم کو کچھ ہو گیا تو تمہارا لشکر مثل بغیر چرواہے کی بکریوں کے ہو جائے گا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے پہلے میرے دونوں ساتھی یعنی حضرت ضرار اور حضرت عبدالرحمٰن کو دیکھا ہے۔ ان دونوں نے تمہارے لشکر پر قیامت برپا کر دی تھی اگر میں ان دونوں کو واپس نہ بلاتا تو وہ تم سب کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔ میرے تمام ساتھی ایسے ہی بہادر اور شیر دل ہیں۔ لہٰذا میری موت سے کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ پھر حضرت خالد نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں دمشق کا حاکم ہوں اور میرا نام عزرائیل ہے۔ حضرت خالد سن کر ہنسے اور فرمایا اے دشمن خدا! جس کے نام پر تیرا نام رکھا گیا ہے وہ حضرت عزرائیل ملک الموت تیرے مشتاق ہیں تا کہ تجھ کو جلد از جلد دوزخ میں پہنچا دیں۔ پھر عزرائیل نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کلوص کے ساتھ تم نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ وہ ہاتھ پاؤں بندھا ہوا حالت اسیری میں پڑا ہوا ہے۔ عزرائیل نے کہا کہ وہ ایک بلا ہے، اس کو ابھی تک قتل کیوں نہیں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ تم دونوں کو ایک ساتھ قتل کرنا ہے۔

حضرت خالد کی بات سن کر عزرائیل سہم گیا اور اس نے لالچ دلاتے ہوئے کہا کہ اگر کلوص کو قتل کر کے اس کا سر مجھ کو دے دو تو اس کے عوض میں آپ کو ایک ہزار مثقال سونا، دس ریشمی کپڑے اور پانچ گھوڑے بطور انعام دوں گا۔ فرمایا کہ یہ تو کلوص کے خون کا عوض ہوا۔ تیرے قتل کرنے کا عوض کیا دے گا؟ عزرائیل نے کہا مجھ سے تم کیا لو گے؟ فرمایا تیرا سر جزیہ میں لوں گا، حالانکہ تو ذلیل و خوار ہوگا۔ عزرائیل نے نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اے عربی برادر! میں جتنی تمہاری تعظیم اور بزرگی کا لحاظ کرتا ہوں تم اتنی ہی میری اہانت و تذلیل کرتے ہوئے زبان درازی سے کام لیتے ہو۔ لہٰذا اب میں تمہارے ساتھ سختی اور شدت اختیار کرتا ہوں۔ اپنے کو مجھ سے بچاؤ کیونکہ میں تمہارا قاتل ہوں۔ میں ملک الموت کا ہم نام ہوں۔

حضرت خالد کو اس کی بیہودہ گفتگو پر طیش آ گیا اور مثل شعلۂ آگ عزرائیل پر حملہ آور ہوئے عزرائیل اپنے کو بچاتا ہوا جوابی حملے کرنے لگا۔ اب عزرائیل کی جرأت بڑھ رہی تھی خالد کے حملے ابھی شباب پر نہیں آئے تھے بلکہ متوسط درجہ کے وار کرتے تھے لہٰذا عزرائیل نے یہ گمان کیا کہ ان سے لڑنا اتنا مشکل نہیں جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ خوامخواہ ان کو شہرت دے دی گئی ہے لہٰذا اب اُس کے حوصلے بڑھنے لگے۔ حالانکہ عزرائیل کا شمار ملک شام کے نامور بہادروں میں ہوتا تھا۔ عزرائیل اب اپنے اصل رنگ میں آ گیا اور تکبر و غرور کے نشے میں مخمور ہو کر حضرت خالد سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو تم کو پلک جھپکنے میں زمین پر مردہ گرا سکتا ہوں لیکن تم پر مہربانی اور شفقت کی نظر رکھتے ہوئے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے عفو و کرم سے کام لیتا ہوں لہٰذا اب تم اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو تا کہ میں تمہیں قید کروں، جس طرح تم نے کلوص کو قید کیا اور

لوگ دیکھیں کہ کلوس کو قید کرنے والے کو عزرائیل قید کر کے لے آیا۔ پھر تم کو اس شرط پر رہا کر دوں گا کہ ملک شام کے جن شہروں پر تم نے قبضہ کر لیا ہے وہ ہم کو سپرد کر دو اور ملک شام سے جزیرہ عرب کی طرف کوچ کر جاؤ۔

حضرت خالد نے فرمایا اے دشمن خدا! عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کون غالب آتا ہے۔ یہ فر کر آپ نے بھی اپنا جبلی رنگ دکھاتے ہوئے ایسے حملے کئے اور لڑائی کے داؤ دکھائے کہ عزرائیل کی آنکھوں کے سامنے اندھیر چھا گیا۔ اس نے اپنا طرز گفتگو بدلتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی اتنا غصہ کیوں کرتے ہو؟ میں تو یونہی مذاق کرتا تھا حضرت خالد نے فرمایا لیکن میرا مزاج خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تلوار مارنا ہے۔ آپ نے بڑھ کر تلوار کی ضرب لگائی لیکن عزرائیل نے لوہے کی زرہ (Iron Armour) پہن رکھی تھی لہٰذا تلوار نے کچھ کام نہیں کیا لیکن تلوار کی ضرب اتن شدید تھی کہ عزرائیل لڑکھڑا گیا۔ اس کا دل اندوہگیں ہو گیا اور اس نے یقین کے درجہ میں جان لیا کہ ان کا مقابلہ کرنا امر محال ہے۔ جان بچنے کی راہ فرار اختیار کرنے میں ہی خیریت ہے لہٰذا پیٹھ پھیر کر بھاگا۔

عزرائیل کو بھاگتا دیکھ کر حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا لیکن عزرائیل کا گھوڑا بہت ہی تیز رفتار تھا لہٰذا حضرت خالد اس سے کافی فاصلہ پر رہ گئے۔ حضرت خالد کے گھوڑے کا بند بند تھک کر جکڑ جانے کی وجہ سے گھوڑا ابھر گیا تھا۔ عزرائیل نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ حضرت خالد کا گھوڑا سست ہو گیا ہے تو اس نے اپنا گھوڑا ٹھہرا دیا۔ حضرت خالد اس کے قریب پہنچے تو عزرائیل نے پھر شیخی کرتے ہوئے کہا کہ شاید تم نے یہ گمان کیا ہوگا کہ میں تم سے ڈر کر بھاگا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ مکر کیا ہے تاکہ تم کو تمہارے لشکر سے دور لا کر گرفتار کر لوں۔ عزرائیل نے حضرت خالد کے گھوڑے کو دیکھا تو وہ پسینے میں شرابور تھا اور بہت تیز تیز سانس لے رہا ہے۔ اب یہ گھوڑا کارآمد نہیں ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میرے گھوڑے کے تھک جانے سے تو نے طمع کی ہے لیکن میں پیدل بھی تیرا مقابلہ کر سکتا ہوں، یہ فرما کر آپ گھوڑے کی زین سے اتر گئے اور تلوار نکال کر اس پر حملہ کرنے بڑھے۔ حضرت خالد کو پاپیادہ دیکھ کر عزرائیل کی طمع اور جرأت بڑھی اور اس نے آپ پر تلوار کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیر دیا اور بجلی کی سرعت سے تلوار کی ضرب لگا کر اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ عزرائیل زمین پر گرا لیکن فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور ہرن کی رفتار سے رومی لشکر کی طرف بھاگا لیکن حضرت خالد نے بھی دوڑنے میں تیز رفتاری سے کام لیتے ہوئے اس کو پالیا اور اس کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ عزرائیل کے منہ سے جھاگ اڑنے لگا۔ وہ بری طرح سے حضرت خالد کی گرفت میں آ گیا تھا۔

عزرائیل نے حضرت خالد کی مضبوط پکڑ سے چھوٹنے کے لئے خوب ہاتھ پیر ہلائے لیکن ناکام رہا۔ وہ حضرت خالد کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا اور بلبلا رہا تھا۔ حضرت خالد نے اُسے ہاتھ پر اُٹھالیا اور چاہا کہ زمین پر زور سے پٹک کر اس کا کام تمام کر دیں۔ رومیوں نے اپنے حاکم کو ایسی بے بسی کی حالت میں دیکھا تو اس کی رہائی کے قصد سے حملہ کرنے حضرت خالد کی جانب اُمنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح بڑھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت اسلامی لشکر سے دور اور رومی لشکر سے قریب تھے۔ تن تنہا تھے۔ عزرائیل کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور سامنے سے رومی فوج دوڑتی ہوئی آ رہی تھی۔ حالانکہ

رومی لشکر کو حضرت خالد کی طرف بڑھتے دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہدین حضرت خالد کی مدد اور حفاظت کے لئے بہت تیز بھاگے لیکن فاصلہ زیادہ تھا۔ بظاہر حضرت خالد کی جان کا خطرہ کھڑا ہو گیا تھا۔ بچنا مشکل تھا۔ ایک اکیلی جان پر ٹوٹ پڑنے کے لئے ہزاروں جانیں آرہی تھی۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔

لیکن! دفعۃً ؟

☆لشکر حضرت ابوعبیدہ کی آمد:-

ہزاروں کی تعداد میں رومی حضرت خالد بن ولید کی طرف بڑھ رہے تھے کہ نعرۂ تکبیر کی کان کے پردے پھٹ جائیں ایسی بلند آواز سنائی دی۔ رومیوں کے لشکر کے قریب ہی اسلامی لشکر کے نشان نظر آئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سینتیس (۳۷) ہزار کا لشکر جرار لے کر آپہنچے تھے۔ رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا عظیم لشکر آپہنچا ہے تو ان کے حواس باختہ ہو گئے۔ حضرت خالد کی طرف بڑھنا موقوف کر کے قلعہ کی طرف رخ پھیرا ''سردار جائے چولہے میں ہم چلے قلعہ میں'' کا رویہ اختیار کیا۔ گرتے گرتے، دوڑتے کودتے، ایسے بھاگے کہ قلعہ کے اندر داخل ہو کر ہی دم لیا۔ حاکم عزرائیل حضرت خالد کے ہاتھوں میں دھرا کا دھرا رہ گیا۔ تمام رومی بھاگ نکلے اور ان کا حاکم عزرائیل حضرت خالد کی قید میں آ گیا۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کے قریب پہنچ کر سواری سے اُترنا چاہا لیکن حضرت خالد نے قسم دے کر انہیں سواری سے اُترنے نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم، خدا کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ کو دوست رکھتے تھے اور ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! خدا کی قسم! حضرت ابوبکر صدیق نے تم کو سردار مقرر کیا اس امر سے میں بہت خوش ہوا ہوں۔ اہل فارس اور مشرکین عرب کے ساتھ تمہاری جنگی خدمات سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ واقعی تم ہی سپہ سالار کے منصب کے لائق ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بہترین انتخاب کیا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے امین الامت! اگر خلیفۃ المسلمین کا حکم نہ ہوتا تو میں ہرگز آپ کی موجودگی میں یہ عہدہ منظور نہ کرتا کیونکہ آپ مجھ سے پہلے ایمان لائے ہو اور خاصانِ درگاہِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ آپ کا بڑا رتبہ اور درجہ ہے۔ خدا کی قسم! آپ کے مشورے کے بغیر میں کوئی کام نہیں کروں گا اور کسی معاملہ میں آپ سے مخالفت نہیں کروں گا۔ پھر دونوں صحابہ نے آپس میں مصافحہ کیا۔ حضرت خالد پا پیادہ تھے لہٰذا ان کے لئے گھوڑا لایا گیا۔ وہ سوار ہوئے اور دونوں یعنی حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد گھوڑوں پر سوار باتیں کرتے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت خالد نے دونوں سرداروں کی گرفتاری و نیز اب تک کی کارگزاری کی کیفیت حضرت ابوعبیدہ کو کہہ سنائی۔ حاکم عزرائیل کو لشکر کے مجاہدین مقید کر کے ساتھ چلتے تھے اس طرح مقام دیر وزیر خالد میں دونوں اسلامی لشکر کی ملاقات ہوئی مسلمانوں نے سلام، مصافحہ و معانقہ کیا اور آپس میں ملنے سے بہت مسرور ہوئے۔ شب آرام میں بسر ہوئی۔

(فتوح الشام، ص:۵۲)

☆ جنگ دمشق (بار اول) کا دوسرا دن اور قلعہ دمشق کا محاصرہ:۔

رومی لشکر کے سردار کلوص اور دمشق کے حاکم عزرائیل کے قید ہو جانے سے اہل دمشق نے ہرقل بادشاہ کے داماد ''توما'' کو دمشق کا حاکم بنایا تھا۔ ''توما'' جنگی امور میں بہت ماہر تھا اور اسی وجہ سے شاہ ہرقل اس پر بہت اعتماد رکھتا تھا۔ دوسرے دن حاکم توما لشکر لے کر قلعہ سے نکلا اور دیر وزیر خالد کے قریب وسیع میدان میں توقف کیا اسلامی کیمپ سے حضرت خالد نے رومی لشکر کو آتے دیکھا تو حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ رومیوں پر اسلامی لشکر کا رعب اور خوف طاری ہو چکا ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اور میں دونوں مل کر یلغار کر دیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ تمہارا فیصلہ مناسب ہے۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے یلغار کر دی۔ تکبیر کی آواز سے کوہ وصحرا گونج اٹھے۔ اسلامی لشکر کے کفن بردوش مجاہدوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ پہلے حملے میں ہی رومیوں کے دل ہل گئے مجاہدوں نے رومیوں پر سٹاسٹ تلواروں کے وار کر کے میدان کو لاشوں سے بھر دیا رومیوں کو لشکر کی ترتیب اور صف بندی کا بھی موقع میسر نہ ہوا اور مجاہدوں نے ان کو تلواروں کی نوک پر لیا۔ موت کی تیز آندھی رومی لشکر پر چل گئی۔ دُم دَبا کر ایسے بھاگے جیسے شیر کو دیکھ کر گیدڑ بھاگتا ہے۔ مجاہدوں نے دیر خالد سے قلعۂ دمشق تک ان کا تعاقب کیا اور جو بھی ہاتھ لگا اسے واصل جہنم کیا۔ رومی لشکر دمشق کے قلعہ میں گھس گیا دروازے بند کر لئے۔ مجاہدوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ باب مشرقی پر حضرت خالد اور باب جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ لشکر کے ساتھ ٹھہرے۔ رومی قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر دیکھنے لگے کہ اسلامی لشکر اب کیا کرتا ہے؟ جب اہل دمشق قلعہ کی دیوار سے دیکھ رہے تھے اس وقت حضرت خالد نے رومی لشکر کے سردار کلوص اور دمشق کے سابق حاکم عزرائیل کو بلایا اور دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا لیکن دونوں نے اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کیا لہٰذا حضرت خالد نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ دونوں کو قلعہ کی دیوار کے قریب لایا گیا اور قلعہ کی دیوار پر موجود ہزاروں رومیوں کی نظروں کے سامنے دونوں کی گردنیں ماری گئیں۔ حضرت ضرار بن ازور نے عزرائیل کو اور حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے کلوص کو قتل کیا۔ اپنی نظروں کے سامنے دونوں سردار کی ہلاکت کا منظر دیکھ کر اہل دمشق تلملا اُٹھے۔ غم و ہیبت نے ان کو گھیر لیا۔ اہل دمشق نے دونوں سرداروں کے مارے جانے کا حال اور دمشق کا محاصرہ ہو جانے کا حال ہرقل بادشاہ کو لکھا ایک قاصد کو خط دے کر اس کی کمر میں رسی باندھ کر رات کے وقت اس کو قلعہ کی دیوار سے لٹکا کر نیچے اتارا وہ قاصد دمشق سے انطاکیہ پہنچا اور ہرقل بادشاہ کو خط دیا۔

☆ سردار ''وردان'' کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ہرقل نے دمشق روانہ کیا:۔

جب ہرقل بادشاہ نے اہل دمشق کا خط پڑھا تو خط کو پھینک دیا اور رونے لگا۔ ارکان دولت اور مصاحب دربار کو جمع کیا اور دمشق کی داستان سنائی اور کہا کہ میں نے تم کو قبل اس کے بھی عربوں کی دلیری سے آگاہ کر کے متنبہ کیا ہے کہ مسلمان میرے تخت تک کے مالک ہو جائیں گے لیکن تم نے ہمیشہ میری بات کو لا اعتناء کرتے ہوئے اس کو اہمیت نہ دی بلکہ لا اُبالی کا طرز اپنایا لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ عرب کے ریگستان کے رہنے والے اور چنا، جو اور خرمے جیسی خشک غذا کھانے والے ہمارے سرسبز و شاداب علاقوں کے لذیذ میوات کا مزہ چکھ چکے ہیں اور اب وہ سخت لڑائی کے بغیر یہاں سے ٹلنے والے

ہیں۔ ہمارے لہلہاتے کھیت اور بارونق شہران کو اچھے معلوم ہوئے ہیں اور وہ پورے ملک شام پر قبضہ اور تسلط کے درپے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بات باعث شرم و عار نہ ہوتی تو میں انطاکیہ چھوڑ کر اپنے آبائی شہر قسطنطنیہ (Istambol) چلا جاتا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ چین وسکون کے ساتھ حفاظت سے رہتا لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ میں بذات خود عربوں کے مقابلے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حاضرین مجلس نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ کیوں زحمت گوارا فرماتے ہیں۔ آپ کے لشکر کے سرداروں میں ایک بہادر شخص ایسا ہے کہ جس نے لشکر فارس کے سامنے شجاعت کے جوہر دکھا کر سب کو دنگ کر دیا تھا اور وہ شخص قلعہ حمص (Homs) کا حاکم ''وردان'' ہے۔ عربوں کے لئے وہ اکیلا کافی ہے۔

ہرقل نے حاکم حمص وردان کو بلایا اور اسے عربوں کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ وردان نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ نے مجھے یاد کرنے میں بڑی دیر کردی۔ آپ نے مجھے فراموش کر کے دوسرے سرداروں کو عربوں کے مقابلے میں بھیج کر ہر محاذ پر ہزیمت اٹھائی اور بازی ہاتھ سے نکل گئی اگر شروع سے ہی میری خدمت لی گئی ہوتی تو میں کب کا عربوں کو بھگا چکا ہوتا۔ ہرقل نے کہا کہ میں عربوں کی اہمیت کچھ نہیں سمجھتا تھا اور ان کے سامنے تیرے جیسے جلیل القدر صاحب شجاعت کو بھیجنا تیری شان کے خلاف سمجھتا تھا۔ لیکن عربوں کی جسارت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ان کے استیصال کے لئے تیرا جانا لازمی ہوگیا ہے۔ میں نے تجھ کو بارہ ہزار سواروں پر سردار مقرر کیا ہے لہٰذا تو جلد از جلد کوچ کرنے کی تیاری کر اور جب تو بمقام بعلبک اور اجنادین پہنچے تو وہاں ہمارا جو لشکر ہے اسے حکم کر کہ مسلمانوں کا ایک لشکر عمرو بن العاص کی سرداری میں ارض فلسطین میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے اس لشکر کو خالد بن ولید تک نہ پہنچنے دے۔ فلسطین سے دمشق جانے والے تمام راستے مسدود کر دے۔ پھر تو وہاں سے دمشق کی کمک کو پہنچ جا۔

وردان نے کہا کہ اے بادشاہ! میں آپ کی مراد پوری کروں گا۔ خالد بن ولید اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر لاؤں گا اور آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا۔ پھر یہاں سے ملک حجاز پر لشکر کشی کر کے مسلمانوں کے کعبہ کو کھود ڈالوں گا اور مدینہ کو مسمار کر کے کھنڈر بنا دوں گا۔ آپ اجازت عطا فرمائیں، آپ کا یہ خادم اسی وقت کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہرقل نے وردان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ عربوں سے مقابلہ کر کے تو فتح حاصل کرے گا اور اپنا کہا کر کے دکھائے گا تو میں وہ تمام شہر جو مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں وہ تمام شہر اور حجاز کا جس قدر ملک تو فتح کرے گا وہ سب کا تجھے مالک کر دوں گا۔ یہ وعدہ میں مقدس انجیل کا حلف اٹھا کر کرتا ہوں اور ہاں! اس سے بڑھ کر ایک انعام یہ کہ میرے انتقال کے بعد ملک شام کا تو ہی بادشاہ ہوگا اور ان تمام وعدوں کی دستاویز لکھ جاؤں گا۔

ہرقل نے وردان کو خلعت (شاہی لباس) دیا اور ایک صلیب سونے کی دی جس کے چاروں کناروں میں قیمتی یاقوت جڑے ہوئے تھے اور کہا کہ جس وقت تیرا دشمن سے مقابلہ ہو تب اس صلیب کو آگے رکھنا یہ صلیب تیری مدد کرے گی۔ پھر وردان نے کنیسہ میں جا کر عبادت کی اور کنیسہ کے پادریوں نے مذہبی مراسم ادا کر کے اس کے لئے فتح و نصرت کی دعا کی۔ کنیسہ سے نکل کر وردان انطاکیہ شہر کے صدر دروازے ''باب فارس'' پر آیا وہاں لشکر جمع کیا گیا اور جب بارہ ہزار کا لشکر مکمل

ہوگیا تو اس نے کوچ کی۔ وردان کے لشکر کو رخصت کرنے ہرقل بادشاہ لشکر کے ہمراہ لوہے کے پل تک گیا۔ وردان کا لشکر معرات کے راستے سے عماۃ نامی مقام سے گزرتا ہوا شہر دمشق کی طرف آگے بڑھا۔

☆ دمشق کے قلعے کا بیس دن تک محاصرہ، جنگ مگر کوئی نتیجہ نہیں:۔

ادھر دمشق کے قلعہ کا اسلامی لشکر نے محاصرہ جاری رکھا تھا۔ روزانہ اسلامی لشکر کے مجاہدین قلعہ کے اردگرد بارادہ جنگ موجود رہے تھے۔ اہل دمشق قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر ان پر پتھر اور تیر کی بارش برساتے تھے مجاہدین چمڑوں کی ڈھالیں ہاتھ میں رکھتے تھے اور اپنے کو بچاتے تھے۔ موقع پا کر مجاہدین یمن کے تیران کو مارتے تھے۔ اس طرح بیس دن کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ رومی قلعہ میں محصور ہونے کی وجہ سے سخت تنگی وضیق میں تھے۔ قلعہ میں رسد بھی ختم ہونے کے قریب تھا علاوہ ازیں اہل دمشق کے کھیت قلعہ کے باہر تھے لہٰذا ان کے کاشت کاری کے کاروبار کا ضرر ہو رہا تھا۔ قلعہ میں غلہ وغیرہ نہیں آسکتا تھا۔ اشیاء صرف کی بھی قلت تھی لہٰذا وہ سخت مصیبت میں تھے۔ محاصرہ نے طول پکڑا تھا۔

حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ اسلامی لشکر نے بیس دن تک دمشق کا محاصرہ جاری رکھا تھا کہ اسلامی لشکر میں خبر آئی کہ ہرقل بادشاہ نے بمقام ''اجنادین'' رومیوں کا بھاری لشکر جمع کیا ہے۔ خبر سنتے ہی حضرت خالد باب شرقی سے روانہ ہو کر باب جابیہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور صورتحال سے مطلع کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کی کہ ہم دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادین میں جمع رومی لشکر سے نپٹ لیں بعد میں دمشق کا مسئلہ حل کریں گے اور اگر اللہ نے ہم کو فتح دی تو پھر یہاں واپس پلٹ آئیں گے۔ پہلے اجنادین میں جمع رومی لشکر سے نپٹ لیں بعد میں دمشق کا مسئلہ حل کریں گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میری رائے اس کے برعکس ہے کیونکہ بیس دن تک قلعہ میں محصور رہنے کی وجہ سے اہل دمشق تنگ آگئے ہیں اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں سما گیا ہے۔ اگر ہم یہاں سے کوچ کر گئے تو ان کو راحت حاصل ہوگی اور وہ کھانے پینے کی چیزیں قلعہ میں کثیر تعداد میں ذخیرہ کرلیں گے اور جب ہم اجنادین سے یہاں آئیں گے تو وہ لوگ طویل عرصہ تک ہمارا مقابلہ کرنے کی استطاعت کے حامل ہو جائیں گے اور ان پر تنگی کی جو صورتحال اب ہم نے قائم کر دی ہے تب نہ کرسکیں گے۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے محاصرہ جاری رکھا اور دمشق کے قلعہ کے متفرق دروازوں پر اسلامی لشکر کے تمام متعین سرداروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی طرف سے حملہ میں شدت اختیار کریں۔ حضرت خالد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر جانب سے اسلامی لشکر نے شدید حملے شروع کیے۔

اس طرح دمشق کے محاصرہ کو کل اکیس دن گزر گئے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو حملے کی شدت بڑھانے کی ترغیب دیتے ہوئے خود نے باب شرقی سے سخت حملے جاری رکھے۔ اہل دمشق اب بالکل تنگ آگئے تھے اور ہرقل بادشاہ کی کمک کے منتظر تھے۔ حضرت خالد نے پے در پے حملے جاری رکھے۔ وہ اسی طرح مصروف جنگ تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار پر جو رومی تھے وہ دفعۃً تالیاں بجا کر ناچنے کودنے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت خالد محوِ حیرت سے ان کو دیکھنے لگے۔ وہ لوگ پہاڑوں کی جانب واقع ''بیت لہیا'' کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنے اپنے قریب کھڑے لوگوں کو کچھ دکھا رہے

تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے پہاڑ کی جانب دیکھا تو ایک بڑا غبار اس طرح اٹھتا ہوا نظر آیا کہ اس کی وجہ سے آسمان تاریک نظر آتا تھا۔ دن کے وقت میں بھی اندھیرا چھاتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت خالد فوراً سمجھ گئے کہ دمشق کی کمک کرنے ہرقل بادشاہ کا لشکر آرہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند مخبروں نے مخبری کی کہ اے سردار! ہم نے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ایک لشکر جرار دیکھا ہے اور وہ بیشک رومیوں کا لشکر ہے۔ حضرت خالد نے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم'' پڑھا اور فوراً باب شرقی سے باب جابیہ پر آئے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو صورتحال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اے امین الامۃ! میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمام لشکر لے کر ہرقل بادشاہ کے فرستادہ لشکر سے نبرد آزمائی کرلوں لہٰذا اس امر میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! یہ مناسب نہیں کیونکہ اگر ہم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا تو اہل دمشق قلعہ سے باہر آکر ہم سے جنگ کریں گے۔ آگے سے ہرقل کا لشکر حملہ آور ہوگا اور پیچھے سے اہل دمشق حملہ کریں گے۔ ہم رومیوں کے دو لشکر کے درمیان میں آجائیں گے اور مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اس پر حضرت خالد نے کہا کہ تو پھر آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ......؟......؟؟

☆ حضرت ضرار کا پانچ سو (۵۰۰) سواروں کے ساتھ بارہ ہزار لشکر سے مقابلہ کرنے جانا:-

تم اپنے لشکر سے کسی جوانمرد بہادر اور جنگ آزمودہ مجاہد کے ساتھ ایک جماعت کو روانہ کرو اور ان کو حکم دو کہ اگر ان کو اس لشکر سے لڑنے کی استطاعت وقوت کا یقین ہو تو لڑلیں ورنہ ہمارے پاس واپس پلٹ آئیں۔ پھر ہم اور کوئی تدبیر تجویز کریں گے۔ حضرت خالد اس طرح کا مشورہ کرنے کے بعد پھر اپنی جگہ باب شرقی پر آئے اور حضرت ضرار بن الازور کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو پانچ سو سواروں پر سردار مقرر کیا ہے۔ تم ان سواروں کو لے کر ''بیت لہیا'' کی جانب سے آنے والے رومی لشکر کی طرف جاؤ۔ اگر تم ان کو روک سکو تو ٹھیک ہے ورنہ واپس آجانا۔ حضرت ضرار بن الازور فوراً پانچ سو سواروں کو لے کر روانہ ہوگئے اور بیت لہیا نام کے مقام پر آئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آزر سنگ تراش بت تراشا کرتا تھا۔ حضرت ضرار نے وہاں آکر دیکھا کہ دشمن کا لشکر پھیلی ہوئی ٹیڑھیوں کی طرح پہاڑ کی گھاٹی سے اُتر رہا تھا۔ لشکر کے تمام سپاہی لوہے کی زرہوں میں لپٹے ہوئے تھے، اور ان کے سروں پر لوہے کے خود (Helmet) تھے۔ آفتاب کی روشنی میں ان کی زرہیں، خود، تلواریں اور نیزے مثل آئینہ چمک رہے تھے۔

حضرت ضرار بن ازور کے ساتھیوں نے دشمن کی کثیر تعداد دیکھ کر حضرت ضرار سے کہا کہ اے سردار! یہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم پلٹ جائیں اور حضرت خالد بن ولید کو مطلع کریں۔ حضرت ضرار نے فرمایا: قسم ہے خدا کی! میں خدا کی راہ میں ضرور شمشیر زنی کروں گا اور پیٹھ پھیر کر ہرگز بھاگنے والوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ○

(پارہ:۹، رکوع:۱۶، سورہ الانفال، آیت:۱۵)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو''۔ (کنزالایمان)

حضرت ضرار نے مزید فرمایا کہ اگر میں بھاگ کر واپس جاؤں گا تو اللہ کا گنہگار اور نافرمان شمار کیا جاؤں گا۔ حضرت ضرار کی گفتگو سن کر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی بھی جوش میں آئے اور انہوں نے مجاہدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے گروہ مسلمین! ان گبروں سے کیا ڈرنا؟ اللہ تعالیٰ نے تم کو اکثر لڑائیوں میں مدد دی ہے اور صبر کرنے سے خدا کی مدد قریب ہوتی ہے۔ ہمارے قلیل گروہ نے ہمیشہ کثیر جماعت کو شکست دی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اگلے لوگوں کی راہ پر چلو اور تواضع و زاری سے اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام مجید میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

''كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ''

(پارہ:۲، رکوع:۱۷، سورہ البقرہ، آیت:۲۴۹)

ترجمہ: ''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے''۔ (کنزالایمان)

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی کی پرجوش تقریر نے مجاہدوں کے دل جنبش میں لا دیئے۔ تمام نے بیک زبان یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھاگتا ہوا نہ دیکھے، ہم زندگی کی آخری سانس تک دشمنوں سے لڑیں گے۔

☆ پانچ سو مجاہد بارہ ہزار رومیوں پر ٹوٹ پڑے:۔

حضرت ضرار بن الازور تمام ساتھیوں کو لے کر بیت لہیا کے قریب کمین گاہ میں چھپ گئے اور رومی لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت ضرار نے صرف شلوار پہنی تھی۔ اوپر کا جسم ننگا کر کے ہاتھ میں لمبا نیزہ لئے ہوئے عربی نسل کی گھوڑی پر سوار تھے۔ تھوڑی دیر بعد رومیوں کا بارہ ہزار کا لشکر اپنی متکبرانہ شان وشوکت سے آتا ہوا نظر آیا۔ تمام مجاہد ہوشیار ہو گئے۔ جب لشکر قریب آیا تو حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نعرہ تکبیر کہتے ہوئے ٹوٹ پڑے۔ اچانک اس طرح کے حملہ سے رومی لشکر کے سپاہیوں کے دلوں میں رعب سما گیا۔ حضرت ضرار بپھرے ہوئے شیر کی طرح رومیوں پر حملہ کر کے ان کو لقمہ اجل بنا رہے تھے۔ ان کے جسم و قامت کی ہیئت، سُرعت اور جُست کو دیکھ کر رومی متحیر تھے۔

ایک شخص رومی لشکر کا نشان فوج اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت ضرار نے اس کے سینے میں نیزہ پیوست کر دیا۔ لشکر کے میمنہ پر ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے لشکر کے اہم ارکان میں سے تھا۔ اس کو بھی حضرت ضرار نے نیزہ کی ایک ضرب سے خاک میں ملا دیا۔ ہرقل بادشاہ نے وردان کے لشکر کو روانہ کرتے وقت جو سونے کی صلیب دی تھی اس کو ایک بطریق اٹھائے ہوئے تھا اور وہ تاتاری گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت ضرار اس کی طرف لپکے اور ایسا نیزہ مارا کہ اس کے سُرین کو پھاڑتا ہوا اس کی آنتوں کو چیرتا ہوا دوسری جانب نکلا اور وہ مُردہ ہو کر زمین پر گرا۔ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری۔ جب وردان نے صلیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اس امر کو اس نے شگونِ بد میں شمار کیا اور اس کو اپنی ہلاکت کا خوف لاحق ہوا۔ وردان نے گھوڑے سے اُتر کر صلیب کو اٹھانے کا قصد کیا لیکن چند مجاہدوں نے صلیب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وردان کو ہمت نہ ہوئی کہ مجاہدوں کے حصار سے صلیب کو اٹھائے۔ دفعتہً حضرت ضرار نے پکار کر مجاہدوں سے کہا کہ یہ صلیب میرا حق و

ھہ ہے۔ اس کو مت اُٹھاؤ۔ ویسے ہی پڑی رہنے دو۔ حامل صلیب رومی کے ساتھیوں کے قتل سے فراغت پا کر اس صلیب کو اُٹھاؤں گا۔ وردان نے جب حضرت ضرار کو دیکھا تو آپ کی صورت وہئیت کو دیکھ کر کانپنے لگا اور لشکر کے بیچ میں گھسنے کے ارادہ سے پیچھے کی جانب ہٹنے لگا اس کے ساتھیوں نے کہا اے سردار کہاں جاتے ہو۔ وردان نے حضرت ضرار کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ میں اس شریر شخص سے بھاگتا ہوں ایسی ڈراوَنی صورت وہئیت والا شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت ضرار نے وردان کو بھاگتا دیکھ کر اس کا تعاقب کیا۔ وردان کے محافظوں نے حضرت ضرار اور وردان کے درمیان حائل ہو کر حضرت ضرار کو اس تک پہنچنے سے باز رکھا۔ حضرت ضرار نے وردان کے کئی محافظوں کو اپنے نیزہ کی نوک کا مزہ چکھا کر ان کو زندگی سے بے مزہ کر دیا۔ وردان کا بیٹا حمران بن وردان حضرت ضرار پر حملہ آور ہوا اور اس نے آپ کے بائیں بازو پر نیزہ مارا، نیزہ لگتے ہی خون کا فوارہ چھوٹا اور حضرت ضرار کو سست کر دیا لیکن ایک لمحہ کے بعد آپ نے بشدت تمام حمران کے دل پر نیزہ مارا۔ نیزہ لگتے ہی دل کٹ گیا اور وہ واصل جہنم ہو گیا۔ حضرت ضرار نے حمران کے جسم سے نیزہ کھینچا تو نیزے کا پھل حمران کے جسم میں پیوست رہ گیا اور نیزہ بغیر پھل کے مثل چوب کے باہر نکلا۔ رومیوں نے حضرت ضرار کے ہاتھ میں بغیر پھل کا نیزہ دیکھا تو شیر بن گئے اور حضرت ضرار پر لپکے اور حضرت ضرار کو گرفتار کر لیا۔

حضرت ضرار کا گرفتار ہونا مجاہدوں پر شاق گزرا۔ سب نے سخت حملہ کر کے حضرت ضرار کو چھڑانے کی کوشش میں جان ہتھیلی میں لے کر لڑے لیکن حضرت ضرار کو چھڑا نہ سکے۔ اب مجاہدوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں رومیوں کا لشکر جرار اور اس پر طرہ یہ کہ اسلامی لشکر کا شیر ببر رومیوں کی قید میں جکڑ گیا۔ مجاہدین نے بھاگنے کا ارادہ کیا تب حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے پکار کر کہا کہ اے قرآن کے حفظ کرنے والو! اے قرآن کے اٹھانے والو! بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگے گا وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (پارہ:۹، رکوع:۱۶، سورہ الانفال، آیت:۱۶)

ترجمہ: ''اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی''۔ (کنزالایمان)

تفسیر: ''یعنی مسلمانوں میں سے جو جنگ میں کفار کے مقابلہ سے بھاگا وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ سوائے دو حالتوں کے ایک تو یہ کہ لڑائی کا ہنر یا کرتب کرنے کے لئے پیچھے ہٹا ہو وہ پیٹھ دینے اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ دوسرے جو اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹا ہو اور وہ بھی بھاگنے والا نہیں''۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص:۳۲۱)

حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے مزید فرمایا کہ جنت کے کچھ دروازے ایسے ہیں جو صرف مجاہدین صابرین کے علاوہ کسی کے لئے نہیں کھولے جائیں گے۔ اے دین کے خدمتگارو! صبر کرو اور صلیب کے پوجنے والوں پر حملہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں

تمہارے ساتھ ہوں۔ میں حملہ کرنے میں تم سے آگے رہوں گا۔ اگر تمہارے سردار ضرار گرفتار ہو گئے یا شہید کر دیئے گئے تو کیا ہوا؟ اللہ تو زندہ ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس کلام کو سنتے ہی مجاہدوں نے شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں سے برابر ٹکر لی اور مقابلہ کرنے میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی۔

☆ مجاہدوں کی مدد کرنے حضرت خالد کا بیت لہیا جانا:-

جب حضرت ضرار رومیوں کی قید میں آئے تھے تب اسلامی لشکر سے ایک شخص تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد کے پاس آیا اور اس نے حضرت ضرار کی گرفتاری اور بہت سے مجاہدوں کے شہید ہونے کی اطلاع دی اور یہ بھی کہا کہ مجاہدین اس وقت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ رومی لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ عرض کیا کہ بارہ ہزار ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے دشمنوں کی تعداد کم ہونے کا گمان کر کے مجاہدوں کو مقابلہ کے لئے بھیجنے کی جرأت کی تھی۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ رومی لشکر کا سردار کون ہے؟ کہا کہ حمص کا حاکم وردان ہے اور اس کے لڑکے حمران کو حضرت ضرار نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد نے ''لاحول'' پڑھا۔ پھر اپنے معتمد کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بھیج کر اس امر میں ان سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہلا بھیجا کہ باب شرقی پر اپنی جگہ پر کسی کو قائم مقام بنا کر تم خود دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم دشمنوں کو اس طرح پیس ڈالو گے جس طرح چکی غلہ کو پیس ڈالتی ہے اور دشمنوں کو بیہوش کر کے مٹی میں ڈال دو گے۔

حضرت خالد نے حضرت میسرہ بن مسروق عبسی کو اپنی جگہ قائم مقام مقرر کیا اور ایک ہزار سوار ان کے ساتھ کر دیئے اور باقی سواروں کو اپنے ساتھ لئے اور انہیں حکم دیا کہ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو اور نیزے سیدھے کر لو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو سب یکبارگی حملہ کرنا اور دشمن کو اپنا دفاع کرنے کا موقع نہ دینا۔ شاید اس طرح ہم ضرار تک پہنچ جائیں گے۔ اگر وہ زندہ ہونگے تو ان کو چھڑا لیں گے اور اگر رومیوں نے جلدی کر کے انہیں شہید کر دیا ہوگا تو انشاء اللہ ہم رومیوں سے ضرار کا بدلہ ضرور لیں گے۔ ان کے لشکر میں تباہی مچا دیں گے اور رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔ پھر حضرت خالد اور ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے گھوڑوں کو دوڑائے۔ گھوڑے تیز رفتار سے دوڑنے کے بجائے ہوا میں اڑتے جا رہے تھے اور ایک آندھی کے تیز جھونکے کی طرح مجاہدین اسلام اپنے دینی بھائیوں کی نصرت و اعانت کرنے کو دتی ہوئی بجلی کی رفتار سے گھوڑوں پر بیت لہیا کی جانب چھوٹے۔

☆ ایک نقاب پوش عجیب دلیر مجاہد سوار:-

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت لہیا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت خالد سب سے آگے تھے اور رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے گھوڑے کی رفتار تیز سے تیز کرتے جا رہے تھے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ ان کے آگے سیاہی مائل سرخ رنگ کے گھوڑے پر ایک سوار بڑی تیزی سے جا رہا ہے۔ وہ سوار بلند قد و قامت والا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک

با نیزہ تھا۔ اس نے سیاہ لباس اس طرح کا پہنا تھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے علاوہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نقاب پوش سوار نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دی تھی اور اس کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ وہ نقاب پوش سوار گھوڑے کے زین پر اس طرح چپک کر بیٹھا تھا کہ گویا وہ گھوڑے کے جسم سے پیوست اور چسپاں ہے گھوڑے کو ایڑی مارنا، کو دانا، دوڑانا اور گھوڑے کو موڑنے و پھیرنے کا اس کا انداز اس کی شہسواری، سبکی، دانائی، ہوشیاری اور دلیری کی شہادت دے رہا تھا۔ اس نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی اور کمر کو ایک چادر سے مضبوط باندھ رکھا تھا۔ شوق جہاد میں مضطرب و بیقرار ہو کر زرہ پہن رکھی تھی اور کمر کو ایک چادر سے مضبوط باندھ رکھا تھا۔ شوق جہاد میں مضطرب و بیقرار ہو کر سب سے آگے مثل آگ کے شعلہ جا رہا تھا۔ گھوڑے سواری کے فن کا ماہر اور مشاق معلوم ہوتا تھا۔ اس کے تیور اس کی بلند حوصلگی اور شجاعت کی گواہی دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ دشمن پر وہ ایک آندھی کی طرح چھا جائے گا۔ حضرت خالد بن ولید بھی اس سوار کو دیکھ کر محو حیرت تھے اور اس کو پہچاننے کی کوشش کرتے تھے کہ یہ کون بہادر مجاہد ہے جس نے مشرکوں سے لڑنے کے لئے اپنے سر پر کفن باندھ رکھا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت خالد کا قافلہ بیت لہیا کے قریب پہنچ گیا۔

علامہ واقدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن عمیرہ طائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رومی لشکر کے ساتھ موت کا سامنا کر رہے تھے بلکہ موت کے منہ میں جا پڑے ہوئے تھے۔ بڑے صبر اور استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے کہ دفعۃً حضرت خالد بن ولید لشکر لے کر کمک کو پہنچ گئے۔ وہ نقاب پوش سوار سب سے پہلے رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ اس کے حملہ کی نوعیت یہ تھی کہ جس طرح باز چڑیا کے جھنڈ پر حملہ کرتا ہے اس طرح وہ رومی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور رومی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا۔ رومی لشکر کی صفیں کچے دھاگہ کی طرح توڑ کر رکھ دیں۔ وہ سوار رومی لشکر کے وسط میں گھس کر او جھل ہو گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ لشکر سے اس حالت میں باہر نکلا کہ اس کا نیزہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ لشکر میں غائب ہوا اور باہر نکلا اور ایک ہی گرداوے میں کئی رومیوں کو خاک وخون میں تڑپتا کر دیا۔ قہر الٰہی کی بجلی بن کر جس پر گرتا تھا اس کو جلا کر راکھ کر دیتا تھا۔ اس کے نیزے کی ضرب اتنی شدید تھی کہ سپر کو پھاڑ کر سپر اٹھانے والے کو ہلاک کرنا اور ایک خربوزہ چیرنا اس کے لئے یکساں تھا۔ موت سے بے خوف ہو کر وہ نقاب پوش اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالے ہوئے تھا۔ پھر اچانک وہ رومیوں کے لشکر میں پوشیدہ ہو گیا اور ایک گروہ کو پھاڑ ڈالا۔ اس کا قلق اور اضطراب ہر لمحہ بڑھتا جاتا تھا اور اس کے حملے کی شدت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے جب اس نقاب پوش سوار کے کرتب اور لڑائی کے ڈھنگ دیکھے تو یہ گمان کیا کہ یہ سوار حضرت خالد بن ولید ہیں کیونکہ ایسے حملے حضرت خالد کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت رافع اسی سوچ میں تھے کہ حضرت خالد ان کے پاس پہنچے۔ حضرت رافع نے حضرت خالد سے پوچھا کہ جب آپ میرے پاس ہیں تو یہ کفن بردوش اور نقاب پوش مجاہد کون ہے جو دشمنان خدا سے لڑنے میں دلیری کر کے اپنی جان راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ یہ سوار کون ہے۔ حالانکہ اس کی دلیری اور شجاعت نے مجھ کو بھی تعجب میں ڈال رکھا ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ رومیوں پر حملہ کر دیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ وہ نقاب

پوش سوار رومی لشکر کے قلب سے باہر نکلا۔ اس کا نیزہ خون سے شرابور تھا۔ اس کے گھوڑے سے پسینے کی دھاریں ٹپکتی تھیں۔ سوار اپنے دائیں بائیں اس طرح نیزہ مارتا تھا کہ جو بھی اس کی زد میں آجاتا اوندھے منہ گر کر خاک و خون میں تڑپتا تھا۔ رومی سپاہی اس نقاب پوش سوار سے ایسے ڈر گئے تھے کہ اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رومی بھاگتے تھے۔ گویا یہ سوار ان کے لئے موت تھا۔ چند رومی سپاہی متحد ہو کر اس سوار پر حملہ آور ہوئے لیکن موت سے بے پروا ہو کر وہ سوار تن تنہا دلیری سے ان سے نبرد آزما ہو کر اعلیٰ شجاعت کا مظاہرہ کیا لیکن رومی کثیر تعداد میں تھے اور ایسا لگتا تھا کہ اس پر غالب ہو جائیں گے لیکن حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے رومیوں پر حملہ کر کے اس سوار کو نرغہ سے نکال کر بچایا۔ وہ سوار اسلامی لشکر میں آملا۔ مجاہدوں نے اس نقاب پوش سوار کو دیکھا تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک سرخ رنگ کا پھول ہے وہ سوار خون سے آلودہ اور لتھ پتھ تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے اس نقاب پوش سوار سے فرمایا کہ خدا تجھ کو جزائے خیر دے اے نوجوان! تو کون ہے؟ اللہ کی راہ میں اپنی جان صرف کرنے والے جوان تیرا نام کیا ہے؟ لیکن اس سوار نے حضرت خالد کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اعراض کرتے ہوئے خاموش رہا۔ مجاہدوں نے کہا کہ اے مرد نیک لشکر کا سردار تجھ سے سوال کرتا ہے اور تو اعراض کر کے جواب نہیں دیتا؟ صرف لشکر کے سردار ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان تیرے تعارف کے لئے بیقرار ہیں۔ لہٰذا صرف اتنا بتا دے کہ تیرا نام کیا ہے؟ اور تو کس قبیلہ کا ہے اس نقاب پوش سوار نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ رہا پھر حضرت خالد بن ولید نے خوب اصرار کیا تو اس سوار نے ......؟......؟؟

"نقاب کے پیچھے سے عورت کی آواز میں کہا کہ اے سردار! میں نے نافرمانی کرتے ہوئے جواب دینے میں روگردانی نہیں کی۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنے اور آپ کے سوال کا جواب دینے میں دیر لگانے کی وجہ صرف شرم و حیاء ہے کیونکہ میں پردے میں بیٹھنے والی ہوں۔ میں نے جو کام کیا ہے وہ میرے دل کی رنجیدگی کی وجہ سے کیا ہے۔ حضرت خالد نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب میں کہا کہ میرا نام "خولہ" ہے میں ازور کی بیٹی ہوں اور ضرار بن ازور کی بہن ہوں۔ میں عورتوں کے گروہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ کو خبر ملی کہ میرے بھائی ضرار کو رومیوں نے قید کر لیا ہے اور آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میرے بھائی کی رہائی کیلئے جا رہے ہیں تو میں اپنا حلیہ تبدیل کر کے آپ کے ساتھ شامل ہو گئی اور کیا میں نے جو کیا"۔

حضرت خولہ کو اپنے بھائی کے نہ ملنے کا بہت غم اور افسوس تھا اپنے بھائی کے فراق میں رونے لگیں ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خالد بھی رونے لگے۔

☆ حضرت خالد کا رومیوں پر حملہ اور حضرت خولہ بنت ازور کی شجاعت:۔

حضرت خالد نے حضرت خولہ کو اطمینان اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اب ہم سب یکبارگی حملہ کریں گے اور ہم کو اُمید ہے کہ خدا ہم کو تمہارے بھائی تک پہنچا دے تاکہ ہم ان کو قید سے چھڑا لیں حضرت خولہ نے کہا کہ اس حملہ میں مَیں سب سے آگے رہوں۔ چنانچہ مجاہدوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خولہ نے ایسے شدید حملے کئے کہ رومی لشکر میں گھبراہٹ پھیل

گئی۔ رومی سپاہی حضرت خولہ کی جنگی مہارت دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر سب اہل عرب اس سوار کی طرح بہادر ہیں تو ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ حضرت خالد نے بھی ایسے کرتب جنگ دکھائے کہ رومیوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ وردان نے اپنے لشکر کی بزدلی اور نامردی کو تاڑ لیا۔ لہٰذا اپنے لشکر کو ثابت قدم رکھنے کے لئے اہل دمشق کی کمک کی اُمید دلائی، فتح و غلبہ کا یقین دلایا لیکن حضرت خالد نے رومیوں کو دائیں بائیں متفرق اور پریشان کر دیا۔ حضرت خالد نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح وردان تک پہنچ کر اس کا کام تمام کر دوں لیکن وردان محافظوں کے جھرمٹ میں اور فاصلے پر ہونے کی وجہ سے اس تک نہ پہنچ سکے۔

حضرت خولہ کا یہ حال تھا کہ وہ رومی لشکر میں گھس کر دائیں بائیں پھاڑ دیتی تھیں۔ نیزے کا سرعت سے استعمال کر کے کئی رومیوں کے سینے چھلنی کر دیئے۔ حضرت خولہ نیزہ زنی کرتی جاتی تھیں اور اپنے بھائی کو ڈھونڈتی تھیں اور اپنے بھائی کے فراق و غم میں درد بھرے اشعار پڑھ کر اپنے بھائی کو پکارتی تھیں۔ ہر مسلمان مجاہد سے اپنے بھائی کا حال دریافت کرتی تھیں لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں نے ضرار کو بحالت قید یا مقتول دیکھا۔ حضرت خولہ کو اپنے بھائی کا کہیں بھی سراغ نہ ملا تو وہ مایوس اور نا اُمید ہوگئیں اور حزن والم پر مشتمل اشعار پڑھتی تھیں اور آہ و بکا کرتی تھیں۔ ان کی مضطرب و بیقرار حالت دیکھ کر تمام مجاہدین پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ تمام مجاہدین حضرت ضرار کے لئے رو رہے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی حیات اور ان سے ملاقات کی رو رو کر دعائیں مانگتے تھے اور گویا کہ مجاہدین کی پرخلوص دعائیں قبول ہوئیں اور:۔

حضرت خالد بن ولید نے حضرت ضرار کا سراغ پانے کے لئے پھر ایک مرتبہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا وہ حملہ کی تیاری کر رہے تھے کہ رومی لشکر سے کچھ سواروں کو تیز گھوڑے دوڑاتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف آتے دیکھا مجاہدین یہ سمجھے کہ شاید یہ سوار حملہ کرنے آرہے ہیں۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً کھڑے ہوگئے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد اور آمادہ ہوگئے۔ جب وہ رومی سوار قریب آئے تو انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں سے نیچے اتر کر اور ہاتھوں کو اوپر اٹھائے ہوئے ''لفون لفون'' چلانے لگے۔ حضرت خالد نے انہیں امان دی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم شہر حمص کے باشندے ہیں۔ سردار وردان کے ورغلانے پر ہم تم سے لڑنے آئے تھے لیکن اب ہم کو یقین ہوگیا ہے کہ تمہارا مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں تم ہم کو اور ہمارے اہل وعیال کو امان دو اور ہم کو بھی ان لوگوں میں شمار کرو جن سے تم نے صلح کی ہے۔ آپ جو بھی معاوضہ طلب فرمائیں گے ہم حاضر خدمت کر دیں گے۔ بلکہ ہمارے شہر کے دیگر باشندوں کو بھی صلح پر رضامند کریں گے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں آئیں گے تب تم سے صلح کریں گے۔ اس وقت ممکن نہیں۔ پھر حضرت خالد نے ان رومی سواروں کو حوالات میں ڈالنے کا حکم فرمایا اور ان سے حضرت ضرار کے متعلق پوچھا کہ ان کو قید کرنے کے بعد رومی لشکر کے سردار نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ زندہ ہیں یا انہیں شہید کر دیا گیا؟

☆ حضرت ضرار کا سراغ ملنا اور رہائی پانا:۔

رومی سواروں نے کہا کہ شاید آپ اس شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھا اور جس نے ہمارے بہت سے سپاہیوں

کو مار ڈالا اور ہمارے سردار کے بیٹے کو بھی قتل کر کے ہمارے سردار کو رنج وغم میں ڈالا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! ہاں میں ان کے متعلق ہی پوچھ رہا ہوں جلدی بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ رومی سواروں نے کہا کہ ان کا حال یہ ہے کہ وردان نے ان کو ایک اونٹ پر بٹھا کر سو سواروں کی نگرانی میں ہرقل بادشاہ کے پاس بھیجنے کے لئے ''حمص'' روانہ کیا ہے۔ حمص سے ان کو انطاکیہ بھیجا جائے گا۔ یہ امر سردار وردان نے اس لئے کیا ہے کہ وہ ہرقل بادشاہ کے سامنے اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار کرے کہ ہم نے اسلامی لشکر سے ایسے خونخوار شخص کو گرفتار کرنے کی بہادری کی ہے۔

حضرت ضرار کا سراغ ملنے پر حضرت خالد بن ولید بہت خوش ہوئے آپ نے فوراً حضرت رافع بن عمیرہ طائی کو بلایا اور کہا کہ اے رافع تم ملک شام کے تمام راستوں سے اچھی طرح واقف ہو تمہاری تجویز اور تدبیر کی وجہ سے ہم نے ارض سماوہ سے ارکہ تک کا بغیر پانی کا علاقہ طے کیا تھا۔ اونٹوں کو ذبح کر کے اس کے پیٹ سے پانی نکال کر گھوڑوں کو پلانا اور اس کا گوشت مجاہدوں کو کھلانا یہ تمہاری تدبیر بہت کامیاب رہی تھی۔ آج پھر تم ایک مرتبہ ملک شام کے راستوں کی مہارت کا استفادہ کرو اور ضرار بن ازور کو چھڑاؤ۔ رومی سردار وردان نے حضرت ضرار کو سو سواروں کی نگرانی میں حمص کی جانب روانہ کیا ہے۔ لہٰذا تم کوئی درمیان سے جانے والے کم مسافت کے چھوٹے راستے سے ان کا تعاقب کرو اور وہ لوگ ضرار کو لے کر حمص پہنچیں ان سے قبل ان سے جا ملو اور ضرار کو چھڑا لو۔

حضرت خالد بن ولید کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت رافع بن عمیرہ نے اسلامی لشکر سے ایک سو سوار چن لئے اور روانگی کا ارادہ کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور کو خبر ملی تو وہ خوشی سے مچل گئیں۔ فوراً مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے سردار! آپ کو اس مقدس ذات پاک جو بہترین خلائق ہیں یعنی رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھ کو بھی اس جماعت کے ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرماؤ تاکہ میرے بھائی کو چھوڑانے کے معاملہ میں اپنی خدمت پیش کروں۔ حضرت خولہ کو اجازت دے دی۔ لہٰذا وہ بھی حضرت رافع بن عمیرہ کے ساتھ روانہ ہوئیں وہ مسلمانوں کے پیچھے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر چلتی تھیں۔

جب یہ گروہ ''سلمینہ'' نامی مقام پر پہنچا تو حضرت رافع نے وہاں کے میدان میں اِدھر اُدھر گشت کر کے زمین پر گھوڑوں کے نشان قدم تلاش کئے لیکن ان کو کہیں بھی گھوڑوں کے نشان قدم نظر نہ آئے لہٰذا انہوں نے کہا کہ اے گروہ مسلمین بشارت ہو کہ رومی قافلہ اب تک یہاں نہیں پہنچا اور اُمید ہے کہ وہ عنقریب آ پہنچے۔ حضرت رافع نے تمام مجاہدوں کو ''وادی الحیات'' نام کے مقام پر ایک کمین گاہ میں چھپا دیا اور رومی قافلہ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک غبار ظاہر ہوا اور ایک قافلہ نظر آیا۔ حضرت رافع نے دیکھا کہ ایک سو رومی سوار حضرت ضرار کو اپنے بیچ میں گھیرے ہوئے آ رہے ہیں۔ جیسے ہی وہ قافلہ قریب آیا سب سے پہلے حضرت خولہ نے کمین گاہ سے نکل کر تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور ان کے بعد حضرت رافع اور مجاہدوں نے باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ کیا۔ یہ حملہ کیا تھا؟ ایک چٹکی بجانے جیسا معاملہ تھا۔ ایک سو رومی کے مقابلے میں ایک سو مجاہد تھے ایک گھڑی میں تمام رومی سر کٹی ہوئی حالت میں زمین پر لیٹے پڑے تھے۔ تمام مجاہدوں نے اور خصوصاً حضرت خولہ نے حضرت

ضرار کو سلام و مرحبا کہا اور سلامت رہائی پر مبارکباد پیش کی حضرت ضرار نے تمام کا شکریہ ادا کیا اور خیریت پوچھی پھر مجاہدوں نے مقتول رومیوں کے گھوڑے ہتھیار کپڑے اور مال و اسباب لے لئے۔

مجاہدین مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کر رہے تھے کہ اچانک کچھ رومی سوار بیت لہیا کی جانب سے تیز گھوڑوں پر بھگاتے ہوئے آ رہے تھے۔ حضرت رافع نے ان کو دیکھ کر گمان کیا یہ لوگ بیت لہیا میں حضرت خالد کے لشکر کے ہاتھوں پٹ کر بھاگے ہیں لہٰذا حضرت رافع اور ان کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا رومیوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا بلکہ ''لفون لفون'' پکارنے لگے لہٰذا تمام کو گرفتار کرلیا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں آ پہنچے اور حضرت ضرار اور حضرت رافع وغیرہ سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی۔ حضرت رافع کی زبانی حضرت ضرار کی رہائی کی کہانی سن کر حضرت خالد بہت خوش ہوئے۔ حضرت ضرار کو سلامت رہائی کی مبارکباد دی اور حضرت رافع کی عظیم خدمت کی تعریف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

حضرت رافع نے خالد سے ان کے یہاں آنے کا سبب پوچھا تو حضرت خالد نے بتایا کہ حضرت ضرار کی رہائی کے امر پر حضرت رافع کو روانہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے ایسا سخت حملہ کیا کہ وردان کے لشکر نے پیٹھ دکھا کر چاروں اطراف کی جانب بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدوں نے مفرور رومیوں کا ہر جانب تعاقب کیا۔ وردان کہاں پوشیدہ ہوگیا وہ کسی کو پتہ نہ چلا۔ حضرت خالد نے اس کو بہت تلاش کیا تاکہ اس کو قتل کر دیں لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ کچھ رومی سوار وادی الحیات کے راستے سے بھاگے۔ شاید ان میں وردان ہے یہ گمان کر کے حضرت خالد نے ان کا تعاقب کیا تھا اور یہاں آ پہنچے تھے۔

القصہ! حضرت خالد بن ولید وہاں سے تمام ساتھیوں کے ہمراہ قلعۂ دمشق پر واپس آئے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو فتح کی خوشخبری اور تمام روداد سنائی اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے قلعہ دمشق کی فتح کا پختہ یقین کیا۔

اسلامی لشکر دمشق میں مقیم تھا اور قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا تھا کہ بصرہ سے حضرت عباد بن سعید حضرمی حضرت خالد کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ رومیوں کا نوے ہزار کا لشکر بمقام ''اجنادین'' جمع ہوا ہے۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا لشکر ملک شام میں متفرق مقامات میں منتشر ہے لہٰذا ان تمام کو خط لکھ دو کہ وہ ہم کو آ کر اجنادین میں ملیں اور ہم بھی اب قلعۂ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادین کی جانب کوچ کریں۔

جنگ اجنادین

ہرقل بادشاہ کو وردان کے لشکر کو بمقام بیت لہیا شکست فاش حاصل ہونے کا اور وردان کے بیٹے حمران کے قتل ہونے کا مفصل حال معلوم ہو چکا تھا لہٰذا ہرقل نے اس کو خط لکھا اور خوب ڈانٹ ڈپٹ لکھی اور یہاں تک لکھا کہ ماضی میں تو نے رومی لشکر کی جو خدمات انجام دیں ہیں اس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تیرے قتل کا حکم صادر کرتا اب تجھ کو ایک موقع دیتا ہوں۔ اجنادین میں ہمارا نوے ہزار کا جو لشکر ہے اس پر تجھ کو سردار مقرر کرتا ہوں لہٰذا تو وہ لشکر لے کر دمشق کی کمک کر اور تھوڑا لشکر فلسطین کی جانب روانہ کرتا کہ وہ فلسطین میں جو اسلامی لشکر ہے اس کو وہیں لڑائی میں اُلجھا رکھے اور اس لشکر کو دمشق کی طرف نہ جانے دے ہرقل کا خط ملتے ہی وردان فوراً اجنادین پہنچ گیا اور رومی لشکر کی سرداری سنبھالی۔

اسلامی لشکر کی ملک شام میں کیفیت اور تعداد:

ملک شام میں اسلامی لشکر کی کیفیت اور تعداد حسب ذیل تھی:

☆ ۳۳،۰۰۰ ہزار کا لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے ساتھ جو دمشق میں آ کر حضرت خالد کے ساتھ مل گیا تھا۔

☆ ۴،۰۰۰ کا لشکر حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ تھا جن کو حضرت ابوعبیدہ نے بصرہ کی طرف بھیجا تھا۔

☆ ۱،۵۰۰ کا لشکر زحف جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھا جو حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ دمشق میں تھا۔

☆ ۹،۰۰۰ کا لشکر حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ بمقام فلسطین میں تھا۔

☆ ۲،۰۰۰ کا لشکر حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت ربیعہ بن عامر کے ساتھ بمقام ارض بلقا میں تھا۔

☆ ۱،۰۰۰ کا لشکر حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ بمقام حوران میں تھا۔

☆ ۱،۰۰۰ کا لشکر حضرت نعمان بن مقرن کے ساتھ بمقام تدمر میں تھا۔

۵۱۵۰۰ (اکاون ہزار پانچ سو)

حضرت خالد بن ولید نے تمام لشکر کے سرداروں کو ایک ہی مضمون کا حسب ذیل خط لکھا:

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اِخْوَانَكَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَوَلُوْا عَلَى الْمَیْسَرِ اِلٰی اَجْنَادِیْنَ فَاِنَّ هُنَالِكَ مِنَ الْعَدُوِّ لَتِسْعِیْنَ اَلْفاً وَهُمْ یُرِیْدُوْنَ الْمَیْسَرِ اِلَیْنَا لِیُطْفِؤا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ كَرِہَ الْكَافِرُوْنَ فَاِذَا وَصَلَ اِلَیْكَ كِتَابِیْ هٰذَا فَاَقْدِمْ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی

اَجْنَادِیْنَ فَاِنَّکَ تَجِدُنَا ھُنَالِکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی مَنْ مَّعَکَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''

ترجمہ: بعد حمد وصلوٰۃ کے مطلب یہ کہ تمہارے بھائی مسلمانوں نے ارادہ روانگی کا بجانب اجنادین کے کیا ہے۔ اس واسطے کے وہاں نوے ہزار فوج دشمنوں کی ہے جو قصد آنے کا ہماری طرف رکھتی ہے بغرض بجھانے نور اللہ تعالیٰ کے اپنے مونہوں سے حالانکہ اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کا اگرچہ کافر لوگ اس کو برا جانیں پس جس وقت پہونچے یہ خط میرا تمہارے پاس تو جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کو لے کر اجنادین میں آؤ کہ تم ہم کو وہیں پاؤ گے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور سلامتی ہو تم پر اور تمہارے ساتھی مسلمان پر۔ (حوالہ: فتوح الشام، ص: ۶۴)

ہر سردار کے پاس الگ الگ قاصد روانہ فرمائے۔ خطوط کی روانگی کے بعد حضرت خالد نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی مجاہدوں نے فوراً خیمے اکھیڑنے شروع کئے اور خیمے اور مال اسباب لپیٹ کر اونٹوں پر لادنا شروع کیا۔ مالِ غنیمت کے اونٹوں کو اور مال واسباب کے اونٹوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ لشکر کے پیچھے کی جانب رکھا اور سوار ومجاہدین کو لشکر کے آگے رکھا۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں عورتوں اور بچوں کے قافلہ کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہوں اور آپ لشکر کے آگے رہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وردان اپنا لشکر لے کر اجنادین سے دمشق کی طرف روانہ ہوا ہو اور اس سے آمنا سامنا ہو جائے اگر تم لشکر کے آگے رہو گے تو تم ان کو روک سکو گے اور مقابلہ کر سکو گے۔ لہٰذا تم آگے رہو اور میں پیچھے رہتا ہوں۔ حضرت خالد نے فرمایا آپ کی رائے مناسب ہے میں آپ کی رائے اور تجویز کے خلاف نہیں کروں گا۔

اسلامی لشکر دمشق سے اجنادین کی جانب روانہ' اہل دمشق کا پیچھے سے حملہ:

حضرت خالد بن ولید لشکر کے سواروں کے ساتھ لشکر کے آگے روانہ ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ لشکر کے پیچھے مستورات اور اطفال کے قافلہ کے ساتھ مع مال واسباب روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ایک ہزار سوار بغرض نگرانی اور حفاظت تھے۔ جب اسلامی لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو لشکر کو کوچ کرتے دیکھ کر اہل دمشق مارے خوشی کے اچھلنے کودنے لگے اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اسلامی لشکر کی کوچ کے متعلق اہل دمشق نے مختلف آراء ظاہر کیں کسی نے کہا کہ اجنادین میں ہمارے عظیم لشکر کے جمع ہونے کی خبریں سن کر ملک شام میں اپنے دوسرے لشکر کے پاس جمع ہونے گئے ہیں کسی نے کہا کہ محاصرہ سے تنگ آکر کسی اور مقام پر لشکر کشی کرنے جا رہے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ ملک حجاز کی طرف بھاگ کر جا رہے ہیں۔

دمشق میں بولص بن بلقا نام کا ایک بطریق رہتا تھا وہ بڑا دانشمند اور ماہر جنگ تھا تیر اندازی میں پورے ملک شام میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ تمام نصرانی اور خود ہرقل بادشاہ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ تھا بولص اب تک کبھی بھی اور کہیں بھی اسلامی لشکر کے مقابلہ میں نہیں آیا تھا۔ جب اسلامی لشکر دمشق سے روانہ ہوا تھا تب اہل دمشق نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا تھا کہ عورتوں، بچوں اور مال واسباب کا قافلہ لشکر کے پیچھے ہے لہٰذا ان کو یہ طمع ہوئی کہ اس پر چھاپہ مار دیا جائے۔ اپنے اس فاسد ارادے کی تکمیل کے لئے ان کی نظروں میں صرف ایک ہی شخص تھا اور وہ بولص بن بلقا تھا۔ مفسدین اس کے پاس آئے اور اپنی

تجویز پیش کی۔ بولس نے ڈانٹتے ہوئے جواب دیا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ عربوں کے مقابلے میں تم نے ہمیشہ بزدلی اور کم ہمتی کا ہی مظاہرہ کیا ہے اور اسی وجہ سے میں نے آج تک عربوں سے مزاحم ہونے سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ میں تم جیسے نامردوں کو ساتھ لے کر عربوں سے لڑنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اہل دمشق نے بطریق بولس سے کہا کہ اے ہمارے معزز پیشوا! اگر تم ہماری قیادت کرنے پر رضامند ہو جاؤ تو ہم حق مسیح اور انجیل کی قسم پر وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ثابت قدم رہیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی فرار نہ ہوگا۔ اور ہم تم کو پورا اختیار دیتے ہیں کہ ہم میں سے جو کوئی بھی بھاگنے کی کوشش کرے تم اس کی گردن مار دینا۔

بطریق بولس نے اہل دمشق کا عزم و استقلال دیکھا تو وہ رضامند ہو گیا اور دمشق میں جتنے سوار اور پیدل لڑنے والے تھے تمام کو جمع کیا اور اس نے حسب ذیل لشکر جمع کر لیا۔

☆ اپنی سرداری میں چھ ہزار جنگجو سواروں کو رکھا۔

☆ اپنے بھائی بطرس کی سرداری میں دس ہزار آزمودہ کار لڑنے والے منتخب کیے۔

اس طرح کل سولہ ہزار کا لشکر لے کر وہ اسلامی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید مع اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے پر سوار ہو کر بہت آگے نکل گئے تھے۔ جب کہ حضرت ابوعبیدہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے قافلے اور مال و اسباب کے ساتھ اونٹ کی چال سے چلتے ہوئے کئی میل کے فاصلے سے پیچھے چل رہے تھے۔ اچانک ان کے ہمراہی نے پیچھے کی جانب ایک غبار اٹھتا ہوا دیکھا اور حضرت ابوعبیدہ کو آگاہ کیا۔ غبار دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ بیشک! ہمارے دشمن اہل دمشق ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے قافلے کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور تمام عورتوں، بچوں اور مال و اسباب سے بار بردار اونٹوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان کو اپنی جگہ متحد ہو کر بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور ایک ہزار سواروں کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مستعد اور کمربستہ رہنے کا حکم دیا۔ اب رومی لشکر کا غبار بڑھتا جا رہا تھا اور نزدیک آ رہا تھا۔ لشکر کا شور و غل بھی صاف سنائی دینے لگا اور اب رومیوں کا لشکر تیز آندھی کی طرح آ پہنچا۔ ایک ہزار کفن بردوش مجاہدوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ ایک ہزار سواروں نے رومی لشکر کے چھ ہزار سواروں سے برابر کی ٹکر لی اور شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن رومی لشکر کے دس ہزار پیدل دَل نے عورتوں، بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا کیونکہ ان کی نگرانی پر مقرر ایک ہزار مجاہد سوار مصروف جنگ تھے۔ بطریق بولس کے بھائی بطرس نے عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور سب کو لے کر ''نہر استریاق'' چلا گیا اور اپنے بھائی بطریق بولس سے کہا کہ میں نہر استریاق نامی مقام پر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ ایک ہزار مجاہدوں کے ہمراہ رومی لشکر کے چھ ہزار سواروں کے بیچ میں گھر چکے تھے۔ جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ مجاہدوں کو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہ کر لڑنے کی ترغیب دیتے تھے اور خود بھی شدید قتال کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ یہ جملے فرماتے تھے کہ قسم ہے خدا کی! رائے وہی اچھی تھی جو خالد بن ولید نے تجویز

کی تھی کہ وہ لشکر کے حصہ خلف میں رہیں۔ حضرت ابوعبیدہ اور ان کے ساتھی سخت مصیبت میں مبتلا تھے لیکن پھر بھی دلیری سے مقابلے میں جمے ہوئے تھے۔ جب رومی لشکر نے عورتوں کے قافلے کو قید پکڑ لیا اور حضرت ابوعبیدہ اور ان کے ساتھیوں پر بلائے ناگہانی آ پڑی تھی تب حضرت سہیل بن صباح وہاں سے حضرت خالد کی طرف بھاگے۔ ان کی سواری میں یمن کا گھوڑا تھا۔ حضرت سہیل نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ وہ گھوڑا کودنے والی بجلی کی طرح چلا بلکہ ہوا میں اڑا یوں کہنا بھی مناسب ہوگا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت سہیل نے حضرت خالد کے لشکر کو پالیا اور قریب پہنچتے ہی بلند آواز سے پکارا کہ اے مجاہدو! واپس پلٹو، واپس پلٹو، تمہارے بھائی سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حضرت خالد کا لشکر یہ پکار سن کر تھم گیا۔ حضرت خالد نے پوچھا اے سہیل! کیا معاملہ ہے؟ حضرت سہیل نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ رومیوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کو قید پکڑ لیا ہے، مال واسباب لوٹ لیا ہے اور شدید حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ اور ان کے ساتھی سخت مصیبت میں ہیں۔

حضرت سہیل بن صباح سے یہ کیفیت سن کر حضرت خالد بن ولید نے استرجاع پڑھا۔ ان کی نظروں کے سامنے اپنے دینی بھائیوں کی حالت کا قیاسی منظر کھڑا ہو گیا۔ اپنے دینی بھائیوں کے حال پر بیقرار ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ اے مجاہدو! باگیں پھیرو اور واپس پلٹو، ہمارے بھائیوں پر رومی آ پڑے ہیں۔ امین الامت دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے ہیں۔ حضرت خالد کی آواز پر سب سے پہلے حضرت رافع بن عمیرہ طائی ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے روانہ ہوتے ہی حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ پھر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت ضرار بن ازور کو اور ان کے پیچھے حضرت خالد بذات خود ایک ہزار سواروں کے ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ سب نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور ان کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے اس مقام پر جا پہنچے جہاں حضرت ابوعبیدہ رومی لشکر سے مصروف جنگ تھے۔ حضرت خالد کا لشکر جاتے ہی رومیوں پر قہر الٰہی کی بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا۔ مجاہدوں کی تلواروں نے اس کثرت سے رومیوں کو کاٹا کہ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

حضرت ضرار بن ازور عورتوں کے قید ہونے پر سخت مشتعل تھے اور وہ مثل آگ کے شعلے حملہ آور تھے۔ اتفاق سے ان کا سامنا بطریق بولص سے ہو گیا۔ بولص ان کو دیکھتے ہی پہچان گیا کیونکہ اس نے دمشق کے قلعہ کی دیوار سے حضرت ضرار کو لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہی ڈراؤنی صورت اور اوپر کا بدن ننگا دیکھ کر وہ چونک اٹھا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس شیطان کو میرے پاس مت آنے دو۔ مجھے اس شریر سے الگ رکھو۔ حضرت ضرار نے فرمایا کہ میں شیطان تب کہلاؤں گا جب تیری طلب اور لڑائی میں کوتاہی کروں۔ یہ کہتے ہوئے حضرت ضرار اس کی طرف بڑھے۔ بولص نے گھوڑا دوڑایا اور بھاگا۔ بولص کو بھاگتا دیکھ کر حضرت ضرار نے دور سے ہی اس پر نیزہ پھینکا۔ نیزے سے محفوظ رہنے کی غرض سے بولص نے اپنے آپ کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور جان ہتھیلی میں لے کر بھاگا۔ حضرت ضرار نے اس کا تعاقب کر کے پکڑ لیا اور اس کی گردن مروڑ کر اس کا دم نکالنے کا قصد کیا۔ بولص چلایا کہ اے عربی! مجھ کو باقی رکھ اور مت مار کیونکہ میری بقا میں تمہاری عورتوں کی بقا ہے۔ حضرت ضرار نے ہاتھ روک لیا اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اس دوران حضرت خالد، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت ابوعبیدہ، حضرت

رافع اور ان کے ساتھیوں نے رومیوں میں کثرت سے تیغ زنی کر کے ان کے پانچ ہزار نو سو (۵۹۰۰) کو قتل کر ڈالا۔ چھ ہزار سواروں میں سے صرف ایک سو ہی زندہ بچے تھے اور وہ بھی تمام کے تمام گرفتار ہو گئے تھے۔ جن میں ان کا سردار بطریق بولس بھی تھا۔ یہ جنگی حادثہ ''شحورا'' نامی مقام میں ہوا تھا۔

اب سب سے اہم مسئلہ ان عورتوں کو چھڑانے کا تھا جن کو بطریق بولس کا بھائی بطرس قید کر کے ''نہر استریاق'' نامی مقام پر لے گیا تھا۔ جو ایک سو سوار قید ہوئے تھے ان سے حضرت خالد نے معلوم کر لیا کہ عورتوں کو لے کر بطرس کہاں گیا ہوا ہے۔ حضرت ضرار بن ازور کو جب پتہ چلا کہ ان کی بہن خولہ بھی قید ہو گئی ہیں تو وہ بیقرار ہو گئے۔ حضرت خالد نے ان سے فرمایا کہ بے صبری نہ کرو۔ ہم نے ان کا سردار اور ایک سو سوار کا گروہ پکڑ لیا ہے۔ اگر ہماری عورتوں کو چھڑانے کی کوئی سبیل نہ ہوئی تو ان قیدیوں کے عوض ہماری عورتوں کو چھڑا لیں گے۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کے ہمراہ سب لشکر کو اجنادین کی جانب روانہ کر دیا تا کہ اگر وردان کا لشکر آ پہنچے تو وہ اسلامی لشکر کی کمک کریں۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ دو ہزار سوار رکھے تا کہ قید ہونے والی معزز خواتین اسلام کی رہائی کا معاملہ حل کریں۔ ایک سو رومی قیدیوں کو حضرت ابوعبیدہ کے ہمراہ بھیج دیئے مقام ''شمورا'' سے حضرت خالد ''نہر استریاق'' کی جانب دو ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لشکر کے آگے حضرت خالد بن ولید، حضرت رافع بن عمیرہ طائی، حضرت میسرہ بن مسروق، حضرت ضرار بن ازور اور رؤساء مسلمین تھے۔ ان کے پیچھے دو ہزار مجاہدین قطار بند گھوڑے دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ جب حضرت خالد نہر استریاق پر اس مقام پر پہنچے جہاں بطرس کا دس ہزار کا پیدل لشکر خواتین اسلام کو قید میں رکھ کر پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو حضرت خالد نے دور سے دیکھا کہ لشکر کے بیچ سے گرد اٹھتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے اور تلواریں اور نیزے چمک رہے ہیں۔ یہ تمام علامتیں لڑائی کی تھیں جو بطرس کے لشکر میں خواتین اسلام اور نامرد رومی سپاہیوں کے درمیان ہو رہی تھی۔

خواتین اسلام کی شجاعت' رومی لشکر سے خواتین اسلام کی جنگ:۔

بطرس خواتین اسلام کو قید کرنے کے بعد جب نہر استریاق پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ تمام عورتوں کو میرے سامنے پیش کرو۔ حضرت خولہ بنت ازور سب سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ بطرس نے کہا کہ یہ میرے لئے ہے۔ اس عورت کے معاملہ میں کوئی مجھ سے جھگڑا نہ کرے۔ اسی طرح ہر اسلامی خاتون کی نسبت رومی سپاہی کہنے لگے کہ یہ میرے لئے یا فلانی میرے لئے ہے۔ پھر خواتین کو ان کے خیموں میں بھیج دیا۔ رومی سپاہی اسلامی لشکر کا لوٹا ہوا مال و اسباب ایک جگہ جمع کر رہے تھے اور وہ لوگ بطریق بولس کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آ کر سب کو اس کے حصے کا مال اور پسند کی عورت تقسیم کر دے۔

خواتین اسلام جب اپنے خیموں میں آئیں تو سب مشورہ کرنے جمع ہوئیں۔ قید ہونے والی خواتین میں قوم حمیرہ و عمالقہ و تبابعہ کی عورتیں بھی تھیں۔ ان قبیلوں کی عورتیں شجاعت اور بہادری و نیز گھوڑے کی سواری میں پورے ملک عرب میں مشہور تھیں۔ تمام عورتوں کو مخاطب کر کے حضرت خولہ بنت ازور نے کہا کہ اے اسلام کی بہادر بیٹیو! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ رومی ہم پر غالب آ جائیں اور ہم ان مشرکوں کی باندیاں بن کر رہیں؟ ہماری وہ بہادری کہ جس کا ذکر ملک عرب کی مجلسوں میں

ہوتا ہے وہ بہادری کہاں چلی گئی؟ ہماری شجاعت اور دانشمندی کو آج کیا ہو گیا ہے؟ اے اسلام کی غیرت مند خواتین! ان مشرکوں کی باندی بن کر جینے سے مرجانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ ذلت کی حیات سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آج وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری بہادری کا مظاہرہ کریں اور ان رومیوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کریں۔

حضرت خولہ کی پرجوش گفتگو کا جواب دیتے ہوئے حضرت عفیرہ بن عفار حمیریہ نے کہا کہ اے خولہ! اس وقت ہم ایسی مجبوری کی حالت میں ہیں کہ ہمارے پاس تلوار، نیزہ اور سواری کا گھوڑا کچھ بھی نہیں۔ ہم بے سروسامان اور نہتا ہیں۔ ہم ان مسلح رومیوں کے سامنے کر بھی کیا سکتی ہیں؟ حضرت خولہ نے کہا: اے بہادر شہزادی! خیموں کی چوبیں تو ہیں، وہ ہمارا ہتھیار ہیں۔ خیموں کی لکڑیاں لے کر ہم سب ان رومی ناکسوں پر حملہ کر دیں، شاید اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما دے اور ہم ان پر غالب آ جائیں۔ ورنہ اور کیا ہوگا؟ یہی نہ کہ؟ کہ وہ ہم کو شہید کر دیں گے۔ اس طرح مرجانے سے ہم اور ہمارے خاندان شرم و عار سے نجات اور راحت حاصل کریں گے۔ حضرت عفیرہ بنت عفار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے عقل و دانش کی ملکہ! خدا کی قسم! تم نے جو بات کہی اس سے بہتر کوئی بات نہیں اور جو تدبیر تم نے بتائی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔

تمام خواتین حضرت خولہ بنت ازور کی تجویز کو منظور کرتے ہوئے اظہار شجاعت پر کمر بستہ ہوئیں۔ خیموں کو منہدم کر کے چوبیں نکال لیں اور ہر عورت نے اپنے ہاتھ میں ایک ایک چوب لے لی اور ایک بارگی شور و غل مچاتی ہوئیں رومیوں سے مقابلہ کرنے نکل پڑیں۔ گویا کہ سراپا نزاکت نے پیکر شجاعت کا روپ اختیار کر لیا۔ مستورات کا گروہ ایک نامعلوم جذبہ کے تحت عازم جنگ و قتال ہوا تھا۔ تاریخ میں خواتین اسلام کا تذکرہ طلائی حروف سے منقش کرانے اپنا خون بہا دینے پر آمادہ ہوئی تھیں۔ بلکہ رومی نر کو ذلت و رسوائی کے کنگن پہنا کر اس کو مادہ بنانے پر آمادہ ہوئی تھیں۔ حضرت خولہ بنت ازور سب سے پیش پیش چلتی تھیں۔ ایک چوب ان کے ہاتھ میں تھی اور ایک ایک چوب کاندھے اور پیٹھ پر باندھ رکھی تھیں تا کہ دوران لڑائی ایک چوب ٹوٹ جائے تو فوراً دوسری چوب استعمال میں لائی جا سکے۔ حضرت خولہ اپنی دینی بہنوں اور سہیلیوں کو نصیحت کرتی تھیں کہ سب متحد اور یکجا ہو کر لڑو اور کوئی ایک دوسرے سے جدا نہ ہو اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

خواتین کا گروہ قدم بڑھاتے ہوئے آگے چلا۔ ایک رومی سپاہی سامنے آیا۔ حضرت خولہ نے چوب کی ضرب شدید اس کے سر پر رسید کی۔ ایسا لگتا تھا کہ چوب نہیں تلوار ماری ہے کیونکہ ایک ہی ضرب میں اس کا سر تربوز کی طرح پھٹ گیا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ حضرت خولہ کی اس دلیرانہ جرأت دیکھ کر بطرس نے خواتین کو دھمکاتے ہوئے کہا کہ یہ کیا ہنگامہ مچا رکھا ہے؟ عفیرہ بنت عفار نے طنزاً جواب دیا کہ تا کہ ہم اپنے کو عارِ عرب سے بچائیں اور تمہاری کھوپڑی توڑ کر تمہاری حیات کا سلسلہ منقطع کر دیں۔ بطرس کے حکم پر سپاہیوں نے چاروں اطراف سے خواتین کو گھیر لیا لیکن کسی کو قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ جو بھی ان کے قریب جاتا تھا اس کے گھوڑے کے وہ ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتی تھیں اور اس کو گھوڑے سے گرا کر اس کو لاٹھیوں سے پیٹ کر مار ڈالتی تھیں۔ علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس طرح خواتین اسلام نے تیس رومیوں کو مار ڈالا۔ بطرس نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے سپاہیوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خولہ نے بھی خواتین کو حملہ کے لئے

مستعد کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور بھری ہوئی شیرنی کی طرح ڈکارتی تھیں اور شجاعت و بہادری کے اشعار پڑھ کر خواتین کو ابھارتی تھیں اور پکار پکار کر کہتی تھیں کہ اے دختران اسلام! تم کو ضرور مرنا ہے لیکن بزدلوں کی طرح مت مرنا بلکہ بڑے بہادروں کی شان سے موت کو محبوب جان کر مرنا ہے۔

بطرس حضرت خولہ کے قریب آیا اور نہایت نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اے عربی خاتون! شدت سے باز رہو اور نرمی اختیار کرو۔ میں تمہاری تعظیم و احترام کرتا ہوں اور تمہارے لئے اپنے دل میں وہ امر رکھتا ہوں کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔ میں وہ ہوں کہ ملک شام کی پری رُو عورتیں مجھ پر فریفتہ ہو کر میری خواہش میں بیقرار رہتی ہیں لیکن میں کسی کی طرف التفات نہیں کرتا۔ میرے ملک میں وسیع کھیت، سرسبز و زرخیز زمینیں، مویشی، مکانات اور بے شمار مال و اسباب ہے، وہ سب تمہارا ہے بشرطیکہ مجھ کو تم اپنا مالک بنانے پر راضی ہو جاؤ۔ بطرس کی اس بیہودہ بدتمیزی پر الفاظ کا طمانچہ رسید کرتے ہوئے حضرت خولہ نے جواب دیا کہ اے کافرہ، ناکس اور بدکارہ کے بیٹے! قسم ہے خدا کی! اگر میں تجھ پر ظفر اور غلبہ پاؤں گی تو اس چوب سے تیرے سر کا بھیجا توڑ دوں گی۔ تجھ کو اپنا مالک تسلیم کرنا تو درکنار تجھ کو میں اپنی بکریوں اور اونٹوں کے چرواہے کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔

حضرت خولہ کا جواب سن کر بطرس غصہ سے برانگیختہ ہو گیا اور اس نے سپاہیوں سے کہا کہ اے نامردو! اس سے بڑھ کر تمہارے لئے شرم و عار کی بات کیا ہو گی کہ عرب کی عورتیں تم پر غالب آ گئیں۔ لہٰذا تم مسیح اور ہرقل کے غضب سے ڈرو۔ بطرس کے اس کلام سے رومی سپاہی جنبش میں آئے اور خواتین اسلام پر حملہ کر دیا۔ خواتین نے بڑی دلیری اور شجاعت سے ان کا مقابلہ کیا۔ لڑائی کا تنور گرم ہوا۔ رومیوں نے تلواریں اٹھائیں لیکن ان کی تلواریں خواتین اسلام تک نہ پہنچ سکتی تھیں کیونکہ ان کے ہاتھوں میں خیمے کی لمبی اور دراز چوبیں تھیں جس سے وہ شمشیر زن کو اپنے سے دور رکھتی تھیں اور موقع پاتے ہی ضرب چوب سے ان کے سروں کو توڑتی تھیں۔ وہ اس طرح مصروف مقابلہ تھیں کہ حضرت خالد بن ولید کا لشکر نہر استریاق پہنچا اور دور سے اٹھتے ہوئے غبار کو دیکھا۔ حضرت خالد نے رومی لشکر کے پڑاؤ کے نزدیک توقف کیا اور:۔

حضرت خالد کا خواتین اسلام کی کمک کرنا اور رومیوں کو ہلاک کرنا:۔

حضرت رافع بن عمیرہ الطائی کو بھیجا تا کہ وہ قریب جا کر تفتیش کر آئیں کہ یہ اٹھتا ہوا غبار کس وجہ سے ہے۔ حضرت رافع نے جا کر دیکھا تو حیرت میں غرق ہو گئے۔ جانباز خواتین جوش و خروش کے ساتھ رومیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ حضرت رافع فوراً واپس آئے اور صورت حال سے حضرت خالد کو مطلع کیا۔ تمام مجاہدین کو حضرت خالد نے حکم دیا کہ تیز رفتاری سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک ساتھ پہنچو لیکن جب ان رومیوں کے قریب پہنچو تب چاروں طرف پھیل جانا اور رومیوں کو بیچ حصار میں لے لینا۔ حضرت خالد کا حکم ملتے ہی مجاہدوں نے نشان بلند کئے، نیزے سیدھے کر لئے اور گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور ایک ساتھ اس طرح روانہ ہوئے کہ جیسے ہزاروں کمانوں میں سے ایک ساتھ ہزاروں تیر چھوٹے ہیں۔ اچانک اسلامی لشکر کے آ پہنچنے سے بطرس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ تمام رومی سپاہیوں پر لرزا طاری ہو گیا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تھا۔

مقدس خواتین اسلام پر نظر بد کر کے ان کی عصمت و عزت سے کھیلنے کا ناپاک خواب دیکھنے والوں کو اب نظروں کے سامنے موت نظر آنے لگی۔ بطرس نے اپنا رویہ تبدیل کرتے ہوئے خواتین اسلام سے کہا کہ اے گروہ خواتین! میرے دل میں تمہارے لئے مہربانی اور تعظیم آ گئی ہے کیونکہ ہم بھی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی رکھتے ہیں۔ صلیب کے طفیل میں تم سب کو چھوڑ دیتا ہوں۔ جب تمہارے مرد یہاں آئیں تو ان کو کہنا کہ ہمارے ساتھ نیک سلوک کیا گیا ہے اور یہ بھی کہنا کہ......!! بطرس کے الفاظ منہ میں رہ گئے کیونکہ اسلامی لشکر سے دو شخصوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ دو اشخاص میں سے ایک نے زرہ وغیرہ پہن رکھی تھی اور دوسرے ننگے بدن تھے۔ دونوں عربی سواروں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی تھیں اور ان کے ہاتھ میں نیزے چمکتے تھے۔ دونوں اس شان سے آتے تھے کہ جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرنے آتا ہو۔ ان دونوں اشخاص میں ایک حضرت خالد بن ولید تھے اور دوسرے حضرت ضرار بن ازور تھے۔ وہ قریب آئے کہ فوراً حضرت خولہ نے پکارا کہ اے بھائی! تمہاری بہن یہاں ہے۔ اللہ نے ہم کو مدد دی اور بچھڑے ہوئے بھائی بہن کو پھر ایک مرتبہ ملا دیا۔

بطرس نے جب یہ سنا کہ حضرت ضرار کو خولہ نے جس طرح مخاطب کر کے پکارا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی حقیقی بہن ہے اور میں نے ان کی بہن کے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے لہٰذا یہ ننگے بدن اور ڈراؤنی شکل وصورت والا عربی سوار مجھ کو کچا چبا جائے گا۔ یہ خیال آتے ہی بطرس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس طرح بھاگا جیسے کوئی موت کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ بطرس کو بھاگتا دیکھ کر حضرت خولہ اس کے تعاقب میں دوڑیں۔ حضرت خولہ کو کسی رومی کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھ کر حضرت خالد اور حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے اس جانب موڑے۔ اب اسلامی لشکر بھی رومی کیمپ میں داخل ہو چکا تھا۔ بطرس نے حضرت ضرار کو اپنے قریب آتے دیکھ کر کہا کہ اے برادر عربی! مبارک ہو، اپنی بہن سنبھالو۔ یہ میری طرف سے تم کو ہدیہ اور تحفہ ہے۔ حضرت ضرار نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا اور اس ہدیہ وتحفہ کا بدلا میرے پاس نیزہ کی نوک کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت ضرار نے اس کے سینہ پر نیزہ مارا۔ حضرت خولہ نے پوری طاقت کا استعمال کرتے ہوئے اس کے گھوڑے کے پیروں میں چوب پھٹکاری اور گھوڑا جھکا، بطرس گھوڑے کی زین سے زمین پر گرا۔ حضرت ضرار نے فوراً نیزہ اس کے سرین میں پیوست کر دیا جو جسم کے آر پار نکل گیا اور اس کو مردہ کر دیا۔ حضرت ضرار نے اس کا سر کاٹ کر نیزے کی نوک پر لٹکا لیا۔

اپنے سردار کے سر کو نیزے پر لٹکا دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھ گئے اور پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا مجاہدوں نے تعاقب کیا اور شدت سے تیغ زنی کی۔ کل تین ہزار (۳۰۰۰) رومی ذلت ورسوائی کے عالم میں مقتول ہوئے باقی دمشق کی طرف بھاگ نکلے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ جلد از جلد مالِ غنیمت جمع کر کے اجنادین کی جانب روانہ ہو جاؤ کیونکہ حضرت ابوعبیدہ اجنادین کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں اور اس علاقے میں وردان کا عظیم لشکر اپنے جبڑے پھاڑے ہمارا منتظر ہے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام کام بعجلت انجام دینے کے بعد لشکر اسلام اجنادین کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں ''مرج راہط'' نام کے مقام پر حضرت ابوعبیدہ کے لشکر سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت ابوعبیدہ خواتین اسلام کی رہائی اور رومیوں کی ہزیمت کی کیفیت

سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت خالد کو مبارکباد اور دعائے خیر سے نوازا۔

حضرت ابوعبیدہ کے لشکر میں وہ ایک سو قیدی تھے جن کو بطریق بولص کے ساتھ شحورا نامی مقام پر گرفتار کیا گیا تھا حضرت خالد نے بولص کو بلا کر اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ ورنہ تیرا حال بھی تیرے بھائی بطرس جیسا کروں گا۔ بولص نے پوچھا کہ میرے بھائی بطرس کے ساتھ تم نے کیا معاملہ کیا؟ حضرت خالد نے حضرت ضرار کے نیزے کی جانب اشارہ کیا بولص نے دیکھا کہ اس کے بھائی بطرس کا کٹا ہوا سر نیزے کی نوک پر لٹک رہا تھا۔ بولص رونے لگا اور کہا کہ اب بھائی کے بغیر زندگی کا کوئی لطف نہیں۔ مجھ کو بھی میرے بھائی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ حضرت خالد کے حکم سے حضرت میتب بن نجیہ الفزاری نے اس کی گردن اڑا دی۔

ملک شام میں متفرق اسلامی لشکروں کا ''اجنادین'' میں جمع ہونا:

جیسا کہ اوراق سابقہ میں مذکور ہوا کہ حضرت خالد بن ولید نے ملک شام میں متفرق اسلامی لشکر کے سرداروں کو خطوط ارسال کر کے انہیں اجنادین پہنچنے کی تاکید کی تھی اس کے مطابق تمام سردار اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اجنادین پہنچ گئے۔ حضرت عمرو بن العاص فلسطین (Palastine) میں تھے اور وہاں سے اجنادین کی طویل مسافت ہونے کی وجہ سے وہ پہنچ نہیں سکے تھے۔ علامہ واقدی کی کتاب ''فتوح الشام'' میں اجنادین کی جنگ کے تذکرہ میں کہیں بھی حضرت عمرو بن العاص کا ذکر نہیں۔ جنگ اجنادین کے فوراً بعد جنگ دمشق (بار دوم) ہوئی تھی اس کے احوال میں علامہ واقدی نے حضرت عمرو بن العاص کا ذکر کیا ہے لہٰذا صورت حال یہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص فلسطین سے جب اجنادین آئے تھے تب جنگ اجنادین اختتام پذیر ہو چکی تھی اور اسلامی لشکر اجنادین سے کوچ کر کے دمشق جا رہا تھا اور حضرت عمرو بن العاص دمشق جانے والے اسلامی لشکر سے ملحق ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص کا لشکر جنگ اجنادین میں شریک نہیں ہوا تھا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت نعمان بن مقران اور حضرت معاذ بن جبل کے لشکر بمقام اجنادین جمادی الاول ۱۲ھ میں جمع ہوئے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل کے لشکر میں حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ بھی شامل تھے۔ تمام لشکر کے سرداروں نے مع اپنے مجاہدین کے حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابوعبیدہ اور ان کے لشکر سے ملاقات کی۔

رومیوں کا لشکر بمقام اجنادین:

رومی لشکر پہلے سے اجنادین میں موجود تھا بلکہ جب بیت لہیا کا معرکہ ہوا تھا اس کے پہلے سے ہی ہرقل بادشاہ نے اجنادین میں فوج جمع کرنا شروع کر دی تھی۔ قریب و بعید سے رومی جنگجو لوگ روز بروز لشکر میں شمولیت کرتے تھے اور رومی لشکر کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ رومی لشکر اجنادین کے میدان میں ٹڈی دَل کی طرح پھیلا ہوا تھا بلکہ ابھر رہا تھا۔ رومی لشکر نوے صف میں ترتیب دیا گیا تھا اور ہر صف میں ایک ہزار سپاہی تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے رومی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے حضرت ضرار بن ازور کو بھیجا اور ان کو خاص تاکید کی کہ تم رومی لشکر کی تعداد کا تخمینہ کر کے چلے آنا۔ خود اعتمادی اور جرأت پسندی سے کام کرتے ہوئے تن تنہا ان سے مت الجھنا۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

"وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا" (پارہ:۲،رکوع:۸،سورۃ البقرہ،آیت:۱۹۵)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ۔" (کنزالایمان)

حضرت ضرار نے کہا کہ میں احتیاط سے کام لوں گا اور ایسا کوئی بھی قدم نہیں اٹھاؤں گا کہ بذات خود مصیبت و ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤں۔ پھر حضرت ضرار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رومی لشکر کی جانب گئے گویا کہ وہ کوئی مسافر ہوں اور سیر وتفریح کے لئے نکلے ہوں اس انداز سے رومی لشکر کے قریب گئے اور لشکر کے ساز و سامان، خیمے، نشان لشکر وغیرہ کو دیکھنے لگے۔ ایسا محسوس ہوا کہ خیموں کا شہر بسا ہوا ہے۔ رومی سپاہی کے جسم پر لوہے کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ خیموں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھنڈے لہرا رہے تھے۔ حضرت ضرار نے شمار کیا تو نوے جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے نیچے ایک ہزار سپاہی جمع تھے۔ آفتاب کی روشنی میں سپاہیوں کے خود، زرہیں، نیزے، تلواریں وغیرہ اس طرح چمک رہے تھے کہ ایک ساتھ ہزاروں قمقمے روشن کئے گئے ہوں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ حضرت ضرار رومی لشکر کا معائنہ کرنے میں کھوئے ہوئے تھے کہ رومی لشکر کے سردار وردان نے ان کو دیکھ لیا۔ فوراً حکم دیا کہ کوئی مسلمان جاسوس ہمارے کیمپ کی جاسوسی کرنے آیا ہوا ہے ایسا لگتا ہے لہٰذا اسے گرفتار کر کے میرے پاس حاضر کرو۔

تیس رومی سوار حضرت ضرار کی طرف لپکے۔ ان کو دیکھ کر حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کا رخ اسلامی لشکر کی جانب پھیرا اور بھاگے۔ رومی سپاہی نے یہ گمان کیا کہ یہ ڈر کر بھاگ رہا ہے لہٰذا یقیناً یہ مشکوک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مخبری کے کام کے لئے ہی آیا ہو لہٰذا اس کو گرفتار کرنا ضروری ہے۔ رومی سپاہیوں نے آپس میں کہا کہ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو شکار ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ رومی سپاہیوں نے حضرت ضرار کا تعاقب کیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت ضرار نے زور سے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ ایک دم میں گھوڑا اچراغ پا ہو کر ٹھہر گیا اور ہنہنانے لگا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کا رخ اسلامی لشکر کی جانب سے پھیر دیا اور رومی لشکر کی جانب کر دیا۔ سامنے سے تیس رومی سپاہی انہیں گرفتار کرنے تیز رفتاری سے آ رہے تھے۔ درمیان میں تھوڑا فاصلہ تھا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کو ایڑ ماری۔ گھوڑا گویا اپنے مالک کے دل کا ارادہ سمجھ گیا ہو۔ گھوڑے نے لمبی جست لگائی اور ہوا سے باتیں کرتا ہوا اپنی تمام طاقت استعمال کرتے ہوئے دوڑا۔ رومی سپاہی سامنے سے آ رہے تھے حضرت ضرار نے اپنا نیزہ راست کر لیا اور رومی سپاہیوں کے برابر مقابل گھوڑا دوڑاتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے اور ایک سپاہی کے سینے میں نیزہ پیوست کر دیا۔ وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ رومی سپاہی ہڑبڑا اٹھے۔ اس طرح کے بازگشت حملے کا انہوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ وہ کچھ سوچیں اور سمجھیں اور کوئی قدم اٹھائیں اتنی دیر میں تو حضرت ضرار نے نیزہ سے آرائشی کرتے ہوئے تین سپاہیوں کو ڈھا دیا۔ حضرت ضرار مثل شیر نر رومی بھیڑیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اپنے چار ساتھیوں کو پلک جھپکنے کی دیر میں کشتہ دیکھ کر ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ رومی سپاہیوں نے بھاگنے میں ہی عافیت گمان کی۔ اپنی سواریوں کے رخ رومی لشکر کی جانب پھیر کر پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر پہلے رومی سپاہی حضرت ضرار کا تعاقب کر رہے تھے لیکن اب معاملہ برعکس تھا۔ رومی سپاہی بھاگ رہے تھے اور حضرت ضرار تعاقب کر رہے تھے۔ تعاقب کرتے ہوئے حضرت ضرار نے

نیزہ زنی جاری رکھی اور جس کے بھی قریب پہنچ جاتے اس کے سینے میں نیزہ گھسیڑ دیتے اور اس کو سواری سے زمین پر مردہ گر دیتے۔ اس طرح رومی لشکر کی حد آنے تک حضرت ضرار نے نیزہ زنی کرتے ہوئے تعاقب کیا۔ تیس میں سے صرف گیارہ سپاہی رومی لشکر میں زندہ واپس گئے اور انیس سپاہی کی لاشیں میدان میں بکھری پڑی تھیں۔ حضرت خالد بن ولید دور سے حضرت ضرار کا یہ کارنامہ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ضرار رومی سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے رومی لشکر تک گئے اور جب بچے ہوئے گیارہ سپاہی لشکر میں داخل ہو گئے تب حضرت ضرار واپس پلٹ کر اسلامی لشکر میں آئے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے ضرار! میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ خود اعتمادی کے بھرم میں کسی قسم کی کوئی جرأت مت کرنا، پھر بھی تم نے رومی سپاہیوں سے لڑائی کیوں مول لی؟ حضرت ضرار نے کہا کہ اے سردار! آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے میں نے ان پر حملہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا میں نے تو صرف مقابلہ کیا ہے۔ اے سردار! اگر آپ کی ڈانٹ اور ملامت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کے لشکر پر حملہ کئے بغیر واپس نہ آتا بلکہ رومی لشکر میں کہرام مچا دیتا۔ بقول:

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
مُلحِدوں کی کیا مروت کیجئے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

رومی لشکر کی صف بندی اور وردان کا لشکر سے خطاب:

رومی لشکر بہت دنوں سے اجنادین میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا لہٰذا لشکر کی ترتیب اور صف بندی کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا لیکن اسلامی لشکر کی آمد کے بعد رومی سردار وردان نے نظرثانی کرتے ہوئے ترتیب شدہ لشکر کا معائنہ کیا اور معمولی ترمیم وتجدید کی۔ رومی لشکر میں عیسائیوں کے مذہبی قائد و پیشوا یعنی بطارقہ اور اطراف کے علاقوں کی ریاستوں کے ملوک (بادشاہ) بھی کافی تعداد میں تھے۔ وردان نے تمام بطارقہ، ملوک، ارکان لشکر اور نشان برداروں کو خصوصاً اور تمام رومی سپاہیوں کو عموماً خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قیصر روم ہرقل کو تم پر ناز اور بھروسہ ہے۔ اس لشکر میں ملک شام کے آزمودہ جنگجو بہادر شہسوار موجود ہیں لہٰذا ہرقل بادشاہ کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ عربوں کو ذلت و رسوائی کی شکست دے کر بادشاہ کی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم نے ثابت قدمی اور اتفاق باہمی سے مقابلہ کیا تو کامیابی تمہارے قدم چومتی آئے گی۔ صلیب سے مدد مانگو، صلیب تمہاری اعانت کرے گی۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تم سے بہت کم ہے۔ ان کے ایک سپاہی کے مقابلے میں تم تین ہو۔ لہٰذا ان کا رعب اور خوف دل سے نکال دو اور بلند ہمتی سے کام لو۔ اگر تم نے اس جنگ میں بزدلی دکھا کر شکست اٹھائی تو مسلمانوں کا رعب طاری ہو جائیگا اور پھر ان کا مقابلہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو گی اور تمہارا ملک، تمہاری جاگیر، تمہاری دولت کے وہ مالک ہو جائیں گے اور تمہارے مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنائیں گے۔

وردان کی تقریر نے رومیوں کو جنبش میں لا دیا اور تمام رومیوں نے حق مسیح اور انجیل کے حلف اٹھائے اور خون کے آخری قطرے تک اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کا عزم محکم کیا۔

اسلامی لشکر کی صف بندی اور حضرت خالد بن ولید کی ترغیب جہاد:

حضرت خالد نے حضرت ضرار اور دیگر ذرائع سے رومی لشکر کی تعداد نوے ہزار ہے وہ معلوم کرلیا تھا۔ آپ نے اسلامی لشکر کو صف بندی سے مرتب فرمانا شروع کیا۔ ☆ میمنہ پر حضرت معاذ بن جبل ☆ میسرہ پر حضرت سعید بن عامر انصاری ☆ دائیں بازو پر حضرت نعمان بن مقران ☆ بائیں بازو پر حضرت شرحبیل بن حسنہ ☆ ساقہ میں حضرت یزید بن ابی سفیان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے اور ☆ قلب میں حضرت خالد خود ٹھہرے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی، حضرت رافع بن عمیرہ طائی، حضرت مسیّب بن فزاری، حضرت ذوالکلاع حمیری، حضرت ربیعہ بن عامر وغیرہ کو ٹھہرایا۔ صف بندی کا کام ختم کر کے حضرت خالد لشکر میں صفوں کے درمیان گشت کرتے تھے اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت خالد بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے گروہ مسلمین! اللہ کے دین کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اللہ کی راہ میں مشرکوں سے جہاد کرو اور دشمن سے جنگ کرتے وقت صبر و استقلال سے کام لو۔ جب تک میرا حکم نہ ہو حملہ مت کرو۔ اللہ سے مدد طلب کرو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح و غلبہ عنایت فرمائے گا۔

دونوں لشکر کا مقابلہ کے لئے میدان میں آنا:۔

حضرت خالد اسلامی لشکر کے کیمپ سے لشکر کو میدان میں لے آئے۔ وردان نے دیکھا کہ اسلامی لشکر میدان میں آ پہنچا ہے تو اس نے بھی لشکر کو میدان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ رومی لشکر نے اپنی کثرت کی وجہ سے میدان کے طول وعرض کو بھر دیا۔ رومی سپاہی کلمۂ کفر بلند کرتے ہوئے اور صلبان ونشان کو ظاہر کرتے ہوئے تکبر وغرور سے چلتے ہوئے میدان میں آئے۔ درمیان میں تھوڑا فاصلہ چھوڑ کر دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہرے۔ دونوں لشکر مقابلہ کے لئے بالکل تیار تھے۔

فوراً رومی لشکر سے ایک بوڑھا شخص سیاہ لباس پہنے ہوئے برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ گبر لوگ تھے۔ وہ بوڑھا اسلامی لشکر کے قریب آیا اور عربی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے پکار کر کہا کہ تمہارا سردار میرے سامنے آئے اور مجھ سے گفتگو کرے۔ حضرت خالد بن ولید گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے آئے۔ بوڑھے نے کہا کیا تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں! مسلمان مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ لیکن میں ان کا سردار اس وقت تک ہوں جب تک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہوں اور اگر مجھ سے کوئی کمی اور تبدل واقع ہو جائے تو مسلمانوں پر میری سرداری باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے نے کہا کہ تمہاری تواضع اور مذہب کی اطاعت و پابندی کی وجہ سے ہی تم ہم پر غالب ہو گئے ہو۔ اگر تم اپنے طور طریقہ میں تغیر اور تبدل کرتے تو ہرگز ہم پر غالب نہ ہوتے۔

پھر اس بوڑھے نے کہا کہ ہمارا ملک شام وہ ہے کہ اہل فارس اور جرامقہ ...... اس کے شہروں پر قبضہ کرنے آئے تھے لیکن شکست فاش اٹھا کر پشیمان واپس لوٹ گئے۔ تم اہل عرب ہمارے کچھ شہروں پر قابض ہو گئے ہو لیکن قبضہ اور غلبہ ہمیشہ باقی نہیں

رہتا۔ ہمارے لشکر کے سرداروں نے تم پر شفقت اور مہربانی کی نظر کرتے ہوئے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے لشکر کے ہر سپاہی کو ایک کپڑا، ایک عمامہ اور ایک دینار اور تمہارے لئے ایک سو دینار و دس کپڑے اور تمہارے خلیفہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو ایک ہزار دینار اور ایک سو کپڑے اس شرط پر دیئے جائیں کہ تم ملک شام چھوڑ کر ملک حجاز واپس چلے جاؤ۔ اس بوڑھے راہب نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ آج یہاں پر جو رومی لشکر موجود ہے اس میں ملک کے جنگ آزمودہ، جنگ جُو اور سر ہنگام لوگوں نے شرکت کی ہے اور ہمارے لشکر کی تعداد چیونٹیوں کی طرح ہے۔ اس لشکر کو تم ان لشکروں کی مانند مت گمان کرو جن کو تم نے ماضی قریب میں شکست دی ہے۔ اس لشکر کو شکست دینا تو بہت دور کی بات ہے بلکہ اس لشکر سے ٹکر لینا اور اس کے مقابلے میں کھڑا رہنا بھی تمہارے لئے امر محال ہے لہٰذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اپنی حرکتوں اور جرأتوں سے باز آؤ اور ہمارے ملک سے چلے جاؤ۔

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ قسم ہے حق تعالیٰ کی! ہم ہرگز تمہارے ملک سے نہ جائیں گے جب تک تم تین باتوں میں سے ایک کو قبول و اختیار نہ کرو۔ (۱) کلمۂ شہادت کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاؤ۔ یا (۲) جزیہ ادا کرو۔ یا (۳) ہم سے جنگ کرو۔ حضرت خالد نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے لشکر کی تعداد کی کثرت بیان کر کے ہم پر اپنا رعب اور خوف قائم کرنے کی کوشش کرتے ہو لیکن ہم تمہاری تعداد کو مطلق خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کا وعدہ فرمایا ہے:

"وَكَانَ حَقاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ " (پارہ:۲۱، رکوع:۸، سورۃ الروم، آیت:۴۷)

ترجمہ: ''اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔'' (کنز الایمان)

اے نصرانی راہب! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم' ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے ہماری مدد کا وعدہ فرمایا ہے' ہم ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمائے گئے ہر وعدہ پر یقین کامل رکھتے ہیں اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے نہیں گھبراتے۔ بقول:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

(از: امام احمد رضا بریلوی)

حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے راہب! تم نے ہم کو کپڑوں اور دیناروں کی لالچ اور طمع میں مبتلا کرنے کی کوشش بیجا کی ہے کیونکہ ہم دنیا کی دولت کے حصول کی خاطر جہاد نہیں کرتے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ دنیا کے مال و متاع ہماری نظروں میں ہیچ ہیں۔ بقول:

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مرگئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی گفتگو سن کر بوڑھا راہب خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہٰذا اس نے کہا کہ میں آپ کی گفتگو سے اپنے سردار کو مطلع کرتا ہوں۔ ان کو جو مناسب معلوم ہو وہ قدم اٹھائے۔

معرکۂ جنگ اور حضرت ضرار کی شجاعت:

بوڑھا راہب حضرت خالد کے پاس سے لوٹ کر وردان کے پاس آیا اور تمام گفت وشنید کی کیفیت بیان کی۔ وردان نے کہا کہ شاید وہ ہم کو مثل ان لشکروں کے گردانتے ہیں جنہیں وہ شکست دے چکے ہیں لیکن ان کو کیا پتہ کہ ہمارا لشکر ان کو صرف ایک گرداوے میں بیہوش کر کے زمین پر ڈال دے گا۔ اب ہمارے لئے لازمی ہو گیا ہے کہ ان عربوں کو اپنی تلواروں کا مزہ چکھائیں۔ وردان نے لشکر کو حکم دیا کہ حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ لہٰذا رومی لشکر کے پیدل دستے نے چھوٹے نیزے اور کمانیں ہاتھ میں لے لئے۔ تیروں کو کمانوں پر چڑھائے اور تمام تیر اندازوں نے اسلامی لشکر پر نشانہ باندھا اور تیر چلانے کے لئے مستعد ہو گئے۔ ہزاروں تیر انداز قطار بند تیر افگنی کے لئے تیار کھڑے تھے اور سردار کے حکم کے منتظر تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل نے مجاہدوں کو پکارا اور کہا کہ اے توحید کے پرستارو! بیشک جنت کا دروازہ تمہارے لئے کھول دیا گیا ہے۔ فرشتے قریب آ رہے ہیں۔ جنت کی حوریں آراستہ اور مزین ہو کر تمہارا انتظار کرتی ہیں۔ بشارت ہو کہ اپنی جان کے عوض جنت کی دائمی زندگانی کا صلہ دینے کا اللہ تعالیٰ وعدہ دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (سورۃ التوبہ، آیت:۱۱۱)

ترجمہ: "بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔"

(کنز الایمان)

حضرت خالد نے بھی مجاہدوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ میدان میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا کیوں کہ میدان جہاد سے فرار ہونا گناہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اللہ سے اعانت طلب کرو، وہ ضرور تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور......!

وردان کا حکم ملتے ہی رومیوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی۔ بہت سے مجاہد زخمی ہوئے اور کئی مجاہد شہید ہوئے۔ حضرت ضرار بن ازور نے اپنے پورے جسم کو زرہ میں مستور کر لیا اور ان کی متابعت میں دیگر مجاہدوں نے بھی ایسا ہی کیا اور یہ تمام سر سے کنواں کھودنے جیسا مشکل اور ناممکن کام انجام دینے کے عزم سے برستے ہوئے تیروں کے سامنے آگے بڑھے۔ تیر انداز رومی لشکر کے مقدم حصہ میں صف اول میں کھڑے ہوئے تیر پھینک رہے تھے لہٰذا مجاہدین اس ارادہ سے چلے کہ ہم کسی صورت سے تیر اندازوں تک پہنچ جائیں اور شمشیر زنی اور نیزہ زنی کر کے ان کو تتر بتر کر دیں۔ مجاہدوں کو رومیوں کی سب سے بڑی کمزوری (Weak point) معلوم تھی کہ وہ ہماری تلوار اور نیزہ کے مقابل آنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ حقیقت تھی کہ مجاہدین اسلام کی تلوار کی رومیوں میں تاب نہ تھی۔ حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور آن کی آن میں وہ مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں پہنچ گئے جہاں رومی تیر انداز استادہ تھے۔ جاتے ہی حضرت ضرار نے نیزہ سے سینے چھلنی

کرنے شروع کر دیئے۔ رومیوں نے ان پر کثرت سے تیر اور پتھر برسائے لیکن حضرت ضرار زرہ میں مکمل مستور ہونے ـ
محفوظ رہے۔ حضرت ضرار کے نیزہ کی سرعت دیکھ کر رومی تیر اندازوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ تیر اندازوں کی صف میر
کہرام مچ گیا۔ حضرت حسان بن عوف نے بیان کیا ہے کہ میں بھی حضرت ضرار کے ساتھ تھا۔ حضرت ضرار نے جاتے ہی نیز
زنی کے وہ کرتب دکھائے کہ تھوڑی ہی دیر میں تیس رومیوں کو مار ڈالا۔

حضرت ضرار کی شجاعت و دلیری پر محو حیرت ہو کر رومی سپاہی انگشت بدنداں تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ شخص انسان ہے
جن؟ ہم پر قہر و بلا بن کر ٹوٹ پڑا ہے۔ نہ معلوم کون شخص ہے؟ حضرت ضرار نے زرہ کو چہرے سے ہٹا لیا اور کہا کہ میں ضرار
بن ازور تمہارا دشمن اور تمہارے سردار کے بیٹے حمران کا قاتل ہوں۔ میں واقعی تمہارے لئے بلا ہوں اور خدا کی طرف سے تم کو
مٹانے پر مقرر ہوا ہوں۔ حضرت ضرار کا نام سنتے ہی رومیوں کی ہوا نکل گئی۔ پیچھے پلٹنے لگے اور رومی لشکر میں گھس کر سلامت
جگہ چھپنے لگے۔ وردان دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا یہ بدوی کون شخص ہے؟ کسی نے کہا یہ وہی شخص ہے جو ننگے
بدن لڑتا ہے اور نیزہ زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن آج وہ زرہ پہن کر آیا ہے۔

صرف اتنے تعرف سے وردان نے حضرت ضرار کو پہچان لیا کہ یہی میرے لخت جگر کا قاتل ہے لہٰذا اس نے پکار کر کہا کہ
کون ہے جو میرے بیٹے کے قاتل سے میرا بدلہ لے اور مجھ سے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ''طبریہ'' نامی مقام کا حاکم بولا کہ
اے سردار! میں تمہارا بدلہ لینے جاتا ہوں اور تمہارے بیٹے کے قاتل کو زندہ یا مردہ لا کر تمہارے قدموں میں ڈالتا ہوں۔ اسی
طرح کی شیخی مار کر وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا میدان میں آیا اور اشتعال طبع سے حضرت ضرار پر وار کیا جس کو حضرت ضرار نے خالی
پھیرا اور ایسا جوابی وار کرتے ہوئے نیزہ مارا کہ نیزہ اس کی زرہ کو پھاڑتا ہوا اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور ایک ہی وار میں
اس کا کام تمام ہو گیا وردان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ طبریہ کے حاکم کو کشتہ دیکھ کر کف افسوس ملتے ہوئے کہا کہ میرے لشکر میں ایک
بھی شخص ایسا نہیں جو اس عرب کو قتل کر سکے لہٰذا اب مجھے ہی اس کے مقابلہ میں جانا ہوگا۔ یہ کہہ کر وردان نے اپنے گھوڑے کو
میدان کی طرف آگے بڑھایا۔ اسی وقت ایک بطریق جس کا نام ''اصطفان'' تھا اور ''عمان'' کا حاکم تھا، اس نے وردان کے
گھوڑے کی رقاب تھام لی اور رقاب کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ اے معزز سردار! اس ناکس بدوی کے لئے آپ کو زحمت گوارا
کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خادم کس دن کام آئے گا۔ حکم اور اجازت عنایت فرمایئے! اس بدوی کو قتل کرنا میرے لئے بائیں
ہاتھ کا کھیل ہے لیکن حضور والا! خادم کو انعام میں کیا عطا فرماؤ گے؟ وردان نے کہا کہ منہ مانگا انعام دوں گا۔ اصطفان نے کہا
کہ میں عمان کا حاکم ہوں۔ مال و دولت کی مجھ کو کوئی کمی نہیں صرف ایک کمی ہے۔ وردان نے کہا جلدی کہو کیا چاہتے ہو؟
اصطفان نے کہا کہ آپ کی صاحبزادی کا ہاتھ مانگتا ہوں۔ مجھے بحیثیت داماد قبول فرماؤ۔ وردان نے کہا اگر تو نے اس بدوی کو
قتل کر دیا تو میری بیٹی تیری ہی ہے بلکہ صرف تیرے ہی لئے ہے اور اس وعدہ پر میں یہاں موجود ملوک شام اور بادشاہ کے
خاصان کو گواہ کرتا ہوں۔ وردان کی لڑکی حسن و جمال میں ملک شام کی تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اصطفان نے
ایک مرتبہ اس کو دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا تھا اور اس کو پانے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔ اسی لئے وہ

حضرت ضرار کے مقابلہ کا خطرہ اٹھانے پر بھی آمادہ ہو گیا تھا اور وردان سے اس کی بیٹی سے نکاح کا وعدہ لے لیا تھا۔

اصطفان کا حضرت ضرار کے مقابلے میدان میں آیا:

اپنی محبوبہ کے متعلق وردان سے قول و قرار حاصل کر کے اصطفان دلیری سے حضرت ضرار کے مقابلے میدان میں آیا۔ آگ کے شعلہ کی طرح دہکتا ہوا حضرت ضرار کی طرف لپکا۔ مشتعل ہو کر حضرت ضرار پر وار کیا لیکن حضرت ضرار نے اس کا وار خالی پھیر دیا اور جوابی وار کیا جس کو اصطفان نے ڈھال پر لیا۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور اپنے خصم کا وار خالی پھیرتے گئے یہاں تک کہ لڑائی نے طول پکڑا۔ دونوں لشکر کے لوگ نظر کی ٹکٹکی باندھ کر فریقین کے کرتب اور جنگ اور لڑائی کے ڈھنگ دیکھنے لگے۔ اور اپنے لشکر کے نمائندے کی حوصلہ افزائی کرنے آوازیں کسنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بڑی بیقراری سے دونوں کی لڑائی دیکھ رہے تھے اور اصطفان کی جنگی مہارت دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ یہ جنگی امور کا ماہر اور کہنہ مشق معلوم ہوتا ہے۔ اس کے وار کرنے کا اور مخالف کے وار کو خالی پھیرنے کا طرز اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ دلیر جنگجو شخص ہے حالانکہ حضرت ضرار کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن اتنی دیر تک لڑائی پر جمنے رہنا اور مات نہ کھانا بھی اصطفان کے لئے بڑی بات تھی لہٰذا حضرت خالد نے حضرت ضرار کو پکار کر فرمایا کہ اے ضرار! یہ کیا سستی اور غفلت ہے کہ دشمن مہلت پاتا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں آتا؟ حضرت خالد کی اس تنبیہ پر حضرت ضرار اپنے گھوڑے کی زین پر بیٹھے بیٹھے کانپنے لگے اور پھر اپنے سردار کے حکم کی بجا آوری میں اصطفان پر شدت سے حملے کرنے شروع کئے۔ لیکن اصطفان نے تمام وار خالی پھیر دیئے۔

حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کو دھمکی دی کہ تیری شکایت روضۂ انور پر کروں گا اور......؟

اصطفان نے بھی جوابی حملے شروع کر دیئے۔ رومی تالیاں بجا کر اور شور مچا کر اصطفان کو جوش اور شجاعت پر ابھارتے تھے۔ دونوں سخت لڑائی میں منہمک تھے یہاں تک کہ آفتاب گرم ہو گیا اور سخت دھوپ گرنے لگی۔ دونوں پسینے سے تر ہو گئے اور دونوں کے گھوڑے بھی پسینے سے شرابور ہو گئے۔ گھوڑوں میں اب کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ تھی۔ گھوڑوں کے قدم لڑکھڑانے لگے لہٰذا دونوں پاپیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ دفعۃً حضرت ضرار نے دیکھا کہ رومی لشکر سے ایک شخص کوتل گھوڑا لے کر برآمد ہوا اور میدان کی طرف آنے لگا۔ وہ اصطفان کا غلام تھا اور اپنے مالک کو گھوڑا دینے آرہا تھا۔ اگر اس نے آکر اصطفان کو گھوڑا دے دیا تو یہ امر حضرتِ ضرار کے لئے باعث خطرہ و ہلاکت تھا لہٰذا اس کو روکنا ضروری تھا۔ حضرت ضرار نے قریب میں کھڑے اپنے گھوڑے کی طرف دوڑ لگائی اور چھلانگ لگا کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ اصطفان نیزہ راست کئے ہوئے حضرت ضرار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کو ایڑی ماری لیکن گھوڑا چلنے کا نام نہیں لیتا۔ گھوڑا اتنا نڈھال ہو گیا تھا کہ ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ سامنے سے اصطفان کا غلام گھوڑا لے کر آرہا تھا قریب سے اصطفان نیزہ راست کئے ہوئے وار کرنے آرہا تھا۔ اگر حضرت ضرار کا گھوڑا چلے تو ہی کام بنے۔ اصطفان کے غلام کو روکنا ضروری تھا اور اصطفان کے نیزے کے وار سے محفوظ رہنا اشد ضروری تھا اور اس کا مدار گھوڑے کے چلنے پر منحصر تھا۔ لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے ہلتا تک نہیں۔ موت قریب سے کودتی ہوئی آرہی تھی اور سامنے سے بلا دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ بڑا نازک مرحلہ تھا لیکن گھوڑے نے حضرت ضرار کو بے بس و

بے کس بنا دیا تھا۔ بظاہر بچنے کی کوئی امید نہ تھی لیکن شمع رسالت کے پروانے حضرت ضرار بے بس و بے کس نہ تھے کیونکہ: بقول۔

کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو، میں تم پر فدا، تم پہ کروروں درود

اور

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بس بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

ایسے وقت میں جب کوئی یاس و امید نہ تھی حضرت ضرار نے اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم، مختار کل، مالک کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ کی طرف رجوع کیا اور اپنے گھوڑے کو چلتا کرنے کے لئے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھوڑے سے مخاطب ہوئے اور جو فرمایا وہ لفظ بلفظ ہم علامہ واقدی کی کتاب سے نقل کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

''دفعۃً ایک سوار صفوف روم سے نکلا ایک گھوڑا کوتل لئے ہوئے اور وہ غلام اصطفان کا تھا۔ پس جب ضرار نے اس کو دیکھا چلا کر اپنے گھوڑے سے کہا اور لوگ سنتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ مضبوطی اور چالاکی کر تو میرے ساتھ ایک گھڑی نہیں تو شکایت کروں گا میں تیری قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ پس ہنہنانے لگا گھوڑا ان کا اور بازو کھول کر چلا اور بڑھ کر لیا ضرار نے اصطفان کے غلام کو اور ضرب نیزے سے مار ڈالا اس کو پھر لے لیا کوتل گھوڑے کو اور سوار ہوئے اس پر اور چھوڑ دیا اپنے گھوڑے کو بجانب مسلمانوں کے پس آ ملا وہ مسلمانوں میں۔'' (فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۷۷)

قارئین کرام سے التماس ہے کہ ''فتوح الشام'' کتاب کی مندرجہ بالا عبارت کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ بنظر عمق مطالعہ فرمائیں اور اس پر غور و فکر فرمائیں تو یہ نتیجہ اخذ ہوگا کہ:

☆ حضرت ضرار نے جب دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی تدبیر نہیں اور گھوڑا نکما ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اور ان کا یقین اور اعتقاد اتنا پختہ تھا کہ یہ وہ بارگاہ ہے جو مدینہ میں آرام فرما ہونے کے باوجود بھی پوری کائنات پر ان کی حکومت ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے گھوڑے سے کہا کہ میں تیری شکایت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کروں گا۔

☆ شکایت کس سے کی جاتی ہے۔ اس سے جو شکایت سن سکے۔ صرف سننے تک ہی اس کا تصرف محدود نہ ہو بلکہ شکایت سن کر شکایت کرنے والے کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس کے خلاف شکایت کی گئی ہو تو اس کو تعزیر کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہو۔ حضرت ضرار نے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گھوڑے کی شکایت

کرنے کی بات کہہ کر اس بات کی شہادت دی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پوری کائنات پر تصرف اور اختیار رکھتے ہیں۔

☆ شکایت کرنے کی دھمکی بھی اس کو ہی دی جاتی ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ جہاں میری شکایت کی جانے والی ہے وہ بارگاہ کا اختیار اور تصرف اتنا وسیع ہے کہ اگر واقعی میری وہاں شکایت پہنچ گئی تو اچھا نہ ہوگا لہٰذا وہ یہ کوشش کرے گا کہ شکایت کا موقع ہی نہ دوں۔ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا اسی نظریہ کے تحت ہی دوڑا تھا کیونکہ اس گھوڑے کو حضرت ضرار نے صاف لفظوں میں دھمکی دی تھی کہ میں تیری شکایت کائنات کے مالک وشہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کر دوں گا۔ گھوڑا بھی جانتا تھا کہ واقعی اگر میری شکایت اس بارگاہ میں کی گئی تو میرے لئے باعث ندامت ہے۔ لہٰذا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کا اعتراف کرتے ہوئے گھوڑے نے حکم کی تعمیل کی۔

بقول:

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

(از امام احمد رضا بریلوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کا مالک و مختار بنا کر پیدا فرمایا تھا۔ انسان، جنات، حیوانات، جمادات اور نباتات آپ کی رسالت وعظمت کے قائل تھے۔ کتب احادیث میں ایسے کئی مستند واقعات پائے جاتے ہیں کہ تمام مخلوق نے خالق کائنات کے محبوب اور مختار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وعظمت کی بجا آوری کی ہے۔

لیکن افسوس!!!

دور حاضرہ کے منافقین اختیارات انبیاء کے منکر ہیں۔ توحید کی آڑ میں تنقیص انبیاء اولیاء کے درپے رہتے ہیں۔ کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں:

☆ ''اولیاء وانبیاء وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔''

(حوالہ: تقویۃ الایمان، از: مولوی اسمٰعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۹۹)

☆ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (حوالہ: ایضاً ص:۹۲)

☆ ''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔'' (حوالہ: ایضاً ص:۷۰)

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام اول فی الہند مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب سے ماخوذ مندرجہ بالا تین عبارت کو

قارئین بنظر غور دیکھیں۔ ان تینوں عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ تمام انبیاء اور خصوصاً حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ ع... وسلم کو ☆ بندہ عاجز ☆ بڑے بھائی ☆ ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ☆ کسی چیز کا مختار نہیں لکھ کر علی الاعلان تعظیم و احترام رسول... انکار کیا ہے۔ اس عنوان پر مزید کوئی گفتگو نہ کرتے ہوئے قارئین کرام کی غیر جانبدار اور منصف عدالت میں استغاثہ ہے کہ... میزان عدل میں آپ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور صحابہ کرام کے اعتقاد کو الگ الگ پلڑوں میں رکھ تولیں اور انصاف فرمائیں کہ... مولوی اسمٰعیل دہلوی کے اعتقاد اَجلّہ صحابہ کے مقدس اور پاکیزہ اعتقاد سے کس قدر متضاد ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے اعتقاد پر یقی... رکھیں یا امام المنافقین دہلوی صاحب کے اعتقاد فاسدہ پر؟ دور حاضرہ کے منافقین کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ:

ذکر روکے ، فضل کاٹے ، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں ، امت رسول اللہ کی

(از: امام احمد رضا بریلوی)

اب ہم ہمارے معزز قارئین کرام کو ملک شام بمقام اجنادین معرکۂ جنگ میں حضرت ضرار اور حاکم عمان اصطفان کی... لڑائی کا معائنہ کرنے کے لئے چلتے ہیں۔

حضرت ضرار نے اپنے گھوڑے کو روضۂ انور پر شکایت کرنے کی دھمکی دی۔ دھمکی سنتے ہی گھوڑا زور سے ہنہنانے لگا گو... وہ اپنی زبان میں حضرت ضرار سے عرض کر رہا تھا کہ میری شکایت اس مقدس بارگاہ میں مت کرنا۔ میں اس مقدس ذات گرامی... کے روبرو شرمندہ ہونا نہیں چاہتا اور گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا اپنے بازو کھول کر چلا۔ حضرت ضرار نے اصطفان کے غلام کے... قریب جاتے ہی نیزہ کی ایک ضرب میں اس کو ختم کر دیا اور اس کا گھوڑا لے لیا۔ حضرت ضرار نے اپنا تھکا ہوا گھوڑا اسلامی لشکر... کی طرف ہانک دیا اور اصطفان نے جان لیا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے ضرار مجھ کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت... ضرار نے اس پر حملے کا قصد کیا کہ دفعتہً انہوں نے دیکھا کہ رومی لشکر سے چند سوار میدان کی طرف آ رہے ہیں۔

اصطفان کی کمک کرنے وردان کا اور حضرت ضرار کی کمک کرنے حضرت خالد کا نکلنا:

جب وردان نے دیکھا کہ اصطفان کے سر پر موت منڈلا رہی ہے تو وہ اپنے ساتھ ملک شام کے مشہور دس بطارقہ کو لے... کر اصطفان کی کمک کرنے میدان میں آنے کے قصد سے روانہ ہوا۔ وردان کو کمک کے لئے آتا دیکھ کر اصطفان میں ہمت آ... گئی اور وہ حضرت ضرار کے وار اپنی ڈھال پر جھیلنے لگا۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ وردان اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ میدان... کی طرف روانہ ہوا ہے تو حضرت خالد بھی اپنے ساتھ دس مجاہدوں کو لے کر میدان میں پہنچ گئے۔ حضرت ضرار اصطفان سے،... حضرت خالد وردان سے اور دس مجاہد دس رومیوں سے مقابل ہوئے۔ ہر شخص اپنے مقابل سے لڑنے لگا۔

اصطفان لڑتے لڑتے تھک گیا۔ اس کے بازو شل ہو گئے۔ وہ کانپنے لگا۔ مارے ڈر کے اس کا برا حال تھا۔ حضرت ضرار... نے اس پر نیزہ کا وار کیا۔ وار سے بچنے کے لئے اصطفان نے اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا اور بھاگنے لگا۔ حضرت ضرار بھی... گھوڑے سے اتر کر اس کے تعاقب میں دوڑے اور پکڑ لیا۔ اب دونوں کشتی لڑنے لگے۔ حضرت ضرار نے کشتی لڑتے ہوئے...

موقع پا کر اصطفان کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر اوپر اٹھا لیا اور پوری طاقت سے زمین پر دے پٹکا اور اس کے سینہ پر چڑھ گئے۔ اب اصطفان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے مدد کے لئے وردان کو پکارتے ہوئے کہا کہ اے سردار مجھے بچاؤ۔ وردان اس وقت حضرت خالد سے مصروف لڑائی تھا اور وہ بھی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اصطفان کو جواب دیا کہ مجھ کو ان درندوں سے کون بچائے گا۔ وردان کے قدم بھی لڑکھڑا رہے تھے۔ رومی لشکر نے دیکھا کہ ہمارا سردار قریب ہلاکت ہے تو پورے لشکر نے یلغار کر دی۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی دوڑا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ درمیان میں جو میدان تھا اس میں بارہ مجاہدین بارہ رومیوں سے مشغول لڑائی تھے۔ حضرت ضرار اصطفان کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رومی لشکر امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آ رہا تھا قبل اس کے رومی لشکر حضرت ضرار کو روند ڈالے حضرت ضرار نے اصطفان کا سر تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اصطفان اتنے زور سے چلایا کہ دونوں لشکر میں اس کی آواز سنی گئی۔ اصطفان کا سر کاٹنے کے بعد حضرت ضرار کھڑے ہو گئے اور فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حضرت ضرار خون میں نہائے ہوئے تھے۔

حضرت ضرار نے گھوڑے پر سوار ہو کر بلند آواز سے تکبیر کہی اور ان کا جواب دیتے ہوئے اسلامی لشکر نے بھی تکبیر کہی۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی مجاہدین اسلام نے بڑی دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوا۔ لہٰذا جنگ موقوف کر دی گئی۔ دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس آ گئے۔ اس دن رومی لشکر سے کل تین ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ ان قتل ہونے والوں میں ملک شام کے مختلف مقامات کے دس حاکم و بادشاہ بھی تھے۔ اسلامی لشکر سے تیس مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا۔ رومی لشکر کا سردار وردان ہجوم کا فائدہ اٹھا کر میدان سے فرار ہو گیا اور رومی لشکر میں اپنے خیمہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

مکر و فریب سے حضرت خالد کو شہید کرنے کی وردان کی سازش:

رات کے وقت وردان نے رومی لشکر کے سرداروں اور اراکین کی میٹنگ بلائی اور آج کی جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے لئے بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے کہ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود ہم نے ہزیمت اٹھائی اور کافی تعداد میں ہمارے آدمی مقتول ہوئے اگر آج کی طرح آئندہ کل بھی بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کرو گے تو ہمارا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ وردان نے مزید یہ بھی کہا کہ عرب ہم پر غالب ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کے سخت پابند ہیں۔ اپنے پروردگار کو ہمیشہ یاد کر کے عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے ہمارے دین کے احکام اور فریضۂ عبادت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور سراپا معاصی وعصیاں میں غرق ہیں۔ لہٰذا اللہ کی طرف سے عربوں کو فتح و نصرت کی عنایت ہوتی ہے اور ہم ہزیمت و شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اے دین مسیح کے معاونو! اپنے گناہ اور معاصی سے توبہ کرو تا کہ مسیح اور صلیب تمہاری مدد کر کے تمہیں عربوں پر غلبہ دے۔ وردان کی تقریر سن کر سب رونے لگے اور سب نے توبہ کی اور کہا کہ اب تک جو ہوا سو ہوا۔ لیکن اب ہم ان عربوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جب تک ہم میں ایک شخص بھی زندہ نہ رہے گا۔ وہاں تک ہم ان سے لڑیں گے۔ اے

سرکار کل میدان جنگ میں ہمارا کہنا کر کے دکھا دیں گے۔

وردان نے جب اپنی قوم کا عزم محکم اور قوی استقلال دیکھا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اسی وقت وردان کا ایک مصاحب کھڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار! قوم کی باتوں میں مت آ۔ یہ قوم اعتماد و بھروسہ کرنے کے قابل نہیں۔ اس وقت شجاعت اور جوش و خروش کی باتیں کرتے ہیں لیکن کل جنگ کے میدان میں عربوں کو دیکھتے ہی ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ ہمارا سابقہ جن عربوں سے پڑا ہے اس کا مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے کیونکہ ان کا ایک شخص ہمارے پورے لشکر پر حملہ کرتا چلا آتا ہے اور ہماری صفیں الٹ دیتا ہے۔ موت سے بے خوف ہو کر بلکہ موت کی خواہش میں وہ آمادۂ قتال ہوتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے نبی اور رسول کے اس قول کو دل سے یقین کر لیا ہے کہ جو مسلمان میدان جنگ میں مارا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ موت اور زندگی ان کے نزدیک برابر ہے بلکہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا سردار خالد بن ولید جنگی امور میں اتنا ماہر ہے کہ وہ ہم کو کسی بھی محاذ پر کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اپنے لشکر کے سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنا، ان میں جوش و خروش پیدا کرنا، حوصلہ افزائی کرنا اور ان سے چاہا کام لینے کا فن اس میں اس طرح موجزن ہے کہ اس کے ایک اشارے پر اس کے سپاہی مر جانے یا مار ڈالنے میں لمحہ بھر تاخیر نہیں کرتے اور وہ بذات خود بھی دلیر جنگجو اور بہادر شہسوار ہے۔

وردان نے مصاحب سے کہا کہ تمہاری سب باتیں درست ہیں لیکن اس کا تدارک کیا ہے؟ یہ عرب صلح پر بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ جب بھی صلح کی پیش کش کرو تو تب وہ ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ ہماری تین شرطوں میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ مصاحب نے کہا ایک تدبیر ہے تم مسلمانوں کے سردار کو مار ڈالو اس سردار کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے لشکر کا حوصلہ برقرار ہے۔ اگر کسی طرح خالد بن ولید کو مار ڈالو تو مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو جائے گا اور وہ شکست اٹھا کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت خالد کو شہید کرنے کی صرف بات سن کر وردان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، ایک ہلکی سی کپکپی اس پر طاری ہو گئی۔ وردان نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ تم خالد بن ولید کو مار ڈالنے کی بات کرتے ہو لیکن صورت حال یہ ہے کہ آج میں اس کے ہاتھ سے مرتے مرتے بمشکل بچ کر آیا ہوں۔ تم ایسے امر محال کا مشورہ مت دو بلکہ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جو ممکن اور آسان ہو۔ مصاحب نے کہا کہ سینہ بسینہ کھلے میدان کی جنگ میں تو مسلمانوں کے سردار کو قتل کرنے کا تو میں بھی سوچ نہیں سکتا لیکن مکر و فریب سے با آسانی اس کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ وردان نے کہا کہ تو اس بات بھی اچھی طرح واقف ہو جا کہ ان عربوں کو فریب دینا بھی آسان نہیں کیونکہ وہ مکر و فریب کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور ہر فریب سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تم کوئی ایسا حیلہ تجویز کرو کہ جس میں خطرہ کم اور کامیابی کی کامل توقع ہو۔ اگر مناسب ہوگا تو میں وہ فریب ضرور کروں گا۔

مصاحب نے کہا کہ تم اسلامی لشکر کے سردار کو پیغام بھیجو کہ میں تم سے صلح کے معاملے میں اکیلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ صرف ہم دونوں سردار ہی وہ گفتگو کریں گے اور تیسرا کوئی بھی نہ ہو اور اسلامی لشکر کے سردار کو وہ جگہ کا پتا بتا دو کہ فلاں جگہ ہم دونوں کل صبح مُلاقی ہوں گے۔

جب اسلامی لشکر کا سردار تمہاری دعوت صلح کو منظور کر لے تو رات میں اس جگہ کے قریب دس اشخاص مسلح پوشیدہ کر دو۔ جب مسلمانوں کا سردار تم سے بات چیت کرنے آئے تو تم اسے باتوں میں لگا کر اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دینا وہ تمام اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس کو ہلاک کر دیں۔ تم گفتگو کرنے کے لئے دونوں لشکر کے درمیان کی کوئی جگہ منتخب کرنا اور وہ جگہ اسلامی لشکر سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ اس کی مدد کرنے اس کے لشکر سے کوئی آ پہنچے اتنی دیر میں تو اس کا کام تمام ہو جائے۔

سازش کے تحت وردان نے حضرت خالد کو دعوت دینے نمائندہ بھیجا لیکن نمائندے نے؟:

اپنے مصاحب کی بات سن کر وردان خوش ہو گیا اور اپنے بھروسہ اور اعتماد کے ایک شخص کو بلایا۔ اس شخص کا نام داؤد تھا جو شہر ''حمص'' (Homs) کا رہنے والا تھا۔ داؤد کو عربی زبان پر اچھا عبور حاصل تھا اور گفتگو کرنے میں بہت ہی ہوشیار و چالاک تھا۔ وردان نے داؤد سے کہا کہ تو میرے نمائندہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے لشکر کے پاس جا اور ان سے درخواست کر کہ آج کے دن وہ لڑائی موقوف رکھیں اور کل صبح ان کا سردار میدان کے بیچ میں جو ریت کا ٹیلہ ہے وہاں اکیلا آئے اور میں بھی بذات خود وہاں اکیلا آؤں گا تا کہ ہم دونوں سردار آپس میں بات چیت کر کے مصالحت کی کوئی صورت نکالیں۔ داؤد متعصب قسم کا پکا نصرانی تھا۔ اس نے وردان سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر کہ تو بادشاہ ہرقل کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر مستعد ہوا ہے۔ کیونکہ بادشاہ نے تجھ کو لشکر جرار دے کر عربوں سے لڑنے بھیجا ہے اور تو بزدلی دکھا کر صلح کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ اگر بادشاہ کو پتہ چلا کہ تیری طرف سے صلح کی پیش کش کرنے میں گیا تھا تو تیرے ساتھ مجھ پر بھی بادشاہ کا عتاب ہو گا۔ لہٰذا مجھ سے تو یہ کام نہیں ہو گا۔ تب وردان نے داؤد سے کہا کہ صلح کی گفتگو کا تو بہانہ ہے میں مسلمانوں کے سردار کے ساتھ مکر و فریب کر کے اس کو ریت کے ٹیلہ کے پاس اکیلا بلانا چاہتا ہوں۔ اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے رات کے وقت سے میرے دس بہادر سپاہی چھپ کر بیٹھے ہوں گے۔ جیسے ہی خالد بن ولید مجھ سے گفتگو کرنے آئیں گے میں اپنے پہلے سے چھپے ہوئے آدمیوں کو آواز دوں گا۔ وہ آ کر اسے قتل کر دیں گے۔ داؤد نے کہا کہ یہ تو نامردی اور بزدلی کا کام ہے۔ وردان نے کہا جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ پھر وردان نے داؤد کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں پوچھتا ہوں لہٰذا زبان درازی مت کر اور تجھ سے جو کہا جائے وہ کر۔ ورنہ تیری زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔ سردار ہونے کے ناطے میرا حکم ہے کہ تو اسی وقت جا اور خالد بن ولید سے گفتگو کر کے اس کو کسی بھی طرح آنے کے لئے رضامند کر لے کیونکہ عربی زبان میں تو فصیح اور بلیغ گفتگو کرنے میں مہارت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اس کام کے لئے میں نے تیرا انتخاب کیا ہے۔ داؤد وردان کے تیور دیکھ کر سہم گیا اور اس نے کہا کہ اے سردار! میں تیرے حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔ وردان نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مشن میں کامیاب ہوا تو تجھ کو بیش بہا انعام و اکرام سے نوازوں گا۔

داؤد گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ میں رومی لشکر کے سردار کا ایلچی ہوں۔ تمہارے سردار سے اہم معاملہ کی گفتگو کرنے آیا ہوں۔ حضرت خالد بن ولید اس کے پاس آئے۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ اے عربی برادر! ہمارا سردار خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ کل جس کثرت سے انسان مقتول ہوئے ہیں اس کو دیکھ کر ہمارا نرم دل اور رحم دل سردار بہت

ملول اور رنجیدہ ہوا ہے۔ لہٰذا وہ یہ چاہتا ہے کہ تم دونوں سردار آپس میں مصالحت کی گفتگو کر لو۔ ہمارے سردار نے آپ کے لئے یہ پیام بھی دیا ہے کہ تم کو کچھ مال دے کر صلح کی کوئی تجویز کی جائے اور صلح نامہ بھی تحریر کر لیا جائے تا کہ فریقین کا خون رائیگاں نہ جائے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کا خون بہایا جائے۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ مجھ کو آپ سے یہی امید تھی۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ کل صبح سورج نکلنے کے بعد اس میدان میں جو ریت کا ٹیلہ ہے وہاں اکیلے آ جاؤ، سردار وردان بھی وہاں اکیلے ہی آئیں گے۔ تم دونوں سردار کھلے دل سے گفتگو کر لینا اور صلح کی کوئی صورت طے کر لینا۔

داؤد نصرانی کی بات سن کر حضرت خالد خاموش ہو گئے اور گہری سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا کہ اگر رومی سردار اخلاص نیت سے صلح پر آمادہ ہوا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وہ کوئی مکر و فریب کی چال چلنا چاہتا ہے تو سن لو کہ ہم اہل عرب مکر و فریب کی جڑ تک پہنچ جاتے ہیں اور مکار کے مکر و فریب سے فوراً آگاہ ہو جاتے ہیں۔ داؤد نصرانی نے کہا کہ اے برادر! عربی آپ کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ کرو۔ بلکہ ہم پر اعتماد و بھروسہ رکھو۔ ہماری نیت میں خیر و بھلائی کے سوا کچھ بھی نہیں لہٰذا حضرت خالد نے آئندہ کل بتائی ہوئی جگہ پر آنے کا قبول کر لیا۔

داؤد نصرانی نے حضرت خالد کو وردان کے مکر و فریب سے مطلع کر دیا:

داؤد نصرانی نے حضرت خالد سے آئندہ کل آنے کا وعدہ لے کر رومی لشکر میں واپس جانے کے قصد سے اپنا گھوڑا موڑا اور چند قدم جانے کے بعد وہ ٹھہر گیا۔ اس کے دل میں حضرت خالد کا رعب بھر گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وردان نے ان کو مکر و فریب سے قتل بھی کر ڈالا پھر بھی وہ اسلامی لشکر کو شکست نہیں دے سکے گا۔ اسلامی لشکر کا حوصلہ پست نہیں ہوگا بلکہ اسلامی لشکر کے سپاہی اپنے سردار کا انتقام لینے دوہرے جوش و خروش سے لڑیں گے اور ان کے سردار کے قتل کی سازش کا تمام ذمہ میرے سر عائد کر کے مسلمان مجھ کو اور میرے اہل و عیال کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ میں خالد بن ولید کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان حاصل کر لوں۔ چنانچہ وہ واپس مڑا۔ حضرت خالد ابھی تک اپنی جگہ کھڑے کچھ سوچ رہے تھے۔۔ داؤد نصرانی ان کے قریب آیا اور کہا کہ اے برادر عربی! اگر میری اور میرے اہل و عیال کی جان بخشی کا وعدہ کرو اور امان دینے کا عہد کرو تو ایک ضروری امر کی اطلاع دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ داؤد نصرانی نے کہا کہ وردان نے آپ کے ساتھ مکر و فریب کرنے کا ارادہ کیا ہے اور داؤد نے وردان کی سازش کی پوری تفصیل کہہ سنائی۔ حضرت خالد نے داؤد سے فرمایا کہ جا میں نے تجھ کو امان دی۔ پھر داؤد نصرانی لشکر میں پلٹا اور وردان کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر کا سردار کل صبح ریت کے ٹیلے کے قریب گفتگو کرنے آئے گا۔ وردان یہ سن کر خوش ہوا اور کہا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ صلیب مجھ کو میرے عزم میں کامیابی اور فتح دے گی۔

خود اپنے دام میں صیاد آ گیا:

حضرت خالد بن ولید جب داؤد نصرانی سے گفتگو کر کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے تو وردان کی بیوقوفی پر مسکرا رہے تھے۔ ان کو مسکراتا دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا اے ابا سلیمان! تم کو اللہ ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے کیا بات ہے؟ حضرت

خالد نے حضرت ابوعبیدہ کو وردان کے مکر وفریب اور اس کے نمائندہ نے اس کے مکر وفریب سے آگاہ کرنے کی تفصیل بتائی۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ اس معاملہ میں تم نے کیا سوچا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں اکیلا جاؤں گا اور ان تمام سے نپٹ لوں گا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا قسم خدا کی! تم ان کے لئے کافی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہماری قوت اور طاقت کا استعمال کرنے کا حکم دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

(پارہ: ۱۰، رکوع: ۴، سورۃ الانفال آیت: ۶۰)

ترجمہ: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔ (کنز الایمان)

لہٰذا اے خالد! اس نے تمہارے لئے دس آدمی برائے حملہ مقرر کئے ہیں اور گیارہواں وہ خود ہے۔ اس لئے تم بھی اسی مقدار میں اپنے آدمیوں کو پہلے سے چھپا کر بٹھا دو۔ جب وردان اپنے آدمیوں کو پکارے تب تم بھی اپنے ساتھیوں کو پکارنا تاکہ برابر کا مقابلہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں پورا اسلامی لشکر مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار تیار رہے گا تاکہ تم وردان کو قتل کر دو اسی وقت ہم رومی لشکر پر یلغار کر دیں گے۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے امین الامت! میں آپ کی رائے کے خلاف نہ کروں گا۔ حضرت خالد نے اسلامی لشکر کے دس شجاع اشخاص کا انتخاب فرمایا۔ (۱) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۲) حضرت مسیّب بن نجیبۃ الفراری (۳) حضرت معاذ بن جبل (۴) حضرت ضرار بن ازور (۵) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن فضیل عدوی (۶) حضرت سعید بن عامر بن جریج (۷) حضرت ابان بن عثمان (۸) حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی (۹) حضرت زفر بن سعید بیاضی اور (۱۰) حضرت عدی بن حاتم الطائی۔ ان تمام حضرات کو حضرت خالد نے وردان کے مکر وفریب سے آگاہ کیا اور ان کو تاکید کی کہ تم ریت کے ٹیلہ کے دائیں طرف چھپ کر بیٹھ جاؤ اور جب میں پکاروں تب تم فوراً نکل کر میرے قریب آ جانا۔ حضرت ضرار بن ازور نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! اگر آپ اجازت دو تو ہم رات میں ہی ان چھپنے والے رومیوں پر حملہ کر دیں اور ان کو مار کر ان کی جگہ بیٹھ جائیں اور جب وردان اپنے آدمیوں کو آواز دے تب بجائے وردان کے آدمیوں کے ہم نکل کر آئیں۔ حضرت خالد حضرت ضرار کی بات سن کر ہنسے اور فرمایا کہ تمہاری تجویز بہت ہی عمدہ ہے جاؤ میں نے تم کو اس کام کی اجازت دی اور تمہارے ساتھیوں پر تم کو سردار مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا فرمائے۔

رات ہی میں رومی سپاہیوں کا صفایا اور حضرت ضرار کا مشن کامیاب:

جب رات ہوئی تو وردان نے اپنے منصوبہ کے تحت دس آدمیوں کو ریت کے ٹیلے پر بھیج دیا۔ وہ دس آدمی رات کے ابتدائی وقت میں وہاں پہنچ گئے اور ٹیلے کے قریب ایک کمین گاہ میں ٹھہرے۔ وہاں پہنچ کر وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتوں میں اور آئندہ کل اسلامی لشکر کے ساتھ کئے جانے والے مکر وفریب کے متعلق گفتگو کرنے میں مصروف رہے۔ پھر خوب شراب پی اور اپنے ہتھیار کھول کر سرہانے کے پاس رکھ کر سو گئے تاکہ صبح جلد ہو۔ رات کا جب تہائی حصہ باقی تھا تب حضرت ضرار بن

ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے کیمپ سے روانہ ہوئے۔ جب یہ تمام مجاہدین ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچے حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب یہاں توقف کرو۔ میں آگے جا کر دشمنوں کا سراغ معلوم کر کے آتا ہوں اور جب تک میں واپس نہ آؤں تم لوگ یہیں پر ٹھہرے رہنا اور ایک خاص تاکید کہ آپس میں گفتگو بھی مت کرنا تاکہ اگر دشمن یہیں کہیں قریب میں ہوں تو اس کو ہمارے آنے کا پتہ نہ چلے۔ پھر حضرت ضرار نے اپنی زرہ نیزہ اور دیگر ساز و سامان کو اتار دیا اور اوپر کا بدن عریاں کر کے ہاتھ میں تلوار لے کر دشمنوں کی کھوج میں چلے۔ حضرت ضرار بہت ہی احتیاط کے ساتھ اور کسی قسم کی آواز نہ ہو اس بات کا خیال رکھتے ہوئے سنبھل سنبھل کر چلتے تھے۔ رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اندھیری رات تھی مگر تاروں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ صبح قریب تھی۔ حضرت ضرار بہت ہی چوکنا ہو کر کان اونچے کر کے ہر طرف نظر دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے پر ان کے کان میں خراٹوں کی آواز آئی۔ حضرت ضرار اب بہت ہوشیار ہو گئے اور جہاں سے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی اس طرف بڑھے۔ قریب ہی میں دس رومی اپنے ہتھیار اپنے سرہانے رکھ کر گہری نیند میں سوئے پڑے تھے اور خراٹوں کی آواز بلند کر رہے تھے۔

حضرت ضرار فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا کہ بشارت ہو کہ رومی سپاہی عالم مستی میں غافل سوئے پڑے ہیں۔ تم سب اپنی زرہیں اتار دو، نیزے رکھ دو اور صرف ہاتھ میں ایک ایک تلوار لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ تمام مجاہدین حضرت ضرار کے کہنے کے مطابق روانہ ہوئے۔ حضرت ضرار نے ان کو حکم دیا کہ ہر مجاہد ایک ایک رومی کے سر کے پاس کھڑا ہو جائے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دے لیکن ایک ضروری امر کو فراموش نہ کریں کہ سب کی تلوار کی ضرب ایک ساتھ ہی ہونی چاہئے تاکہ ایک ہی وار میں سب ختم ہو جائیں۔ تلوار کی ضرب آگے پیچھے ہونے میں یہ خوف ہے کہ اس کے قریب والا بیدار ہو جائے اور مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے یا بھاگ جائے اور وردان کو مطلع کر دے اور ہمارے کئے کرائے پر پانی پھیر دے۔ تمام مجاہدین دبے پاؤں بہت ہی احتیاط برتتے ہوئے سوئے ہوئے رومی سپاہیوں کے قریب جا پہنچے۔ تمام رومی بدستور غافل سوئے پڑے تھے۔ ہر رومی سپاہی کے سر کے قریب ایک ایک مجاہد کھڑا ہو گیا۔ سب نے تلواریں تان لیں اور حضرت ضرار کے اشارے پر دس تلواریں ایک ساتھ رومیوں کی گردنوں پر گریں اور ایک ہلکی سی چیخ رومیوں کے حلق سے نکلی اور فوراً دب گئی۔ دس رومیوں کے بغیر سر کے جسم تھوڑی دیر تڑپے اور پھر ساکن ہو گئے۔

حضرت خالد اور وردان کی ملاقات، وردان کا قتل، رومی لشکر کی ہزیمت:

• دوسرے دن صبح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ سے رخصت کی اجازت حاصل کر کے ریت کے ٹیلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وردان بھی وہاں آ پہنچا۔ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر کر بیٹھ گئے۔ وردان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت خالد سے کہا کہ تم ہم سے اب کیا چاہتے ہو۔ حالانکہ تم نے ہمارے بہت انسانوں کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا بولو! اب کیا چاہئے! مانگو! جو مانگنا ہو وہ مال مانگو! میں تم کو مطالبہ کیا ہوا مال بطور صدقہ اور خیرات دینے میں بخل نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم قحط زدہ ملک کے ننگے اور بھوکے لوگ ہو لہٰذا مناسب مطالبہ کرو، تم کو ضعیف و لاغر سمجھ کر بطور امداد عنایت کروں گا۔ وردان نے

اس طرح کی ترش و تلخ گفتگو سے بات کا آغاز کیا۔ کیونکہ وہ صلح کرنے آیا ہی نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح کی بات چیت سے معاملہ تو تو ،مَیں مَیں، سے ہاتھا پائی تک پہنچ جائے اور ریت کے ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے میرے آدمیوں کو جلد از جلد پکارنے کی نوبت پیش آ جائے لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ اس کے آدمی رات میں ہی فی النار جہنم ہو گئے ہیں۔ حضرت ضرار نے وردان کے دسوں آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے کپڑے اور ہتھیار لے لئے تھے اور ان کی لاشوں کو ایک گڑھا کھود کر ڈال دیا اور اوپر سے ریت ڈال کر زمین ہموار کر دی اور ان رومیوں کے کپڑے سب مجاہدوں نے پہن لئے تھے تا کہ اگر وردان کا کوئی نمائندہ ان کی حرکت پر نگرانی کرتا ہو تو دور سے ایسا معلوم ہو کہ رومی سپاہی بیٹھے ہوئے ہیں۔

وردان کی اس طرح کی گفتگو کا منشاء حضرت خالد اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کسی طرح جھگڑا مول لینا چاہتا ہے حالانکہ حضرت خالد بھی یہی چاہتے تھے۔ حضرت خالد کے لئے تو من بھاتا معاملہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نصرانی کتے! اللہ تعالیٰ نے ہم کو صدقہ اور خیرات سے بے پروا کر دیا ہے۔ ہم تیرے صدقات و خیرات کے محتاج نہیں اگر تو اسلام قبول نہیں کرتا تو جزیہ ادا کر اور وہ بھی اس طرح کے ادائے جزیہ سے تو ذلیل و خوار ہو۔ ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم ہے۔ ہم تا دم مرگ تم سے قتال کرتے رہیں گے اور ہاں! تو نے ہم کو ضعیف اور لاغر گردانا ہے لیکن تم ہمارے نزدیک مثل کتوں کے ہو۔ ہمارا ایک مجاہد تمہارے ایک ہزار سپاہی کو ضعیف و کمزور سمجھ کر ان سے بھڑنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے نصرانی مکار فریبی! تو نے مجھ کو یہاں صلح کی گفتگو کرنے بلایا ہے لیکن تو نے صلح کی گفتگو کرنے کے بجائے ہماری تذلیل و توہین کا رویہ اختیار کیا ہے اور اگر تو گفتگو کے بہانے میرے ساتھ مکر و فریب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو دیکھ! میں اپنے لشکر سے دور یہاں اکیلا ہوں۔ تیرا جو بھی ارادہ ہو وہ ظاہر کر، میں انشاء اللہ تیرے لئے کافی ہوں۔

حضرت خالد کا یہ دندان شکن جواب سن کر وردان کھڑا ہو گیا اور چھلانگ لگا کر حضرت خالد کے دونوں بازو پکڑ کر چمٹ گیا۔ حضرت خالد نے بھی اس کو برابر دبوچ لیا۔ وردان زور سے چلانے لگا کہ اے میرے وفادار محافظو! جلدی دوڑو، میں نے عربوں کے سردار پر قابو پا لیا ہے، جلدی آؤ اسے قتل کر دو۔ وردان کی آواز سن کر ٹیلے کی پشت میں چھپے ہوئے صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجلی کی سرعت سے دوڑے۔ سب نے تلوار ہاتھ میں لے لیں تھیں اور حضرت ضرار سب سے آگے کھلی تلوار لئے مثل شیر کے جوش و خروش سے جست لگاتے ہوئے آ رہے تھے۔ وردان نے گمان کیا کہ میرے آدمی آ رہے ہیں۔ اس کا دل باغ باغ ہو گیا لیکن ایک لمحہ میں اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ حضرت ضرار کو تیز آندھی کی مانند اپنی طرف آتے دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں سنسنانے لگے۔ پورے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ہاتھ کی پکڑ ڈھیلی ہو گئی، حضرت خالد کو چھوڑ دیا اور حضرت خالد کے قدم پکڑ کر گڑ گڑانے لگا اور کہا کہ اے خالد! تم مجھ کو جلدی مار ڈالو مگر اس شیطان کو (معاذ اللہ حضرت ضرار کی طرف اشارہ کیا) مجھ سے دور رکھو، اس کی صورت دیکھ کر میرا برا حال ہو رہا ہے۔ حضرت خالد نے بہت ہی سکون سے جواب دیا کہ اطمینان رکھو! وہی تمہارے قاتل ہیں۔ اتنی دیر میں تو حضرت ضرار آ پہنچے اور انہوں نے وردان پر وار

کرنے کا قصد کیا لیکن حضرت خالد نے ان کو ہاتھ کے اشارہ سے منع کیا لہٰذا وہ رک گئے۔ حضرت ضرار کے ساتھی بھی اب آ پہنچے۔ کل گیارہ مجاہدوں کے حصار کے بیچ میں رومی لشکر کا سردار کسمپرسی کے عالم میں زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ تمام مجاہدوں نے تلواریں سونت لی تھیں، اور حضرت خالد کے حکم کے منتظر تھے۔ وردان مارے ڈر کے کانپ رہا تھا۔ حضرت خالد کے اور مجاہدوں کے قدموں پر لوٹتا تھا۔ روتا ہوا گڑگڑاتا تھا۔ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکلتی تھی اور وہ ا......ما......ن......ا......ما......ن کہہ کر التجا کرتا تھا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ امان اس کو دی جاتی ہے جو امان کا مستحق ہوتا ہے۔ تو نے صلح کے بہانے مکر وفریب کا جال بچھایا اور خود پھنس گیا۔

''وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ'' (پارہ:۳، رکوع:۱۳، سورۂ ال عمران، آیت:۵۴)

ترجمہ: ''اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔'' (کنز الایمان)

حضرت خالد نے اتنا فرمانے کے بعد حضرت ضرار کی طرف دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں حکم دے دیا اور حضرت ضرار نے وردان کی رگ شانہ پر تلوار کا وار کیا۔ چخ......ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وردان کی موت کی ہچکی بھی نہ نکلی اور اس کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو گیا۔ حضرت ضرار کی متابعت میں ان کے ساتھیوں نے بھی چخا چخ، تلواریں ضرب زدن کیں اور وردان کے ناپاک جسم کو کئی ٹکڑوں میں منقسم کر دیا۔

رومی لشکر پر لشکر اسلام کی یورش اور رومیوں کی شکست فاش:

حضرت خالد نے وردان کے سر کو تلوار کی نوک پر لٹکایا اور اپنے ساتھیوں کو رومی لشکر کی جانب جانے کا حکم دیا۔ تمام مجاہدین رومی لشکر کی طرف بڑھے۔ حضرت خالد ان کے آگے تھے اور ان کے ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کی نوک پر وردان کا سر تھا۔ جب اس ہیئت سے رومیوں نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سمجھے کہ وردان اپنے مکر وفریب میں کامیاب ہو گیا ہے اور اسلامی لشکر کے سردار کا سر کاٹ کر اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ آ رہا ہے لہٰذا رومی لشکر میں ناقوس بجنے لگے۔ صلبان بلند کی گئیں، اور رومی سپاہی تالیاں بجا کر ناچنے کودنے لگے۔ ادھر اسلامی لشکر سے حضرت ابوعبیدہ نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل وجگر پر چھریاں چلنے لگیں اور خوف کیا کہ حضرت خالد مبتلائے مصیبت ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے رومی لشکر پر یلغار کا حکم دیا۔ مجاہدین بڑے ہی جوش و خروش سے چھوٹے۔ بعض حضرت خالد کے لئے دعائیں مانگتے تھے اور بعض جوش انتقام میں چلاتے تھے۔

رومی لشکر فرط مسرت وانبساط میں محو رقص وسرور تھا کہ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گئے۔ تب رومیوں کو پتہ چلا کہ نوک شمشیر پر اسلامی لشکر کے سردار کا نہیں بلکہ ہمارے سردار وردان کا سر ہے۔ پھر کیا تھا؟ رومیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑنے لگیں رومی لشکر میں ماتم چھا گیا اور تھوڑی دیر پہلے جو خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے وہ سینہ کوٹنے لگے۔ حضرت خالد اب رومی لشکر کے بالکل قریب آ گئے تھے اور حضرت ابوعبیدہ بھی اسلامی لشکر لے کر پہنچنے کے قریب آ گئے تھے۔ حضرت خالد نے پکارا کہ اے رومیو! اے صلیب کے پوجنے والو! میں خالد بن ولید صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہوں۔ یہ سر تمہارے سردار کا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے وردان کے سر کو رومی لشکر پر

پھینکا اور رومی لشکر پر حملہ کیا۔ حضرت ضرار اور ان کے ساتھی بھی رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوعبیدہ بھی اسلامی لشکر لے کر آ گئے اور رومیوں پر یورش کر دی۔ مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کی جس کو سنتے ہی رومیوں کے دلوں کو پنکھے لگ گئے اور ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ رومیوں نے پیٹھ دکھائی اور بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدوں نے رومیوں کو نیزہ اور شمشیر کی نوک پر لیا اور جس طرح کھیتوں میں کاشت کاٹی جاتی ہے اس طرح رومیوں کو بکثرت کاٹا۔ رومی چاروں اطراف سے بھاگ رہے تھے اور اسلام کے مجاہدین ان کا تعاقب کرتے تھے۔ جو بھی ہاتھ لگتا تھا اسے تہ تیغ کرتے تھے۔ صبح سے لے کر عصر تک مجاہدوں نے رومیوں کو تہ تیغ کرنا جاری رکھا۔

ارباب سیر و اہل تاریخ بیان کرتے ہیں کہ نوے ہزار کے رومی لشکر سے پچاس ہزار رومی سپاہی مارے گئے اور باقی کے بھاگ نکلے۔ بعض قیساریہ (Strato's Tower) کی طرف اور بعض دمشق کی طرف بھاگ گئے۔ جنگ اجنادین کا معرکہ بروز سنیچر، ۲۸ جمادی الاول ۱۳ھ کے دن وقوع پذیر ہوا تھا۔ رومی لشکر کے سپاہی اپنے خیمے، مال و اسباب، کپڑے، ہتھیار وغیرہ چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بھاگے تھے۔ حضرت خالد نے وہ تمام مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا۔ بے شمار سونے کی صلیبیں، سونے چاندی کے برتن، سونے کی زنجیریں، ریشمی کپڑے، ہتھیار، خیمے اور دوسری قیمتی چیزیں ہاتھ آئیں۔ حضرت خالد نے تمام مالِ غنیمت محفوظ کر لیا اور فرمایا کہ یہ مال فتح دمشق کے بعد تقسیم کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اسی دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ فلسطین سے اجنادین پہنچے۔ قارئین کی مزید معلومات کے لئے گوش گزار ہے کہ جنگ اجنادین میں اسلامی لشکر کے چار سو پچہتر (۴۷۵) مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

☆ اب تک فتح ہونے والے مقامات:

(۱) اِرکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (اجنادین)

فتح اجنادین کی امیر المومنین کو اطلاع اور مدینہ منورہ سے نیا اسلامی لشکر ملک شام روانہ:

حضرت خالد بن ولید نے فتح اجنادین کی اطلاع کا تفصیلی خط امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، اصدق الصادقین، امام المتقین، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن حمید جمحی کو دیا اور اسی وقت روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک شام گئے ہوئے اسلامی لشکر کی بہت فکر تھی کیونکہ کئی دنوں سے ملک شام سے کوئی اطلاع نہیں آئی تھی لہٰذا آپ تشویش کے عالم میں روزانہ صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر مدینہ کے باہر ملک شام کی طرف جانے والے راستہ تک آتے تھے کہ شاید کوئی قاصد ملک شام سے پیغام لے کر آئے۔ حسب معمول آپ وہاں تشریف لے گئے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید وہاں پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو حضرت عبدالرحمٰن بن حمید نے آپ کو حضرت خالد کا خط دیا۔ پہلے آپ نے خط کو آہستہ آہستہ پڑھا لیکن جوں جوں پڑھتے جاتے تھے آپ کا چہرہ چمکتا جاتا تھا۔ پھر آپ نے باآواز بلند خط پڑھ کر اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام کو سنایا اور پھر مدینہ منورہ شہر میں واپس لوٹ آئے۔ مدینہ میں خبر پھیلی کہ ملک شام سے قاصد آیا ہے اور عظیم فتح کی خوشخبری لایا ہے تو لوگوں کا

جم غفیر مسجد نبوی کے پاس جمع ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد کا خط بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ خط سن کر مسلمانوں میں جہاد کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ صرف مدینہ منورہ ہی نہیں بلکہ مکہ معظمہ میں بھی جب یہ خبر بجلی کی طرح پہنچی تو وہاں سے بھی لوگ جہاد کے ارادے سے گروہ در گروہ مدینہ آ پہنچے۔

دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ طیبہ میں سات ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مکہ معظمہ سے جو مجاہدین آئے تھے ان میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور عیداق بن ہاشم بھی شامل تھے۔ یمن سے حضرت عمرو بن معدی کرب الزبیدی اور مالک اشتر نخعی بھی کثیر تعداد میں مجاہدین کو لے کر مع اطفال و مستورات آئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات ہزار کا لشکر ملک شام روانہ کیا اور لشکر کی روانگی کی اطلاع حضرت خالد بن ولید کو پہنچانے کے لئے ملک شام سے حضرت خالد کے قاصد کی حیثیت سے آئے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کو ہی لشکر کے آگے خط دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حمید امیر المومنین کا خط لے کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اکیلے روانہ ہو گئے تا کہ وہ جلد از جلد حضرت خالد کے پاس پہنچ کر انہیں امیر المومنین کا خط اور سات ہزار کے لشکر کی روانگی کی خبر پہنچا دیں۔

جنگ دمشق (بار دوم)

جس دن حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کو خط دے کر مدینہ منورہ امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ کیا تھا اسی دن انہوں نے اسلامی لشکر کو اجنادین سے دمشق کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا لشکر نے اجنادین سے اپنا کیمپ سمیٹ لیا اور دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اہل دمشق کو اجنادین میں رومی لشکر کی شکست فاش کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی لیکن انہیں یہ خبر ملی کہ اسلامی لشکر اب دمشق کی طرف آ رہا ہے تو وہ بہت گھبرائے۔ دیہات اور اطراف میں بسنے والے بھاگ بھاگ کر دمشق کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ قلعہ میں کافی تعداد میں غلہ اور اشیائے صرف جمع کر لیں تا کہ اگر اسلامی لشکر کا محاصرہ طول پکڑے تو ذخیرہ ختم نہ ہو۔ علاوہ ازیں ہتھیار اور سامان جنگ بھی مہیا کر لیا۔ قلعہ کی دیواروں پر منجنیق، پتھر، ڈھال، تیر، کمان وغیرہ سامان چڑھا دیا تا کہ قلعہ کی دیوار سے محاصرہ کرنے والے اسلامی لشکر پر حملہ کیا جائے۔

اسلامی لشکر کی تعداد اب کافی زیادہ تھی۔ تقریباً پچاس ہزار کے قریب لشکر کی کل تعداد تھی۔ اسلامی لشکر نے دمشق سے آدھے کوس کے فاصلہ پر ''دیر'' (وزیر خالد) نامی مقام پر کیمپ کیا۔ پھر اسلامی لشکر قلعہ کی طرف آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔

حضرت خالد بن ولید نے دمشق کے متفرق دروازوں پر حسب ذیل ترتیب سے سرداروں کو متعین فرمایا:

(۱) باب جابیہ پر — حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو
(۲) باب صغیر پر — حضرت یزید بن ابی سفیان کو
(۳) باب توما پر — حضرت شرحبیل بن حسنہ کو
(۴) باب فرادیس پر — حضرت عمرو بن العاص کو
(۵) باب کیسان پر — حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کو
(۶) باب شرقی پر — حضرت خالد بن ولید بذات خود
(۷) باب مرقش بند رہتا تھا، وہاں جنگ نہ تھی لہٰذا وہاں کسی کو نہ رکھا۔ وہاں لڑائی نہ تھی اس لئے مجاہدوں نے اس دروازے کا نام ''باب السلامہ'' رکھ دیا۔
(۸) حضرت ضرار بن ازور کو دو ہزار (۲۰۰۰) سوار کے ساتھ لشکر کے طلیعہ کی حیثیت سے مقرر کیا تا کہ وہ ہر باب پر

گشت کریں اور جہاں ضرورت ہو وہاں کمک کریں۔ علاوہ ازیں قلعہ کے باہر کوئی رومی جاسوس نظر آئے تو اس کو گرفتار کر کے حضرت خالد کے پاس بھیج دیں۔

جب رومیوں کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے تو وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی، ساتھ میں منجنیق (Sling) سے پتھر بھی برسانے شروع کئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کے نیچے سے تیروں سے جواب دیا۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید باب شرقی پر مصروف جنگ تھے کہ ان کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن حمید مدینہ طیبہ سے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کا خط لے کر آئے۔ حضرت خالد نے وہ خط پڑھا اور پھر ہر دروازہ پر وہ خط پڑھنے بھیجا۔ تمام دروازوں پر متعین سرداروں نے بلند آواز سے وہ خط پڑھ کر سنایا۔ تمام مجاہدین اس خط میں دی گئی اطلاع یعنی حضرت ابوسفیان، حضرت عمرو بن معدی کرب اور حضرت مالک اشتر نخعی کی مع سات ہزار کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت خالد موقع ملتے ہی تمام دروازوں پر گشت کرتے تھے۔ معائنہ کرتے تھے اور ضروری ہدایات کرتے تھے۔ صبح سے لے کر شام تک فریقین نے ایک دوسرے پر تیر اور پتھر پھینک کر حملے کئے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ آیا۔ غروب آفتاب کے وقت جنگ موقوف کر دی گئی۔ رات کے وقت تمام اسلامی سردار اپنے محاذ پر ٹھہرے رہے۔ ہر دروازے پر مجاہدین بلند آواز سے تکبیر اور تہلیل کہتے تھے اور اپنی بیداری کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ ماحول کو گرما کر رومیوں کو مرعوب کرتے تھے۔ رومی بھی گھنٹے بجا کر اور کلمات کفر بول کر شور وغل مچاتے تھے اور ہاتھ میں شمعیں روشن کئے قلعہ کی فصیل پر گھومتے تھے۔ رومیوں نے اس کثرت سے مشعلیں روشن کی تھیں کہ رات کے وقت بھی دن کا اجالا معلوم ہوتا تھا اور آس پاس کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے ہر دروازے پر گشت کرتے تھے۔ اور سخت نگہبانی کرتے تھے۔

رات کے وقت اہل دمشق کا حاکم توما کے پاس برائے مشورہ جمع ہونا:

رات کے وقت دمشق کے رؤسا، امراء اور دانشمند لوگ حاکم توما کے محل میں آئے اور حاکم توما سے کہا کہ مسلمانوں نے لشکر جرار کے ساتھ ہم پر یورش کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے لہٰذا تم ہرقل بادشاہ سے کمک طلب کرو یا پھر مسلمانوں سے مصالحت کر لو اور وہ جو مانگیں وہ دے کر ان کو یہاں سے رفع دفع کرو کیونکہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم ذہنی الجھن اور بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ توما حاکم نے تکبر اور غرور کے نشے میں دھت ہو کر کہا کہ ہرقل اعظم کے سر کی قسم! میں عربوں کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں سمجھتا ہوں۔ میں جب ان کے مقابلے کے لئے نکلوں گا تب تم دیکھنا کہ میں ان کی صفیں الٹ دوں گا اور اگلوں کو پچھلوں سے ملا دوں گا۔ میں ہرقل اعظم کا داماد اور ماہر جنگ ہوں۔ ملک شام میں میرا کوئی ثانی نہیں۔ میرا وہ رعب اور دبدبہ ہے کہ اگر میں شہر پناہ کے دروازے کھول بھی دوں تو ان عربوں کو میرے ہوتے ہوئے شہر میں پاؤں رکھنے کی بھی جرأت نہ ہوگی۔ اہل دمشق نے کہا کہ اے ہمارے حاکم! تم نے ان عربوں کو لڑتے نہیں دیکھا۔ ان کی دلیری کا یہ عالم ہے کہ ان کے لشکر کا ضعیف اور بوڑھا شخص ہمارے پندرہ بیس نوجوانوں پر اکیلا بھاری پڑتا ہے۔ اور ان کا

سردار خالدؓ بن ولید ایسا خطرناک ہے کہ ہمارا کوئی شہ زور اس کا مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ حاکم توما نے کہا کہ خواہ مخواہ عربوں سے اتنا ڈرتے ہو۔ ان ننگے بھوکے عربوں سے کیا ڈرنا کہ جن کے پاس جنگ کا ساز و سامان بھی نہیں۔ اہل دمشق نے کہا کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ فلسطین، بیت لہیا، شحورا، نہر استریاق اور اجنادین میں انہوں نے ہمارا اتنا ہتھیار چھینا ہے کہ ان کے پاس ضرورت سے دگنا ہتھیار ہے۔ یہ جب ملک شام میں آئے تھے تب ان کے پاس سامان جنگ کہاں تھا؟ اس کے باوجود ہم پر غالب آ گئے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ جو کافر میدان جنگ میں مارا جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو مسلمان جہاد کرتے ہوئے مرے گا۔ وہ جنت میں جائے گا لہٰذا وہ اپنے نبی کے وعدہ پر کامل اعتماد رکھ کر جان ہتھیلی میں لے کر لڑتے ہیں اور موت کی پروا نہیں کرتے لہٰذا اے حاکم! کسی بھی صورت سے یہ مسئلہ حل کر۔ چاہے صلح سے ہو یا پھر دلیری سے لڑ کر۔ ورنہ ہم ان عربوں سے صلح کر لیں گے اور ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔

اہل دمشق کی یہ دھمکی سن کر حاکم توما کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں میری قوم اپنا کہنا کر کے نہ دکھا دے۔ لہٰذا اس نے اہل دمشق کو ڈھارس دلاتے ہوئے کہا کہ ہرقل بادشاہ کا لشکر جرار عنقریب ہماری کمک کرنے آ رہا ہے اور آئندہ کل میں بذات خود ان سے لڑنے نکلوں گا اور ان کو پس کر رکھ دوں گا۔ ان کے سرداروں کو تو ایک ایک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ لیکن تم بھی میری طرح ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیتے ہوئے میرے ساتھ عربوں کا مقابلہ کرو۔ یقین جانو کہ اگر تم نے بہادری سے عربوں کا مقابلہ کیا تو ان کے قدم اکھڑ جائیں گے اور راہ فرار اختیار کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہے گا۔ تم خواہ مخواہ ان کی شہ میں آ گئے ہو اور ڈرتے ہو۔ تم کل دیکھنا کہ عربوں کا بھرم کھل جائے گا اور ان کی بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ میں کل عربوں پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو کر ان کو تباہ کر دوں گا۔ اہل دمشق حاکم توما کی شیخی بھری باتوں میں آ گئے اور کہا کہ اے سردار! ہم تمہارے ساتھ شانہ سے شانہ ملا کر آخری دم تک عربوں سے لڑیں گے۔ حاکم توما اہل دمشق کے عہد و پیمان سے مسرور ہوا اور ان کو تسلی دے کر رخصت کیا۔ اہل دمشق نے حاکم توما کا شکریہ ادا کیا اور مطمئن ہو کر اس کے پاس سے اپنے گھر چلے گئے۔ تمام رومیوں نے آئندہ کل اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے کا مصمم عزم و ارادہ کر لیا۔ رات سکون سے بسر ہوئی۔ دونوں لشکر کے نگہبان اپنی ذمہ داری رات بھر نبھاتے رہے یہاں تک کہ شب تار کی سیاہ زلفوں کے بادل بکھر گئے اور روشنی بکھیرتی ہوئی صبح کی پو پھٹی۔

”جنگ دمشق کا دوسرا دن“

جب صبح صادق ہوئی تو ہر سردار نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ جماعت سے نماز فجر پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر حملہ کرنے قلعہ کی طرف آگے بڑھے۔ رومیوں نے اسلامی لشکر کو قلعہ کی فصیل کی طرف آتے دیکھ کر چلانا اور پکارنا شروع کیا۔ ہزاروں کی

تعداد میں تیرانداز کمان میں تیر چڑھا کر حملہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ منجنیق چلانے والوں نے منجنیقیں پتھروں سے آراستہ کر لیں۔

حضرت خالد نے اسلامی لشکر کو حکم دیا تھا کہ کوئی بھی شخص سوار ہو کر مقابلہ کرنے نہ جائے بلکہ پاپیادہ جائے اور اپنے آپ کو ڈھال کی آڑ میں چھپا کر بہت ہی احتیاط برتتے ہوئے آگے بڑھے کیونکہ رومی دشمن قلعہ کی دیوار سے تیر اور پتھر برساتے ہیں لہٰذا ہر باب پر اسلامی لشکر پیادہ ہی قلعہ کی طرف گے بڑھا۔ جیسے ہی اسلامی لشکر قریب آیا رومیوں نے شدت سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے لیکن لشکر اسلام کے جانباز مجاہد ثابت قدم رہے۔ باب توما پر حاکم توما رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور اکساتا تھا۔ اس کے ساتھ دمشق کا سب سے بڑا راہب تھا۔ راہب کے ہاتھ میں سونے کی ''صلیب اعظم'' تھی۔ اس بڑے راہب نے صلیب اعظم کو باب توما کے برج پر گاڑ دیا۔ اور اس کے پاس بہت سے راہب، بطریق اور دین نصرانیہ کے عابد جمع ہوئے۔ ایک نصرانی عالم کے ہاتھ میں انجیل تھی۔ اس نے انجیل کو صلیب کے پاس رکھا۔ پھر تمام راہبوں نے بلند آواز سے کلمۂ کفر کہے اور توما کے لئے بوسیلہ صلیب و انجیل دعا مانگی۔ دعا کے اختتام پر حاکم توما نے سختی سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابان بن سعید بن عاص کی شہادت:

باب توما پر حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول اپنے لشکر کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ جب حاکم توما نے شدت سے تیر اور پتھر برسائے تو حضرت شرحبیل کے ساتھیوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور سخت لڑائی لڑے۔ بہت سے مجاہد زخمی ہوئے۔ کسی کا سر پھٹا، کسی کا ہاتھ ٹوٹا، کسی کا پاؤں گھائل ہوا، کسی کے بازو میں تیر گھس گیا۔ الغرض تمام دروازوں کے مقابلے میں باب توما پر رومیوں کا حملہ بہت شدید تھا۔ حضرت ابان بن سعید بن عاص کو ایک زہر آلود تیر لگا۔ تیر کو نکال کر حضرت ابان نے زخم پر عمامہ باندھ لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا۔ حضرت ابان بن سعید غش کھا کر گرے۔ مجاہدین ان کو اٹھا کر خیمہ میں لے آئے۔ اور ان کا علاج کرنے کی غرض سے زخم پر باندھا ہوا عمامہ کھولا۔ حضرت ابان کی حالت بہت نازک تھی۔ بچنے کی بہت کم امید تھی۔ زہر کا اثر ان کے جسم سے ظاہر ہو رہا تھا۔ حضرت ابان کو اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ اب زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ دارالفنا سے دارالبقاء کی طرف جانے کا وقت آ گیا ہے۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ بقول:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت ابان بن سعید نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا گویا وہ کوئی منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب چمک پھیل گئی۔ اور وہ انگلی اٹھا کر آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پکار اٹھے کہ:

''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ= ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ''

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہ ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا ہے اور رسولوں نے تصدیق کی ہے۔''

کہنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ بقول:

جان دے دو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت ابان بن سعید کا نکاح اجنادین کی جنگ کے دوران ہوا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ اُمّ ابان بنت ربیعہ کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ اور ان کے ہاتھ وسر میں عطر کی خوشبو ابھی تک باقی تھی۔ حضرت اُمّ ابان کا شمار ملک عرب کی ان شجاع اور دلیر خواتین میں ہوتا تھا جو راہ خدا میں دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیش پیش رہتی تھیں۔ جب ان کو اپنے سرتاج کی شہادت کی اطلاع ملی تو بھاگتی ہوئی اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی آئیں اور اپنے شوہر کی لاش کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ غم واضطراب میں سراپا ڈوبی تھیں لیکن صبر واستقلال کا پیکر بنی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امیدوار تھیں۔ اپنی زبان سے ناشکری کا ایک لفظ بھی نہیں نکالا۔ اپنے شوہر کو مخاطب کر کے ان کے ہجر وفراق میں اشعار کہتی تھیں۔ ان عربی اشعار کا صرف ترجمہ ذیل میں پیش خدمت ہے:

''گوارا ہو تم کو وہ چیز جو دی گئی ہے' تم تو حورعین کی طرف اور سایہ پروردگار کی طرف چل دیئے' اس پروردگار عالم کی طرف چل دیئے جس نے ہم دونوں کو ملایا تھا پھر جدا کر دیا۔ قسم ہے رب جہاں کی! میں ہر حال میں جہاد کروں گی اور کوشش کروں گی کہ تم سے جلد از جلد مل جاؤں کیونکہ میں تمہاری آرزومند ہوں۔ تھوڑے ہی دنوں کی رفاقت میں نہ تم مجھ سے آسودہ ہوئے اور نہ میں تم سے سیراب ہوئی مگر اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم میں جدائی واقع ہو' میں نے حرام کیا اپنے اوپر اس امر کو کہ تمہارے بعد کوئی دوسرا شخص مجھ کو مَس کرے' میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کی اور عنقریب تم سے آملوں گی' اللہ سے امید کرتی ہوں کہ یہ امر جلد واقع ہو۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۹۷)

حضرت خالد بن ولید نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابان بن سعید کو دفن کیا۔ حضرت ابان بن سعید کی تدفین تک ان کی زوجہ نے مطلق آہ وگریہ نہ کیا۔ بلکہ صبر وتحمل سے کام لیا۔

حضرت ابان بن سعید کی زوجہ حضرت اُمّ ابان بنت عتبہ کی شجاعت:

حضرت ابان بن سعید کی تدفین کے بعد حضرت اُمّ ابان اپنے خیمے کی طرف پلٹیں لیکن ان کا ہر قدم ایک عزم محکم اور پختہ ارادے کے ساتھ اٹھ رہا تھا۔ اپنے شوہر کے انتقام کا ولولہ موجزن تھا۔ اپنے خیمہ میں آکر ہتھیار تھامے۔ اپنے چہرے پر کپڑا باندھا اور اپنی ہیئت بدل ڈالی اور حضرت خالد بن ولید سے اجازت لئے بغیر باب توما پر حضرت شرحبیل بن حسنہ کے لشکر

میں آ کر شامل ہو گئیں جہاں ان کے شوہر شہید ہوئے تھے۔ باب توما پر اس وقت سخت لڑائی جاری تھی۔ حضرت اُمّ ابان ال
مجاہدوں میں شامل ہو کر سخت لڑائی لڑتی تھیں۔ باب توما کی برج پر ایک شخص حاکم توما کے آگے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں
''صلیب اعظم'' تھی اور وہ صلیب سونے کی تھی اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ صلیب اعظم اٹھانے والا شخص
رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور صلیب کے وسیلہ سے فتح و کامیابی کی دعا مانگتا تھا۔ حضرت اُمّ ابان نے اس شخص کا نشانہ ل
اور تیر چلایا۔ تیر نے مطلق خطا نہ کی اور برابر نشانہ پر لگا۔ تیر لگتے ہی صلیب اٹھانے والا تلملا اٹھا اور تیر کی ضرب لگنے کی وجہ سے
اچھلا اور اس کے ہاتھ سے صلیب چھوٹ کر نیچے گری۔ صلیب کے گرتے ہی مجاہدین نے لپک کر اس کو اٹھا لیا اور حضرت
شرحبیل بن حسنہ کے حوالے کر دیا۔ شہر پناہ کی دیوار سے حاکم توما نے دیکھا کہ صلیب اعظم نیچے گر کر مسلمانوں کے قبضہ میں
گئی ہے تو وہ بوکھلا گیا اور اسے اپنی ہلاکت کا خوف محسوس ہوا۔ حاکم توما نے رومیوں کو پکار کر کہا کہ اے صلیب کے پرستارو
ہماری بزرگ اور مقدس صلیب عربوں نے چھین لی ہے۔ ہمارا مذہبی شعار دشمنوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور یہ امر ہمارے
لئے باعث عار و ندامت ہے۔ میں صلیب اعظم کو واپس لینے میدان میں جاتا ہوں۔ جس کے دل میں دین مسیح کی تعظیم و
احترام ہو وہ میرا ساتھ دے۔ یہ کہہ کر حاکم توما سرعت سے زینہ اتر کر نیچے آیا اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھولتے ہی
رومی لشکر بھی حاکم توما کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔

میدان میں آ کر توما نے مجاہدوں پر تیر اور پتھر برسانے شروع کئے۔ قلعہ کی دیوار سے بھی حملہ کی سختی ہوئی لہٰذا حضرت
شرحبیل نے مجاہدوں کو پیچھے ہٹ کر دیوار سے اتنے فاصلہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا کہ دیوار کے اوپر سے پھینکے جانے والے تیروں
اور پتھروں کا ڈر نہ رہے۔ لہٰذا مجاہدوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ حاکم توما یہ سمجھا کہ میں دروازہ کھول کر لڑنے میدان میں آیا
ہوں اس لئے مسلمان میرے رعب و خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ رومی لشکر کے سپاہیوں نے بھی یہی گمان کیا اور
قلعہ کی دیوار پر موجود رومیوں نے بھی ایسا ہی سوچا۔ لہٰذا ان کے حوصلے بلند ہوئے اور کثرت سے رومی قلعہ سے نکل کر میدان
میں آنے لگے۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ مجاہدوں نے بڑی ثابت قدمی سے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ رومیوں کی تعداد
بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی اور حاکم توما سب کو ترغیب دیتا تھا۔ حاکم توما مست اونٹ کی مانند جھومتا ہوا دائیں بائیں حملہ کرتا ہوا
آگے بڑھ رہا تھا۔ اپنی حفاظت کے لئے رومی گبروں اور دلیروں کا گروہ اپنے اردگرد رکھا تھا دفعۃً توما نے دیکھا کہ صلیب اعظم
حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مثل چیتے کے جست لگا کر حضرت شرحبیل پر حملہ آور ہوا۔ توما نے چلا کر اور فحش
گالی دیتے ہوئے حضرت شرحبیل سے کہا کہ تم پر ہلاکی لانے والی بلا بشکل توما آ پہنچی ہے، اپنی جان کی خیریت چاہتے ہو تو
صلیب میرے حوالے کر دو۔ حضرت شرحبیل نے صلیب کو زمین پر ڈال دیا اور تلوار و ڈھال لے کر توما کے مقابلہ میں آ گئے
دونوں میں شدت کی شمشیر زنی شروع ہو گئی توما صلیب کی وجہ سے غضبناک ہو کر بہت ہی زور سے وار کرتا تھا اور حضرت
شرحبیل توما کے تمام وار ڈھال پر لے کر خالی پھیرتے تھے لہٰذا توما مشتعل ہو کر حملے کی شدت میں اضافہ کرتا تھا اور قریب تھا کہ
ب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

حضرت ام ابان نے حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ توما کولڑتے دیکھ کر مجاہدوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ بتایا گیا ...ی شخص دمشق کا حاکم توما ہے جو ہرقل بادشاہ کا داماد ہے اور اسی نے تمہارے شوہر کو شہید کیا ہے۔ اپنے شوہر کے قاتل کو اپنی ...ظروں کے سامنے دیکھ کر حضرت ام ابان کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔ فوراً کمان میں تیر چڑھایا اور توما کا نشانہ باندھا اور ...بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' کہہ کر تیر پھینکا۔ تیر توما کی دائیں آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ تیر لگتے ہی توما بھیڑیے کی ...رح چیخا۔ حضرت اُمّ ابان نے دوسرے تیر کو کمان میں رکھ کر نشانہ باندھا توما پر ماریں مگر توما کے محافظوں نے توما کو گھیرے ...ں لے لیا۔ حضرت اُمّ ابان نے پے درپے تیر برسائے اور کئی رومیوں کو زخمی کر دیا۔ دو گبروں کو جہنم رسید کر دیا۔ تیر لگنے کی ...جہ توما نڈھال ہو گیا اور شدت درد سے بھونکنے لگا اور پیٹھ پھیر کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کی طرف بھاگا۔ توما کو بھاگتا دیکھ ...کر تمام رومی سپاہی بھی قلعہ کی طرف بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا اور قلعہ کے دروازے تک پہنچا دیا اور اس دوران ...بن سو رومیوں کو قتل کر ڈالا۔

حاکم توما اور رومی قلعہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ حاکم توما درد کی وجہ سے بری طرح ڈکرتا تھا۔ فوراً جراحوں ...ر معالجین کو بلایا گیا۔ حاکم توما کی آنکھ کی مرہم پٹی کی گئی۔ اہل دمشق نے توما سے کہا اے سردار! آج ہم پر دو مصیبتیں آئیں۔ ...یک تو یہ کہ ہم سے صلیب اعظم چھین لی گئی اور دوسری یہ کہ تیری آنکھ پھوٹ گئی۔ اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ ان عربوں سے ...قابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ آج کے دن کی فضیحت سے نصیحت حاصل کر اور عربوں سے مصالحت کی کوئی صورت ...ختیار کر۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ جاگتے کی کٹیا سوتے کا کٹڑا پر عمل کرنا مناسب ہے لہٰذا تیرے دماغ کو چوتھے آسمان سے ...زمین پر لا اور ہماری بات دماغ میں بسا۔

حاکم توما کی شیخی، ہوا کو گرہ دینے کی باتیں کرنا:

حاکم توما اپنی آنکھ کے زخم کی کلفت سے بے چین و بیقرار تھا۔ لوگوں کی باتیں سن کر مزید پریشان ہوا۔ غضب ناک ہو کر کہا کہ ایسا بزدلانہ مشورہ دے کر تم اپنے ضمیر کے مردہ ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ ہماری صلیب اعظم ہم سے چھین لی گئی اس سے بڑا صدمہ کیا ہو سکتا ہے؟ میری آنکھ ضائع ہوئی لیکن یقین جانو کہ مقدس صلیب عربوں سے واپس حاصل کروں گا اور میری ایک آنکھ کے بدلے عربوں کی ہزار آنکھیں پھوڑوں گا تاکہ شاہ ہرقل کو معلوم ہو جائے کہ اس کے بہادر داماد نے اپنا بدلہ لے لیا۔ اے صلیب کے پرستارو! میں عنقریب عربوں کے سردار کے ساتھ فریب کر کے مار ڈالوں گا اور ان کو ملک شام سے بھگا دوں گا۔ ہمارا جو مال و اسباب انہوں نے لوٹا ہے وہ ان سے چھین کر واپس لے لوں گا بلکہ ایک لشکر لے کر ملک حجاز پر یورش کروں گا اور ان کے سردار ابوبکر تک پہنچ جاؤں گا اور ان کی نشانیوں یعنی خانہ کعبہ اور روضۂ انور کو مٹا دوں گا۔ ان کی مسجدوں کو کھود ڈالوں گا۔ ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر کے اجاڑ دوں گا۔ ان کے گھروں کو گوہوں اور وحشی جانوروں کا مسکن بنا دوں گا۔ اس طرح توما کافی دیر تک بکواس کرتا رہا۔ پھر وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھا۔ رومیوں کو لڑنے کی ترغیب دینے لگا۔ پورا دن جنگ جاری رہی یہاں تک کہ آفتاب نے اپنا چہرہ افق کے ریشمی آنچل کے کناروں میں چھپا

دیا۔ جنگ موقوف۔ گزشتہ شب کی طرح آج بھی اسلامی لشکر کے سردار اپنے اپنے مقام پر ٹھہرے۔ تمام دروازوں اذان کہی گئی اور عشاء کی نماز با جماعت پڑھی گئی۔

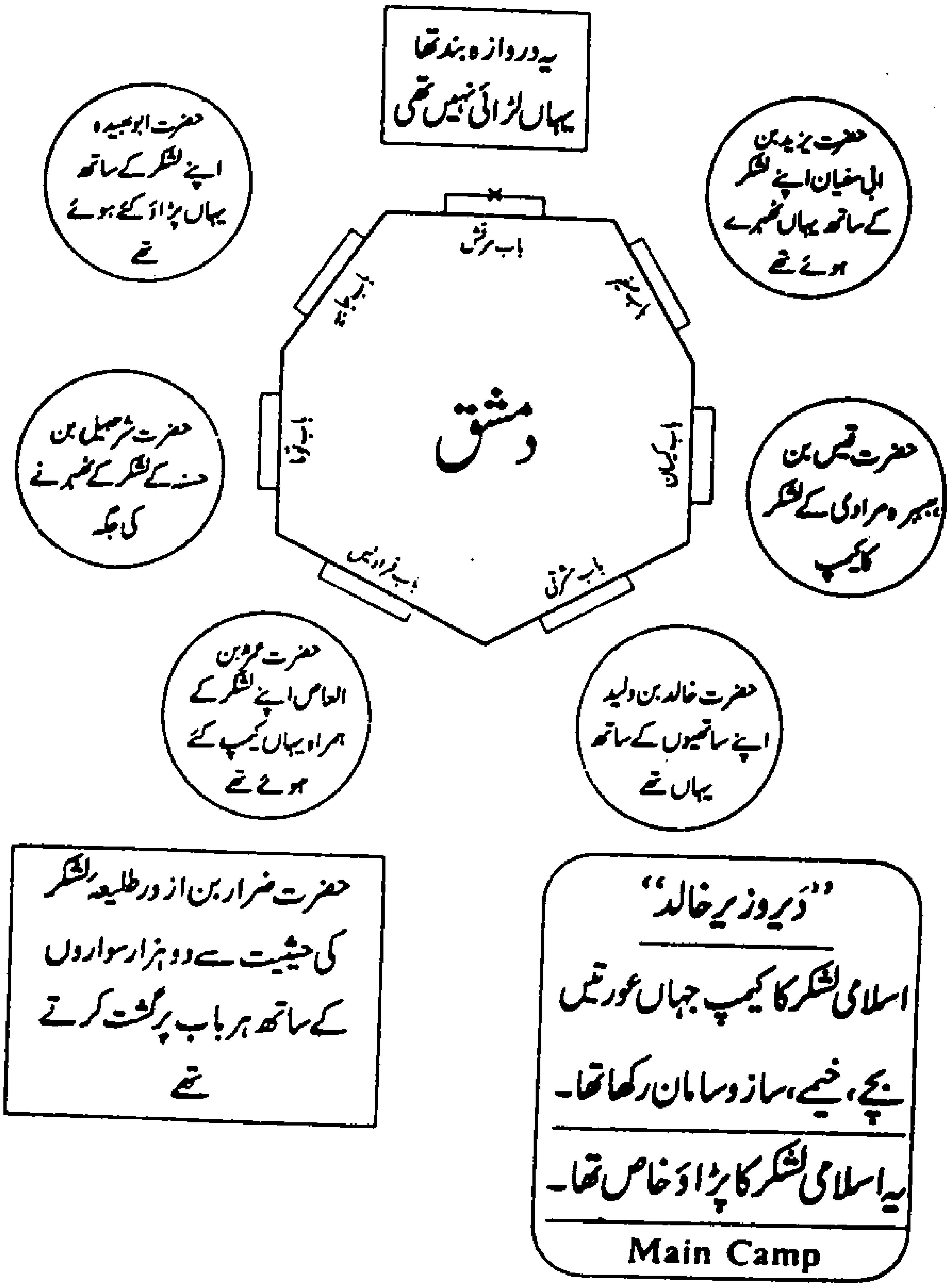
رات میں سوئے ہوئے اسلامی لشکر پر حاکم دمشق کا حملہ:

رات کے وقت حاکم توما نے رومی لشکر کے تمام سرداروں اور شہر کے معزز و جنگ جو لوگوں کو اپنے محل میں بلائے اور کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے وہ یہ ہے کہ ہم تعداد میں اور اسلحہ میں مسلمانوں سے بہت زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر ہمارے شہر کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ قلعہ کے چھ دروازوں پر ان کے الگ الگ سردار اپنا لشکر لے کر ٹھہرے ہیں لہٰذا آج رات میں جب مسلمان غافل سوئے پڑے ہوں تب ہم سب یکبارگی ان پر حملہ کر دیں اور انہیں ختم کر دیں۔ حملہ کی صورت یہ ہوگی کہ تمام دروازوں کے پاس ہمارے بہادر لڑنے والے جمع ہو جائیں اور پوری طرح مسلح ہوں۔ تمام دراز ایک ہی وقت اور ایک ساتھ کھولے جائیں اور تمام دروازوں سے ہم نکلیں اور شبخون مار دیں۔ حملہ کرنے کے لئے ناقوس بجا جائے گا۔ ناقوس کی آواز سن کر تمام دروازے کھول دیئے جائیں اور ہر دروازے سے نکل کر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو ما ڈالیں۔ اہل دمشق نے حاکم توما کی تدبیر کو بہت پسند کیا اور تمام اہل دمشق رات میں اسلامی لشکر پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

آدھی رات کا جب وقت ہوا تو توما نے ہر باب پر جدا جدا گروہ کو مقرر کیا اور سب کو ہدایت و نصیحت کی مثلاً باب شرقی والے گروہ سے کہا کہ تم بہت احتیاط سے کام لینا کیونکہ اس دروازہ پر مسلمانوں کا سردار ہے۔ اسی طرح ہر باب کے گروہ کو متنبہ کیا۔ ہر دروازے پر گشت اور معائنہ کرنے کے بعد توما نے ناقوس بجانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجتے ہی قلعہ کے تمام دروازے کھول دیئے گئے ہر دروازے سے رومی لوگ مثل پھیلی ہوئی ٹیڑھیوں کے نکلنے شروع ہوئے۔ تمام نے زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں تلوار، نیزہ وغیرہ تھے۔ قلعہ سے باہر آ کر تمام رومی متفرق اسلامی کیمپوں پر ایک ساتھ حملہ آور ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید نے ''وَا مُحَمَّدَاہُ'' پکارا:

آدھی رات کے بعد جب رومی حملہ کرنے قلعہ سے باہر آئے تب کچھ مجاہدین مشغول عبادت ہو کر شب بیداری کر رہے تھے۔ اور کچھ تہجد کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے کہ انہوں نے ناقوس کی آواز سنی پھر دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی اور تھوڑی ہی دیر میں زرہ اور ہتھیاروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں لہٰذا وہ ہوشیار ہو گئے اور اپنے ہمراہیوں کو جگانا اور خطرہ سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ تمام مجاہدین چونک کر مثل شیر اٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی مقابلے کے لئے نکلے۔ انہیں مسلح ہونے کا بھی موقع نہیں ملا۔ صرف تلوار اور ڈھال لے کر دوڑے۔ قلعہ دمشق کے تمام ابواب اور اسلامی لشکر کے سرداروں کا ہر باب پر ٹھہرنا اور اسلامی لشکر کیمپ کا جغرافیہ ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں درج ہے۔ ذہن میں یہ خاکہ متحضر (یاد) رکھ کر مطالعہ کرنے سے جنگ کی کیفیت کا صحیح اندازہ آنے کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا لطف بھی دوچند ہوگا۔



رات کے وقت رومیوں نے متفرق ابواب پر جب یورش کی تھی اور اچانک چھاپہ مارا تھا تب حضرت خالد بن ولید باب شرقی کے مقابل جو کیمپ تھا وہاں نہیں تھے بلکہ "دیر" نام کے مقام پر جہاں اسلامی لشکر کا خاص پڑاؤ (Main Camp) تھا وہاں کی حفاظت ونگرانی کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کیمپ میں خواتین واطفال اور مال واسباب کی نگرانی ضروری تھی۔ لہٰذا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تقریباً ایک یا دو ہزار کے لشکر کے ساتھ دیر وزیر خالد کے کیمپ میں تھے اور باب شرقی پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے رات کی نگرانی اور سرداری سونپی تھی۔ جب رومیوں نے ایک ساتھ تمام ابواب سے نکل کر اسلامی لشکر پر چھاپا مارا تو مجاہدین نے بھی ان کو جواب دیتے ہوئے مقابلہ کیا تھا لہٰذا ایک زبردست شوروغل بلند ہوا تھا۔ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے آدھے کوس کے فاصلہ پر واقع "دیر" نامی مقام میں اسلامی کیمپ تک آواز پہنچی۔ پھر کیا ہوا؟ یہ جاننے سے پہلے علامہ واقدی کی زبانی صورت حال کی کیفیت سماعت فرمائیں:

"ایک شخص نے اس کے ساتھیوں سے صاحبِ ناقوس کے پاس جا کر حکم اس کے بجانے کا دیا۔ پس ایک ایسی

آواز سخت بجائی اس نے کہ سوائے اس کے اور آواز نہ تھی۔ یہاں تک کہ کھولا قوم نے سب دروازوں کو اور دوڑ پڑے لوگ اسی وقت اور نکلا تو ملعون دروازے سے اور سنی مسلمانوں نے آواز۔ پس دوڑے وہ لوگ بجانب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور وہ غافل تھے قوم کے فریب سے مگر یہ کہ جاگتے اور ہوشیار تھے۔ پس جب سنا لوگوں نے آواز کو جگا دیا بعضوں نے بعض کو اور آوازیں دینے لگے اور اٹھ کھڑے ہوئے لوگ اپنی خواب گاہوں سے مثل شیر حملہ آور کے۔ پس نہیں پہنچے ان تک دشمن ان کے مگر یہ کہ وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ اور متوجہ مقابلہ دشمن ہوئے مگر بے ترتیب تھے۔ پس لڑے لوگ بیچ اندھیری رات کے اور کام کیا تلواروں نے اور سنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز کو۔ پس اٹھ کھڑے ہوئے بدحواس گھبرائے ہوئے۔ بسبب سننے آواز اور فریاد کے اور چلا کر کہا: '' وَاغَوْثَاهُ، وَاِسْلَامَاهُ، وَامُحَمَّدَاهُ، اَكِيْدُوْا قَوْمِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، اَللّٰهُمَّ انْظُرْ اِلَيْهِمْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَانْصُرْهُمْ وَلَا تَسلمهُمْ اِلٰى عَدُوِّهِمْ '' (فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۰۳)

حضرت خالد بن ولید نے فوراً حضرت فتحان بن زید طائی جو حضرت عدی بن حاتم طائی کے بھائی تھے ان کو اپنا قائم مقام بنایا اور تمام لشکر ان کے ساتھ رہنے دیا اور اپنے ساتھ چار سو (۴۰۰) سواروں کو لے کر اسلامی کیمپ سے باب شرقی کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھی ایسی عجلت سے روانہ ہوئے کہ زرہ پہننے کی بھی درکار نہیں کی۔ ایک پل کی تاخیر بھی ان کو گوارا نہ تھی۔ حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے دمشق کے قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت خالد کو اپنے مسلمان بھائیوں پہ نازل مصیبت کا بڑا اقلق تھا۔ اور وہ گھوڑے پر سوار ہونے کی حالت میں رو رہے تھے۔ ان کی چشمان مبارک سے مسلسل اشک رواں تھے اور وہ رنج وغم آمیز اشعار پڑھتے تھے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے سوار ہونے کی حالت میں ہی اپنی تلواریں میان سے باہر کر لیں تھیں اور وہ جلد از جلد پہنچنے کی کوشش میں اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز سے تیز کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد باب شرقی پر پہنچ گئے۔ باب شرقی پر صورت حال یہ تھی کہ حضرت رافع بن عمیرہ طائی اور ان کے ساتھیوں پر رومی کثرت سے بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے تھے لیکن حضرت رافع اور ان کے ساتھی بڑی جاں فشانی اور ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ جب حضرت خالد وہاں پہنچے تو گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔ تلواروں کے ٹکرانے کی وجہ سے آگ کے شعلے چمکتے تھے اور ایک عجیب شور وغل اٹھ رہا تھا۔ حضرت خالد نے جاتے ہی نعرہ تکبیر سے فضا کو گونجا دیا اور مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے گروہ مومنین! میں خالد بن ولید تمہاری مدد کرنے آ گیا ہوں۔ پھر حضرت خالد نے رومیوں پر حملہ کیا اور ان کے دلیروں کو زمین پر ڈال دیا۔ بھاری تعداد میں رومی قتل ہوئے اور باقی کے بھاگ نکلے۔ جب حضرت خالد باب شرقی پر رومیوں سے مصروف جنگ تھے تب ان کا دل دوسرے ابواب پر مقرر اسلامی لشکروں کے لئے بیتاب تھا خصوصاً حضرت ابوعبیدہ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کے لئے وہ زیادہ فکرمند تھے۔ کیونکہ حضرت ابوعبیدہ عمر رسیدہ بزرگ شخص تھے اور سادہ لوح اور نرم طبیعت کے تھے۔ حضرت شرحبیل کے لئے فکرمند ہونے کی وجہ حاکم توما تھا کیونکہ وہ اپنے ساتھ جنگ جو اور دلیروں کو لے کر بڑی تعداد میں حملہ آور ہوا تھا۔ حضرت خالد

نے باب شرقی پر رومیوں کا صفایا کرنے کے بعد باب جابیہ اور باب توما پر مجاہدوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔

قلعہ دمشق کے دیگر دروازوں پر جنگ کی کیفیت حسب ذیل رہی:

☆ باب جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے لشکر پر جرجی بن قالا نام کا رومی سردار اپنی قوم کے ساتھ نکلا تب حضرت ابوعبیدہ اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی اور لوگوں کے نکلنے کی آواز سنی۔ نماز کو جلدی جلدی پوری کر کے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور ہوشیار کر دیا۔ قبل اس کے کہ جرجی بن قالا ان پر آپڑے تمام مجاہدوں نے ہتھیار سنبھال لئے تھے۔ اور بڑی دلیری سے مقابلہ کیا تھا۔ اس معرکہ میں حضرت ابوعبیدہ سخت لڑائی لڑے تھے۔ باب جابیہ پر شبخون مارنے والے رومیوں میں سے ایک بھی شخص زندہ واپس نہ گیا۔ جرجی بن قالا کو بھی مجاہدوں نے کاٹ کر پھینک دیا۔

☆ باب توما پر حضرت شرحبیل بن حسنہ کے لشکر پر حاکم دمشق توما نے سخت حملہ کیا تھا۔ حضرت شرحبیل کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق، حضرت ابان بن عثمان، حضرت اُمّ ابان بنت عتبہ اور دیگر مجاہدوں نے جس ثابت قدمی سے مقابلہ کیا ہے اس کی نظیر شاید نہ ملے گی۔ مجاہدوں نے تیغ زنی میں وہ دلیری اور سرعت دکھائی کہ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بالآخر توما ہزیمت اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو لے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

☆ باب صغیر پر حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر پر جب رومیوں نے چھاپا مارا تب حضرت ضرار بن ازور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گشت کرتے ہوئے باب صغیر کے قریب تھے۔ حضرت ضرار اور ان کے ساتھی حضرت یزید بن ابی سفیان کے لشکر کی کمک کرنے پہنچ گئے اور اس کثرت سے شمشیر زنی کی کہ رومیوں کے خون سے میدان کو تالاب سرخ آب بنا دیا۔ حضرت ضرار بن ازور اکیلے نے ڈیڑھ سو رومیوں کو کاٹ کر ہلاک کر ڈالا۔

''قارئین سے التماس''

اب ہم قارئین کرام کی عدالت میں ایک استغاثہ پیش کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ہمارے معزز قارئین کرام غیر جانبدارانہ فیصلے سے ہم کو نوازیں گے۔

جب رات کے وقت رومیوں نے اسلامی لشکر پر چھاپا مارا تھا اور اس کی اطلاع جب حضرت خالد بن ولید کو پہنچی تب حضرت خالد بن ولید نے ''**واغوثاہ ، وامحمداہ**'' یعنی ''اے فریاد کو پہنچنے والے، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔ حضرت خالد بن ولید نے یہ نعرہ ۱۳ھ میں یعنی حضور اقدس حیات النبی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے دو سال بعد لگا رہے ہیں اور نعرہ بھی کہاں لگا رہے ہیں؟ ملک شام میں اور کیوں لگا رہے ہیں؟ مصیبت آپڑی ہے اس لئے۔ یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دنیا کے کسی بھی کونے میں تم پر مصیبت آپڑے تو رسول مختار، مالک کائنات، دافع البلاء والوباء، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو پکارو۔ بقول:

نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی اَغِثْنِی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی

اگر ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نعرہ لگانا شرک ہوتا تو کیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعل شرک کا ارتکاب کرتے؟ ہرگز نہیں۔ جو ذات گرامی کفر و شرک کو مٹانے کے لئے ایک سو سے زیادہ جہاد کرے، اپنے جسم کو زخموں سے چور کرے، ہزاروں مشرکوں کو تہ تیغ کرے، وہ ذات گرامی کبھی شرک کا کام کرسکتی ہے؟ وہ ذات گرامی کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار'' کے خطاب سے نوازیں، جو اسلامی لشکر کا سردار ہو، اس اسلامی لشکر کا سردار ہو جس لشکر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت زبیر بن العوام جیسے اشخاص ہوں جن کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے، وہ اسلامی لشکر کا سردار ہو جس میں اکابر و اَجلّہ صحابہ کرام شامل ہوں، اس لشکر کا سردار کبھی شرک کرسکتا ہے؟ اگر ''یا رسول اللہ'' اور ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا شرک ہے؟ تو کیا حضرت خالد کو اسلام کے بنیادی عقائد کی معلومات نہ تھی؟ کہ شرک میں ملوث ہوگئے؟ نہیں!! ہرگز نہیں!! حاشا اللہ، حاشا اللہ! ان کے متعلق ایسا گمان کرنا بھی روا نہیں۔ کیونکہ حضرت خالد بن ولید کا شمار اجلہ صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ حضور کے وہ تعلیم و تربیت یافتہ ہیں۔ انہیں یقین کامل تھا کہ ''وامحمداہ'' کا نعرہ لگانا شرک نہیں بلکہ باعث رحمت و نعمت ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی ''یا محمد'' کا ورد کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ ''یا محمد'' کہنے کا ثبوت حدیث میں ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

''حدیث سے یارسول اللہ کہنے کا ثبوت''

اس حدیث کی سند:

(۱) امام نسائی (۲) امام ترمذی (۳) ابن ماجہ (۴) حاکم (۵) بیہقی (۶) امام الائمہ ابن خزیمہ اور (۷) امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا، اور طبرانی و بیہقی نے اس کو صحیح کہا اور حاکم نے بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا ہے۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتَقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ''

ترجمہ: ''الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔''

اس حدیث پاک میں صاف لفظوں میں ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ اگر اس طرح ندا کرنا شرک ہوتا تو ماحی شرک وکفر، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعا کی تعلیم نہ فرماتے۔ حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت کے ''کاتب'' بھی تھے۔ امام اجل، محقق علی الاطلاق، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی معرکتہ الآراء تصنیف ''مدارج النبوۃ'' جلد:۲، میں زیر باب ہفتم، در ذکر کاتبان بارگاہ رسالت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے بارگاہ رسالت کی خدمت گزاری کر کے احکام کفر وشرک کی کامل معلومات حاصل کی تھی۔

لیکن افسوس! دور حاضرہ کے مسلم نما منافقین ''یا رسول اللہ'' کہنے کی سختی اور شدت سے ممانعت کرتے ہیں اور شرک کا حکم نافذ کرتے ہیں۔ تقریر اور تحریر کے ذریعہ غلیظ تردید کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہنے والے مومن کو بلاوجہ کافر اور مشرک کا فتویٰ دیتے ہیں۔

'' یا رسول اللہ کہنے کے جواز میں مندرجہ بالا ایک حدیث ہی کافی ہے لیکن الحمدللہ! ائمہ ملت اسلامیہ کی جلیل القدر تصانیف میں اس کے جواز کے ثبوت کے انبار موجود ہیں۔ مثلاً:

☆ ''شِفَاءُ السِّقَام'' — مصنف: بقیۃ المجتہدین، تقی الملۃ والدین امام ابوالحسن علی سبکی
☆ ''مَوَاهِبُ لَدُنِيَّة'' — مصنف: شارح صحیح بخاری، امام اجل، علامہ احمد بن محمد المصری القسطلانی
☆ ''شَرحِ مَوَاهِبُ لَدُنيه'' — مصنف: علامۃ الشمس محمد بن عبدالباقی زرقانی
☆ ''مُطَالِعُ الْمُسَرَّات'' — مصنف: علامہ فاسی
☆ ''مِرْقَاةُ شَرحِ مِشْكوٰة'' — مصنف: علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری
☆ ''اَشعَةُ اللَّمعَات'' — مصنف: شیخ محقق، شاہ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ)
☆ ''اَفْضَلُ الْقُرىٰ شَرحِ اُمِّ الْقُرىٰ'' — مصنف: امام ابن حجر مکی
☆ ''جَذْبُ الْقُلُوْبِ اِلٰى دِيَارِ الْمَحْبُوْب'' — مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی
☆ ''اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاهُ فِي حَلِّ نِدَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' — مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ)
☆ ''اَلْاِهْلَال بِفَيْضِ الْاَوْلِيَاءِ بَعْدَ الْوِصَالِ'' — مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی
☆ ''اَنْهَارُ الْاَنْوَارُ مِنْ يَمّ صَلَاةِ الْاَسْرَار'' — مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی
☆ ''لَوَاقِحُ الْاَنْوَارُ فِي طَبَقَاتِ الْاَخْيَار'' — مصنف: امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی
☆ ''كِتَابُ الْاَدَبِ الْمُفْرِدُ'' — مصنف: امام محمد بن اسمٰعیل البخاری (المتوفی ۲۵۶ھ)

☆''نَسِیْمُ الرِّیَاض'' صاحب بخاری شریف

مصنف: امام شہاب الدین خفاجی مصری

☆''فَتَاوٰی خَیْرِیَة'' مصنف: امام خیر الدین رملی، استاد صاحبِ درمختار

☆''اَطْیَبُ النِّعَمْ فِی مَدْحِ سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ'' مصنف: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مندرجہ بالا کتب میں اور دیگر معتمد و مستند کتب ائمہ دین میں قرآن و حدیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام کے دلائل قاہر باہرہ قاطعہ ساطعہ سے اظہر من الشمس ظاہر و ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام سے استغاثہ و توسل کرتے ہوئے یارسول اللہ، یا علی، یا غوث وغیرہ کہنا جائز و مستحسن اور صالحین میں رائج و مشروع ہے۔ جن حضرات کو اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو وہ خصوصی طور پر مندرجہ بالا کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ'' الخ (الی آخرہ) والی حدیث ایک مومن کے لئے ثبوت جواز نداء کے حق میں کافی وافی شافی ہے لیکن دور حاضرہ کے منافقین شقاوت قلبی اور بغض و عناد کی وجہ سے اس حدیث کے متعلق بھی نئے نئے شوشے اور شگوفے نکال کر مسئلہ کو الجھانے کی سعی ناکام کرتے ہیں۔ دور حاضرہ کے منافقین اس حدیث کے متعلق یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں جائز تھی کیونکہ اس وقت حضور موجود تھے لیکن اب وصال شریف کے بعد ''یا محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ممنوع ہے کیونکہ اب حضور موجود نہیں۔ یہ دعا حضور اقدس کی حیات تک کے لئے مخصوص تھی۔ عوام الناس کو دھوکہ دے کر بہکانے کی منظم سازش کے تحت اس قسم کے ذہنی اختراعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اب ہم ایک قوی شہادت پیش کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اَجَلّہ صحابۂ کرام نے حاجت مندوں کو یہ دعا کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔

صحابیٔ رسول حضرت عثمان بن حنیف اور ایک حاجت مند:

امام اجل، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ) کی کتاب ''مُعْجَمِ كَبِیْر'' میں اس حدیث کی شرح میں صاف مرقوم ہے کہ:

'' اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ حَاجَةٍ لَّهٗ وَكَانَ عُثْمٰنُ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهِ وَلَا يَنْظُرُ فِيْ حَاجَتِهٖ فَلَقِيَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَشَكٰى ذَالِكَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِئْتِ الْمِيْضَاةَ فَتَوَضَّاْ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فَيَقْضٰى حَاجَتِيْ وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ وَرُحْ اِلَيَّ حَتّٰى اَرُوْحَ مَعَكَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ لَهٗ ثُمَّ اَتٰى بَابَ عُثْمٰنَ فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتّٰى اَخَذَ بِيَدِهٖ فَاَدْخَلَهٗ عَلٰى عُثْمٰنَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلَى الطِّنْفِسَةِ وَقَالَ مَا حَاجَتُكَ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهٗ

فَقَضَاهَا ثُمَّ قَالَ مَاذَكَرْتَ حَاجَتَكَ حَتّٰى هٰذِهِ السَّاعَةِ وَقَالَ مَا كَانَ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَأْتِنَا ثُمَّ اَنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِيَ عُثْمٰنَ بْنَ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً مَا كَانَ يَنْظُرُ فِيْ حَاجَتِيْ وَلَا يَلْتَفِتُ اِلَيَّ حَتّٰى كَلَّمْتَهُ فِيَّ ۔ فَقَالَ عُثْمٰنُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عنهُ وَاللّٰهِ كَلِّمْتُهُ وَلٰكِنْ شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَتَاهُ رَجُلٌ ضَرِيْرٌ فَشَكَا اِلَيْهِ ذَهَابَ بَصَرِهٖ ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِ الْمِيْضَاْةَ فَتَوَضَّا ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ادْعُ بِهٰذِهِ الدَّعْوَاتِ فَقَالَ عُثْمٰنُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ ‘‘

ترجمہ: ’’ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا تھا لیکن امیر المومنین اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے تھے۔ اس حاجت مند شخص نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر پھر دعا مانگ کہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور پھر اپنی حاجت ذکر کر۔ پھر شام کے وقت میرے پاس آنا تاکہ میں بھی تیرے ساتھ امیر المومنین کے پاس چلوں گا۔ وہ حاجت مند گیا اور جس طرح حضرت عثمان بن حنیف نے کہا تھا یونہی کیا۔ پھر وہ حاجت مند اکیلا ہی امیر المومنین کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر میں دربان آیا اور اس حاجت مند کا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا۔ امیر المومنین نے اس حاجت مند شخص کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور اس کی حاجت پوچھی۔ اس شخص نے اپنی حاجت عرض کی تو امیر المومنین نے فوراً اس کی حاجت پوری فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں کے بعد تم نے اپنی حاجت بیان کی۔ اب جب بھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ وہ شخص امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے آپ کی سفارش کی وجہ سے امیر المومنین نے میری حاجت پر نظر فرمائی اور میری طرف توجہ فرمائی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نے تمہارے معاملہ میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہیں کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور اقدس کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور حضور سے اپنی نابینائی کی شکایت کی۔ حضور نے اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے اور باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا شخص اس حال میں ہمارے پاس آیا کہ گویا وہ کبھی اندھا نہ تھا۔‘‘

(حوالہ: انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ، مصنف: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت، امام احمد رضا محدث بریلوی، مطبوعہ: مطبع اہلسنت و جماعت بریلی، ص:۲۱)

قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک حاجت مند کو خلافت عثمانی کے زمانے میں یہ دعا تعلیم فرمائی۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت ۲۴ھ سے ۳۵ھ تک رہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے ۱۴، سے ۲۵ سال کے درمیان حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا تعلیم وتلقین فرمائی۔ اگر ''یا رسول اللہ'' اور ''یا محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا شرک ہوتا تو کیا صحابہ کرام شرک کے الفاظ پر مشتمل دعا کسی کو تعلیم کرتے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہمارے لئے صحابہ کرام کا قول وفعل جواز واستحباب کی دلیل ہے۔ پھر صحابہ کرام کے مبارک زمانہ سے لے کر تابعین، تبع تابعین کے دور تک اور پھر ان کے دور سے صدہا سال تک ملت اسلامیہ کے ائمہ دین، مجتہدین کرام، مستنبطین عظام، علمائے متقدمین و متاخرین، سلف صالحین، اولیاء کاملین وغیرہ بزرگوں نے ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ سے مزین دعائیں اور اوراد و وظائف خود نے کے لئے، اپنے متعلقین اور متوسلین کو تعلیم فرمائے، اس کے جواز ومستحب ہونے کے ثبوت میں کتب تصنیف فرمائیں وہ تمام کے افعال واقوال کو میزان عدل کے ایک پلے میں رکھو اور دوسرے پلے میں دور حاضرہ کے منافقین کے نظریات واعتقاد کو رکھو جو یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ پھر توازن کر کے فیصلہ فرماؤ کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ اس مسئلہ کی بحث کو مزید طول نہ دیتے ہوئے ہم اپنے ذی احترام قارئین کرام کو ملک شام کے شہر ''دمشق'' کی طرف واپس لے چلتے ہیں۔

''جنگ دمشق کا تیسرا دن''

گزشتہ شب رومیوں نے اسلامی لشکر پر رات میں یورش کی تھی مگر مجاہدوں نے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا اور رومیوں نے ہزیمت اٹھائی تھی۔ جب رومی بھاگ کر قلعہ میں بند ہوئے تب روسائے دمشق نے حاکم توما سے کہا کہ تو نے ہمارا کہنا نہیں مانا اور ہر حال میں آمادۂ جنگ ہوا۔ مکر وفریب کر کے رات میں یورش بھی کی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے بے شمار لوگ ہلاک ہوئے لہٰذا ہم تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ تم عربوں سے صلح کر لو اور لڑنے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ اگر تم نے ہماری بات نہیں مانی تو ہم عربوں سے صلح کر لیں گے اور تجھ کو تیرے حال پر چھوڑ دیں گے۔ توما نے کہا کہ مجھے کچھ دنوں کی مہلت دو تاکہ میں ہرقل بادشاہ کو صورت حال سے مطلع کر دوں۔ اگر وہ ہماری کمک کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم صلح کر لیں گے۔ توما نے اول تا آخر تمام احوال لکھ کر صبح ہونے سے پہلے ہرقل بادشاہ کے پاس قاصد کو روانہ کر دیا۔

جب صبح ہوئی اور دن کا اجالا پھیلا تب حضرت خالد نے تمام دروازوں پر اسلامی لشکر کے سردار کو حکم بھیجا کہ اپنے اپنے کیمپ سے آگے بڑھ کر قلعہ کی طرف جاؤ اور سخت حملہ شروع کر دو۔ حکم ملتے ہی ہر باب پر مقیم اسلامی لشکر قلعہ کی دیوار کے قریب آ گیا اور حملہ شروع کر دیا۔ اہل دمشق پر معاملہ تنگ اور دشوار ہو گیا۔ اہل دمشق نے پیغام بھیجا کہ چند دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دی جائے کیونکہ ہم صلح کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا کچھ دنوں کی مہلت دو لیکن حضرت خالد نے اہل دمشق کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور صاف انکار کر دیا بلکہ حملہ کی شدت میں اضافہ کر دیا۔ اہل دمشق نہایت پریشان اور حیران تھے۔ اہل

دمشق سب کے سب جمع ہوئے اور قوم کے قائدین سے کہا کہ اب ہم سے صبر وتحمل نہیں ہوسکتا۔ محاصرہ کی وجہ سے ہم اکتا گئے ہیں۔ للہذا کوئی سبیل نکالو اور ہم کو مصیبت سے چھٹکارا دلاؤ۔

اس وقت مجمع میں ایک بوڑھا نصرانی راہب بھی موجود تھا جو اگلی کتابوں کا زبردست عالم تھا۔ اس نے کہا کہ اگر ہرقل بادشاہ اپنا تمام ہتھیار اور لشکر لے کر بھی آئے گا۔ تب بھی مسلمانوں کو دفع نہیں کر سکے گا کیونکہ میں نے اگلی کتابوں میں پڑھا کہ ان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور ان کا دین سب دینوں پر غالب ہو جائے گا للہذا تم حیلہ جوئی ترک کرو اور اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر عربوں سے صلح کرنے کا کام انجام دو۔ وہ جو بھی مانگیں ان کو دے دو اور صلح کرلو، یہی تمہارے اور تمہارے اہل وعیال کے حق میں بہتر اور مناسب ہے۔

اہل دمشق نے بوڑھے نصرانی راہب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لڑائی موقوف کر دی اور جو لوگ قلعہ کی دیوار سے تیر اور پتھر پھینک کر اسلامی لشکر پر حملہ کرتے تھے ان کو بھی نیچے اتار لیا اور کسی بھی قسم کی جنگی کارروائی کرنے سے باز رہے۔ قلعہ کی دیوار پر سناٹا چھا گیا۔ اہل دمشق قلعہ میں محصور ہو کر صلح کے امر میں گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ جنگ دمشق کا تیسرا دن اس طرح سکون سے گزرا۔ رات کے وقت اہل دمشق پھر بوڑھے نصرانی راہب کے پاس آئے اور کہا کہ اے ہمارے معزز دینی رہبر! مسلمانوں سے صلح کرنے کے معاملہ میں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں، راہب نے کہا کہ باب مشرقی پر ان کے سردار خالد بن ولید ہیں وہ نوجوان جنگ جو اور جوشیلے جوان شخص ہیں، وہ صلح پر جلد آمادہ نہیں ہوں گے لیکن باب جابیہ پر ان کے سردار ابوعبیدہ بن جراح ہیں وہ بوڑھے، صلح جو اور نرم طبیعت کے شخص ہیں۔ ان کے پاس کسی صورت سے پہنچ جاؤ اور صلح کر کے ان سے امان حاصل کرلو۔ مسلمانوں کی ایک خوبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر ان کے لشکر میں ان کا کوئی غلام بھی کسی کو امان دے دیتا ہے تو لشکر کا سردار اس کی امان کا لحاظ کرتا ہے اور امان کو منظور کرتا ہے۔ یہ قوم اپنے وعدے کی پکی ہے اور عہد شکنی وعدہ خلافی ان کی عادت وفطرت میں نہیں۔

رات کے وقت اہل دمشق کا صلح کرنے حضرت ابوعبیدہ کے پاس آنا:

جب رات ہوئی تو ہر دروازہ پر مسلمان ہوشیار رہتے ہوئے قلعہ کے آس پاس نگہبانی کر رہے تھے تاکہ اگر گزشتہ شب کی طرح رومی لشکر مکر وفریب سے حملہ کرے تو اس کا فوراً تدارک کیا جا سکے۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ باب جابیہ کی دیوار قلعہ سے ایک رومی نے بزبان عربی بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ عرب! ہم صلح کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں، کیا ہم کو امان مل سکتی ہے کہ ہم تمہارے سردار کے پاس آکر صلح کا معاملہ طے کرلیں۔ اس وقت حضرت عامر بن طفیل الدوسی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعہ کے قریب گشت کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوہریرہ فوراً دوڑتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے سردار! رومی صلح کی گفتگو کرنے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس آنے کے لئے امان چاہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ جاؤ ان سے کہہ دو کہ ہمارے سردار کے پاس آنے اور پھر شہر تک واپس جانے تک تم کو امان ہے۔ حضرت ابوہریرہ قلعہ کی دیوار کے قریب آئے اور پکار کر کہا کہ اے اہل دمشق!

تمہارے لئے ہمارے سردار نے امان کا وعدہ فرمایا ہے، تم بلا کسی خوف وخطر آ سکتے ہو۔ اہل دمشق نے کہا کہ اے برادر عربی! تم کون شخص ہو؟ تا کہ ہم تمہاری بات پر بھروسہ کر سکیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ میں ابو ہریرہ الدوسی صحابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ ہمارا طریقہ غدر اور فریب کرنا نہیں ہے۔ ہم قوم عرب زمانۂ جاہلیت میں بھی عہد و وفا کے پابند تھے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے طفیل ہم کو راہ راست دکھائی ہے تو اب تو ہم ہرگز وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں عہد پورا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا'' (پارہ:۱۵، رکوع:۴، سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۳۴)

ترجمہ: ''اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔'' (کنز الایمان)

حضرت ابو ہریرہ کا جواب سن کر اہل دمشق نے باب جابیہ کھولا اور دین نصرانیہ کے ایک سو علماء، رؤسا اور گبر دروازہ سے باہر نکلے۔ ان تمام نے زُنّار اور صلیبیں پہن رکھی تھیں۔ مجاہدوں نے ان کے کفری شعائر کو دور کیا اور پھر ان کو حضرت ابو عبیدہ کے پاس لے آئے۔ صلح کے تعلق سے گفتگو کا آغاز ہوا اور صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ اہل دمشق نے جزیہ ادا کرنے کا منظور کیا اور اہل دمشق کے لئے امان حاصل کر لی اور ساتھ میں ان کے آٹھ کنیسہ کو منہدم نہ کرنے کا عہد بھی لے لیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو صلح کی دستاویز لکھ دی لیکن دستخط نہیں فرمائے کیونکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ لشکر کے سپہ سالار اعظم ہونے کی حیثیت سے حضرت خالد بن ولید دستخط کریں یہی مناسب ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے یہ سوچا کہ حضرت خالد کو صبح بلا کر تمام کیفیت سے آگاہ کر دوں گا اور دستخط لے لوں گا۔ اس وقت آدھی رات کے عرصے میں ان کو تکلیف دے کر یہاں بلانا مناسب نہیں کیونکہ وہ گزشتہ شب بھر اور آج کا پورا دن جنگ کی سخت مشقت اٹھائے ہوئے ہیں لہٰذا ان کے آرام میں خلل واقع نہیں کرنا۔ علی الصبح ان کو صلح کی بشارت دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ اسی سوچ میں تھے کہ اہل دمشق نے کہا کہ اے سردار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اسی وقت ہمارے ساتھ چلو اور شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کر لو۔

حضرت ابو عبیدہ فوراً تیار ہو گئے اور اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لیا۔ ان ایک سو مجاہدوں میں پینتیس صحابہ کرام تھے اور پینسٹھ تابعین تھے۔ حضرت ابو عبیدہ اہل دمشق کے وفد کے ہمراہ قلعۂ دمشق کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کے ساتھیوں میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ اے امین الامت! ہم رومیوں کی بات پر اعتماد کر کے چل پڑے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مکر وفریب کر بیٹھیں اور قلعہ کے اندر ہم کو لے جا کر بدعہدی کر کے ہم کو ہلاک کر دیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رومی وفد کے کچھ اہم لوگوں کو ''یرغمال'' کے طور پر ہمارے لشکر کے قبضہ میں رکھ لیں تا کہ رومی لوگ ہمارے ساتھ بدعہدی کرنے میں سو مرتبہ سوچیں اور جھجک محسوس کریں۔ مجاہدوں کی اس دور اندیشی پر حضرت ابو عبیدہ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور انہیں اطمینان اور تسلی دیتے ہوئے جو ارشاد فرمایا وہ علامہ واقدی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

''نماز فرض پڑھی ابو عبیدہ نے اور سو گئے۔ دیکھا رسول اللہ کو خواب میں کہ فرماتے ہیں کہ آپ ''اَللَّيْلَةُ تُفْتَحُ الْمَدِيْنَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى '' ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ دیکھا میں نے رسول

اللہ کو مُسْتَعْجِل (جو جلدی میں ہو) پس عرض کیا میں نے کہ یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ میں مستعجل دیکھتا ہوں۔ پس فرمایا آپ نے کہ میں آیا ہوں اس واسطے کہ جنازۂ ابوبکر صدیق پر جاؤں۔ پس بیدار ہوئے ابوعبیدہ بن الجراح اور نہیں لیا ابوعبیدہ بن الجراح نے قوم سے گرو باعتماد ارشاد صدق بنیا در رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔'' (حوالہ: فتوح الشام، ص:۱۰۸)

نــــوٹ: گرو= یرغمال= وہ فرد یا افراد جو شرائط کی پابندی کی ضمانت میں دشمن کے حوالے کئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص:۱۰۶۷) Pawn=Pledge

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عَالِمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اور مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اَللَّیْلَةَ تُفْتَحُ الْمَدِیْنَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی'' یعنی ''اسی رات میں شہر فتح ہو جائے گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا''۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعتماد کامل تھا رومی ہمارے ساتھ بیوفائی نہیں کریں گے کیونکہ محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج رات میں شہر فتح ہو جائیگا۔ اور ارشاد گرامی صدق کی بنیاد پر ہی مبنی ہے۔ اور اس وقت میں بالیقین شہر کو فتح کرنے ہی جا رہا ہوں لہٰذا بطور ''یرغمال'' کسی رومی کو رکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے یرغمال کی طرف توجہ ہی نہ فرمائی۔

قارئین کرام کی توجہ درکار ہے کہ غور فرمائیں! کہ حضرت ابوعبیدہ کا پختہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ آج رات میں شہر فتح ہو جائے گا لہٰذا ارشاد کے مطابق یقیناً آج شب میں شہر فتح ہو کر ہی رہے گا۔ اور حضرت ابوعبیدہ اپنے ساتھ ایک سو صحابہ اور تابعین کو لے کر کسی بھی قسم کی حفاظت کا انتظام کئے بغیر رومیوں کے وفد کے ساتھ چل دیئے۔ ایک سو (۱۰۰) صحابہ و تابعین کی زندگی پر خطرہ مول لیا اور وہ بھی خواب کی بشارت پر اعتماد رکھتے ہوئے۔ صرف ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ جانے والے ایک سو صحابہ و تابعین اور ان کو جانے کے لئے رخصت کرنے والے لشکر اسلام کے ہزاروں تابعین و صحابہ کو بھی پختہ یقین تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کی رات میں شہر فتح ہونے کی بشارت دی ہے تو یقیناً آج رات میں ہی شہر فتح ہو کر رہے گا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

لیکن افسوس کہ دور حاضر کے منافقین کا یہ عقیدہ ہے کہ لڑائی میں فتح ہو گی یا شکست اس بات کا انبیاء کرام کو علم نہیں تھا اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام اول فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی کہ جس کو تبلیغی جماعت کے متبعین ''مولانا شہید'' اور نہ جانے کیا کیا القاب سے نوازتے ہیں۔ وہ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویت الایمان'' کی فصل ثانی، اشراک فی العلم کے رد میں زیر عنوان ''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔'' میں لکھا ہے کہ:

''اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں کہ اللہ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس

کے دل کا حال چاہیں معلوم کرلیں یا جس غائب کا حال جب چاہیں معلوم کرلیں کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا، یا کس شہر میں ہے یا کس حال میں ہے یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلاں کے اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا یا اس لڑائی میں اس کو فتح ہوگی یا شکست؟ ان باتوں میں بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر اور نادان ہیں۔''

(حوالہ: تقویۃ الایمان، مصنف: مولوی اسماعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، ممبئی، ص:۷۶)

تقویت الایمان کی مندرجہ بالا عبارت میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست؟ اس بات کا علم کسی بڑے بندے یعنی انبیاء کرام یا چھوٹے بندے یعنی عامۃ المسلمین کو نہیں بلکہ وہ تمام بے خبر اور نادان ہونے میں یکساں ہیں؟ جب کہ اجلہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کی خبر دی ہے وہ حق ہے۔ صرف فتح کی ہی خبر نہیں بلکہ فتح حاصل ہونے کا وقت بھی بتا دیا کہ آج رات میں ہی فتح حاصل ہوگی۔ قارئین فیصلہ کریں کہ صحابہ کرام کا عقیدہ درست ہے یا مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین دور حاضرہ کے منافقین کا؟ اور ہم کو کن کے نقش قدم پر چلنا ہے؟

القصہ! حضرت ابوعبیدہ بن جراح جب دمشق کے قلعہ میں باب جابیہ سے داخل ہوئے تب رات کا آخری حصہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسی رات میں شہر فتح ہوگا لہٰذا رات ہی میں شہر فتح ہوا۔ اور کیوں نہ ہو؟ کیونکہ:

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت خالد کا باب شرقی سے دمشق میں داخل ہونا:

جس طرح حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ رات ہی میں ''فتح از صلح'' کا معاملہ پیش آیا اسی طرح حضرت خالد بن ولید کے ساتھ بھی اسی رات میں ''فتح بزور شمشیر'' کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت خالد بن ولید نے دن کے وقت باب شرقی پر سخت حملہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص کے بھائی اور فلسطین میں شہید ہونے والے حضرت سعید بن خالد کے والد حضرت خالد بن سعید کو رومیوں نے زہر آلود تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے نماز جنازہ پڑھا کر ان کو باب شرقی کے قریب دفن کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید خشمناک ہو کر شدت سے حملہ آور ہوئے تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو حضرت خالد بن ولید کے پاس یوشا بن مرقس نام کا ایک رومی قس آیا۔ یوشا بن مرقس دین نصرانیہ کا عالم تھا اور اس نے ملاحم اور کتب سابقہ میں پڑھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہاتھوں ملک شام فتح ہوگا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے گا۔ یوشا بن مرقس کا مکان باب شرقی کے قریب قلعہ کی دیوار سے ملحق تھا۔ آدھی رات کے وقت اس نے اپنے مکان سے ملحق قلعہ کی دیوار میں نقب زنی کر کے بڑا سوراخ بنایا اور اس سے نکل کر حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہا کہ اگر مجھ کو اور میرے اہل وعیال کو امان دی جائے تو میں اپنے گھر کے ذریعہ تم کو قلعہ شہر میں داخل کر دوں۔ یوشا بن

رقس نے اپنے مکان میں نقب زنی کی کیفیت بیان کی اور یہ بھی بتایا کہ باب شرقی میرے مکان سے بالکل قریب ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت کعب بن ضمرہ کو سردار مقرر کر کے ان کے ساتھ ایک سو (۱۰۰) مجاہدوں کو یوشا بن مرقس کے ہمراہ روانہ کئے اور ان کو حکم دیا کہ موقع پا کر قلعہ کے اندر سے باب شرقی کے قفل کھول دینا میں لشکر لے کر شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔ حضرت خالد نے ان کو روانہ کرنے کے بعد لشکر کے تمام مجاہدوں کو بیدار کیا اور سب کو مسلح ہو کر باب شرقی پر جانے کا حکم دیا۔ یہ تمام معاملہ ناگہانی ہوا تھا۔ اور یوشا بن مرقس کی پیش کش اور تدبیر اتنی نفع بخش تھی کہ حضرت خالد بن ولید نے بلا کسی تامل اور تاخیر اس کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور ان کے پاس بھی اتنا وقت نہ رہا کہ اس مہم کے متعلق حضرت ابوعبیدہ کی رائے معلوم کریں یا ان کو اس امر کی اطلاع دیں، انہوں نے بھی حضرت ابوعبیدہ کی استراحت شب کا لحاظ کرتے ہوئے آدھی شب کے وقت بیدار کرنا مناسب نہ جانا۔ حضرت خالد بن ولید لشکر کو لے کر رات کے آخری حصہ میں باب شرقی پر پہنچ گئے تھے اور دروازہ کھلنے کے انتظار میں حملہ کرنے کے لئے مستعد تھے۔

یوشا بن مرقس اپنے ہمراہ حضرت کعب بن ضمرہ اور ان کے ساتھیوں کو لے کر نقب کے ذریعہ اپنے مکان میں داخل ہو گیا۔ اس مکان سے باب شرقی صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس وقت باب شرقی پر رومی سپاہی زیادہ تعداد میں تھے۔ یوشا نے حضرت کعب کو توقف کرنے اور دروازہ سے رومی سپاہیوں کی تعداد کم ہونے تک انتظار کرنے کو کہا۔ رات اب ختم ہونے کے قریب تھی اور صبح قریب تھی۔ بلکہ فتح مبین بہت قریب تھی۔

”جنگ کا چوتھا دن یعنی فتح دمشق“

صبح نمودار ہوئی۔ اجالا پھیلتا جا رہا تھا اور رومی سپاہی حاجت و دیگر لازمی امور کے لئے باب شرقی سے بکھرتے جاتے تھے۔ چند سپاہی باقی رہ گئے تھے اور وہ بھی اس حال میں تھے کہ قلعہ کے اندر محفوظ اور سلامت ہونے کے گمان میں مسلح نہیں تھے۔ کچھ معمولی ہتھیار حمائل کئے ہوئے اور شب بیداری کی وجہ سے نیم غنودگی کے عالم میں جھونکے کھا رہے تھے۔ حضرت کعب بن ضمرہ نے موقع غنیمت جان کر نعرہ تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دیا۔ رومی سپاہیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسے وقت میں اس طرح کا حملہ ہوگا۔ نعرہ تکبیر کی صدا سن کر اور مجاہدوں کے ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ بدحواسی کے عالم میں کچھ مقابلہ کرنے کھڑے ہوئے، کچھ ہتھیاروں کی طرف لپکے۔ مگر وہ اپنے ہتھیار سنبھالیں اس کے قبل مجاہدوں کی تلواریں ان کی گردنوں تک پہنچ گئیں اور سب کو زمین پر مردہ ڈال دیئے دفعۃً تکبیر کی آواز اور تلوار زنی کا شور و غل اٹھنے سے ادھر ادھر متفرق رومی سپاہی چونک اٹھے اور ہتھیار لے کر قلعہ کے دروازہ کی طرف دوڑے۔ رومی سپاہی دوڑ کر دروازہ تک پہنچیں اتنی دیر میں تو مجاہدوں نے قفل توڑ ڈالے۔ اور دروازہ کھول ڈالا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے اور داخل ہوتے ہی رومیوں کے سروں پر تلواریں رکھ کر ہلاک کرنا شروع کیا۔ اس کثرت سے تلوار زنی کی کہ لاشوں کا انبار لگ گیا۔ بجلی کی طرح شہر میں خبر پھیل گئی کہ باب شرقی سے اسلامی لشکر داخل ہو گیا ہے

اور بڑی شدت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی جاری ہے۔ رومی سپاہی اور اہل دمشق باب شرقی سے شہر کے وسط کی طرف بھاگ لگے۔ حضرت خالد نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے تیغ زنی کا شباب برقرار رکھا۔

اِدھر باب شرقی پر یہ صورت حال تھی اور اُدھر باب جابیہ کا معاملہ یہ تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک سو ساتھیوں کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں شہر میں داخل ہو گئے تھے اور صبح ہونے تک باب جابیہ پر ہی تھے۔ اس دوران صلح کے تعلق سے کچھ مزید شرائط بھی طے فرمائے۔ فجر کی نماز باب جابیہ پر باجماعت ادا فرمائی اور پھر اپنے لشکر کو بھی بلا لیا۔ لشکر کے آ جانے پر وہ لشکر کے ساتھ پیدل شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ دمشق کے قس اور راہب بھی سیاہ بالوں کے لباس پہنے ہوئے اور ہاتھوں میں انجیل لئے ہوئے چلتے تھے اور لوگوں کو صلح واقع ہونے اور امان حاصل ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے بشکل جلوس شہر میں گشت کرتے ہوئے شہر کے وسط میں واقع عیسائیوں کی خاص عبادت گاہ ''کنیسۂ مریم'' کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔

جب حضرت ابوعبیدہ کا لشکر کنیسۂ مریم پہنچا اسی وقت حضرت خالد بن ولید کا لشکر بھی تیغ زنی کرتا ہوا کنیسۂ مریم پر پہنچا۔ دونوں اسلامی لشکر اچانک شہر کے وسط میں مُلاقی ہوئے اور دونوں لشکر کے سردار ایک دوسرے کو دیکھ کر محو حیرت و تعجب تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے صلح سے شہر فتح کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میں نے تلوار سے شہر فتح کیا ہے اور میں تمام رومیوں کو ہلاک کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے سردار! میں نے ان کو امان دی اور ان کو صلح و امن کی دستاویز بھی لکھ دی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے امین الامت! میں آپ کی دی ہوئی امان نہیں توڑوں گا۔ مجھے آپ کی دی ہوئی امان منظور ہے اور میں نے بھی اہل دمشق کو امان دی لیکن دو شخصوں کے لئے امان نہیں۔ ایک حاکم دمشق توما اور دوسرا اس کا وزیر ہربیس۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں تمام اہل دمشق کو امان دے چکا ہوں اور یہ دونوں بھی دمشق کے باشندے ہونے کے ناطے امان میں داخل ہیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے امین الامت! اگر آپ نے امان نہ دی ہوتی اور آپ کی امان کا لحاظ نہ ہوتا تو ان دونوں ملعون و مفسد شخصوں کو فوراً قتل کر دیتا لیکن میں اب یہ چاہتا ہوں کہ یہ دونوں فسادی اس شہر میں نہ رہیں بلکہ کہیں اور چلے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں نے اہل دمشق سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ حاکم توما اور اس کا وزیر ہربیس یہ دونوں شہر سے نکال دیئے جائیں گے۔

اس دوران حاکم توما اور ہربیس بھی وہاں آ پہنچے۔ کیونکہ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ کی متابعت میں حضرت خالد نے بھی امان دے دی ہے۔ قتل و قتال موقوف ہو گیا ہے اور امن قائم ہو گیا ہے۔ ان دونوں نے حضرت خالد سے کہا کہ ہمیں اس بات کی اجازت دی جائے کہ ہم ہمارے اہل و عیال، مال و اسباب اور ساتھیوں کو لے کر جہاں چاہیں چلے جائیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس وقت تو ہماری امان اور ذمہ داری میں ہے لہٰذا ہم تیرے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت نہیں کر سکتے لیکن جب تو دارالحرب میں پہنچ جائے گا تو ہماری امان اور ذمہ داری سے نکل جائے گا۔ پھر ہم جو چاہیں گے تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔

اس پر توما نے کہا کہ ہم کو تین دن تمہاری ذمہ داری اور امان میں رکھو۔ تاکہ ہم تین دن میں جہاں چاہیں چلے جائیں اور تم میں سے کوئی شخص ہمارا پیچھا نہ کرے۔ تین دن کے بعد ہم تمہاری امان اور ذمہ داری سے نکل جائیں گے تین دن کے بعد ہم تمہارے ہاتھ لگیں تو تم کو پورا اختیار ہوگا کہ چاہے ہمیں غلام بنائیں، قید کریں یا پھر قتل کر ڈالیں۔ حضرت خالد نے فرمایا جا! میں نے تیری یہ درخواست بھی منظور کی۔ تو اپنے اہل وعیال اور مال واسباب اور ساتھیوں کے ساتھ جہاں بھی جانا چاہتا ہے جا سکتا ہے لیکن ہتھیار اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں۔ اس پر ہربیس نے کہا کہ اے سردار عربی! یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل وعیال اور مال و اسباب کے ساتھ سفر کرنے میں راستے میں درندوں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا ہے اور ان سے حفاظت کرنے کے لئے ہتھیاروں کا ساتھ میں ہونا اشد ضروری ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ضرورت کے پیش نظر تم کو ہر شخص کے ساتھ صرف ایک ہتھیار لے جانے کی اجازت ہے۔ یعنی جو اپنے ساتھ تلوار لے اسے نیزہ لینے کی اجازت نہیں۔ جو اپنے ساتھ نیزہ لے اس کو اپنے ساتھ تلوار لے جانے کی اجازت نہیں۔ الغرض تلوار، نیزہ، تیر کمان، چھری، برچھی وغیرہ میں سے جو چاہے وہ ایک ہتھیار لے سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ کسی بھی قسم کا دوسرا ہتھیار ساتھ لینے کی اجازت نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فراخ دلی سے توما جیسے شقی اور بدخواہ دشمن کی قریب قریب تمام درخواستیں منظور فرمالیں۔

کثیر تعداد میں مال واسباب لے کر حاکم توما کی روانگی:

حضرت خالد بن ولید سے اپنی درخواستیں منظور کروا لینے کے بعد توما اور ہربیس نے اپنے اہل وعیال، متعلقین اور سپاہیوں کو لے کر دمشق سے روانگی کی تیاری شروع کی۔ قلعہ کے باہر ایک بڑا خیمہ کھڑا کیا گیا۔ توما کے حکم پر اس کے سپاہیوں نے توما کا قیمتی مال واسباب خیمہ میں جمع کرنا شروع کیا۔ توما کا مال واسباب کیا تھا؟ بلکہ ایک وسیع خزانہ تھا۔ سونے کا کام کیا ہوا ریشمی کپڑا تین سو بوجھ تھا۔ سونے چاندی کے برتن، زیورات، جواہرات، صندوقیں بھر بھر کے تھے۔ دمشق میں جو متعصب نصرانی تھے اور جن کو جزیہ ادا کرنے سے انکار واختلاف تھا وہ تمام لوگ بھی توما کے ساتھ جانے کے قصد سے اپنا مال واسباب لے کر قلعہ کے باہر خیمہ میں جمع کرنے لگے۔ رومیوں نے کوئی اچھی چیز یا اچھا کپڑا دمشق میں نہ رہنے دیا۔ قلعہ کے باہر قیمتی مال و سامان کا ڈھیر لگ گیا۔ توما کے ساتھ جانے والے لوگوں کا میلا لگ گیا۔ پانچ ہزار رومی سوار، توما کے خویش واقارب، اہل و عیال، متعصب نصرانی، گبر، قس، بطارقہ وغیرہ کافی تعداد میں لوگ اپنا اپنا مال واسباب لے کر اور ہر شخص اپنے ساتھ ایک ہتھیار لے کر قلعہ کے باہر خیمہ کے قریب جمع ہوئے۔ توما اور ہربیس نے دیکھا کہ اب لے جانے کے قابل کوئی قیمتی چیز دمشق میں باقی نہیں اور تمام متعلقین اور متوسلین لوگ بھی آ گئے ہیں۔ تب انہوں نے قافلہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ کلمات کفر بلند کرتے ہوئے اور ناقوس بجا کر انجیل سے مدد طلب کرتے ہوئے دمشق سے روانہ ہوئے۔

دمشق میں اب صرف وہی لوگ تھے جو صلح اور ادائے جزیہ پر رضامند تھے۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل دمشق کے سامنے امان کا وعدہ دہرایا اور اہل دمشق نے اسلامی لشکر کو شہر دمشق کا قبضہ اور حوالہ سپرد کر دیا۔ اور دمشق فتح ہوا۔

دمشق کی فتح ۱۱ جمادی الثانی ۱۳ھ دوشنبہ کے روز واقع ہوئی اور گیارہ دن بعد مدینہ طیبہ میں امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین اصدق الصادقین، امام المتقین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب گزشتہ فتح دمشق کی بشارت حضرت ابوعبیدہ کوخواب میں ارشاد فرمائی تھی اور اس خواب میں حضرت ابوعبیدہ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم جلدی میں ہیں لہٰذا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جلدی کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میں ابوبکر صدیق کے جنازہ پر جا رہا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو دی۔ ملک شام میں مقیم اسلامی لشکر کے لئے مدینہ منورہ میں پیش آنے والا رحلتِ حضرت صدیق اکبر کا سانحہ ''غیب'' تھا۔ لیکن اس پر حضرت ابوعبیدہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا سے مطلع ہو گئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا سے اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم حاصل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و نظر عنایت سے عاشق رسول کو غیب کا علم حاصل۔ دور حاضرہ کے منافقین علم غیب کے عقیدہ میں بھی شور و غوغا مچاتے ہیں اور معاذ اللہ یہاں تک کہتے اور لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(از: امام احمد رضا بریلوی)

اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق

''حضرت خالد کا حاکم توما کے تعاقب کا قصد''

جب حاکم توما دمشق سے روانہ ہوا تب حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں سے اور خصوصاً لشکر زحف سے فرمایا کہ اپنے گھوڑوں کی تیمارداری شروع کرو۔ گھوڑوں کو اچھی طرح چارا اور دانا کھلا کر تر و تازہ کر لو اور اپنے ہتھیاروں کو صیقل کر کے تیار رکھو۔ تین دن گزرنے کے بعد میں ان گبروں کا تعاقب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لہٰذا مجاہدوں نے اپنے گھوڑوں کی تیمارداری اور ہتھیاروں کی صفائی وغیرہ میں لگ گئے۔ اسی دن اہل دمشق کے ساتھ غلہ کے تعلق سے ایک معاملہ پیش آیا۔ دمشق سے جو غلہ ہاتھ لگا تھا اس کے متعلق مجاہدوں کا یہ خیال تھا کہ یہ مالِ غنیمت ہے لیکن اہل دمشق کا کہنا یہ تھا کہ یہ بھی امان میں شامل ہے۔ اس معاملہ نے کافی طول پکڑا اور مجاہدوں میں بھی اس کے متعلق دو رائے قائم ہوئیں لہٰذا اس مسئلہ کو حل کرنے میں حضرت خالد الجھ گئے اور توما کی روانگی کو چار دن اور چار رات کا عرصہ گزر گیا۔ غلہ کا مسئلہ حل کرنے کے بعد حضرت خالد نے توما کے تعاقب کا ارادہ موقوف کر دیا کیونکہ چار دن اور چار رات میں وہ اتنا دور نکل گیا ہوگا کہ اب اس کو پکڑنا مشکل ہے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید کا

یونس' نام کے ایک شخص نے توما کا تعاقب کرنے کے لئے مستعد کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یونس کو پتہ چلا کہ حضرت خالد نے توما کے قافلہ کے تعاقب کا ارادہ موقوف کر دیا ہے تو وہ حضرت خالد کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار! توما کا تعاقب کرنے سے آپ کو کس چیز نے باز رکھا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ توما کی روانگی کو چار دن ہو گئے ہیں اور وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے تیز رفتاری سے سفر کرتا ہوا بہت دور نکل گیا ہو گا علاوہ ازیں وہ کس سمت گیا ہے وہ بھی ہمیں نہیں معلوم لہٰذا اس کا تعاقب کرنا بے سود ہے۔ یونس نے کہا کہ......؟

''یونس کون تھا؟ مختصر تعارف''

جب جنگ دمشق جاری تھی تب ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے ہر باب پر گشت کرتے تھے اور رومیوں کی حرکت پر کڑی نگرانی کرتے تھے۔ ایک رات وہ باب کیسان کے قریب تھے کہ انہوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی لہٰذا وہ چوکنے ہو گئے اور ایک طرف چھپ کر دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں دروازہ سے ایک شخص باہر نکلا اور چند قدم آگے بڑھا۔ حضرت ضرار نے اور ان کے ساتھیوں نے چھاپا مار کو اس کو پکڑ لیا۔ اسی وقت دروازے سے دو شخص باہر نکلے اور پہلے نکلنے والے شخص کو پکارنے لگے لیکن وہ شخص حضرت ضرار کے قبضہ میں تھا۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ چڑیا جال میں پھنس گئی۔ یہ سنتے ہی اس کے دونوں ساتھی دروازہ میں واپس چلے گئے اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

اب وہ پہلے نکلنے والا شخص حضرت ضرار کی قید میں اکیلا رہ گیا۔ حضرت ضرار نے گمان کیا کہ شاید یہ شخص جاسوس ہے لہٰذا اس کو حضرت خالد کے پاس لے چلیں تا کہ حضرت خالد اس سے پوچھ تاچھ کر کے اس کی جاسوسی کی کیفیت معلوم کر لیں۔ حضرت ضرار اس شخص کو حضرت خالد کے پاس لے آئے۔ حضرت خالد نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنی جان کی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ بتا دے کہ تو کون ہے؟ اور دروازہ سے کس کام کے لئے باہر آیا تھا؟ اس شخص نے کہا کہ میرا نام یونس ہے۔ میں رومیوں کا مذہبی پیشوا اور خاندان ملوک سے ہوں۔ جب تمہارے لشکر نے دمشق کا محاصرہ کیا اس کے چند دن پہلے ایک لڑکی سے میری شادی ہوئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں دیوانگی کی حد تک پہنچ گئے تھے لیکن شادی کے بعد رخصتی کی رسم باقی تھی۔ اس درمیان تم نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لہٰذا رخصتی کا معاملہ بالائے طاق رہ گیا۔ میں اپنی معشوقہ کے ہجر و فراق میں بے چین و بے قرار تھا۔ میں نے اپنے سسرال والوں سے کہا کہ میری بیوی کو رخصت کر کے میرے پاس بھیج دو لیکن انہوں نے صاف انکار کیا۔ اور مجھ سے تند لہجے میں کہا کہ ہم عربوں کے محاصرہ کی وجہ سے ابتلائے مصیبت ہیں اور تو رخصتی کا اصرار کر رہا ہے لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں۔ جنگ اجنادین کے پہلے تم لوگوں نے جب دمشق کا محاصرہ کیا تھا تو طویل عرصہ تک محاصرہ نے طول پکڑا تھا اور اس مرتبہ بھی محاصرہ طول پکڑنے کا گمان ہے۔ ہم دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے لئے تڑپتے تھے لہٰذا ہم نے خفیہ ملاقات کی تدبیر ڈھونڈ نکالی اور وہ یہ کہ قلعہ کے باہر کچھ ویران کھنڈر ہیں وہاں ہم دونوں ملیں۔ لہٰذا میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ اپنی معشوقہ کو باب کیسان پر بلایا اور میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ باب کا دربان میرا دوست تھا اور وہ میری محبت کی دیوانگی سے واقف تھا لہٰذا اس نے دو بچھڑے ہوئے دلوں کو ملانے کے کام میں تعاون کیا۔ پہلے مجھے باہر نکالا اور کہا کہ چند قدم

چل کر دیکھ لے کہ کوئی عربی سپاہی کا خطرہ تو نہیں؟ پھر تیری معشوقہ کو تیرے ساتھی کے ہمراہ نکالتا ہوں۔ پروگرام کے مطابق میں پہلے باہر نکلا اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ عین اسی وقت میرے ساتھی کے ہمراہ میری محبوبہ دروازہ سے برآمد ہوئی لیکن میں نے چڑیا جال میں پھنس گئی پکار کر ان کو متنبہ کر دیا لہٰذا وہ واپس پلٹ گئے۔

حضرت خالد نے اس سے فرمایا کہ کیا تو دین اسلام قبول کرتا ہے؟ تاکہ اگر دمشق فتح ہو جائے تو میں تیری معشوقہ کے ساتھ از سرنو اسلامی طریقہ پر نکاح کر دوں۔ یونس نے فوراً بلند آواز سے کہا کہ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ یونس نے دین اسلام کو صدق دل سے قبول کیا اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے ہمراہ رومیوں سے جہاد کرتا تھا۔ جس دن دمشق کے قلعۂ شرقی سے حضرت خالد شہر میں داخل ہوئے تو یونس بھی حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ تھا اور وہ سخت لڑائی لڑا تھا۔ جب دمشق فتح ہو گیا تو وہ اپنی معشوقہ کو تلاش کرنے لگا لیکن کہیں بھی اس کا سراغ نہ ملا۔ وہ مارا مارا گھومتا تھا اور ہر شخص سے اپنی محبوبہ کا پتہ پوچھتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ تیرے رنج و غم میں راہبوں کے کپڑے پہن کر راہبہ بن گئی ہے اور تارک الدنیا ہو کر کنیسہ میں بیٹھ گئی ہے۔ یونس فوراً اس کے پاس پہنچ گیا اور راہبہ بننے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ جب رات کے وقت عربوں نے تجھ کو گرفتار کر لیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ تجھے ضرور قتل کر دیں گے اور میں تیری زندگی سے ناامید ہو گئی۔ تیرے بغیر میری زندگی بیکار ہے یہ گمان کر کے میں نے سنسار کو چھوڑ دیا اور راہبہ بن کر کنیسہ میں بیٹھ گئی۔

یونس نے کہا کہ اب ہمارے دکھ کے دن ختم ہوئے۔ میں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلامی لشکر کے سردار نے از سرنو ہمارا نکاح کرا دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں نے تیرے لئے امان بھی حاصل کر لی ہے۔ یونس کی بات سن کر اس کی معشوقہ آگ بگولا ہو گئی اور تند لہجہ میں کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! اب تیرا اور میرا کبھی ملن نہیں ہوگا۔ تو نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر عربوں کا دین اختیار کر لیا ہے لہٰذا اب تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں۔ اب مجھے بھول جا اور میری امید مت رکھنا۔ یونس نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ سنگ دل پگھلی نہیں۔ جب حاکم توما اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دمشق سے گیا تو وہ بھی توما کے قافلہ میں شامل ہو کر چلی گئی۔

''حضرت خالد کا توما کے تعاقب میں روانہ ہونا''

اپنی معشوقہ کے اس طرح روٹھ کر چلے جانے سے یونس کے دل کی دنیا اجڑ گئی۔ اس کے کلیجے سے دھواں اٹھنے لگا۔ اور اپنی معشوقہ کو یاد کرتا تھا اور کف افسوس ملتا تھا۔ لیکن جب اس نے سنا کہ حضرت خالد بن ولید توما کے قافلہ کے تعاقب میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایک مرتبہ پھر اس کے دل میں امید کی کرن چمکی لیکن پھر دل میں اندھیرا چھا گیا کیونکہ توما کی روانگی کو چار دن گزر جانے کی وجہ سے حضرت خالد نے تعاقب کا عزم ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ حضرت خالد کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار! میں ملک شام کے تمام چھوٹے بڑے راستوں سے واقف ہوں۔ اگر آپ کا اب بھی تعاقب کا ارادہ ہے تو......؟

بسم اللہ کیجئے میں آپ کو درمیان سے جانے والے راستوں سے لے چلوں گا اور امید ہے کہ ہم توما کے قافلے تک پہنچ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! اگر ہم نے توما کے قافلے کو پکڑ لیا تو مجھ کو میری بیوی مل جائے گی اور میرا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ یونس کی بات سن کر حضرت خالد کو توما کے تعاقب کا میلان ہوا اور آپ نے یونس سے فرمایا کہ کیا تجھے پورا یقین ہے کہ ہم توما کے قافلے تک پہنچ جائیں گے۔ یونس نے جواب دیا کہ مجھے یقین ہے کہ لیکن میں آپ کو جس راستہ سے لے کر چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں وہ تمام علاقہ رومیوں سے بھرا ہوا ہے۔ راہ میں جو دیہات وقصبات واقع ہیں وہ بھی رومیوں کے ہیں لہٰذا تم اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ تمام نصرانی عرب کا لباس پہن لیں۔ اس علاقہ میں قوم لخم اور قوم جذام کے نصرانی عرب آباد ہیں لہٰذا کسی کو شبہ نہ ہو۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ لشکر زحف اور دیگر ساتھیوں کو کل چار ہزار کی تعداد میں لئے اور سب کو نصرانی عربوں کا لباس پہن لینے کا حکم دیا۔

حضرت خالد ۱۴ جمادی الآخر ۱۳ھ بروز جمعرات توما کے قافلے کے تعاقب میں یونس کی رہبری میں دمشق سے روانہ ہوئے تھے۔

حضرت خالد جب دمشق سے روانہ ہوئے تھے تو رہبری کی حیثیت سے یونس کو ساتھ میں لیا تھا یونس کا نام حضرت خالد نے بدل کر ''نجیب'' رکھا تھا۔ لہٰذا اب ہم جہاں بھی یونس کا ذکر کریں گے وہاں نجیب نام سے مخاطب کریں گے۔ نجیب نے توما کے قافلے کے نشان قدم پر اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ تعاد کے قافلے کے نشان قدم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ''انطاکیہ'' (Antioch) کی طرف گیا ہے۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد نجیب نے شاہراہ چھوڑ دی اور پہاڑوں اور گھاٹیوں سے گزرنے والا راستہ اختیار کیا۔ اس راستہ سے سفر کرنا نہایت دشوار تھا کیونکہ راہ میں نوکیلے پتھر اتنی کثرت سے تھے کہ گھوڑوں کے پاؤں سے خون جاری ہو گیا۔ تنگ راستے اور نوکیلی جھاڑیوں کی وجہ سے مجاہدوں کے کپڑے بھی پھٹتے تھے اور جسم میں زخم ہو جاتے تھے۔ بڑی مصیبت اور مشقت اٹھا کر نجیب ان کو شاہراہ پر لے آیا۔ اس شاہراہ پر توما کے قافلے کے نشان قدم پائے گئے۔ نجیب نے کہا کہ قافلہ یہاں سے بھی گزر گیا ہے اور اسلامی لشکر نے کچھ فاصلہ شاہراہ پر چل کر طے کیا اس کے بعد نجیب نے شاہراہ چھوڑ کر درمیان سے جانے والا دشوار راستہ اختیار کیا اور اسلامی لشکر ''جبلہ'' نامی مقام پر پہنچا۔ وہاں سے کوچ کر کے لاذقیہ نامی مقام پر پہنچا اسلامی لشکر کئی دن سے مسلسل سفر کر رہا تھا صرف نماز کے وقت توقف کیا جاتا اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا۔ ''لاذقیہ'' پہنچتے پہنچتے ان کے گھوڑے نیم جان ہو گئے تھے اور سواروں کی حالت بھی خستہ تھی۔ نجیب نے اسلامی لشکر کو لاذقیہ کے قریب ایک گاؤں کے جوار میں ٹھہرایا۔ یونس (نجیب) بہت پریشان تھا کیونکہ لاذقیہ سے انطاکیہ کی طرف جانے والے ساحلی راستہ پر اس نے توما کے قافلہ کے نشان قدم تلاش کرنے کی بہت کوشش کی تھی مگر کہیں بھی نشانِ قدم نظر نہ آئے تھے لہٰذا وہ اسلامی لشکر کو ٹھہرا کو خود گاؤں میں اکیلا گیا تا کہ توما کے قافلہ کا کوئی سراغ ملے۔ رات میں بڑی دیر کے بعد نجیب گاؤں سے واپس آیا۔

دوسرے دن صبح فجر کی نماز کے بعد حضرت خالد نے دیکھا کہ نجیب کا چہرہ اترا ہوا ہے اور چہرے سے عجز اور مایوسی کے

آثار نمودار ہیں لہٰذا حضرت خالد نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو افسردہ دیکھ رہا ہوں۔ نجیب نے کہا کہ اے سردار! ا
میں توما کے قافلہ تک پہنچنے کی امید نہیں رکھتا کیونکہ میں قریب کے گاؤں میں گیا تھا تو وہاں سے پتہ چلا کہ توما کا قافلہ انطا
کے بجائے قسطنطنیہ (Istambol) کی طرف نکل گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہرقل بادشاہ کو جب پتہ چلا کہ توما
مسلمانوں کو دمشق سونپ دیا ہے اور وہ انطاکیہ آنے کے لئے روانہ ہوا ہے تو وہ خشمناک ہوا اور اس نے اپنا قاصد روانہ کر
''سوریہ'' نامی مقام سے توما کو قسطنطنیہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیا کیونکہ ہرقل بادشاہ مسلمانوں سے جنگ عظیم کی زبردس
تیاری کر رہا ہے اور ''یرموک'' نامی مقام پر لاکھوں کی تعداد میں لشکر جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ توما انطا
آئے کیونکہ یرموک کی طرف بھیجنے کے لئے فی الحال وہ انطاکیہ میں لشکر جمع کر رہا ہے۔ اگر توما انطاکیہ آیا اور اس نے جنگ دمش
کے احوال بیان کئے تو اسلامی لشکر کی دلیری اور شجاعت کا ذکر سن کر اس کے لشکر کا حوصلہ پست ہو جائے گا لہٰذا ہرقل بادشاہ
توما کے قافلے کو قسطنطنیہ چلے جانے کا حکم بھیج دیا۔ ہرقل بادشاہ نہیں چاہتا کہ توما انطاکیہ آئے۔

حضرت خالد نے نجیب سے فرمایا کہ کیا ہوا؟ ہم قسطنطنیہ جانے والے راستہ کو اختیار کریں۔ نجیب نے کہا کہ یہ معاما
مشکل ہے کیونکہ ''سوریہ'' نامی مقام بہت ہی پیچھے رہ گیا ہے۔ اگر ہم یہاں سے واپس پلٹیں اور سوریہ پہنچیں اتنے وقت میں تو
کا قافلہ آرام سے قسطنطنیہ پہنچ جائے گا۔ حضرت خالد نے نجیب سے پوچھا کہ اگر ہم سوریہ جانے والا راستہ اختیار نہ کریں او
درمیان سے جانے والا کوئی چھوٹا راستہ اختیار کریں تو قافلہ ملنے کی امید ہے؟ نجیب نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ ا
سردار! صرف ایک راستہ ہے لیکن اس راستہ سے جانا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس راستہ سے جانے میں درمیان میں بڑے پہاڑوں
سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ان پہاڑوں کو عبور کرنا نہایت دشوار ہے نیز ان پہاڑوں کے اطراف میں جو گاؤں واقع ہیں ان گاؤں
میں ہرقل بادشاہ کے لشکر کے سپاہی بڑی کثرت سے جمع ہوئے ہیں جو ''یرموک'' کی جنگ کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان کو
ہماری بھنک لگ گئی تو مبادہ وہ مزاحم ہوں اور ایک نئی مصیبت میں الجھ جائیں گے۔

اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی حالت یہ تھی کہ تمام گھوڑے اور سوار تھکے ماندے تھے۔ سفری مشقت اور تکان کی وجہ سے ان
کے جسم بوجھل ہو گئے تھے۔ حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں وقف کیا ہے۔ میں کسی بھی
صورت سے توما کے قافلہ تک پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ قسم ہے اس رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق کی جو مدینہ منورہ
میں آرام فرما ہیں! مجھے اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ ہم کو فتح و کامیابی عطا فرمائے گا۔ اے اسلام کے خدمت گارو! کیا
تم میرا ساتھ دو گے؟ میں جانتا ہوں کہ آگے کا سفر دشوار اور خطرناک ہے اور تم بہت تھک چکے ہو لیکن صبر و ہمت سے کام لو اور
تکان کو خاطر میں نہ لاؤ۔ بقول:

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

اور

کوئی ان تیز رووں سے کہہ دو
کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی پر جوش تقریر نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش وخروش پیدا کر دیا اور تمام نے بیک زبان کہا کہ اے ہمارے محترم سردار! آپ جو بھی حکم فرمائیں ہمیں منظور ہے۔ لہٰذا حضرت خالد نے درمیان میں واقع ''جبل لکام'' نام کے پہاڑ کی طرف آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مجاہدوں میں نہ جانے کون سی طاقت وقوت آ گئی تھی کہ جبل لکام کو بغیر کسی توقف کے عبور کر لیا اور پہاڑ کی پرلی طرف کے میدان میں آ پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ میدان میں آ کر لشکر نے ابھی راحت کا دم بھی نہ لیا تھا کہ دفعۃً تیز ہوا چلنے لگی۔ گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ بجلی کی چمک اور کڑک نے بھیانک منظر کھڑا کر دیا۔ بادل نے گرجنا اور برسنا شروع کر دیا۔ بقول:

بادل گرجے، بجلی تڑپے، دھک سے کلیجا ہو جائے
بَن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

پہلے ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی۔ پھر موسلا دھار شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں دھواں دھار بارش ہونے لگی۔ پانی اس زور سے برستا تھا جیسے مشکوں کے منہ کھل گئے ہوں۔ اسلامی لشکر کے ساتھ ایک بھی خیمہ نہ تھا اور نہ ہی بارش سے بچنے کا کوئی سامان تھا۔ تمام مجاہد کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے بھیگ رہے تھے۔ نصف شب کے بعد مینہ تھما۔ خدا خدا کر کے رات بسر ہوئی۔ حضرت خالد نے اذان کہی اور لشکر اسلام نے حضرت خالد کی اقتدا میں نماز فجر پڑھی۔ صبح کے وقت بادل پھٹ گیا تھا۔ مطلع صاف تھا اور آفتاب اپنی آب و تاب کے ساتھ روشنی اور حرارت پھیلا رہا تھا۔ نجیب نے حضرت خالد بن ولید سے کہا کہ اے سردار! رات کے آخری حصہ میں مَیں نے ایک شور وغل سنا ہے جو بہت ہی قریب کے علاقہ سے آ رہا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ تو ما کے قافلہ کا شور ہو یا پھر کوئی لشکر رومیوں کا ہمارا پیچھا کرتے ہوئے قریب میں کہیں چھپا ہے لہٰذا آپ اجازت دیں تا کہ میں تھوڑے فاصلہ تک جاؤں اور کوئی خبر وہاں سے لاؤں۔ حضرت خالد نے نجیب کے ساتھ حضرت مفرط بن جعدہ کو بھیجا۔ قریب میں ہی ''ابرس'' نام کا ایک متوسط پہاڑ تھا جس کو رومی ''جبل بازق'' کہتے ہیں۔ یہ دونوں اس پہاڑ کی چوٹی تک گئے۔ پہاڑ کی پشت کی جانب ایک بہت وسیع اور ہری و سبز چراگاہ تھی۔ نجیب نے نظر اس طرف کی تو کیا دیکھا کہ چراگاہ کا وسیع میدان انسانوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ سواری کے گھوڑے کھلے میدان میں ہری گھاس چر رہے تھے۔ اعلیٰ قسم کے ریشمی خیمے نصب تھے۔ لوگ بارش کی وجہ سے بھیگے ہوئے اپنے کپڑے و اسباب کو خشک کرنے کے لئے سورج کی دھوپ میں پھیلا رہے تھے۔ ایک طرف بڑی بڑی دیگوں میں کھانا پک رہا تھا۔ تقریباً آٹھ یا دس ہزار مرد، عورت، بچے اور چار پانچ ہزار گھوڑے اور دیگر جانوروں کی وجہ سے چراگاہ میں میلا لگا ہوا ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ نجیب نے ایک چٹان کی آڑ میں چھپ کر تھوڑی دیر تک

بغور معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حاکم توما کا ہی قافلہ ہے۔

مرج دیباج کی لڑائی اور توما کا قتل ہونا:

جس میدان میں حاکم توما کا قافلہ ٹھہرا ہوا تھا اس کا نام ''مرج دیباج'' تھا۔ ''مرج'' کے معنی چراگاہ یعنی گھاس کا میدان یا وہ جگہ جہاں جانوروں کو چرایا جاتا ہے۔ نجیب اور حضرت مفرط بن جعدہ کو اب پورا یقین ہو گیا کہ یہ توما کا قافلہ ہے۔ لہٰذا وہ دونوں بہت ہی سرعت سے ابرس پہاڑ سے نیچے اترے اور پھر دوڑتے ہوئے اسلامی لشکر میں آئے۔ نجیب نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! بشارت ہو کہ سامنے جو پہاڑ ہے اس کی پشت کی جانب وسیع میدان میں حاکم توما کا قافلہ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا جلدی حملہ کرنے چلو، اور ہاں! میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کو حکم کردو کہ جو شخص میری بیوی تک پہنچ جائے، وہ اسے مجھ تک پہنچا دے۔ میں نے اس کی خاطر ہی یہ کام انجام دیا ہے۔ مجھے غنیمت کے مال سے کچھ بھی حصہ درکار نہیں۔ صرف میری بیوی مجھے مل جائے یہی میرا مقصد ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا وہ تیرے ہی لئے ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

پھر حضرت خالد نے لشکر کے ایک ایک ہزار کے چار دستے بنائے اور ہر دستہ پر ایک ایک سردار مقرر کیا۔ (۱) بذات خود (۲) حضرت ضرار بن ازور (۳) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۴) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور جاتے ہی مثل شیر حملہ آور ہوئے۔ تکبیر کی صدا نے میدان گونجا دیا۔ اسلامی لشکر کو دیکھ کر رومی سپاہی اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور فوراً مسلح ہو کر سوار ہو گئے اور حضرت خالد کے مقابلے میں آ گئے۔ توما کے قافلے میں پانچ ہزار سوار لڑنے والے سپاہی تھے۔ توما نے حضرت خالد کے ساتھ ایک ہزار کی تعداد کا قلیل لشکر دیکھا تو اس کو جرأت ہوئی اور اپنے سپاہیوں سے کہا کہ ان مٹھی بھر عربوں کو مسیح نے لقمۂ اجل بننے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ صلیب سے مدد طلب کرو اور ان سب کو اپنی تلوار کی نوک پر لو اور ایک کو بھی زندہ مت چھوڑو۔ ہربیس نے بھی اپنے بطارقہ کو اکسایا اور ایک ساتھ پانچ ہزار رومی مقابلے میں آ گئے۔ دونوں لشکر نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ اتنے میں حضرت ضرار بن ازور اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے آ پہنچے۔ رومی چونک پڑے کہ یہ دوسرا لشکر کہاں سے دھمکا۔ کچھ رومی حضرت ضرار کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ دفعتہً تہلیل و تکبیر کہتے ہوئے حضرت رافع بن عمیرہ طائی رومیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق اپنے لشکر کے ساتھ رومیوں پر آ پڑے۔ اسلامی لشکر کی اس طرح قسطیں آتی دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھ گئے۔ ان پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا۔ دل جمعی سے لڑنے کا حوصلہ کافور ہو گیا۔ ہمت ٹوٹ گئی۔ دل دہل گئے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدوں نے شدت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی کر کے رومی شہسواروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔

حضرت خالد بن ولید اپنے شکار حاکم توما کی جستجو میں تھے۔ دفعتہً انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی دائیں آنکھ پر پٹی باندھے ہوئے لڑنے میں مصروف ہے۔ حضرت خالد فوراً پہچان گئے یہ کانا شخص ہی توما ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جنگ

دمشق میں حضرت اُمّ ابان نے تیر مار کر توما کو یک چشم کر دیا تھا۔ حضرت خالد توما کی طرف لپکے۔ حضرت خالد کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق بھی توما کی طرف جھپٹے۔ حضرت خالد کو اپنے قریب دیکھ کر توما تھر تھر کانپنے لگا۔ حضرت خالد نے توما کو جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ اے دشمن خدا! تو اپنے گمان میں ہمارے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلا تھا اور تجھے اس بات کا وہم تک نہ ہوگا کہ تجھ تک پہنچ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین لپیٹ دی اور ہم نے تجھ کو پالیا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے توما کی بائیں آنکھ میں نیزہ مارا۔ نیزہ لگتے ہی اس کی آنکھ پھوٹ گئی اور وہ گھوڑے کی پشت سے اچھل کر زمین پر گرا اور چیختا ہوا تڑپنے لگا۔ حضرت عبدالرحمٰن اپنے گھوڑے سے کود پڑے اور توما کے سینے پر سوار ہو تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا اور سر کو نیزہ کی نوک پر چڑھا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ نیزے کو بلند کیا اور مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے گروہ مسلمین! خدا کا دشمن ملعون توما مارا گیا ہے اور اس کا سر نیزہ کی نوک پر نصب ہے۔ لہٰذا اب ہربیس کو ڈھونڈ نکالو اور اس کا بھی یہی حشر کرو۔ رومیوں نے توما کا سر نیزے پر بلند دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ مجاہدوں نے دلیری سے رومیوں کو قتل و غارت کیا۔ رومیوں کی اکثریت مقتول ہوئی۔ باقی کے بھاگ نکلے۔ کثیر تعداد میں مال و اسباب، ہتھیار، خیمے، سونا، چاندی، جواہرات، زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں۔ ریشمی کپڑا تین سو (۳۰۰) بوجھ (Bundle) حاصل ہوا۔ اتنی کثرت سے ریشمی کپڑا مالِ غنیمت میں حاصل ہونے کی وجہ سے اس چراگاہ کا نام ''مرج الدیباج'' مشہور ہو گیا۔ دیباج یعنی ریشمی کپڑا۔ مرج کے معنی چراگاہ۔ مرج الدیباج یعنی ریشمی کپڑے والی چراگاہ۔ مالِ غنیمت کے علاوہ حاکم توما کی بیوی یعنی ہرقل بادشاہ کی دختر بھی بہت ساری عورتوں اور رومی سپاہیوں کے ہمراہ قید ہوئی۔

یونس (نجیب) اور اس کی بیوی کا معاملہ:

حاکم توما کے قافلے کے تعاقب کے مشن کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرنے والے نجیب (یونس) نے دمشق سے مرج الدیباج تک اسلامی لشکر کی رہبری کی خدمت اپنی بیوی کو حاصل کرنے کے مقصد کے تحت انجام دی تھی۔ نجیب کو اس کی بیوی ملی یا نہیں؟ مرج الدیباج کے میدان میں پھر ایک مرتبہ طائرانہ نظر کریں اور نجیب کی مراد پوری ہوئی یا نہیں؟ وہ دیکھیں:

حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے رومیوں کا لباس پہنا تھا۔ وہ سواری کے گھوڑے سے اتر کر ایک رومی عورت سے لڑتا تھا۔ کبھی عورت اس پر غالب ہو جاتی تھی اور کبھی وہ عورت پر غالب آ جاتا تھا۔ دونوں میں سخت ہاتھا پائی ہو رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون شخص ہے جو ایک رومی نازنین سے لڑ رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا نجیب اپنی بیوی سے کشتی لڑتا تھا۔ میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا۔ جب توما قتل ہوا اور رومیوں نے ہزیمت اٹھائی تو میں نے چند عورتوں کے ساتھ ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو بھی قید کر لیا اور واپس اس جگہ پر آیا جہاں دونوں میاں بیوی کشتی لڑتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ نجیب کی بیوی خون آلودہ مردہ پڑی ہوئی ہے اور نجیب اس کے پاس بیٹھ کر اپنا سر پکڑ کر زار و قطار رو رہا ہے۔ میں نے نجیب کو پکار کر کہا کہ اے رہبر! کیا ہوا؟ اس قدر کیوں روتا ہے؟ اس نے روتے ہوئے جواب دیا

کہ میں اپنی بیوی کی طلب میں یہاں تک آیا اور مجھے اپنی بیوی کے علاوہ اور کوئی خواہش نہ تھی کیونکہ مجھے اس کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ یہاں پہنچ کر میں نے اس کو تلاش کیا اور اس تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تیرے فراق میں دیوانہ ہو کر یہاں تک پہنچ آیا اور تو مجھ سے بھاگتی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور مجھے بھول جا۔ قسم ہے حق مسیح کی! اب تیرا اور میرا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہے کیونکہ تو اپنے دین سے منحرف ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے نفس کو دین مسیح کے لئے وقف کر دیا ہے اور اسی لئے میں قسطنطنیہ جا رہی ہوں۔ وہاں جا کر راہبہ بن کر تمام عمر کنیسہ میں بیٹھوں گی۔ میرا راستہ چھوڑ دے اور اپنی راہ پکڑ۔ میں نے اس سے بہت منت سماجت کی مگر اس نے میری ایک نہ سنی اور مجھ کو اپنے سے باز رکھنے کی غرض سے لڑنے لگی۔ میں بھی لڑائی پر اتر آیا اور ہم دونوں میں بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پا لیا اور اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ دفعۃً اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی چھری نکالی اور اپنے سینہ میں پیوست کر دی اور خودکشی کر لی۔ یہ دیکھو وہ مردہ پڑی ہے اور میں اس کے فراق میں رو رہا ہوں۔''

اس کے بعد یونس (نجیب) کا حال یہ ہوا کہ جب اسلامی لشکر کو لے کر حضرت خالد بن ولید دمشق واپس لوٹے اور اجنادین و دمشق سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اس مال سے ''خمس'' (20%) امیرالمومنین کی خدمت میں ''بیت المال'' کے لئے الگ کر کے باقی مال مجاہدوں پر تقسیم فرمایا۔ تب حضرت خالد نے اپنے حصے میں سے بہت کثیر مال نجیب کو دیا اور فرمایا کہ یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ اس مال کو قبول کرو اور کوئی اچھی لڑکی ڈھونڈھ کر نکاح کر لو۔ نجیب نے وہ مال لینے سے انکار کرتے ہوئے مودبانہ عرض کیا کہ اے رحم دل سردار! آپ کی کرم نوازی کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میری بیوی کے انتقال کے بعد میں اس دنیا میں کسی بھی عورت سے نکاح کرنا نہیں چاہتا۔ عالم آخرت میں جنت کی حور سے ہی نکاح کروں گا۔ حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے بیان کیا ہے کہ نجیب نے اسلامی لشکر کے ساتھ ملک شام کی لڑائیوں میں اپنی خدمات پیش کیں یہاں تک کہ ''جنگ یرموک'' میں وہ بڑی دلیری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرج الدیباج سے حضرت خالد کا گم ہونا' جان کا خطرہ' سلامت واپس:

توما کو قتل کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید ''ہربیس'' کو تلاش کرتے تھے تاکہ اس کو بھی اس کے انجام تک پہنچا دیں۔ دفعۃً انہوں نے ایک بھاری ڈیل ڈول والے گبر کو دیکھا۔ اس گبر کی سرخ رنگ کی بڑی داڑھی تھی اور اس نے ریشمی کپڑے کا قیمتی لباس پہن رکھا تھا اور لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت خالد نے گمان کیا کہ یہ ہربیس ہے۔ حضرت خالد نے اس کی طرف گھوڑا دوڑایا۔ حضرت خالد کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ گبر بھاگا۔ حضرت خالد نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے قریب پہنچ گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس پر نیزہ کا وار کیا لیکن صرف نیزہ کی نوک اس کی پشت سے مس ہوئی اور معمولی زخم لگا۔ وہ گبر گھبراہٹ کی وجہ سے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا۔ حضرت خالد اپنے گھوڑے سے کودے اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ کیوں ہربیس بھاگ کر کہاں جا رہا تھا؟ اب تو میرے ہاتھ سے بچنے والا نہیں۔ وہ گبر عربی زبان اچھی طرح جانتا تھا لہٰذا اس نے عربی زبان میں جواب دیا کہ اے برادرِ عربی! مجھے مت مارو۔ میں ہربیس نہیں ہوں۔ اگر تم نے

کو مار ڈالا تو ہربیس تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائے گا اور پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا' اگر تم مجھ کو امان دو تو میں تم کو ہربیس کا بتادوں۔ حضرت خالد اس کے سینے سے اتر گئے اور اس کو امان دی۔ اس گبر نے پہاڑ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے حضرت خالد سے کہا کہ پہاڑ کی جانب دیکھو۔ حضرت خالد نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو چند آدمی پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ گبر نے کہا کہ ہربیس اپنے ساتھیوں کے آگے چل رہا ہے اور وہ سب بھاگ کر جا رہے ہیں۔ حضرت خالد نے اپنے قریب کھڑے حضرت اسد بن جابر کو قریب بلایا اور اس گبر کو ان کے حوالے کر کے فرمایا کہ تم اس گبر کو روکے رہو۔ اگر یہ اپنی اطلاع میں جھوٹا ثابت ہوگا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے ورنہ رہا کر دیں گے۔

حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور فوراً ہربیس کے قریب پہنچ گئے۔ ہربیس کے ہمراہ قوم نصرانی کے بیس گبر تھے جو ہتھیاروں سے لیس تھے۔ زرہ اور خود میں جڑے ہوئے تھے۔ وہ تمام گبر ملک شام کے جنگ جو شہسوار اور شجاعت میں سے تھے۔ حضرت خالد نے جاتے ہی دو گبروں کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور گبروں کے آگے چلنے والے ہربیس کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ اے دشمن خدا! میں خالد بن ولید تیری ہلاکت کے لئے آ پہنچا ہوں۔ بھاگتا کیوں ہے؟ رک جا! اے بزدل نامرد تاکہ تجھے بھی تیرے سردار توما کے پاس بھیج دوں۔ گرجتی ہوئی آواز میں حضرت خالد کی دھمکی سن کر ہربیس گھوڑے کے زین سے سمٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سختی ہو تم پر! کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھتے ہو۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ارکہ، تدمر، بصرہ، اجنادین اور دمشق کے لوگوں کو لوٹا ہے اور قتل کیا ہے۔ اس کو زندہ واپس مت جانے دو۔ اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو ہماری کھوئی ہوئی عزت واپس پلٹ آئے گی اور ہمارے مقتول بھائیوں کا بدلہ بھی حاصل ہوگا۔ ہربیس کے کہنے اور ترغیب دینے پر رومی گبروں نے حضرت خالد کی طرف رخ کیا۔ جس جگہ یہ معرکہ ہو رہا تھا وہ جگہ پہاڑی اور تنگ راستہ تھا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا ممکن نہیں تھا لہٰذا حضرت خالد گھوڑے سے اتر گئے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھام لی گبروں نے دیکھا کہ حضرت خالد اکیلے ہیں تو انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دین اسلام کا شیر ببر اٹھارہ بھیڑیوں کے درمیان پھنس گیا تھا۔ تن تنہا مقابلہ کر کے حضرت خالد نے گبروں کو جنگ کے وہ کرتب دکھائے کہ وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گئے۔ حضرت خالد اتنی تیز رفتاری سے تلوار گھماتے تھے کہ کسی کو قریب آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس دوران ہربیس نے موقع پا کر حضرت خالد کے سر پر زور سے تلوار ماری لیکن حضرت خالد نے عمامہ کے نیچے لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ تلوار عمامہ کو کاٹتی ہوئی خود سے ٹکرائی اور ایسا بازگشت جھٹکا لگا کہ ہربیس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ حضرت خالد تن تنہا بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن سخت مصیبت میں تھے۔ بچنا مشکل تھا۔ حضرت خالد کو بھی اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا لیکن حضرت خالد کو اپنے آقا و مولیٰ، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض اتم پر یقین کامل تھا۔ بقول:

جنگل درندوں کا ہے، میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ' لے خبر

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا حضرت خالد کی عین خواہش تھی اور اسی خواہش کے حصول کے لئے حضرت خالد ہمیشہ خطرے کی جگہ پر ٹھہرتے اور دشمنان اسلام سے دلیری سے جنگ کرتے تھے۔ مرج الدیباج کی لڑائی سے قبل حضرت خالد نے بتیس (۳۲) جنگوں میں شرکت فرمائی تھی اور ہر جنگ میں شہادت کے خواستگار تھے۔ بقول:

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں
آپ پر واریں وہ صورت کیجئے

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اب بپھرے ہوئے شیر کی طرح خشمناک ہو کر لڑنے لگے لیکن جوش کے ساتھ ہوش سے کام لیتے ہوئے رومیوں پر رعب ڈالنے کے لئے زور سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کی۔ رومی گبر یہ سمجھے کہ شاید ان کے ساتھی قریب میں چھپے ہوئے ہیں، ان کو بلانے کے لئے یہ ''اللہ اکبر'' کی صدا لگاتے ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ قریب میں حضرت خالد کا کوئی بھی ساتھی نہ تھا۔ انہوں نے گبروں پر رعب اور ہیبت ڈالنے کے لئے ایک حیلہ اور تدبیر کی تھی۔ لیکن:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار عاشق کے حیلے کو حقیقت میں بدل دیا۔ حضرت خالد نے جیسے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا فوراً صدائے بازگشت کی طرح جواب سنائی دیا کہ:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَا اَبَا سُلَيْمَانُ اَتَاكَ الْغَوْثُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: ''نہیں ہے کوئی معبود مگر تنہا اللہ نہیں ہے شریک اس کا اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ابا سلیمان (یعنی اے خالد بن ولید) پروردگار عالم کی طرف سے تمہارے لئے فریادرس آیا۔''

ایمان اور ایقان پر مشتمل صدا سن کر حضرت خالد بھی محو حیرت تھے کہ دفعۃً حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے دوڑے چلے آتے تھے۔ آتے ہی مجاہدوں نے گبروں کو گھیر لیا اور حضرت ضرار بن ازور نے تو آنے کے ساتھ ہی گبروں کو تلوار کی نوک پر لیا۔ لمحہ بھر کے عرصہ میں اٹھارہ گبر زمین پر بے جان پڑے ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ مجاہدوں کے آتے ہی ہربیس اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہے لہٰذا آپ نے اس کا تعاقب کیا اور چند قدموں کے فاصلہ پر اس کو پا لیا۔ ہربیس بری طرح لرز رہا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ اڑنے لگا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مگر آواز حلق میں دبی کی دبی رہ گئی۔ حضرت خالد نے تلوار کی ایک ضرب میں اس کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ حضرت خالد نے تمام مجاہدوں کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے پوچھا کہ میں یہاں ہوں یہ خبر تم کو کس نے دی؟ حضرت عبدالرحمٰن نے جو جواب دیا وہ علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

''پس کہا عبدالرحمٰن نے کہ اے سردار! تھے ہم رومیوں کی لڑائی میں اور فتح دی اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر اور وہ لوگ کشتہ اور گرفتار ہوئے اور مسلمان مصروف تھے یکجا کرنے مالِ غنیمت میں کہ دفعۃً سنی ہم نے آواز پکارنے والے

کی ہوا سے اور وہ کہتا تھا کہ مشغول ہو تم لوٹ کے مال جمع کرنے میں اور خالد بن ولید کو گھیر لیا ہے دشمنوں نے، پس جب سنا میں نے آواز کو اور میں نہیں جانتا تھا کہ کس جگہ میں تم ہو اور گم کیا تھا ہم نے تمہاری ذات کو اور مسلمان اس سبب رنج میں تھے پس راہ بتائی ہمارے تئیں ایک گبر نے جو تمہارے ایک ساتھی کے قابو میں تھا اور کہا اس نے تمہارے سردار کو میں نے راہ بتائی ہے بجانب ہربیس کے اور وہ اس کے ساتھ پہاڑ پر ہیں۔ پس جلدی روانہ ہوئے ہم تمہاری طرف۔'' (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۲۵)

پھر حضرت خالد بن ولید اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مرج الدیباج کی طرف روانہ ہوئے مرج الدیباج میں اسلامی لشکر میں حضرت خالد کے گم ہونے اور دشمنان کے درمیان پھنس جانے کی خبر بجلی کی طرح پھیل چکی تھی۔ ہر مجاہد حضرت خالد کے لئے پریشان اور بیقرار تھا۔ لشکر کے تمام لوگ حضرت خالد کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگ رہے تھے۔ جب حضرت خالد کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آتے دیکھا تو لشکر اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام نے نعرۂ تکبیر سے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور خیر و عافیت سے لوٹنے کی مبارکباد دی۔ حضرت خالد نے ہربیس کا پتہ بتانے والے رومی گبر کو بلایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں نے تجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کروں کیونکہ تیرے ساتھ خیر خواہی کرنا مجھ پر واجب ہے۔ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تو دین اسلام قبول کر کے اہل جنت میں سے ہو جائے؟ اس گبر نے جواب دیا کہ میں اپنا دین بدلنا نہیں چاہتا لہٰذا حضرت خالد نے حسب وعدۂ امان اس کی راہ چھوڑ دی۔ وہ گبر اپنے گھوڑے پر سوار ہو ر رومی شہروں کی طرف اکیلا چلا گیا۔

حضرت خالد بن ولید نے مجاہدوں کو مالِ غنیمت اور قیدیوں کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔ جب تمام مال ایک جگہ جمع کیا گیا تو مالِ غنیمت کا ایک چھوٹا ٹیلہ بن گیا۔ پھر حضرت خالد نے راہ بتانے والے نجیب کو بلایا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور بعد میں اس کی بیوی کا حال پوچھا۔ نجیب (یونس) نے اپنی درد بھری داستان کہہ سنائی۔ حضرت خالد نے اظہارِ افسوس کیا اور صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس پر حضرت رافع بن عمیرہ طائی نے کہا کہ اے سردار! ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو ہم نے قید کیا ہے' میری رائے یہ ہے کہ نجیب کو ہرقل بادشاہ کی بیٹی ہبہ کر دیں تا کہ اس کی بیوی کا نعم البدل ہو جائے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اگر ہرقل بادشاہ نے اپنی بیٹی ہم سے طلب کی تو ہم کو واپس دینی پڑے گی اور اگر ہرقل نے ہم سے اس کی بیٹی کا مطالبہ نہیں کیا تو پھر وہ نجیب کی ہی ہے۔ بعد ازاں نجیب (یونس) نے حضرت خالد سے کہا کہ اس وقت ہم ایسے علاقے میں ہیں کہ اطراف میں ہرقل بادشاہ کا لشکر موجود ہے۔ لہٰذا ہم پر کوئی لشکر آ پڑے اس سے پہلے یہاں سے روانہ ہو کر جلد از جلد دمشق پہنچ جانا چاہئے۔ نجیب کے مشورے کو قبول کر کے حضرت خالد نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ مرج الدیباج سے کوچ کر کے اسلامی لشکر ''پُل اُمّ حکیم'' کے قریب ''مرج الصفر'' نام کے مقام پر پہنچا تو دفعۃً ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ حضرت خالد نے حضرت صعصعہ غفاری نام کے مجاہد کو اس غبار کی تحقیق کرنے بھیجا۔ حضرت صعصعہ غفاری تیز گھوڑا دوڑاتے ہوئے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ رومیوں کا لشکر اس شان سے ہے کہ اس لشکر کے سپاہی کے بدن لوہے سے اس طرح مستور ہیں کہ ان کی آنکھ کی پتلی کے سوا جسم کا کوئی

حصہ نظر نہیں آتا۔ تھوڑی دیر میں وہ لشکر قریب آ گیا اور لشکر سے ایک بوڑھا راہب نکل کر قریب آیا اور پکار کر کہا کہ میں ہرقل بادشاہ کا ایلچی ہوں اور اسلامی لشکر کے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہدین اس بوڑھے راہب کو حضرت خالد کے پاس لے آئے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اپنا مقصد بیان کرو۔ بوڑھے راہب نے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم نے میرے داماد توما کو قتل کر کے میری بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے میں تم سے یہ امید رکھتا ہوں کہ تم میری بیٹی مجھ کو واپس کر دو۔ اگر میری بیٹی کے عوض کچھ مال درکار ہے تو مجھے دینے سے انکار نہیں یا اپنی طرف سے بطور ہدیہ میری بیٹی مجھ کو دے دو کیونکہ کرم اور بخشش کرنا مسلمانوں کے خصائل سے ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ ہم کو مال دنیا کی طمع نہیں۔ ہم بادشاہ کے ہاتھ پر اس کی بیٹی فروخت نہیں کرنا چاہتے۔ ہم کسی بھی قسم کا کوئی معاوضہ یا فدیہ لئے بغیر اس کی بیٹی کو آزاد کرتے ہیں اور یہ ہماری طرف سے تمہارے بادشاہ کو ہدیہ ہے۔ چنانچہ حضرت خالد نے اسی وقت ہرقل اعظم کی بیٹی کو رہا کر کے شاہی ایلچی کے ساتھ روانہ کر دی۔

حضرت خالد کی دمشق واپسی:

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھ چار ہزار کا لشکر لے کر توما کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے اس کو ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا لیکن حضرت خالد ابھی تک دمشق واپس نہیں لوٹے تھے اور ان کی طرف سے کوئی خط یا خبر بھی نہیں آئی تھی لہٰذا حضرت ابوعبیدہ اور تمام مسلمان ان کے لئے متفکر تھے بلکہ ان سے ناامید ہو گئے تھے۔ بعض کو تو ایسے وسوسے آتے تھے کہ نجیب (یونس) نے مکر و فریب کر کے اسلامی لشکر کو ہلاک کر دیا ہے۔ تمام مسلمان بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعا کرتے تھے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں سلامت اور محفوظ رہیں اور خیر و عافیت سے واپس آ جائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجنادین کی فتح کے بعد حضرت ابوسفیان، حضرت عمرو بن معدی کرب اور حضرت مالک اشتر نخعی کی ہمراہی میں سات ہزار کا جو لشکر روانہ کیا تھا وہ بھی دمشق آ پہنچا تھا لیکن حضرت خالد کی کوئی خبر و اطلاع نہ تھی۔ لہٰذا وہ بھی تشویش اور پریشانی میں تھے۔ تمام لشکر اسلام حضرت خالد کے لئے مضطرب و بیقرار تھا۔

جب حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کثیر تعداد میں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو ساتھ لے کر دمشق آئے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کر کے حضرت خالد کا شاندار استقبال کیا گیا۔ سب نے آپ کو مبارکباد پیش کی۔ پھر حضرت خالد نے مرج الدیباج کے سفر کی اول تا آخر کیفیت حضرت ابوعبیدہ اور مسلمانوں کو بتائی۔ سن کر سب متعجب ہوئے اور فتح عظیم کی مبارک باد دی۔

☆ حضرت خالد توما کے تعاقب میں ۱۴/ جمادی الآخر ۱۳ھ کو دمشق سے روانہ ہوئے تھے۔

☆ سترہ دن تک مسلسل سفر کر کے یکم رجب ۱۳ھ کو مرج الدیباج پہنچے۔

☆ مرج الدیباج سے روانہ ہو کر ۱۴/ ۱۵ رجب ۱۳ھ کو دمشق واپس آئے تھے۔

دمشق آ کر حضرت خالد نے مالِ غنیمت کا خمس امیر المومنین کی خدمت میں بھیجنے کے لئے الگ نکال لیا اور باقی مال

...ں میں تقسیم فرمادیا۔ پھر حضرت خالد نے فتح دمشق سے لے کر ہرقل بادشاہ کی بیٹی واپس بھیج دینے تک کے تمام معاملہ کی ...ل کا خط امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھ کر حضرت عبداللہ بن قرط کو دے کر مدینہ منورہ ...کیا۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کو ایک ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا لیکن حضرت خالد اور اسلامی لشکر کو ...ت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے سانحہ عظیم کی خبر نہ تھی۔

خلافت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

خلیفۃ المسلمین، امیرالمومنین اصدق الصادقین، امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام نے باتفاق رائے خلیفۃ المسلمین منتخب وتسلیم کیا اور تمام صحا... نے مسجد نبوی شریف میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت عمر فاروق کی عمر شریف باون (۵۲) سا... کی تھی۔ آپ کے دور خلافت میں آپسی اختلافات، عداوت، نفاق اور کفر وشرک کی جڑیں کٹ گئیں۔ دین اسلام کا کامل غا... ہوگیا۔ آپ نے بیت المال سے غریبوں کی تنخواہیں مقرر فرمادیں۔ حضرت عمر نہایت سادگی سے رہتے تھے۔ خلیفہ ہونے ک... باوجود گدڑی کا لباس پہنتے تھے اور نمک کے ساتھ جو کی روٹی کھاتے تھے۔ تواضع وانکساری کے وہ پیکر جمیل تھے۔ تکبر وغرو... ان کے مزاج میں نام ونشان نہ تھا۔ ہاتھ میں دُرّہ لے کر عام لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے راستوں پر پیدل نکلتے تھے۔ آپ... کی ہیبت اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ لوگ تلوار سے بھی زیادہ آپ کے دُرّہ (Scourge) سے ڈرتے تھے۔ غریبوں ا... مسکینوں کے ساتھ آپ لطف ومہربانی سے پیش آتے تھے۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر عنایت فرماتے تھے۔ یتیموں کا بہت خیال فرماتے تھے اور ان کی امداد فرماتے تھے۔ ظالم سے مظلوم کا حق دلاتے تھے۔ رات کو رعایا کی حفاظت کے لئے خود گشت ک... کے نگرانی فرماتے تھے۔ نظام شریعت اور احکام دین کے معاملہ میں کسی کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے۔ عدل وانصاف کا ماحول قائم فرمادیا تھا۔ آپ کے تصلب فی الدین کی وجہ سے کفار، مشرکین، منافقین، یہود ونصاریٰ اور اسلام دشمن عناصر آپ سے ڈرتے اور جلتے تھے۔

شاہ روم ہرقل بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے ہیں تو وہ بڑا متفکر اور متردد ہوا۔ اس نے ارکان سلطنت وارباب دولت اور دین نصرانیہ کے مذہبی پیشواؤں وغیرہ کو ''کنیسہ فسان'' میں جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب وہ شخص مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہوا ہے جو نہایت سخت مزاج ہے۔ جو اسلام میں داخل نہیں ہوتے ان پر وہ مطلق رحم نہیں کرتا۔ اس کے رعب سے مسلمان بھی کانپتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ہر وقت کوڑا رہتا ہے جس کا خوف تلوار سے زیادہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق ملاحم میں صاف لکھا ہے کہ وہ دراز قد، گندمی رنگ اور سیاہ چشم ہوگا۔ اس کی ہیبت سے عظیم سلطنتوں کے شہنشاہ کانپ اٹھیں گے۔ وہ فاتح اعظم کی حیثیت سے دور دراز کے ممالک کو فتح کرے گا۔ سیاست کا ایسا ماہر ہوگا کہ اپنے دارالسلطنت میں بیٹھ کر اپنے لشکر کی کمانڈ کرے گا۔ اس کے ایک اشارے پر اس کے فرمانبردار مجاہد سردھڑ کی بازی لگا کر قیصر و...

...ری کے ایوان کو اکھاڑ کر پھینک دیں گے۔ وہ میرے تخت کا بھی مالک ہو جائے گا۔

ہرقل نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے دین کے سخت ...ہیں۔ اپنے خدا کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنے رب اور اپنے نبی کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ظلم و ...م اور گناہوں سے باز رہتے ہیں۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے منحرف رہتے ہیں۔ ...لئے اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد کرتا ہے اور انہیں کامیابی اور فتح حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ظلم و ستم، ...انصافی، خلق خدا کی حق تلفی، حرام کاری، عیاشی، مکاری، بیہودگی، بے حیائی، گنہگاری، فسق و فجور اور دین مسیح کی نافرمانی میں سر ...ے پاؤں تک غرق ہیں۔ اسی لئے ہم خدا کی مدد اور نصرت سے محروم ہیں۔ مسیح ہم سے ناراض ہیں لہٰذا ہم ہمیشہ شکست اور ...رادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اے دین مسیح اور صلیب کے پرستارو! اب بھی وقت ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تمام ...یبا افعال کو ترک کر دو۔ ورنہ وہ دن دور نہیں کہ ہم پر ایسی قوم غالب و مسلط ہو گی جس کے دفاع کی ہم میں قوت و ...تطاعت نہیں۔ اس قوم کا دین تمام ادیان پر غالب ہو جائے گا۔

ہرقل نے اپنی تقریر میں یہاں تک کہا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر عیش و عشرت کو نہیں چھوڑ سکتے تو تمہارے لئے ...اسب ہے کہ تم مسلمانوں کا دین اپنا لو انہیں جزیہ دے کر صلح کر لو۔ ہرقل کی زبان سے یہ جملہ سن کر تمام حاضرین چونک ...ے۔ خود بادشاہ یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کا دین اختیار کر لو یا جزیہ دینے پر رضامند ہو جاؤ؟ لگتا ہے کہ بادشاہ کے دل میں ...لمانوں کا خوف گھر کر گیا ہے۔ لہٰذا تمام حاضرین مشتعل ہو گئے اور خشمناک ہو کر اس کی طرف جھپٹے اور بادشاہ کو مار ڈالنے کا ...مد کیا۔ قوم کا اشتعال و غصہ دیکھ کر ہرقل سہم گیا۔ ماحول کی سنگینی اور وقت کی نزاکت کا اسے خیال آ گیا لہٰذا اس نے حکمت عملی ...سے کام لیتے ہوئے اپنی بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے باغیرت لوگو! کیا تم نے یہ گمان کیا کہ میں سچ مچ ...ہیں مسلمانوں کا دین یا ادائے جزیہ قبول کرنے کا کہتا ہوں۔ ہرگز نہیں! یہ بات میں نے صرف اس لئے کہی کہ میں تمہارا ...تحان لے رہا تھا کہ تم میں اپنے دین کی محبت و غیرت باقی ہے یا نہیں؟ لیکن تم نے دین کی غیرت کے معاملہ میں اپنے بادشاہ ...کا بھی لحاظ نہ کرتے ہوئے خشم و غصہ کا اظہار کیا۔ یہ دیکھ کر میرا سینہ پھول گیا ہے۔ مجھے تمہاری غیرت دینی اور حمیت قومی پر فخر ...ہے۔ اب میں عربوں کو نیست و نابود کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور سستی نہیں کروں گا۔

ہرقل کی تقیہ بازی کے دام فریب میں لوگ آ گئے اور انہیں اپنے بادشاہ پر کامل اعتماد آ گیا۔ قوم نے ہرقل سے کہا کہ ...عربوں کو ملک شام سے دفع کرنے کے معاملے میں ہم شانہ سے شانہ ملا کر تمہارا ساتھ دیں گے بلکہ اپنے خون کے آخری ...قطرے تک ان سے لڑیں گے۔

حضرت عمر فاروق اعظم کو شہید کرنے کی ہرقل کی سازش:

حضرت عمر فاروق اعظم کے خلیفہ مقرر ہوتے ہی ہرقل کی نیند حرام ہو گئی۔ اسے دن میں بھی اپنی سلطنت کی ہلاکت کے خواب نظر آنے لگے۔ اس کو ہر وقت حضرت عمر فاروق اعظم کا خواب ستانے لگا۔ ہیبت فاروقی سے اس کا دل الٹ پلٹ ہونے

لگا۔ حضرت فاروق اعظم کا خیال آتے ہی اس کا دل دھکڑ پکڑ ہونے لگتا۔ لہٰذا اس نے طے کیا کہ جس کے وجود کے تصور سے میرا جینا مشکل ہو گیا ہے اس کا وجود ہی ختم کر دوں۔ ہرقل نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی سا بنائی۔ طلیقہ بن مازن نام کے ایک نصرانی عرب کو ہرقل نے کثیر مال دینے کا وعدہ کر کے مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ کسی طرح موقع پا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دے۔ طلیقہ بن مازن مدینہ آیا اور مدینہ کے اطراف میں چھپ گیا ایک اس نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق اطراف مدینہ کے باغوں کی طرف آئے ہیں اور یتیموں وغریبوں کے حال احوال کی گیری اور ان کے باغوں اور کھیتوں کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ وہ نصرانی عرب ایک پیچیدہ شاخوں والے درخت پر چڑھ کر کے پتوں کے درمیان پوشیدہ ہو گیا۔ اتفاق کی بات کہ حضرت عمر بھی اسی درخت کے نیچے پتھر کا تکیہ لگا کر لیٹ گئے۔ آپ کو نیند لگ گئی تو طلیقہ بن مازن نے نیچے اتر کر آپ کو شہید کر دینے کا قصد کیا۔ اسی وقت ایک جنگلی درندہ آیا اور حضرت کے ارد گرد گھومنے لگا۔ اور آپ کی نگہبانی کرنے لگا۔ پھر اس درندے نے اپنی زبان سے حضرت عمر کے دونوں قدموں کو چ تھوڑی دیر کے بعد طلیقہ بن مازن نے سنا کہ ہاتف غیبی نے پکار کر یہ جملہ کہا کہ ''یَا عُمَرُ عَدَلْتَ فَاَمَنْتَ'' ترجمہ: ''اے آپ نے انصاف کیا اور بے ڈر ہو گئے آپ۔'' یہ منظر دیکھ کر طلیقہ بن مازن سہم گیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ نیچے اتر کر حملہ کر کی اس کو ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو وہ درندہ اٹھ کر چلا گیا۔ گویا کہ وہ حضرت کی نیند کے وقت میں حفاظت اور پہرہ دینے کی خدمت انجام دینے حاضر ہوا تھا۔ حضرت عمر کے بیدار ہوتے ہی درندہ چلا تو طلیقہ بن مازن درخت سے نیچے اترا اور حضرت عمر کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میرے ماں با اس شخص پر قربان ہوں جس کی حفاظت و نگہبانی جنگل کے درندے کرتے ہیں اور جس کی تعریف و توصیف فرشتے اور جنّ کرتے ہیں۔ طلیقہ نے اپنا حال مدینہ آنے کا قصد اور آپ کے قتل کی ہرقل کی سازش کی کیفیت بیان کی اور اپنی غلطی پر ناد کر آپ سے معذرت چاہی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندہ پیشانی سے معافی بخشی۔ طلیقہ بن مازن نے وقت بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا اور حضرت عمر کے ہاتھ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا۔

وہ عمر جس کے اَعدا پہ شَیدا سَقَر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

(از: امام احمد رضا محدث بریلو

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ واقعہ کوئی سنی سنائی بات نہیں بلکہ مستند روایت ہے۔ حضرت علا واقدی قدس سرہ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''پھر بلایا ہرقلؔ نے ایک شخص نصرانی عرب کو جس کا نام طلیقہ بن مازن تھا اور قبول کیا اس کے واسطے کچھ مال دینے کو اور کہا اس سے کہ روانہ ہو تو اسی وقت بجانب یثرب کے اور دیکھ فکر اور تامل سے اس امر کو کہ کیوں کر قتل کر سکتا ہے تو عمر کو۔ پس طلیقہ نے منظور کیا اس امر کو اور روانہ ہوا بطرف مدینہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور پہونچ کر

چھپ رہا حوالی (گردونواح) مدینہ طیبہ میں اور اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور دیکھ رہے تھے یتیموں اور رانڈوں کے لڑکے بالوں کو اور خبر گیری کرتے تھے ان کے باغوں اور احاطوں کی اور چڑھ گیا وہ نصرانی ایک درخت پیچیدہ شاخ والے پر اور چھپ رہا اس کے پتوں میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی درخت کے نزدیک آکر زمین پر لیٹ رہے اور ایک پتھر سے تکیہ لگایا۔ پس ایک درندہ جانور آیا اور گھوما گرد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آگے آکر چاٹا اپنی زبان سے دونوں پاؤں ان کے اور ناگہاں ہاتف غیبی نے آواز دے کر یہ کلمات کہے "یَا عُمَرُ عَدَلْتَ فَاَمِنْتَ" پس جب بیدار ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا گیا وہ درندہ اور اترا وہ نصرانی درخت سے اور آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اور بوسہ دیا ان کے ہاتھوں کو اور کہتا تھا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں اس شخص پر جن کی حفاظت اور نگہبانی مخلوقات اور جانور اور ان کا وصف اور تعریف فرشتے اور جن کرتے ہیں۔ پھر ظاہر کیا اس نصرانی نے اپنا حال اور ارادہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مسلمان ہوا، ان کے ہاتھوں پر۔" (حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۱۳۱)

''اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کی تبدیلی''
یعنی ''حضرت خالد کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ کی منصوبی''

جیسا کہ اوراق سابقہ میں ذکر ہوا کہ مرج الدیباج سے دمشق واپس آنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن قرط کے ہمراہ خط بھیجا تھا اور حضرت خالد کو یہ خبر نہ تھی کہ خلیفہ اول نے تو رحلت فرمالی ہے۔ حضرت عبداللہ بن قرط جب حضرت خالد کا خط لے کر مدینہ منورہ پہنچے تب حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ تھے۔ حضرت عمر نے حضرت خالد کا خط پڑھا تو وہ خط حضرت ابوبکر صدیق کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق کی رحلت کی خبر سے ملک شام میں مقیم مسلمان بے خبر ہیں؟ حضرت عبداللہ بن قرط نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! حضرت ابوبکر صدیق کی رحلت کی خبر سے تمام مجاہدین بے خبر ہیں۔

حضرت عمر نے حضرت خالد کا خط پڑھا اور تمام احوال سے واقف ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو مسجد نبوی شریف میں جمع کیا۔ آپ منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہوئے اور حضرت خالد کا خط پڑھ کر سنایا۔ اس خط میں فتح دمشق سے لے کر مرج الدیباج میں حاصل شدہ کثیر مالِ غنیمت، حاکم دمشق توما اور ہربیس کا قتل، ہرقل بادشاہ کی بیٹی کی گرفتاری اور رہائی وغیرہ کی تفصیل مرقوم تھی۔ خط سن کر تمام خوش ہوئے بلکہ مدینہ منورہ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ تہلیل وتکبیر کی صدا بلند کر کے اظہار مسرت کرتے تھے اور ملک شام جانے والے مجاہدین کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے تھے۔ مسجد نبوی میں حضرت خالد کا خط سنانے کے بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ رات کو آپ خط اپنے ساتھ رکھ کر بستر خواب میں تشریف لے گئے۔ بستر خواب میں بھی آپ نے حضرت خالد کا خط کئی مرتبہ پڑھا۔ پھر خط کو تکیہ کے نیچے رکھ دیا اور حضرت خالد کے خط کے ضمن میں سوچ وفکر کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیع النظر، دور اندیش، دانا مدبر، عاقل قائد، دانشمند رہبر، ذی شعور خیر خواہ اور بین الاقوامی امور سیاست (International Politic) میں مہارت تامہ کے حامل تھے۔ حضرت خالد بن ولید کی دلیری اور شجاعت کی کارگزاریوں کو آپ نے مختلف زاویوں سے ٹٹولا اور تمام احوال کو بالغ نظر سے دیکھا۔ بنظر عمق اس پر خوض وفکر کیا۔ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات کے متعلق غور وفکر کیا۔ ماضی سے حال تک کے وقوع پذیر حوادت کا تجزیہ (Analysis) کیا اور اس کے نفع بخش

نتائج کے دوام و قیام کو مستقل اور مستحکم طور پر برقرار رکھنے کے لئے فکر رساں سے مستقبل کو محمول کیا۔ ملک شام گئے ہوئے مجاہدین کی حفاظت، خیر خواہی، حوصلہ افزائی، اولوالعزمی اور لشکر اسلام کے رعب ودبدبہ، خوف و ہیبت، شان و شوکت اور شجاعت و دلیری کی دھاک اور شہرت کی بندھی ہوا کے ثبات اور رومیوں کے دلوں میں پیدا شدہ احساس کمتری کا مادہ زائل ہو کر خود اعتمادی اور خودداری میں متبدل نہ ہو جائے ان تمام امور کو آپ نے علم نفسیات (Psycology) کی بنیاد پر پرکھا اور ایک ایسا فیصلہ کیا کہ جس کو سن کر تمام محو حیرت اور تعجب ہو گئے۔

صبح بعد نماز فجر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام کی جماعت کے سامنے اعلان کیا کہ میں نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے منصب سے خالد بن ولید کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہ بن جراح کو مقرر کیا ہے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاف چمڑا لیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے نام خط لکھا۔ اس خط میں آپ نے حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول کرنے کا اور حضرت ابوعبیدہ کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کے حکم کی اطلاع لکھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خط حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاص کو دیا اور ان کے ہمراہ حضرت شداد بن اوس کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے دمشق روانہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عامر بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ دمشق جا کر اسلامی لشکر کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی خبر سناؤ اور انہیں حکم کرو کہ تمام مجاہدین حضرت شداد بن اوس کے ہاتھ پر میری بیعت کریں اور انہیں حضرت خالد بن ولید کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ کی منصوبی سے مطلع کرو۔

حضرت عامر بن ابی وقاص امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق دمشق آئے اور حضرت خالد بن ولید کے خیمہ میں ٹھہرے۔ مدینہ منورہ سے دو سفیر امیر المومنین کا خط لے کر آئے ہیں یہ خبر اسلامی شکر کے کیمپ میں پھیلتے ہی تمام مجاہد جمع ہو گئے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو حضرت خالد نے حضرت عامر بن ابی وقاص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیریت پوچھی۔ حضرت عامر نے کہا کہ اے گروہ مسلمین! خلیفۃ المسلمین! امیر المومنین! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے پردہ فرما لیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کی خبر سن کر حاضرین پر بجلی ٹوٹ پڑی۔ ایک کہرام مچ گیا۔ غم واندوہ کا سماں قائم ہو گیا۔ مجاہدین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بھی آٹھ آٹھ آنسو روئے۔ کسی کے بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔ رو رو کر سب کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ کافی دیر تک آہ و فغاں کا ماحول رہا۔ جب لوگوں کو کچھ افاقہ ہوا۔ تب حضرت عامر بن ابی وقاص نے کہا کہ اب حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ مقرر ہوئے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنی بیعت لینے کے لئے حضرت شداد بن اوس کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے میرے ساتھ بھیجا ہے اور بعوض امیر المومنین ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عامر بن ابی وقاص کی بات سن کر تمام مجاہدین نے حضرت شداد بن اوس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت خالد بن ولید تھے۔ پھر حضرت عامر بن وقاص نے حضرت خالد بن ولید کا سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول ہونے کا اور اس عہدہ پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا

مقرر ہونے کا مضمون خط پڑھ سنایا۔ حضرت خالد بن ولید فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ اور رسول کی اور حضرت عمر کی اطاعت بخوشی منظور ہے اور حضرت عمر نے میری معزولی کا جو حکم فرمایا ہے وہ بھی مجھے بخوشی منظور ہے۔ ان کا حکم میں سر آنکھوں پر لیتا ہوں اور ان کا حکم بجا لاتا ہوں۔

اب ہم ہمارے محترم قارئین کرام کی خاص توجہ چاہتے ہیں۔ حضرت عمر کے اس فیصلہ پر کچھ ناواقف لوگ اپنی تنگ نظری سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت خالد جیسے دلیر اور جنگجو شخص کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ جیسے سادہ لوح اور نرم طبیعت کے شخص کو سپہ سالارِ اعظم کے منصب پر فائز کر دیا۔ ایک عشقیہ ناول (Novel) لکھنے والے فٹ پاتھ قسم کے مصنف نے خود کو اربابِ سیر و تاریخ میں گمان کر کے ملک شام کی فتوحات پر ایک کتاب ارقام کرنے کی جرأت کی ہے۔ اس کتاب میں یہاں تک لکھ مارا ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنی معزولی کا حکم سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا کہ:

''انہوں نے میری حق تلفی کی ہے اور مجھے بلا وجہ معزول کیا ہے۔''

معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! مصنف نے یہ جملہ اپنی طرف سے گھڑ کر حضرت خالد بن ولید کی طرف منسوب کر دیا کہ حضرت خالد نے یہ جملہ کہا۔ حالانکہ کتب سیر و تواریخ میں اور خصوصاً علامہ واقدی کی تصنیف لطیف ''فتوح الشام'' میں کہیں بھی حضرت خالد کا یہ جملہ مروی نہیں بلکہ اس جملے کا اتا پتا تک نہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم پر ''حق تلفی'' کا الزام عائد کرنا اور وہ بھی حضرت خالد سے منسوب کر کے لکھنا سراسر ظلم اور زیادتی۔ حضرت خالد بن ولید جیسے بزرگ مرتبہ صحابی کبھی بھی امیر المومنین کی شان عالی میں ایسا خطرناک اور خلاف شریعت جملہ اپنی زبان پر نہیں لا سکتے۔ ''حق تلفی'' کی اسلام میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ اسلام نے حق تلفی کی قباحت و شقاوت کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دی ہیں اور حقدار کو اس کا حق دلایا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے مظلوم کو ظالم سے داد دلانے اور حق دار کا حق دلانے کے لئے جو سعی فرمائی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حق تلفی کرنے والے اور ظالم کی پیٹھ کی کھال کو ''درّہ فاروقی'' ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا۔ جس ذات گرامی نے حق تلفی کرنے والوں کو تازیانے لگا کر حق تلفی سے باز رکھ کر عدل و انصاف کا ماحول قائم کر دیا تھا۔ اسی ذات گرامی پر حق تلفی کا الزام عائد کرنا اِفترا پردازی اور اِتّہام پروری ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''حُکَمَاءِ اُمَّت'' کے زمرے میں سر فہرست تھے۔ ان کی عقل و دانش اور دور اندیشی کا اندازہ احاطۂ حصر و شمار سے بعید ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یُنْحَلُ عَنِ الْحِکْمَةِ'' یعنی حکیم کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔'' حضرت عمر فاروق اعظم کی حکمت عملی اور وقت شناسی کے جوہر سے ناشنا کور باطن لوگ ہی حضرت خالد کی معزولی کے معاملہ کو حق تلفی کی نظر سے دیکھ کر حق دیکھنے سے اپنی نظر کے تلف ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اور اپنا سر دھنتے ہیں۔

حضرت خالد کو معزول کرنے میں حضرت عمر کی کیا حکمت اور دور اندیشی تھی:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی ذاتی رنجش، آزردگی، اَن بن،

بغض وعناد، حسد وکینہ، عداوت وجلن یا کسی قسم کی خفگی وناراضی کی وجہ سے سپہ سالار اعظم کے عہدہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ خیر اندیشی، خیر خواہی، حب وچاہ، خلوص وہمدردی، کفایت شعاری اور سلامت روی کے پیش نظر کیا تھا۔ آپ نے ہرگز ہرگز حق تلفی نہیں کی تھی بلکہ شفقت اَحبّاء کا حق ادا کیا تھا۔ علاوہ ازیں اسلامی لشکر کی شان وشوکت اور جاہ وحشمت کا دبدبہ و سکہ برقرار رکھ کر دشمنانِ اسلام کے ذہنوں کو پراگندہ ومتردد کر کے ان کو میدان جنگ میں دائمی طور پر مرعوب ومبہوت رکھنے کی دور اندیشی بھی ملحوظ نظر رکھی تھی۔ ذیل میں کچھ اہم نکات پیش ہیں۔

(۱) حضرت خالد بن ولید کی جنگی مہارت، شجاعت اور دلیری نے رومی لشکر کے پرے کے پرے صاف کردیئے تھے اور اس وجہ سے ان کو اتنی شہرت حاصل ہوئی تھی کہ ملک شام کا ہر سپاہی ان کا نام سنتے ہی کانپنے لگتا تھا۔ ہر رومی سپاہی یہی خیال کرتا تھا کہ حضرت خالد بن ولید بذات خود ایک لشکر ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی اسلامی لشکر کا حوصلہ برقرار ہے۔ اگر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سپہ سالار نہ ہوں تو اسلامی لشکر کی کوئی اہمیت وحیثیت نہ رہے۔ ہم آسانی سے اسلامی لشکر کو شکست وہزیمت سے دوچار کردیں۔ ایسے ماحول میں اگر خدانخواستہ حضرت خالد کو کچھ ہوگیا تو رومیوں کے حوصلے بلند ہوجائیں گے اور رومیوں میں اسلامی لشکر سے ٹکر لینے کی ہمت پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا رومیوں کو یہ باور کرانا مقصود تھا کہ اگر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار نہ ہوں تب بھی اسلامی لشکر کے رعب ودبدبہ کے طمطراق میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا بلکہ رومیوں کو احساس ہوجائے کہ اسلامی لشکر کا ہر سردار خالد بن ولید کی طرح ماہر جنگ ہے۔

(۲) حالانکہ اس حقیقت میں بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت خالد بن ولید کی عدم موجودگی میں اسلامی لشکر کا جوش وخروش کچھ ماند پڑ جاتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید کی صرف موجودگی سے مجاہدوں کی ڈھارس بندھتی تھی۔ پھر وہ چاہے سپہ سالار کی حیثیت سے موجود ہوں یا پھر سپاہی کی حیثیت سے موجود ہوں۔ ان کا موجود رہنا کافی تھا۔ لہٰذا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد کی شخصیت کو کسی بھی قیمت پر گنوانا نہیں چاہتے تھے اور یہ تب ہی ممکن تھا کہ جب وہ سرداری کے منصب پر نہ ہوں کیونکہ سردار ہونے کی وجہ سے ان کی جان پر زیادہ خطرہ تھا۔ مثال کے طور پر جنگ اجنادین میں رومی لشکر کے سردار وردان نے مکروفریب سے حضرت خالد کو شہید کرنے کی سازش کی تھی اور دونوں لشکر کے سردار صلح کی گفتگو کے لئے اکیلے آکر صلح کی شرائط طے کریں ایسا بہانہ کھڑا کر کے حضرت خالد کو گفتگو کرنے تنہا بلایا تھا۔ اور آپ کو شہید کردینے کے قصد سے گفتگو کرنے کی جگہ کے قریب اپنے مسلح سپاہیوں کو چھپا رکھا تھا لیکن وردان کے نمائندے داؤد نصرانی نے وردان کی سازش کا راز فاش کردیا ورنہ یقیناً حضرت خالد کی جان کو خطرہ تھا۔ اگر جنگ اجنادین کے وقت حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار نہ ہوتے تو رومی لشکر کے سردار کو ایسی سازش کرنے کا موقع نہ ملتا۔ رومی سردار کو دوسرداروں کی میٹنگ کے انعقاد کے بہانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ یا اگر وہ اسلامی لشکر کے سردار کو بلاتا تو حضرت خالد کے بجائے کوئی دوسرا شخص

گیا ہوتا۔ سردار نہ ہونے کی وجہ سے حضرت خالد کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الحاصل سردار نہ ہونے کی صورت میں حضرت خالد کے لئے خطرہ کم تھا۔

(۳) حضرت خالد بن ولید نہایت دلیر اور شجاع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ شہادت کے متمنی رہتے تھے۔ اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانا ان کی عین خواہش تھی لہٰذا وہ ہمیشہ خطروں سے کھیلا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر مرج الدیباج کی جنگ میں حاکم دمشق توما کو قتل کرنے کے بعد ایک رومی گبر کے بتانے پر ہربیس کے تعاقب میں پہاڑی پر اکیلے چلے گئے تھے اور ایسا نازک مرحلہ پیش آیا تھا کہ حضرت خالد موت کے منہ سے واپس آئے تھے۔ موت ان کے سر پر کھیل رہی تھی بلکہ حضرت خالد کو بھی اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور حضرت ضرار بن ازور عین وقت پر پہنچ گئے ورنہ حضرت خالد کے بچنے کے امکان بہت کم تھے۔ اگر اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح سردار ہوتے تو سردار ہونے کی حیثیت سے وہ حضرت خالد کو ایسی خطرناک مہم پر جانے سے روک دیتے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام واقعات سے باخبر تھے۔ لہٰذا ہوا سو ہوا لیکن اب ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نظریہ کے تحت وہ حضرت خالد کو اس قسم کی ہلاکت میں پڑنے سے باز رکھنا چاہتے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے روح رواں ہیں۔ ان کو اگر کچھ ہو گیا تو اسلامی لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔

(۴) فتح دمشق کے بعد حاکم توما کے قافلے کے تعاقب میں حضرت خالد بن ولید چار ہزار مجاہدوں کو لے کر نجیب (یونس) کی رہبری میں دمشق سے مرج الدیباج تک کا دشوار سفر کیا۔ کئی پہاڑ عبور کئے۔ درمیان سے جانے والے راستے اختیار کئے وہ تمام راستے خطرناک تھے۔ جبل لکام پر بارش کے طوفان کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ کوئی خیمہ یا سازوسامان بھی ساتھ میں نہیں تھا۔ علاوہ ازیں وہ تمام علاقہ ہرقل بادشاہ کے لشکر کے سپاہیوں سے چھلک رہا تھا۔ خوش نصیبی سے وہ مجاہدوں کی اس علاقے میں آمد سے بے خبر رہے۔ اگر مرج الدیباج سے دمشق واپس لوٹتے وقت وہ مزاحم ہوتے تو مجاہدوں کے لئے خطرہ تھا۔ مسلسل ایک ماہ کے قریب سفر کرتے کرتے وہ نڈھال ہو گئے تھے۔ ساتھ میں غنیمت کے سامان کا بوجھ، گھوڑوں کے پاؤں نوک دار پتھروں سے زخمی وغیرہ وجوہات باعث آفت و دشواری تھے۔ اگر ان پہاڑی علاقوں کے رومی سپاہی متحد ہو کر اذیت ونقصان پہنچا دیتے تو اس لشکر میں حضرت خالد کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، حضرت ضرار بن ازور، حضرت رافع بن عمیرہ طائی جیسے سرتاج مجاہدوں کی جان کا خطرہ تھا۔ اگر خدانخواستہ اس پہاڑی علاقے میں رومی غالب آ جاتے تو اسلامی لشکر کی دھاک اور ہیبت کو دھکا لگتا اور اسلامی لشکر کے رعب ودبدبہ کی بندھی ہوا جاتی رہتی۔ مرج الدیباج کی ہزیمت کا اثر دمشق میں مقیم اسلامی لشکر پر پڑتا اور لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جاتا اور بزدلی لاحق ہوتی اور بزدلی لاحق ہونے کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کا خوف و ڈر رومیوں کے دلوں سے کم ہو جاتا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ'' (پارہ:۱۰، رکوع:۲، سورۃ الانفال، آیت:۴۶)

ترجمہ: پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔'' (کنز الایمان)

حل لغت: ہوا بندھنا (محاورہ) دھاک بندھنا، رعب جمنا، شہرت ہونا (فیروز اللغات، ص:۱۴۵۳)

اگر فتح دمشق کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراح اسلامی لشکر کے سردار ہوتے تو ان کی اجازت کے بغیر حضرت خالد بن ولید چار ہزار سواروں کو لے کر مرج الدیباج تک توما کے قافلہ کے تعاقب کے لئے نہ جاتے اور اجازت طلب کرنے پر حضرت ابوعبیدہ ایسی خطرناک مہم پر جانے کی اجازت نہ دیتے۔ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کی مرج الدیباج سے کوئی خبر یا اطلاع نہ آنے کی وجہ سے دمشق میں مقیم اسلامی لشکر مایوس ہو گیا تھا۔ اور ان کا حوصلہ پست ہو گیا تھا۔ جب ایک مہینہ کے بعد حضرت خالد واپس آئے تب سب کی جان میں جان اور دم میں دم آیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ملک شام میں اسلامی لشکر کی جو ہوا بندھی ہے وہ جاتی نہ رہے بلکہ قائم رہے اور اس کے لئے حضرت خالد بن ولید کا زندہ اور سلامت رہنا اشد ضروری تھا۔ اگر حضرت خالد مرج الدیباج جیسے خطرناک محاذ پر جا کر شہید ہو گئے تو ان کی ایک کی شہادت سے اسلامی لشکر کی دھاک کو عظیم صدمہ پہنچے گا اور اس سے بچنے کے لئے حضرت خالد کا بقید حیات رہنا اہم اور لازمی تھا۔ لہٰذا حضرت خالد کے جوش کو حضرت ابوعبیدہ کے ہوش کی لگام سے معتدل رکھنا چاہئے۔

(۵) حضرت خالد بن ولید کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ملک شام کے شہروں کے رومی صلح کی گفتگو کرنے کے لئے آتے ہوئے بھی کانپتے تھے۔ مثال کے طور پر اسلامی لشکر کے محاصرہ سے تنگ آ کر اہل دمشق صلح کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ لیکن صلح کی گفتگو کرنے کے لئے باب جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار تھے اس کے باوجود اہل دمشق ان کے رعب کی وجہ سے باب شرقی پر ان سے گفتگو کرنے نہیں آئے تھے۔ حالانکہ حضرت خالد بن ولید جنگ پر صلح کو ترجیح دیتے تھے اور بمقابل جنگ صلح کو زیادہ پسند کرتے تھے لیکن کوئی صلح کرنے آئے تو صلح کریں؟ کیونکہ رومی ان کے پاس صلح کی گفتگو کے لئے آتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے ملک شام اور دیگر ممالک میں اسلام کا پرچم لہرانے کے خواہشمند تھے اور یہ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ایمان قبول کر کے اسلام میں داخل ہوں اور اسلام کے اخلاقی محاسن کی تعلیم سے متاثر ہو کر دخول اسلام کی جانب میلان و رجحان کریں اور یہ امر صرف جنگ سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ صلح سے ہوگا۔ اور حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ بجائے جنگ ازروئے صلح فتح حاصل ہو۔ لیکن صلح کب ہوگی؟ جب سامنے والا فریق صلح کے لئے آمادہ اور رضامند ہو۔ اگر دشمن صلح کے لئے آمادہ ہو تو ہم کو بھی

صلح کر لینی چاہئے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد رب تبارک وتعالیٰ ہے کہ:

''وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا'' (پارہ:۱۰، رکوع:۴، سورۃ الانفال، آیت:۶۱)

ترجمہ: ''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔'' (کنز الایمان)

صلح کا ایک بڑا بھاری فائدہ یہ بھی ہے کہ فریقین کے بہت سے افراد کی جانیں بچ جائیں گی اور انسان کا خون بہنے سے بچ جائے گا۔ لہٰذا صلح میں بھلائی اور بہتری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ'' (پارہ:۵، رکوع:۱۵، سورۃ النساء، آیت:۱۲۸)

ترجمہ: ''اور صلح خوب ہے''۔ (کنز الایمان)

اگر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے سردار ہوں گے تو ان کی نرم طبیعت کی وجہ سے رومی صلح کے لئے زیادہ سے زیادہ آمادہ ہوں گے۔ برعکس حضرت خالد کی سرداری کے۔ لہٰذا حضرت عمر فاروق اعظم نے صلح کی طرف رومیوں کا میلان بڑھانے کی غرض سے حضرت خالد بن ولید کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو مقرر فرمایا۔

(۶) حضرت ابوعبیدہ کو اسلامی لشکر کا سردار مقرر کرنے میں حضرت عمر فاروق اعظم کی ایک دور اندیشی یہ بھی تھی کہ حضرت خالد سخت اور جنگجو ہیں۔ ان کا رعب اور ان کی دہشت رومیوں کے دلوں پر غالب ہے اور وہ حضرت خالد کے نام سے تھرتھر کانپتے ہیں بلکہ حضرت خالد کو وہ اپنی موت کے روپ میں دیکھتے ہیں لہٰذا حضرت خالد ان پر سختی برتیں اور سخت رویہ اپنائیں' یہاں تک کہ رومی تنگ اور عاجز آجائیں اور حضرت خالد کی تلوار کی ضرب سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے وہ پناہ ڈھونڈیں۔ جب رومیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ ہیں اور وہ نرم طبیعت کے ہیں تو وہ حضرت خالد کی تلوار کے خوف سے حضرت ابوعبیدہ کے پاس امان طلب کرنے آئیں گے اور صلح کر کے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔ یعنی حضرت خالد ان کو تلوار سے ڈرائیں اور حضرت ابوعبیدہ کی طرف بھگائیں اور حضرت ابوعبیدہ ان کو صلح کی قید میں جکڑ لیں یعنی ایک گرم طبیعت اور دوسرا ٹھنڈی طبیعت کا۔ ٹھنڈی اور گرمی دونوں فائدہ مند ہیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ گرم طبیعت والا ماتحت ہو اور ٹھنڈی طبیعت والا سربراہ اعلیٰ ہو۔ تاکہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔

حضرت خالد بن ولید گرم طبیعت کے ہونے کے باوجود اخلاقِ حسنہ' احسان' رحم دلی اور فراخ دلی کے حامل تھے لیکن حضرت خالد کے ان محاسن سے رومی بالکل انجان تھے۔ ان کا گمان صرف یہی تھا کہ حضرت خالد بن ولید ہمیشہ تلوار کی زبان سے بات کرتے ہیں لہٰذا رومی حضرت خالد سے کھچے کھچے رہتے تھے اور نزدیک آنے سے تھراتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو اسلامی لشکر کا سردار مقرر کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضرت ابوعبیدہ کے توسط سے رومی جب حضرت خالد کے قریب آئیں گے تو ان پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوگی کہ حضرت خالد کی شدت ان کفار ومشرکین کے لئے ہے جو سرکش اور اسلام سے ٹکرانے پر تلے ہوئے ہیں لیکن جو صلح کر کے امان حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی صلح کے عہد پر قائم رہتے ہیں ان کے

ساتھ حضرت خالد کا رویہ نرم اور احسان کا ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید قرآن مجید کی اس آیت کے سخت پابند تھے۔

''فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ'' (پارہ:۱۰، رکوع:۸، سورۃ التوبہ، آیت:۷)

ترجمہ: ''تو جب تک وہ تمہارے لئے عہد پر قائم رہیں، تم ان کے لئے قائم رہو۔'' (کنز الایمان)

مرج الدیباج میں ایک رومی گبر نے امان ملنے کی شرط پر حضرت خالد کو ہربیس کا پتہ بتایا تھا۔ کہ ہربیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کی طرف بھاگ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد نے حسب معاہدہ کسی بھی قسم کا معاوضہ لئے بغیر اس رومی گبر کو جانے دیا اور ایفائے عہد کی مثال قائم فرما دی۔ اسی طرح ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو کسی قسم کے معاوضہ کے بغیر قید سے رہا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ احسان کرنے میں بھی کسی سے کم نہیں حالانکہ ہرقل بادشاہ منہ مانگا مال معاوضہ میں دینے کے لئے راضی تھا لیکن حضرت خالد نے ہرقل بادشاہ کی بیٹی اس کو بطور ہدیہ وتحفہ بھیج کر ہرقل کو بھی مرہون منت بنایا۔

(۸) حضرت خالد بن ولید کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ کو سردار مقرر کرنے میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومیوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ حضرت خالد کے لئے عہدہ اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ لشکر کے سردار ہوں جب بھی شیر ببر ہیں اور سردار نہ ہونے کی حالت میں بھی شیر ببر ہیں بلکہ سردار نہ ہونے کی حالت میں ان کی شجاعت اور دلیری کے مزید جوہر دیکھنے کو ملیں گے۔ آئندہ صفحات میں جنگ حصن ابی القدس، جنگ قنسرین، جنگ حمص، جنگ یرموک اور جنگ حلب کے احوال میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت اور بہادری کی سرگزشت پڑھتے وقت دل دھڑکنے لگے گا اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ اسلامی لشکر کا سردار خَالِصَةً لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ جہاد کرتا ہے عہدہ واقتدار کی طمع میں نہیں۔ اس کا مقصد جہاد صرف اور صرف اِعْلَاءِ كَلِمَةُ الْحَقِّ ہوتا ہے۔ اسلامی لشکر کا سردار رومی لشکر کے سردار کی مانند نہیں کہ عہدہ واقتدار کی طلب وطمع میں غداری کرے اور دشمنوں سے مل کر اپنے ہی لشکر کی ضرر رسانی کی شرارت کرے۔ مثال کے طور پر جنگ دمشق (بار اول) کے تذکرہ میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ حاکم دمشق کا عہدہ حاصل کرنے کی لالچ اور خواہش میں رومی سردار کلوص اور عزرائیل نے کیا کیا گل کھلائے تھے اور ایک دوسرے کے لئے کیسے کیسے کانٹے بچھائے تھے لیکن اسلامی لشکر کا سردار عہدہ سے معزول ہونے کے بعد زیادہ مخلص، زیادہ مطیع، زیادہ وفادار، زیادہ دلیر، زیادہ فرض شناس، زیادہ محنت کش اور زیادہ فرمانبردار ہو کر راہ خدا میں اپنی جان خرچ کرتا ہے۔ اپنی جگہ پر مقرر ہونے والے نئے سردار کے لئے ذرہ برابر بھی اس کے دل میں کدورت وکلفت نہیں ہوتی بلکہ محبت والفت ہوتی ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ آج تقرر پانے والا سردار معزول ہونے والے سردار کا ماتحت تھا لیکن اب وہ منصب سردار پر فائز ہے لہٰذا معزول ہونے والا سردار اب اس کے ماتحت رہنے میں کسی قسم کی شرم و عار محسوس نہیں کرتا بلکہ خوشی اور مسرت سے اس کی اطاعت کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل و بجا آوری میں سر

پر کفن باندھ لیتا ہے اور اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں کرتا ہے۔ چاہے وہ سردار ہو یا ادنیٰ سپاہی ہو۔ ہر حال میں وہ یہی چاہتا ہے کہ: بقول:۔

کام وہ لے لیجئے ، تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

(۹) حضرت خالد بن ولید کی معزولی کے ذریعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کو یہ حقیقت بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلامی لشکر کے مجاہدین رومیوں کی طرح نفس پرور اور دنیا پرست نہیں بلکہ اسلامی لشکر کے ہر مجاہد کا مطمح نظر اللہ اور اللہ کے رسول کی رضامندی حاصل کرنا ہے۔ اسی لئے وہ کفار و مشرکین پر سخت تھے اور آپس میں رحم دل تھے۔ صرف حضرت خالد بن ولید ہی نہیں بلکہ اسلامی لشکر کے ہر مجاہد میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت اس پر کامل طور سے عمل پیرا تھی۔ اسی لئے میدان جنگ میں وہ کافروں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر ٹوٹ پڑتے تھے اور اپنے مومن بھائیوں کے قدموں تلے دل کا غالیچہ بچھاتے تھے۔ صحابہ کرام کی اس صفت کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ''

(پارہ:۲۶، رکوع:۱۲، سورۃ الفتح، آیت:۲۹)

ترجمہ: ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل''۔ (کنز الایمان)

تفسیر: (۱) کافر پر ایسے سخت جیسا کہ شیر شکار پر اور صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔

(تفسیر مدارک)

(۲) آپس میں ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھے تو فرط جذبات سے مصافحہ و معانقہ کرے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۲۶)

حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے نمونہ عمل تھے اور ان کی متابعت میں پورا اسلامی لشکر ''اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ'' کی زندہ تصویر تھا۔ عہدہ اور منصب کے حصول کی لالچ میں فریضہ اخوت و محبت سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ قرآن کے حکم ''اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' (۴-۵۹) یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔'' پر عمل کرتے ہوئے خندہ پیشانی ''اُولُوا الْاَمْرِ'' کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے تھے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کرنے کا حکم نافذ فرمایا اور حضرت خالد نے اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم فرمایا اور ثابت کر دکھایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہر معاملے میں قرآن کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ نفسانیت کو دخل دینے نہیں دیتے۔

۱۰) حضرت خالد بن ولید کو اسلامی لشکر کے سردار کے عہدہ سے معزول کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد کی جنگی صلاحیتوں کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ سردار ہونے کی حیثیت سے حضرت خالد کے سر پر بہت ساری ذمہ داریوں کا بار تھا۔ مثلاً غنیمت کا مال جمع کر کے اس کا حساب رکھنا، غنیمت کے مال سے خمس (20%) الگ کر کے اسے امیر المومنین کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کرنا، باقی مال کو مجاہدوں میں حسب مراتب تقسیم کرنے کے لئے مجاہدوں کی تعداد، کام کی اہمیت کے اعتبار سے اس کا حصہ مقرر کرنا، ان کا میزان (Total) کر کے مالِ غنیمت کی قیمت کے مطابق ان تمام حصص کو منقسم کر کے ہر مجاہد کو اس کا حصہ دینا، علاوہ ازیں لشکر کے لئے اشیاء صرف اور دیگر ضروریات فراہم کرنے کے لئے اطراف کے دیہات سے غلہ اور رسد خریدنے کے لئے رومی غلہ فروشوں کا رابطہ قائم کرنا، دام متعین کرنا، غلہ کی مقدار کے مطابق اس کی قیمت ادا کرنے کا انتظام کرنا پھر خفیہ طریقے سے ان دیہاتوں سے اسلامی لشکر کے کیمپ تک غلہ لانے کے لئے قافلہ بھیجنا، پھر اس غلہ کو مجاہدوں میں تقسیم کرنا، لشکر میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہوتے تھے۔ کوئی بیمار ہوا، کوئی زخمی ہوا، کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے، کسی کو کوئی شکایت ہے۔ وغیرہ وغیرہ معاملات حل کرنے میں لشکر کا سردار ہمیشہ الجھا ہوا ہی رہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد کو عہدہ سرداری سے معزول کر کے ان تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش اور مستغنی کر دیا تا کہ وہ اپنی تمام صلاحیتیں صرف جنگی امور میں صرف کریں اور اسلامی لشکر کی شان و شوکت بڑھائیں اور دشمنانِ اسلام پر اپنی دھاک اور ہیبت کا سکہ بٹھائیں۔

مندرجہ بالا دس نکات کے مطالعہ سے قارئین پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو دور اندیشی اور حکمت عملی کی بنا پر معزول کیا تھا اور کوئی نظریہ نہ تھا۔ لہٰذا اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" پر اکتفاء کرتے ہوئے ہمارا ملک شام کا سفر آگے بڑھاتے ہیں۔

جنگِ حصنِ ابی القدس

اسلامی لشکر کی سرداری حضرت ابوعبیدہ نے سنبھالنے کے بعد انہوں نے چند دنوں کے لئے اسلامی لشکر کو دمشق میں ٹھہر رکھا اور اس فکر میں تھے کہ اب کس جانب کوچ کریں کبھی وہ ''بَیْتُ المقدس'' کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے تھے اور کبھی ''انطاکیہ'' کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے تھے۔ اسی دوران حضرت ابوعبیدہ کے پاس ایک نصرانی عرب آیا۔ وہ نصرانی عرب دمشق کا باشندہ تھا۔ فتح دمشق کے دن حضرت ابوعبیدہ نے اس پر احسان فرما کر اس کی جان بچائی تھی اور اسے امان دی تھی۔ اس عرب متنصرہ نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ دمشق کے ساحلی علاقہ میں ایک قلعہ واقع ہے۔ جس کا نام حصن ابی القدس ہے یہ قلعہ ''عرقہ اور ''مَـرْجُ السَّـلْسَـلَـه'' نام کے دو گاؤں کے درمیان واقع ہے۔ اس قلعہ کے سامنے ایک صومعہ (گرجا) ہے۔ اس گرجا میں ایک بوڑھا راہب رہتا ہے جس کی عمر ایک سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ وہ بوڑھا راہب دین نصرانیت کا زبردست عالم ہے پورے ملک شام کے لوگ اس کے پاس اکتساب فیض و برکت کی غرض سے آتے ہیں اور اس راہب کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ وہ راہب ہر سال اپنے گرجا کے پاس ایک میلے کا انعقاد کرتا ہے اس میلے میں شرکت کرنے کے لئے دور دراز سے لوگ آتے ہیں۔ میلہ تین یا سات دن تک رہتا ہے اور میلے کے دنوں میں گرجا کے قریب ایک بازار لگتا ہے۔ جس میں سونا، چاندی، جواہرات، ریشمی کپڑے اور دیگر قیمتی اشیاء کی بڑے پیمانے پر خرید و فروخت ہوتی ہے۔ میلہ کے اختتام کے دن وہ راہب گرجا سے باہر آ کر انجیل سے ماخوذ پند و نصائح پر مشتمل تقریر کرتا ہے۔ پھر میلہ ختم ہوتا ہے اور لوگ متفرق ہو جاتے ہیں۔ حصن ابی القدس کا میلہ قریب ہے۔ اگر آپ میلہ کی تقریب کے دنوں میں وہاں لشکر بھیج کر حملہ کریں تو کثرت سے مالِ غنیمت حاصل ہونے کی امید ہے۔

نصرانی عرب کی دی ہوئی اطلاع سے حضرت ابوعبیدہ بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟ جواب دیا کہ دس فرسخ ہے۔ ایک دن کی مسافت ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ اس گرجا کے قریب رومیوں کا کوئی ایسا شہر ہے جو ان کی مدد کے لئے آ سکے؟ نصرانی عرب نے جواب دیا کہ ہاں! قریب میں ''فرضہ'' نام کی ایک بندرگاہ ہے جہاں پورے ملک سے کشتیاں آتی جاتی رہتی ہیں فرضہ کا حاکم ''طرابلس'' نام کا ایک متکبر بطریق ہے۔ ہرقل بادشاہ نے شہر فرضہ اور نواحی علاقہ اس کو جاگیر میں دے رکھا ہے۔ حاکم طرابلس نہایت متکبر اور مغرور شخص ہے۔ عوام الناس کے ساتھ میلہ میں شرکت کرنا اپنی شان کے خلاف گمان کرتا ہے۔ لہٰذا وہ میلہ میں کبھی بھی شرکت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس میلہ کی حمایت کرتا ہے لیکن

ب کے شاید تمہارے خوف کی وجہ سے بازار والوں کی حفاظت وحمایت کرنے آئے ایسا اندیشہ ہے۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدین کو پکار کر پوچھا کہ تم سے کون قلعہ حصن ابی القدس پر لشکر لے کر حملہ کرنے جانے کے لئے تیار ہے؟ ایک کم سن اور نورانی شکل وصورت والے نوجوان شخص کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے سردار! اس خدمت کو میں انجام دینے کا قصد رکھتا ہوں۔ اس نوجوان کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر طیار تھا اور حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔ اس رشتہ کی بنا پر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھتیجے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ملک شام کیوں آئے تھے؟

حضرت عبداللہ کے والد حضرت جعفر بن ابی طالب المعروف بہ ''جعفر طیار'' ۰۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بہت کم سن تھے۔ حضرت جعفر طیار کی بیوہ بعد میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آئیں تھیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے نکاح فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ کی پرورش اور تربیت فرمائی تھی۔ جب حضرت عبداللہ کا سن شباب کے قریب پہنچا تب اکثر وہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس سے اپنے والد کے متعلق پوچھا کرتے۔ حضرت اسماء فرماتیں کہ تمہارے والد کو رومیوں نے شہید کیا ہے۔ اپنے والد کی شہادت کی کیفیت سن کر حضرت عبداللہ ہمیشہ یہی فرماتے کہ اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے والد کا ضرور بدلا لے کر رہوں گا۔ اپنے والد کا رومیوں سے انتقام لینے کو وہ بیقرار رہتے تھے۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی کے ہمراہ بارادۂ جہاد ملک شام جارہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس اور حضرت عبداللہ بن جعفر میں دوستی تھی۔ دونوں عبداللہ جگری یار تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر کو اطلاع ہوئی کہ ان کے دوست حضرت عبداللہ بن انیس بقصد جہاد ملک شام جارہے ہیں تو ان کے دل میں اپنے والد کے قاتلوں سے انتقام لینے کا جذبہ موجزن ہونے لگا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر منت وسماجت کر کے جہاد کے لئے ملک شام جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن انیس کا قافلہ کل بیس افراد پر مشتمل تھا۔ ملک شام کے لئے روانہ ہوتے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر اپنے عم محترم مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعاء برکت وحفاظت سے نواز کر ''فی امان اللہ'' رخصت فرمایا۔

جب ان کا قافلہ مقام تبوک پر پہنچا تب حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے دوست حضرت عبداللہ بن انیس سے دریافت کیا کہ کیا تم کو میرے والد کی قبر کا پتہ معلوم ہے؟ حضرت عبداللہ بن انیس نے کیا جواب دیا؟ اور پھر کیا ہوا؟ وہ علامہ واقدی کے الفاظ میں سماعت فرمائیں:

''روایت کی ہے عبداللہ بن انیس سے کہ پہونچے ہم تبوک میں۔ پس کہا عبداللہ نے کہ اے ابن انیس! آیا جانتے ہو تم جگہ قبر میرے باپ کی؟ میں نے کہا ہاں قبر ان کی موتہ میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خواہش رکھتا ہوں میں کہ دیکھوں اس جگہ کو۔ پس چلے ہم یہاں تک کہ آ گئے ہم ان کے باپ کی قبر اور اس جگہ پر جہاں لڑائی ہوئی تھی اور قبر پر پتھر تھے جو قوم کا ب نے واسطے تبرک کے رکھے تھے۔ پس دیکھا عبداللہ نے قبر اپنے باپ کو اترے وہاں اور گئے قبر پر اور روئے پھر دعائے رحمت مانگی ان کے واسطے اور قیام کیا ہم نے قبر کے پاس تاوقت صبح دوسرے دن کے۔ پس جب کوچ کیا ہم نے دیکھا میں نے عبداللہ بن جعفر کو کہ روتے تھے اور چہرہ ان کا مثل رنگ زعفران کے ہو گیا تھا۔ پس پوچھا میں نے سبب اس کا۔ پس کہا انہوں نے کہ میں نے رات میں اپنے باپ جعفر کو خواب میں دیکھا اور وہ دو کپڑے سبز پہنے ہوئے تھے اور ان کے دو پر تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک تلوار برہنہ خون آلودہ تھی۔ پس دی انہوں نے وہ تلوار مجھ کو اور کہا کہ اے بیٹے! لڑو تم ساتھ اس تلوار کے دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں سے اور نہیں پہونچا میں اس مرتبے کو جس کو تم دیکھتے ہو مگر بسبب جہاد کے اور گویا میں لڑتا ہوں ساتھ اس تلوار کے یہاں تک کہ رخنہ دار ہو گئی تلوار میرے ہاتھ میں''۔ (حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۱۴۲)

قارئین کرام مندرجہ عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں تو حسب ذیل امور ثابت ہوں گے۔

(۱) مدینہ منورہ سے ملک شام جاتے ہوئے ''تبوک نام کا مقام شاہراہ پر واقع ہے لیکن ''موتہ'' نام کا مقام شاہراہ سے ہٹ کر اندرونی علاقے میں واقع ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تبوک سے موتہ صرف زیارت قبر کے قصد سے سفر کر کے گئے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے والد حضرت جعفر بن ابی طالب کی قبر پر پتھر رکھے ہوئے دیکھے جو تبرک کے لئے قبر پر رکھے ہوئے تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے والد کے مزار شریف پر رات بھر ٹھہرے اور قبر کے پاس ہی قیام کیا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو خواب میں اپنے والد کی بشارت ہوئی۔ خواب میں ان کے والد نے انہیں تلوار عطا فرمائی جس سے وہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تلوار ناقص ہو گئی۔

مندرجہ بالا چاروں باتیں میزان عدل کے ایک پلے میں رکھو اور دوسرے پلے میں دور حاضرہ کے امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی علیہ ماعلیہ کی مندرجہ ذیل عبارت کو رکھو:

''اس قسم کے کام کسی اور کی تعظیم کے لئے نہ کرے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کی تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا یہ شرک کی باتیں ہیں۔''

(حوالہ: تقویت الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۶۸)

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے قبر کے قصد سے دور کا سفر کر کے سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں جانے کو شرک لکھا ہے۔ اب ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے تبوک سے موتہ تک کا سفر صرف قبر کی زیارت کے قصد سے ہی کیا تھا۔ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر تبوک سے موتہ گئے تھے لہٰذا سفر کی تکلیف اٹھائی علاوہ ازیں گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کیا ساتھیوں نے بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کیا لہٰذا ایک ساتھ کئی گھوڑے دوڑنے کی وجہ سے گرد وغبار اٹھا ہو گا اور ان کے کپڑے میلے کچیلے ہوئے ہونگے کیونکہ اس زمانہ میں پکی سڑکیں نہیں تھیں کچے راستے تھے لہٰذا جب حضرت عبداللہ بن جعفر طیار تبوک سے موتہ تک کا سفر کر کے جب قبر پر پہنچے ہوں گے تب انہوں نے سفر کی تکلیف بھی اٹھائی ہو گی اور ان کے کپڑے بھی گرد وغبار سے آلودہ ہوئے ہوں گے۔ ان تمام کاموں کو وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا ''شرک کی باتیں'' کہہ رہے ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ کس پر چسپاں ہو رہا ہے؟

حیرت اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہر معاملہ میں شرک کی راگنی الاپنے والے منافقین کے پیشواؤں کو شرک کی اصطلاح کا بنیادی علم ہی نہیں لہٰذا وہ شرک کے احکام بیان کرتے وقت ایسے غوطے کھاتے ہیں کہ اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی گرتے ہیں۔ مثلاً:

تقویت الایمان کی مندرجہ عبارت کے اختتام میں لکھا ہے کہ:

''کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کرنا چاہئے، مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے۔''

(حوالہ: تقویت الایمان، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص:۶۸)

توبہ! توبہ!! لاکھ مرتبہ توبہ!!! ناظرین غور فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بات کہاں کی کہاں پہنچا دی؟ کسی مخلوق کی قبر پر جانے کے قصد سے سفر کرنا شرک اس لئے بتایا ہے کہ یہ معاملہ مخلوق کے ساتھ کرنا شرک ہے۔ یعنی یہ معاملہ صرف خالق کے ساتھ ہی کرنا چاہئے۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب مخلوق کی قبر پر جانے کے قصد سے سفر کرنا شرک ہے تو کیا دورِ حاضر کے منافقین خالق کی قبر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں؟ شرک کی سیدھی سادھی اور عام فہم تعریف یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو وہ کام مخلوق کے ساتھ کرنا۔ تو جب مولوی اسمٰعیل دہلوی کسی کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے کو شرک کہہ رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اللہ کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا جائز ہے۔ معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جس کی عقل چرنے گئی یا اس کی عقل کے طوطے اڑ گئے ہوں۔ بزرگانِ دین کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے جانے والے عقیدت مند زائرین کو شرک کا حکم سنا کر ڈرانے اور دھمکانے کی جلد بازی میں آنکھیں بند کر کے اندھی دوڑ لگائی اور خود اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کی عقل میں فتور آ جاتا ہے وہ عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہتا اور لکھتا ہے کہ اس کا عقل میں سمانا ممکن نہیں ہوتا۔ قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے کو شرک لکھ کر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی عقل کا چراغ گل ہو جانے کا ثبوت دیا ہے۔

ایک مضحکہ خیز بات کی طرف بھی توجہ درکار ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنے پر شرک کا جو حکم لگایا ہے اس میں ایک قید لگائی ہے کہ "سفر کی تکالیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا"۔ اس قید کے نفاذ کا سبب بھی عقل پر پردے پڑ جانا ہے۔ ایک تو شرک کا حکم غلط لگایا اور پھر سے میلے کچیلے ہونے کی بیجا قید لگائی اور اندھا ملا ٹوٹی مسجد والی مثل کے مصداق بنے۔ اگر کوئی میلا کچیلا ہو کر سفر کی تکالیف اٹھا کر نہ جائے بلکہ آرام کے ساتھ اور صاف ستھرا ہو کر قبر کی زیارت کے لئے جائے تو کیا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتوے میں ترمیم کی گنجائش ہے؟

جو دین کووں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے

(از: امام احمد رضا بریلوی)

حل لغت: (۱) کاغ = جنگلی کوا (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۰) = Raven = Rook = Crow

(۲) الاغ = بوجھ اٹھانے والا گدھا (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲) Assforcarryingload

اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ جس کام کا حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھتیجے اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی مقدس ذات نے ارتکاب کیا اس کام کو دور حاضر کے منافقین شرک کہہ کر کتنا بڑا ظلم اور زیادتی کرتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار اپنے والد کے مزار شریف پر حاضری دینے کے بعد موتہ سے روانہ ہو کر دمشق آئے۔ ان کی آمد سے حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدین بہت خوش ہوئے اور ان کا استقبال کیا۔ جب حضرت ابوعبیدہ نے حصن ابی القدس کے قلعہ پر جانے کے لئے اسلامی لشکر کے مجاہدین کو پوچھا کہ کون اس مہم پر جانے کے لئے آمادہ ہے تب حضرت عبداللہ نے اپنی خواہش ظاہر کی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کی دمشق سے حصن ابی القدس کی جانب روانگی:

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو پانچ سو سواروں پر سردار مقرر کیا اور ان کو سیاہ رنگ کے کپڑے کا علم عنایت فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کے لشکر میں اٹھارہ مقدس صحابہ اصحاب بدر سے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حصن ابی القدس کی اطلاع دینے والے معاہدی نصرانی عرب کو راہبر کی خدمت انجام دینے لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ۱۵ شعبان المعظم ۱۳ھ کی شب یعنی شب برأت میں روانہ ہوئے۔ بڑا ہی خوشنما اور دلکش منظر تھا۔ ماہ کامل اپنی پوری آب و تاب سے چمکتا ہوا تھا اور ہر طرف چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ راہ چلتے ہوئے حضرت واثلہ بن الاسقع جو جنگ بدر میں حاضر تھے ان سے حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آج کی شب نصف شعبان کی بڑی بابرکت والی شب ہے۔ میرا ارادہ اس شب میں عبادت و ریاضت کرنے کا تھا۔ حضرت واثلہ نے جواب میں فرمایا کہ راہ خدا میں چلنا قیام سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ثواب دینے والا اور کرم کرنے والا ہے۔ پوری رات سفر کرنے کے بعد لشکر اسلام ایک صومعہ (گرجا) کے قریب رکا۔ لشکر کا شور و غل سن کر

...یک راہب صومعہ سے نکل کر لشکر کے قریب آیا اور تمام مجاہدوں کو تذبذب کی نگاہ سے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ...راہب نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا گیا کہ ہم اہل عرب ہیں۔ راہب نے پھر پوچھا کیا تم محمدی ہو؟ (صلی اللہ تعالیٰ ...علیہ وسلم)۔ جواب دیا گیا کہ ہاں! پھر وہ راہب ہر ایک کو بغور دیکھنے لگا۔ جب اس نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو بس دیکھتا ہی ...رہ گیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر صورت اور سیرت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت ...عبداللہ بن جعفر کا پرنور چہرہ دیکھ کر راہب نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ نوجوان تمہارے نبی کے صاحبزادے ہیں؟ مجاہدوں ...نے جواب دیا نہیں۔ راہب نے کہا کہ ان کی دونوں آنکھوں سے نبوت کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ کیا ان کو تمہارے نبی سے کوئی ...قرابت ہے؟ مجاہدوں نے کہا کہ یہ ہمارے نبی کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں۔ راہب نے حکیمانہ لہجہ میں کہا کہ یہ پتے ہیں ...اور پتوں میں درخت کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ نے راہب سے پوچھا کہ کیا تم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتے ہو؟ راہب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں پہچانوں؟ ارے ان کا مبارک نام مقدس توریت، انجیل اور زبور میں لکھا ہوا ہے۔ ان کی صفت میں مذکور ہے کہ وہ سرخ رنگ کے اونٹ پر برہنہ تلوار ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ راہب نے جواب دیتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر اس وقت واقع ہوگا جب مالک آسمان کو منظور ہوگا۔ راہب کا کلام سن کر مجاہدوں نے تعجب کیا اور پھر لشکر وہاں سے کوچ کر کے حصن ابی القدس کے قلعہ کی طرف آگے بڑھا۔

لشکر اسلام کا حصنِ ابی القدس پہنچنا' بازار قائم ہونا' کثیر تعداد میں رومی موجود:

شام کے وقت اسلامی لشکر حصن ابی القدس کے قریب ایک سرسبز و شاداب جنگل میں پہنچا۔ معاہدی راہبر نے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں جا کر بازار کے میلے کی خبر معلوم کر آؤں۔ معاہدی راہبر لشکر کو ٹھہرا کر گیا اور بہت تاخیر کے بعد رات کے وقت واپس لوٹا۔ لیکن اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے اصحاب محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قسم ہے حق مسیح کی میں نے تم کو جو حال بیان کر کے یہاں آنے کی ترغیب دی تھی اس میں کسی قسم کا غلو اور کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی تھی لیکن اب ایک مشکل معاملے درپیش ہوا ہے۔ بازار تو حسب معمول لگ گیا ہے لیکن فرضہ کے حاکم ''طرابلس'' نے کسی رومی بادشاہ کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے اور اپنے مذہب کی رسم ادا کرنے اور قربانی کرنے کے لئے دولہن کو صومعہ کے راہب کے پاس لایا ہے اور بڑی تعداد میں رومی سپاہی اور متنصرہ عرب جنگی ہتھیاروں اور ساز و سامان کے ساتھ اس کی حفاظت و نگرانی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے معاہدی سے دشمنوں کی تعداد پوچھی تو اس نے بتایا کہ بیس ہزار آدمی تو بازار میں جمع ہوئے ہیں اور پانچ ہزار سوار لڑنے والے ہتھیاروں کے ساتھ موجود ہیں یعنی کل پچیس ہزار کی تعداد ہے اور تم صرف پانچ سو کی تعداد میں ہو۔ علاوہ ازیں اگر یہاں جنگ ہوئی تو اطراف کے علاقوں سے کافی تعداد میں رومی آپڑیں گے۔ جب کہ تمہاری کمک کرنے والا لشکر دمشق میں ہے، جو یہاں سے لمبے فاصلہ پر ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ وہاں جانے کا ارادہ موقوف کر کے یہاں سے ہی واپس پلٹ جاؤ۔

معاہدی راہبر کی بات سن کر مجاہدین کو تشویش اور فکر لاحق ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے مجاہدین سے فرمایا کہ معاہ راہبر کی بات سب نے سنی ہے لہٰذا آپ تمام حضرات کا مشورہ کیا ہے؟ اکثر نے یہ کہا کہ اے سردار! اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرما ہے کہ خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ہم نیک نیت کے ساتھ یہاں تک آئے ہیں صورت حال ایسی درپیش ہے کہ ہم کو مجب واپس جانا پڑتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے دمشق چلے چلیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا ک اس طرح واپس چلا جانا جہاد سے پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا چہرہ پیٹھ پھیرنے والوں میں لک جائے۔ میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں وقف کیا ہے لہٰذا ہر آئینہ میں جہاد کروں گا مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ ہمار نصرت فرمائے گا۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی واپس جانا چاہتا ہے تو اسے اجازت ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نوعمر جوان تھے ا ان کے ساتھی کہنہ مشق جنگجو تھے، انہوں نے اپنے نوجوان سردار کی ہمت اور دلیری دیکھی تو ان کو غیرت آئی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ اے سردار! اب ہم بھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ آپ کے ہمراہ جہاد کریں گے، چاہے کچھ بھی ہو جائے تمام مجاہدین میں ایک عجیب جوش پیدا ہو گیا۔ ہمت مرداں مدد خدا کے بموجب اسی وقت آمادہ جنگ ہو گئے۔ معاہدی راہبر نے جب دیکھا کہ صرف پانچ سو مٹھی بھر مسلمان پچیس ہزار رومیوں سے ٹکرانے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو اس کی حالت غیر ہوگئی چہرہ زرد ہو گیا بلکہ چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس کی مضطرب حالت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس سے فرمایا کہ اب ہمیں اس جنگل سے قلعہ کی طرف لے چل۔ آج مجھے اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عجیب معاملہ دیکھنے کو ملے گا۔ چنانچہ رات ہی میں اسلامی لشکر کوچ کر کے قلعہ حصن ابی القدس کے قریب پہنچ گیا۔ معاہدی نے کہا کہ اب ہم بالکل قریب گئے ہیں۔ لہٰذا یہیں پر ٹھہر رہو اور رات گزار دو۔ صبح جب میلہ لگے گا تب حملہ کر دیں گے۔ اسلامی لشکر رات بھر قلعہ کے قریب ایک مقام پر ٹھہرا رہا۔

معرکۂ جنگ اور مجاہدوں کا مصیبت میں مبتلا ہونا:

صبح حضرت عبداللہ بن جعفر نے مجاہدوں کو فجر کی نماز جماعت سے پڑھائی۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر توقف کیا تاکہ میلہ شروع ہو جائے۔ حضرت عبداللہ نے پانچ سو مجاہدوں کو گروہ میں بانٹ دیا۔ اس کے بعد سب کو تاکید کی کہ کوئی مجاہد بازار کی چیز کی طرف التفات نہ کرے بلکہ جاتے ہی فوراً رومیوں کے سروں پر تلوار رکھ کر انہیں ہلاک کر دو۔ حضرت عبداللہ اپنے ہاتھ میں نشان تھام کر لشکر کے آگے روانہ ہوئے۔ ان کی متابعت میں تمام مجاہد بھی گرجا کی طرف روانہ ہوئے۔ گرجا کے قریب ملک شام کے بطارقہ اور کبرا کافی تعداد میں جمع تھے۔ بوڑھا راہب صومعہ سے اپنا سر باہر نکال کر لوگوں کو پند ونصائح پر مشتمل گفتگو کر رہا تھا۔ تمام مجمع بالکل خاموشی کے ساتھ اس کی گفتگو سن رہا تھا اور لوگ ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حاکم طرابلس کی بیٹی دولہن کے کپڑے اور زیورات پہن کر سج دھج کر راہب کے پاس اپنی سہیلیوں کے ساتھ موجود تھی۔ دولہن کی حفاظت و نگہبانی کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی فوج محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ ہم کو گرجا کے بجائے پہلے بازار پر حملہ کرنا ہے۔ ہر مجاہد کو تاکید کی جاتی ہے کہ اختتام جنگ پر تمام مجاہدین گرجا کے پاس جمع ہوں۔ اگر ہم زندہ رہے تو

[...]رجا کے قریب جمع ہوں گے ورنہ ہماری ملاقات بہشت میں پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر ہوگی۔
[...]حضرت عبداللہ نے اپنے نیزے کو جنبش دی اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بازار پر حملہ کر دیا۔
مجاہدوں نے پانچ گروہ میں متفرق ہو کر الگ سمت سے حملہ کیا۔ مجاہدوں کی تہلیل و تکبیر کی آواز سن کر رومی چونک اٹھے۔ پہلے سے ہی ہوشیار اور محتاط تھے۔ تمام رومی اپنے اپنے ہتھیاروں کی جانب دوڑے اور ہتھیار سنبھال کر مقابلہ کرنے آ [...]ھڑے ہوئے۔ مجاہدوں نے شدت سے حملہ کیا اور رومیوں کی گردنوں پر تلواریں رکھنی شروع کیں۔ رومیوں نے بھی بڑی [...]یری سے حملے کا جواب دیا اور مجاہدوں کو گھیر لیا۔ بیس ہزار بازاری گبروں کے درمیان صرف پانچ سو مجاہد اس طرح متفرق ہو [...]ر نرغہ میں آ گئے تھے کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آتے تھے۔ صرف حضرت عبداللہ بن جعفر کا نشان بلند ہونے کی وجہ سے تمام [...]اہدوں کو نظر آ رہا تھا۔ مجاہدین نشان دیکھ کر مطمئن تھے کہ ہمارے سردار حضرت عبداللہ سلامت ہیں اور رومیوں سے مقابلہ کر [...]ہے ہیں لیکن حضرت عبداللہ اور تمام مجاہدین سخت مصیبت میں تھے۔ رومیوں نے مجاہدوں کو چاروں سمت سے گھیرا تھا۔ جب [...]ومیوں نے دیکھا کہ مسلمان بہت قلیل تعداد میں ہیں اور مسلمانوں کی کمک کرنے کوئی جماعت کمین گاہ سے نکل کر نہیں آئی تو [...]رجا کے قریب مسلح سپاہی بھی بازار میں آ دھمکے اور انہوں نے بھی شدت سے حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔ آفتاب [...]ی گرمی کی شدت اور حرارت سے تمام مجاہدین پریشان تھے۔ مزید برآں جنگ کی آگ کے شعلوں نے ماحول کو اور زیادہ گرما [...]یا تھا۔ تمام مجاہدین جان ہتھیلی میں لے کر بڑی جاں فشانی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن جعفر بپھرے [...]وئے شیر کی طرح رومیوں پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن مسلسل تیغ زنی اور نیزہ زنی کرتے کرتے ان کے بازو شل ہو گئے تھے۔ جسم [...]قدس بھی زخموں سے چور ہو گیا تھا۔ یہی حال تمام مجاہدوں کا تھا۔ تمام کے بازو خستہ حال تھے۔ جسم ٹوٹ رہے تھے۔ اب زیادہ [...]یر تک مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ بظاہر زندہ بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ تمام کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی [...]شجاعت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو اپنے مجاہد بھائیوں کی بڑی فکر تھی۔ خصوصاً حضرت ابوذر غفاری [...]جیسے ضعیف العمر صحابیِ رسول بھی جوانمردی سے لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو گئے تھے۔ تب حضرت عبداللہ بن جعفر نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں محبوب رب العالمین، رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے یہ دعا [...]مانگی:

''یَا مَنْ خَلَقَ خَلْقَهُ فَاَحْسَنَ خَلْقَهُمْ وَابْلٰی بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ وَ جَعَلَ ذَالِكَ فِتْنَةً لَّهُمْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ اِلَّا جَعَلْتَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا فَرْجاً وَ مَخْرِجاً''

ترجمہ: ''اے وہ ذات! کہ پیدا کیا اس نے اپنی خلائق کو پس اچھی بنائی پیدائش ان کی اور آزمائش میں ڈالا بعضوں کو بسبب بعضوں کے اور گردانا ان کے واسطے اس ابتلاء کو آزمائش۔ سوال کرتا ہوں میں تجھ سے ساتھ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تیرے بندے ہیں اس امر کو کہ کر تو ہمارے کام میں فراخی اور راہ نجات کی۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دعا قبول ہوئی اور......؟

حضرت خالد بن ولید کا مدد کے لئے آ پہنچنا:

صورت حال یہ ہوتی تھی کہ جب صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر کے لشکر نے حصن ابی القدس کے بازار پر حملہ کیا تھا اسی وقت حضرت عبداللہ بن جعفر کے ساتھ مدینہ سے دمشق آنے والے ان کے دوست حضرت عبداللہ بن انیس نے دمشق کی جانب اپنے گھوڑے کو تیز رفتار دوڑادیا تھا اور دمشق آ کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں آئے اور پکار کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے کہا کہ اے امین الامت! رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کے بیٹے اوران کے ساتھیوں کی جان خطرے میں ہے۔ رومیوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ پھر انہوں نے حصن ابی القدس کے معرکۂ جنگ کی تفصیل جلدی جلدی بیان کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فوراً استرجاع پڑھا اور حضرت خالد بن ولید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابا سلیمان! میری سرداری میں یہ پہلا معرکہ ہے اگر حضرت عبداللہ بن جعفر اور ان کے ساتھیوں کو کچھ ہو گیا تو بہت بہت برا ہوگا لہٰذا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم فوراً جاؤ اور حضرت عبداللہ کی کمک کرو۔ حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا کہ اے امین الامت! آپ ہمارے سردار ہو۔ آپ کا حکم بجالانا مجھ پر لازم ہے۔ اگر حضرت عمر فاروق اعظم کسی لڑکے کو بھی سردار مقرر فرماتے تو میں اس لڑکے کی بھی اطاعت کرتا، جب کہ آپ تو سابق الایمان ہیں۔ پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ''امین الامت'' کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیتا ہوں اور آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم! میں نے اپنی ذات کو خدا کی راہ میں قید کیا ہے۔ خدا کی راہ میں شمشیرزنی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔

حضرت خالد نے جنگ یمامہ میں حاصل شدہ مسیلمۃ الکذاب کی زرہ پہنی اور اپنے ساتھیوں یعنی لشکر زحف کے مجاہدوں کو لے کر فوراً روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن انیس بھی راہ بتانے والے کی حیثیت سے ساتھ گئے۔ حضرت رافع بن عمیرہ طائی روایت کرتے ہیں کہ میں بھی حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھا۔ حضرت خالد نے اور ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی تھیں اور گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے راستہ لپیٹ دیا اور ہم غروب آفتاب کے وقت حصن ابی القدس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت خالد نے حضرت عبداللہ بن انیس سے فرمایا کہ تلاش کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن جعفر کہاں ہیں؟ حضرت عبداللہ بن انیس نے جواب دیا کہ انہوں نے تمام مجاہدوں کو صومعہ کے قریب جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ شاید وہ صومعہ کے قریب کہیں ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولید جب راہب کے گرجا کے پاس گئے تو دیکھا کہ اسلامی لشکر کا نشان حضرت عبداللہ بن جعفر کے ہاتھ میں ہے اور ان کے اردگرد مجاہدین جمع ہیں لیکن تمام کے تمام زخمی اور نیم جان تھے اور ناامیدی کے عالم میں اللہ کی مدد کی آس و امید لگائے ہوئے تھے۔ بڑے ہی صبر استقلال کے ساتھ تمام مجاہدین رومیوں کے حملوں کا دفاع کر رہے تھے۔ عین اسی وقت اسلامی لشکر کے شیر ببر حضرت خالد بن ولید نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی صدا سن کر مجاہدوں کی جان میں جان آ گئی اور رومیوں کی جانیں سوکھ گئیں۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکارا کہ اے دین کے خدمت گارو!

رومیوں کو تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لو اور ان کے خون سے زمین کو رنگین اور سیراب کرو۔ حضرت خالد کا لشکر زحف زرہوں اور لوہے کے خودوں سے آراستہ تھا۔ حضرت خالد کا حکم ملتے ہی مجاہدین رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور جس طرح شیر بکریوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے اس طرح مجاہدین نے رومیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ رومیوں کو دائیں بائیں بکھیر دیا اور صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس وقت سنا کہ ہاتف غیبی ان الفاظ سے پکار رہا تھا کہ:

''خُذِلَ الْاٰمِنُ وَ نُصِرَ الخَائِفُ ۔یَا حَمَلَةَ الْقُرآن! جَآءَ كُمُ الْفَرَحُ مِنَ الرَّحْمٰنِ و نُصِرْتُمْ عَلیٰ عَبَدَةِ الصُّلْبَانِ''

ترجمہ: ذلیل وخوار ہوا بے ڈر یعنی رومی اور مدد دیا گیا ڈرنے والا یعنی مومن۔ اے قرآن کے اٹھانے والو، اللہ تعالیٰ رحمٰن کی طرف سے تم پر کشائش آئی اور صلیب پرستوں پر تم مدد دیئے گئے۔''

اب حضرت عبداللہ بن جعفر کے ساتھیوں میں بھی نیا جوش وخروش پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے بھی حضرت خالد بن ولید کے لشکر کی متابعت میں شدت سے حملہ کر دیا۔ آفتاب اب ڈوبنے لگا تھا۔ دن کا اجالا رخصت ہو رہا تھا اور شب تار اپنی سیاہ زلفیں بکھیرتی ہوئی اور ظلمت پھیلاتی ہوئی آ رہی تھی لہٰذا مجاہدوں نے دن چھپنے سے پہلے رومیوں کا صفایا کرنے میں بہت عجلت کی۔ تلوار کی ضربیں اتنی شدت سے ماریں کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو جاتے اور ڈھال اٹھانے والے رومی کا سر مثل تربوز کئی ٹکڑے اور قاشیں ہو جاتا۔ رومیوں کو پتہ چل گیا کہ اسلامی لشکر کے شیر ببر حضرت خالد بن ولید اپنے بھائیوں کی مدد کو آ پہنچے ہیں۔ پھر کیا تھا؟ حضرت خالد کا نام سنتے ہی قوم لڑکھڑا گئی۔ خوف اور دہشت سے ادھر سے ادھر ہونے لگے۔ پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ جان بچی لاکھوں پائے پر عمل کرتے ہوئے مضطرب آہو کی طرح بھاگے۔ مجاہدوں نے تعاقب کیا۔ بہت سارے واصل جہنم کئے اور بہت کو قید پکڑ لیا۔

مجاہدوں کا صومعہ پر حملہ، حضرت ضرار کی جسیم ڈیل ڈول والے بطریق سے لڑائی:

جب رومیوں نے بھاگنا شروع کیا تب میدان میں اسلامی لشکر کے مجاہد ہی نظر آتے تھے۔ رومی یا تو مقتول پڑا ہوا نظر آتا تھا یا پھر وہ دم دبا کر بھاگ رہا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور رومیوں کو قتل کرتے کرتے حضرت عبداللہ بن جعفر کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ کی زرہ اور آستینوں پر مقتول رومیوں کا خون پڑ پڑ کر جم گیا تھا اور وہ اونٹ کی کلیجی جیسا لگ رہا تھا۔ حضرت ضرار نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ اے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد کے صاحبزادے! آپ نے اپنے والد کا بہت اچھا انتقام لیا ہے اور اپنے دل کی سوزش کو رومیوں کے خون سے سرد کیا ہے۔ حضرت ضرار بن ازور نے اپنے چہرے پر کپڑا باندھا تھا صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ لہٰذا حضرت عبداللہ نے ان کو پہچانا نہیں اور پوچھا کہ اے دین اسلام کے مددگار آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں ضرار بن ازور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بڑے نازک وقت میں ہماری اعانت فرمائی۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ وہاں آئے۔

حضرت عبداللہ نے حضرت خالد بن ولید کا شکریہ ادا کیا بعدہ کہا کہ صومعہ (گرجا) میں بوڑھا راہب مع حاکم طرابلس کی بیٹی اور اس کی سہیلیوں کے چھپا ہوا ہے۔ بہت قیمتی جواہر، زیورات اور دیباج اور لباسوں کا خزانہ اس کے ساتھ ہے۔ صومعہ کو حفاظت کے لئے رومی بطارقہ اور سواروں نے گھیر رکھا ہے۔ لہٰذا اب اس پر یورش کرنی چاہئے۔

چنانچہ حضرت خالد، حضرت عبداللہ اور حضرت ضرار نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ الگ الگ سمت سے صومعہ پر حملہ کر دیا۔ رات کا وقت تھا۔ رومی سپاہیوں نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں اور صومعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آگ کی روشنی میں رومی سپاہیوں کی زرہیں اور تلواریں مثل آئینہ چمک رہی تھیں۔ جیسے ہی اسلامی لشکر کے مجاہد صومعہ کے قریب گئے تمام رومی سپاہی مجاہدوں پر جھپٹے۔ ان کا سردار ایک بھاری ڈیل ڈول والا بطریق تھا۔ وہ رومی سپاہیوں کے مقدم تھا۔ وہ ایک خونخوار شیر نر کی طرح آگے آگے چلتا تھا اور شیر کی طرح ڈہکتا اور ڈکارتا تھا۔ اپنے گھوڑے کی زین پر اس طرح چپک کر بیٹھا تھا کہ گویا وہ گھوڑے کے جسم سے پیوست ہے۔ اس بطریق نے حضرت ضرار پر حملہ کر دیا۔ حضرت ضرار اس کی جسامت دیکھ کر محو حیرت تھے۔ بھاری ڈیل ڈول ہونے کے باوجود اس کی سرعت، جست، حملے کی شدت اور مقابل کا وار خالی پھیرنے کی مہارت دیکھ کر حضرت ضرار سمجھ گئے کہ وہ بڑا جنگجو اور ماہر فن حرب ہے۔ دونوں لڑتے لڑتے ایسی کشادہ جگہ میں پہنچ گئے جہاں باآسانی گھوڑا دوڑا سکیں۔ دونوں نے جنگ کے کرتب دکھا کر اپنی جنگی مہارت کا ثبوت دیا۔ بطریق بڑی شدت سے حضرت ضرار پر وار کرتا تھا اور غالب ہونے کی حد درجہ سعی کرتا تھا۔ حضرت ضرار بہت ہی احتیاط سے کام لیتے ہوئے خود کو اس کی ضرب کی زد سے بچاتے تھے۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ حضرت ضرار کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گھوڑا گرا نتیجۃً حضرت ضرار زمین پر گرے لیکن بطریق نے ایسے شدید وار شروع کئے کہ حضرت ضرار ان واروں کو اپنی ڈھال پر لیتے رہے اور بطریق کے وار خالی پھیرتے رہے۔ لہٰذا ان کو گھوڑے پر سوار ہونے کا موقع نہیں ملا۔ اس دوران بطریق نے غلطی سے اپنے گھوڑے کی لگام اتنی زور سے کھینچی کہ اس کا گھوڑا دونوں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ بطریق کے گھوڑے کو چراغ پا ہوتا دیکھ کر حضرت ضرار نے اپنے پاس کی عمود (گرز) گھوڑے کے حلق پر دے ماری۔ گرز (Mace) کے لگتے ہی گھوڑا الٹا گرا اور بطریق بھی گھوڑے کے ساتھ گرا۔ بطریق نے فوراً کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر گھوڑے کی زین میں دب کر پھنس گیا تھا لہٰذا اٹھ نہ سکا۔ حضرت ضرار نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور بطریق کے سینے پر سوار ہو گئے۔ حضرت ضرار اپنی کمر میں ہمیشہ ایک یمنی چھری لٹکایا کرتے تھے۔ فوراً کمر سے چھری نکالی اور بطریق کے سینے میں گھسیڑ دی۔ صرف ایک وار میں بطریق کا کام تمام ہو گیا۔ چھری اس کے دل پر لگی تھی اور اس کا دل دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ حضرت ضرار نے بطریق کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا۔ گھوڑے کے زین میں سونے اور چاندی کے قیمتی جواہر کے نگینے جڑے ہوئے تھے۔ بطریق کے جسم کو خاک و خون میں ملا ہوا دیکھ کر اس کے ساتھ والے رومی سپاہی فوراً نو دو گیارہ ہو گئے۔ حضرت ضرار بطریق کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن جعفر کی مدد کرنے پہنچ گئے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن جعفر نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کر کے رومی سپاہیوں کو زیر و زبر کر ڈالا اور صومعہ پر قابض ہو گئے تھے اور حضرت خالد کی آمد کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت ضرار وہاں آئے اور تھوڑی دیر میں حضرت خالد بھی اپنے سامنے

والے رومیوں کا صفایا کر کے صومعہ پر آ پہنچے، صومعہ (دیر) پر مجاہدوں نے قبضہ کرلیا۔ دیر میں نہایت قیمتی چیزیں، ریشمی تھان، سونے چاندی کے زیورات اور برتن، جواہرات اور ہیرے موتی دستیاب ہوئے۔ میلہ میں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء تھیں وہ تمام چیزیں بطور غنیمت ہاتھ لگیں۔ سامان خوردونوش افراط سے حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں حاکم طرابلس کی لڑکی اور اس کی سہیلیاں قید ہوئیں۔ حضرت خالد کو اس معرکہ میں ایک شدید زخم لگ گیا تھا لیکن مہلک نہ تھا۔

حضرت خالد تمام قیدیوں اور مالِ غنیمت کو لے کر اپنے لشکر کے ساتھ اسلامی لشکر کے کیمپ دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق میں حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدین حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے لئے بہت فکر مند تھے کیونکہ وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد کے شہزادے ہونے کے ساتھ ساتھ شکل وصورت میں حضور اقدس سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ جب ان کو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ صحیح وسلامت واپس آتے دیکھا تو اسلامی لشکر کے کیمپ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام نے ان کا نعرۂ تکبیر سے شاندار استقبال کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت خالد بن ولید کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا اور دعائے جزائے خیر و برکت سے نوازا۔ پھر مالِ غنیمت سے خمس (20%) الگ نکال کر باقی تمام مجاہدوں میں تقسیم فرما دیا۔ موئے بطریق کا گھوڑا مع زین و دیگر سازوسامان کے حضرت ضرار کو عطا فرمایا۔ حضرت ضرار نے گھوڑے کا زین اپنی بہن خولہ بنت ازور کو تحفہ میں دے دیا۔ حضرت خولہ نے اس زین سے قیمتی نگینے چن چن کر نکال لئے اور تمام نگینے مسلمان عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک ایک نگینہ بہت ہی بیش بہا قیمت کا تھا۔

حاکم طرابلس کی لڑکی کے متعلق حضرت ابوعبیدہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو لکھا اور آپ کے حکم کے مطابق حاکم طرابلس کی لڑکی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو ہبہ کر دی گئی جوان کے پاس زمانہ یزید پلید تک رہی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی سرداری میں اسلامی لشکر کی یہ پہلی فتح تھی۔

اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس

”دمشق سے اسلامی لشکر کی روانگی اور مختلف مقامات از صلح و جنگ فتح“

حصن ابی القدس کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے اسلامی لشکر کو ”حلب“ (Aleppo) کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کا ارادہ حلب کا قلعہ فتح کرنے کے بعد ہرقل بادشاہ کے دارالسلطنت انطاکیہ (Antioch) پر یورش کرنے کا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کو لشکر زحف کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے آگے روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہ دمشق سے روانہ ہوئے۔ اہل دمشق کو اسلامی احکام کی تعلیم اور تربیت و نیز وصول جزیہ و دیگر امور کی نگرانی کرنے کے لئے حضرت صفوان بن عامر اسلمی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ دمشق میں ٹھہرنے کے لئے متعین کر کے حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر ”بقاع“ اور ”لبوہ“ نام کے مقام پر پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے اسلامی لشکر کو دو الگ الگ سمت میں جانے کے لئے دو حصوں میں منقسم کیا۔ حضرت خالد بن ولید کو ”حمص“ ”ارض عواصم“ اور ”قنسرین“ کی طرف روانہ کیا اور خود بجانب ”بعلبک“ روانہ ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ بقاع سے بعلبک کے لئے روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک بطریق بہت سارے ہدایا و تحائف لے کر ”جوسیہ“ سے آیا اور اس نے چار ہزار درہم اور پچاس تھان دیباج کے کپڑے پر ایک سال کامل کے لئے صلح کر کے جوسیہ کے لئے امان حاصل کی اور کہا کہ ہم صلح کی مدت کے درمیان کسی بھی بات میں تمہارے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ صلح کر کے حضرت ابوعبیدہ بعلبک کی طرف آگے بڑھے۔ راہ میں دیکھا کہ دور سے ایک ناقہ سوار بڑی تیز رفتاری سے چلا آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ ناقہ سوار قریب آیا۔ وہ ناقہ سوار حضرت اسامہ بن زید طائی تھے جو مدینہ منورہ سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر آئے تھے۔ حضرت اسامہ نے آ کر سلام کیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی خدمت میں امیر المومنین کا خط پیش کیا۔ اس خط میں امیر المومنین نے ”جبلہ بن ایہم غسانی“ کے متعلق لکھا تھا کہ وہ مرتد ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں سے بھاگا ہے اور اسلام کے خلاف رومیوں کی مدد کرنے ملک شام آیا ہوا ہے لہٰذا تم ہوشیار رہنا اور بہت احتیاط سے کام لینا۔ یہ خط پڑھ کر حضرت ابوعبیدہ نے ”بعلبک“ جانے کا ارادہ ترک فرما کر حضرت خالد بن ولید کی طرف بمقام ”حمص“ روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید ایک تہائی لشکر لے کر بروز جمعہ ماہ شوال ۱۴ھ کو ''حمص'' (Homs) پہنچ گئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بھی اپنے ساتھ کا دو تہائی اسلامی لشکر لے کر حمص پہنچ کر حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید جس دن حمص پہنچے تھے اسی روز حمص کے حاکم کا انتقال ہوا تھا۔ اہل حمص کی جانب سے ایک بطریق نے آکر بیس ہزار دینار اور دو سو تھان ریشمی کپڑوں پر ایک سال کے لئے صلح کی۔ صلح کی مدت ذیقعدہ ۱۴ھ سے شوال ۱۵ھ قرار پائی۔ حضرت ابوعبیدہ حمص میں ٹھہر گئے اور حضرت خالد بن ولید کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ''حب'' کے اطراف کے علاقے فتح کرنے روانہ کیا۔ حضرت خالد حمص سے روانہ ہو کر ''شیرز'' نام کے مقام پر پہنچے اور وہاں ''نہر مقلوب'' پر دو دن قیام کیا۔ وہاں سے ''کفرطات'' اور ''معرات'' ہوتے ہوئے ''دیر سمعان'' پہنچے اور اس مقام پر توقف کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت مصعب بن محارث یشکری کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ''بلاد عواصم'' کی طرف بھیجا۔ حضرت مصعب بہت ہی قلیل عرصہ میں بلاد عواصم کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر کے بہت سارے غنائم اور قیدیوں کے ساتھ واپس آئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید اپنے چار ہزار ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کے پاس حمص اس حال میں آئے کہ تمام مجاہدوں کے ہاتھ مال غنیمت سے بوجھل ہو گئے تھے اور اپنے ہمراہ چار سو رومیوں کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ حضرت خالد کی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور دعا دی۔

حضرت ابوعبیدہ نے چار سو رومی گبروں کو فی کس چار دینار کا فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیدی کے لئے چار دینار کا فدیہ مقرر فرمایا تھا۔ جن چار سو گبروں کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا تھا ان تمام گبروں کے نام حضرت ابوعبیدہ نے لکھ لئے۔ جب وہ گبر آزادی حاصل کر کے اپنے اہل وعیال میں واپس آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے عدل و انصاف، رحم دلی، ایفائے عہد، نیکی اور حسن اخلاق کا ذکر کیا چنانچہ اطراف کے بہت سے قصبات اور قلعوں کے لوگوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر کے امان حاصل کی۔ پھر قنسرین اور شیرز کے لوگوں نے بھی ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کر کے امان حاصل کی۔

لیکن......!!!

قنسرین کے حاکم نے جو صلح کی تھی وہ مکر و فریب کے تحت کی تھی۔ اس صلح کے پس پردہ حاکم قنسرین نے ایک سازش کی تھی جس کا مفصل بیان آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) جنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس
(۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) قنسرین (۱۳) شیرز (۱۴) رستن

''جبلہ بن ایہم غسانی کا واقعہ''

ملک عرب میں قوم بنی غسان بہت ہی مشہور و معروف جنگجو قوم تھی۔ اس قوم کے اکثر لوگ سپہ گری کا پیشہ کرتے تھے ا
جنگی فن میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ۱۴ھ میں قوم بنی غسان کا سردار جبلہ بن ایہم غسانی اپنی قوم کے روساء و امر
کے ساتھ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوا۔ امیر المومنین جبلہ بن
ایہم کے ایمان لانے سے بہت خوش ہوئے کہ جبلہ بن ایہم کی وجہ سے اسلام کے بازو زیادہ مضبوط ہوں گے۔ امیر المومنین
نے جبلہ بن ایہم کی بہت ہی خاطر تواضع فرمائی اور اپنا مہمان بنا کر مہمان نوازی فرمائی۔ چند دن مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد
جبلہ مکہ معظمہ واپس چلا گیا۔ اسی سال امیر المومنین بھی حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ امیر المومنین مکہ معظمہ میں
مقیم تھے تب ایک واقعہ پیش آیا۔

جبلہ بن ایہم غسانی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خانہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے اپنے شانہ پر ایک لمبی چادر
ڈال رکھی تھی جس کا ایک سرا زمین تک پہنچ رہا تھا۔ اتفاق سے ''قوم فزارہ'' کا ایک دیہاتی شخص جبلہ بن ایہم کے بالکل قریب
طواف کر رہا تھا۔ بے خیالی میں اس دیہاتی کا پاؤں جبلہ کی چادر کے ایک پلہ پر پڑ گیا۔ چادر جبلہ کے شانہ سے سرک کر زمین
پر گر پڑی۔ جبلہ کو بہت غصہ آ گیا۔ طیش میں آ کر اس نے فزاری کی طرف شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا۔ فزاری نے جبلہ کا
بھیانک روپ دیکھا تو سہم گیا اور اس نے فوراً معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! خدا کی قسم! میں نے قصداً نہیں کیا، غلطی
سے اور بے خیالی میں مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے جس کے لئے میں شرمندہ ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن جبلہ
بن ایہم نے فزاری دیہاتی کا عذر قبول نہ کیا اور اس کے چہرے پر زور سے طمانچہ رسید کر دیا۔ نتیجۃً فزاری دیہاتی کے اگلے چار
دانت اور ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ فزاری دیہاتی نے اس معاملہ کی امیر المومنین کی عدالت عالیہ میں شکایت درج کر دی۔ جبلہ
بن ایہم کو امیر المومنین کے دربار میں طلب کیا گیا۔ جب جبلہ امیر المومنین کی عدالت میں حاضر ہوا تو امیر المومنین نے دریافت
فرمایا کہ کس چیز نے تجھ کو اس امر پر برانگیختہ کیا کہ تو نے اپنے مسلمان بھائی کو شدت سے طمانچہ مار کر اس کے چار دانت توڑ
دیئے اور اس کی ناک کو بھی مجروح کر دیا؟ جبلہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس دیہاتی نے میری چادر کو اپنے پاؤں تلے
کچل کر مجھے حرم محترم میں بے آبرو کر دیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر بیت اللہ شریف کی حرمت کا مجھے لحاظ نہ ہوتا تو میں
اس کو وہیں قتل کر دیتا۔ حرم شریف کی حرمت و عظمت کا خیال کرتے ہوئے میں نے صرف ایک مکہ مارنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔
جبلہ نے امیر المومنین کو جواب دینے میں اقرار جرم کر لیا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اے جبلہ تو نے اپنی زبان سے اقبال

جرم کرلیا ہے لہٰذا تیرا قصور ثابت ہوتا ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر یہ فریادی تجھے معاف کر دے تو ٹھیک ورنہ میں تجھ سے "قِصاص" یعنی بدلہ لوں گا۔ تیرے بھی دانت توڑ دیئے جائیں گے اور فریادی کی ناک کی طرح تیری ناک بھی مجروح کر دی جائے گی۔ امیرالمومنین کا فیصلہ سن کر جبلہ بن ایہم چونک اٹھا اور مضطرب ہو کر کہا کہ اے امیرالمومنین! میں اپنی قوم کا بادشاہ اور قبیلہ کا سردار ہوں۔ کیا ایک عام معمولی آدمی کے لئے میرے ساتھ قصاص لینے کا سخت رویہ اپنایا جائے گا؟ امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہاں! ضرور قِصاص لوں گا۔ اسلام کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ اسلام نے تجھے اور اسے برابر کر دیا ہے۔ اسلام میں مالدار اور بادشاہ کو احکام کی پابندی کرنے میں کسی قسم کی رعایت نہیں دی گئی۔ سب کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ لہٰذا اگر یہ فریادی تجھے معاف نہیں کرتا تو قِصاص دینے کے لئے آمادہ ہو جا: بقول:

ترجمانِ نبی ، ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

جبلہ بن ایہم نے دیکھا کہ "عدالت فاروقی" میں اٹل عدل و انصاف ہوتا ہے۔ یہاں کسی کی بھی رعایت نہیں کی جاتی۔ لہٰذا جبلہ نے امیرالمومنین سے کہا کہ ایک دن کے لئے قصاص لینا موقوف فرمائیں تا کہ میں فزاری دیہاتی کو معاف کر دینے کے لئے رضامند کرلوں۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ یہ امر بھی فزاری دیہاتی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ قصاص لینے میں ایک دن کی مہلت دینے پر راضی ہے تو میں مہلت دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ چنانچہ امیرالمومنین نے فزاری دیہاتی سے پوچھا کہ اگر جبلہ بن ایہم سے قصاص لینے میں ایک دن کی تاخیر کی جائے تو تجھ کو کوئی اعتراض ہے؟ فزاری دیہاتی نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ بخوشی اسے ایک دن کی مہلت عطا فرمائیں۔ فزاری دیہاتی کی رضامندی پر حضرت امیرالمومنین نے جبلہ بن ایہم کو ایک دن کی مہلت دی اور قصاص کا معاملہ ایک دن کے لئے مؤخر فرما دیا۔

رات میں جبلہ نے سوچا کہ فزاری دیہاتی سے معافی مانگنا اور قصور معاف کرانے کے لئے اس کی منت سماجت کرنا میری شان کے خلاف ہے اور اگر فزاری دیہاتی نے معاف نہیں کیا تو کل صبح امیرالمومنین میرے دانت اور ناک کی ہڈی توڑ کر رکھ دیں گے اور پورے ملک عرب میں میری ذلت اور رسوائی ہو گی لہٰذا وہ رات ہی میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ معظمہ سے ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اسلام سے منحرف و مرتد ہو کر اسلامی لشکر کے مقابل لڑنے کے لئے قیصر روم ہرقل بادشاہ کے پاس "انطاکیہ" چلا گیا۔ دوسرے دن امیرالمومنین کو پتہ چلا کہ جبلہ بن ایہم غسانی مرتد ہو کر رومیوں کی کمک کرنے ملک شام گیا ہے تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید طائی کو خط دے کر تیز رفتار اونٹ پر حضرت ابوعبیدہ کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید کی حضرت ابوعبیدہ سے ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت ابوعبیدہ جوسیہ والوں سے صلح کر کے بعلبک کی طرف جا رہے تھے۔ امیرالمومنین کا خط پڑھ کر حضرت ابوعبیدہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور بعلبک جانے کے بجائے آپ حضرت خالد بن ولید کے پاس حمص چلے گئے۔

جنگ قنسرین

جب حضرت ابوعبیدہ نے چار سو رومی گبروں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا اور ان گبروں نے اپنے اپنے گاؤں میں آ کر اسلامی لشکر کے حسن سلوک کا ذکر کیا۔ جب قنسرین کے لوگوں نے سنا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم بہت نرم طبیعت کے ہیں اور جو بھی ان کے پاس جا کر امان طلب کرتا ہے اسے امان دیتے ہیں۔ تو اہل قنسرین جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کر کے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ہم بھی دیگر مقامات کی طرح صلح کر کے اسلامی لشکر سے امان حاصل کر لیں۔ لیکن اہل قنسرین نے یہ معاملہ قنسرین کے حاکم ''لوقا'' سے پوشیدہ رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حاکم لوقا نہایت مغرور، متکبر، سرکش اور جنگجو تھا۔ ہرقل بادشاہ کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات تھے۔ لہٰذا لوگوں نے صلح کا معاملہ حاکم لوقا سے مخفی رکھا مگر پھر بھی حاکم لوقا کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خشمناک ہوا کیونکہ حاکم لوقا متعصب قسم کا نصرانی تھا۔ مسلمانوں سے وہ کسی بھی قیمت پر صلح کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ آخری سانس تک لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسلامی لشکر سے ٹکرانے کی غرض سے ہی حاکم لوقا نے اپنے جانی دشمن حاکم حلب ''یوقنا'' سے صلح کر کے ہاتھ ملائے تھے۔ حاکم قنسرین لوقا اور حاکم حلب یوقنا میں بہت پرانی عداوت تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ جب اسلامی لشکر کی ملک شام میں آمد ہوئی تو ہرقل بادشاہ نے حاکم لوقا اور حاکم یوقنا کو اپنے پاس بلایا اور مسلمانوں کے متعلق ان کی رائے معلوم کی۔ دونوں نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم مر جائیں گے لیکن اہل عرب سے صلح نہیں کریں گے بلکہ دین مسیح کی حمایت میں ہم اپنی جان قربان کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ تب ہرقل بادشاہ نے کہا کہ ان عربوں سے متفرق ہو کر لڑنے میں کامیابی کے امکان کم ہیں۔ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ آپسی اختلاف بالائے طاق رکھ کر متحد اور مجتمع ہو کر ان کا مقابلہ کرو۔ پھر ہرقل بادشاہ نے حاکم لوقا اور حاکم یوقنا کے درمیان جو رنجش تھی ان کا ازالہ کر دیا اور صلح کرا دی اور دونوں کو وعدہ کیا کہ تم کو عربوں کے مقابلے کے لئے جب بھی ضرورت پڑے تب مجھ سے دس ہزار سواروں کی کمک طلب کر لینا۔ الختصر! حاکم قنسرین لوقا ہرقل بادشاہ کا معتمد اور قرابتی ہونے کی وجہ سے صلح کا سخت مخالف تھا اور اسلامی لشکر سے جنگ کر کے اسلامی لشکر کو نیست و نابود کرنے کے خواب دیکھتا تھا۔ اہل قنسرین کا صلح کا ارادہ اس کے لئے ناقابل برداشت معاملہ تھا۔

حاکم قنسرین لوقا نے مکر و فریب کی نیت سے صلح کی:

حاکم لوقا نے شہر کے سربرآوردہ لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ اے شہر کے معزز حضرات تم لوگوں نے عربوں کے متعلق کیا مشورہ طے کیا ہے؟ اہل شہر نے کہا کہ اے سردار! مسلمانوں کے اخلاق بہت ہی عمدہ ہیں۔ وہ اپنی زبان کے پکے ہیں۔ جو بھی

...دہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ صلح کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ جن جن شہروں کے ساتھ ...لح کی ہے ان کے ساتھ اپنی ذمہ داری کامل طور پر نبھائی ہے اور عہد و اقرار پورا کرنے میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی نہیں کی بلکہ ...سان کیا ہے اور جو ان سے لڑنے نکلا ہے اسے تباہ و برباد کیا ہے۔ لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم عربوں سے صلح کر کے امان ...صل کرلیں اور ان کی ذمہ داری میں داخل ہو جائیں تا کہ ہم مع اپنے اہل وعیال اور مال و اسباب بے ڈر اور بے خوف ہو ...ئیں۔ حاکم لوقا نے دیکھا کہ تمام لوگوں کا رجحان صلح کی طرف ہے۔ تمام کے تمام صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ایسی صورت ...ں اگر میں نے صلح کی مخالفت کی اور عربوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو شہر کے لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ میری ...الفت پر اتر آئیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ عربوں سے صلح کرلیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیں لہٰذا اس نے حکمت عملی سے کام ...یتے ہوئے کہا کہ تمہارا مشورہ بہت نیک ہے۔ قسم ہے حق مسیح کی! میں بھی تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ہم ان سے ...رف ایک سال کی مدت کے لئے ہی صلح کریں گے۔ اس مدت کے درمیان ہم دیکھیں کہ حلب والوں کے ساتھ ان کا معاملہ ...لیا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہرقل اعظم ایک سال کی مدت کے دوران عربوں کے استحصال کے لئے کون سے اقدام اٹھاتے ...ں۔ ایک سال کے لئے صلح کر کے ہم عربوں سے بے ڈر ہو جائیں اور وہ ہم سے مطمئن ہو جائیں۔ ایک سال کی مدت کے ...رمیان ہم قلعہ میں رسد، غلہ، اشیاء صرف اور ہتھیار جمع کرلیں اور لڑنے والے سپاہی جمع کرلیں۔ ہرقل بادشاہ سے کمک طلب ...کرلیں اور جب ہم اس قابل ہو جائیں کہ جنگ کرنا ہمارے لئے فائدہ مند ہے تو ہم صلح کو توڑ کر اچانک عربوں پر دھاوا بول ...یں گے۔ عرب صلح کی وجہ سے ہم سے بے خوف اور مطمئن ہونے کی وجہ سے غافل ہوں گے اور ہم حملہ کر کے ان کو ہلاک کر ...یں گے۔ حاضرین نے حاکم لوقا کی رائے کو پسند کیا اور مکر اور فریب پر مشتمل تجویز متفقہ طور پر منظور رکھی گئی۔

حاکم لوقا نے ''اصطخر'' نامی ایک بطریق کو بلایا جو دین نصرانیہ اور دین یہودیہ کا راہب اور عالم تھا۔ نیز وہ عربی زبان میں ...فصیح و بلیغ گفتگو کرنے کی مہارت رکھتا تھا۔ حاکم لوقا نے اصطخر سے کہا کہ تو میرے سفیر کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے سردار ...کے پاس جا اور ایک سال کے لئے ان سے صلح کا معاہدہ طے کر آ تا کہ ہم ایک سال کے لئے عربوں سے بے ڈر ہو جائیں اور ...رسد، اشیاء صرف، سامان حرب اور لشکر قلعہ میں جمع کرلیں۔ پھر ان پر حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ حاکم لوقا نے ...اصطخر کو ایک خط حضرت ابوعبیدہ کے نام دیا اور اپنے ایلچی کی حیثیت سے اسے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف روانہ کیا۔

ایلچی اصطخر کا صلح کی پیش کش لے کر آنا، حضرت خالد کا مکر و فریب پر مطلع ہو جانا:

حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ ''حمص'' میں مقیم تھے اصطخر نے عمدہ خلعت کا لباس پہنا اور اپنے ساتھ دس غلاموں کو لے کر حمص کی طرف روانہ ہوا۔ جب اصطخر اسلامی لشکر کے کیمپ میں پہنچا تب اسلامی لشکر کے کیمپ میں عصر کی نماز باجماعت پڑھی جا رہی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ امامت کر رہے تھے۔ اصطخر تعجب بھری نظروں سے اسلام کے اہم رکن عبادت نماز کے منظر کو دیکھتا رہا۔ جب نماز پوری ہوئی تو مجاہدوں نے دیکھا کہ ایک رومی بطریق فاخرہ لباس پہنے ہوئے اپنے خدام کے ہمراہ اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب کھڑا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ فوراً اس کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور

کیا چاہتا ہے؟ اصطخر نے کہا کہ میں قنسرین کے حاکم لوقا کا ایلچی ہوں اور تمہارے سردار کے نام خط لایا ہوں۔ حضرت عبدا... بن ربیعہ رومی ایلچی اصطخر کو حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں لے آئے۔ حضرت ابوعبیدہ کی دائیں طرف حضرت خالد بن ولید... بائیں طرف حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے کی طرف صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔

رومی ایلچی اصطخر نے خیمہ میں داخل ہو کر اسلامی لشکر کے سرداروں کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوعبیدہ نے اسے سج... کرنے سے باز رکھا اور فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ پھر حضرت خالد نے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے؟ کس کا بھ... ہوا ہے؟ حضرت خالد کا بارعب سوال کا لہجہ دیکھ کر رومی ایلچی اصطخر کا دل رعب سے بھر گیا اور اس نے حضرت خالد کو مودبانہ اور نر... لہجہ میں پوچھا کہ اے برادرِ عربی! کیا آپ ہی اسلامی لشکر کے سردار ہیں؟ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ می... اسلامی لشکر کا ادنیٰ سپاہی ہوں۔ ہمارے معزز سردار یہ ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کی جانب اشارہ کیا۔ اصط... نے کہا کہ میں حاکم لوقا کا ایلچی ہوں اور آپ کے نام خط لایا ہوں۔ اصطخر نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاکم لوقا کا خط پیش... کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے تمام حاضرین کو سنانے کے لئے بلند آواز سے خط پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا:

''ہمارا شہر قنسرین ہمارے دشمنوں کو ہم سے باز رکھنے والے مضبوط قلعہ والا شہر ہے۔ ہمارے شہر میں جنگجو سپاہیوں کا بڑا لشکر موجود ہے۔ ہمارے شہر میں غلہ، رسد اور اشیاء صرف کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اگر تم چالیس سال تک ہمارے شہر کا محاصرہ کرو گے تب بھی ہم کو کسی چیز کی کمی یا قلت محسوس نہ ہو گی تم کبھی بھی ہمارا قلعہ فتح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ ہمارا قلعہ فتح کرنا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ تمہارے مقابلہ کے لئے ہرقل بادشاہ نے ''حد خلیج'' سے ''دومۃ الکبریٰ'' تک کے رومی باشندوں سے مدد طلب کی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ دیکھیں کہ اس مقابلہ میں تمہارا انجام کیا ہوتا ہے اور ملک شام کے شہر کس کے قبضہ میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم اہل قنسرین خونریزی کو پسند نہیں کرتے لہٰذا ہم تم سے ایک سال کی مدت کے لئے مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تم سے جو صلح کرنا چاہتے ہیں وہ ہرقل بادشاہ سے خفیہ طور پر صلح کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہرقل بادشاہ کو پتہ چلا کہ ہم نے تم سے صلح کی ہے تو وہ ہم کو ہلاک کر ڈالے گا۔''

جب حضرت ابوعبیدہ حاکم لوقا کا خط پڑھ رہے تب حضرت خالد بن ولید بہت ہی سنجیدہ ہو کر غور و فکر کرتے ہوئے سنتے تھے اور سر کو ہلاتے تھے اور انکار کا اشارہ کرتے تھے۔ جب خط پڑھا جا چکا تو حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! قسم ہے اس کے حق کی جس نے ہماری مدد کر کے تائید فرمائی ہے اور ہم کو امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بنایا ہے۔ اس خط سے مکر و فریب کی بو آتی ہے۔ خط کا مضمون اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قنسرین کا حاکم وقت کو ٹالنا چاہتا ہے اور ہم کو دھوکہ دے کر جنگی تیاری کرنا چاہتا ہے لہٰذا میں آپ سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ اس کی صلح کی درخواست کو ٹھکرا دو ہم کو حکم دو کہ ہم قنسرین پر یورش لے جائیں۔ قسم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی! قسم ہے بیعت حضرت ابوبکر صدیق کی! قسم ہے امارت حضرت عمر فاروق اعظم کی! ہم ان کو خاک و خون میں ملا دیں گے۔ ان کو پس کر رکھ

ں گے۔ ان کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر لیں گے اور ان کا مال و اسباب ہمارے لئے غنیمت ہے۔ حضرت خالد بن ولید کی باتی گفتگو سن کر حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! آپ توقف کرو۔ جب وہ صلح پر آمادہ ہوئے ہیں تو ہمیں بھی صلح طرف آمادہ ہونا چاہیئے کیونکہ صلح جنگ سے بہتر ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا کہ اے سردار! بے شک ہر حال میں صلح جنگ سے بہتر ہے لیکن جس صلح کی بنیاد مکر و ب پر رکھی گئی ہو وہ صلح اچھی نہیں بلکہ دشمن کے ہاتھ سے دھوکہ کھانا ہے اور پھر بعد میں پچھتانا پڑے گا۔ اگر حاکم لوقا اخلاص ت سے صلح کرنا چاہتا ہے تو اسے لکھیئے کہ صرف ایک سال کی مدت کے لئے عارضی صلح نہ کرے بلکہ ہمیشہ کے لئے دائی صلح ے ورنہ ہم کو ایسی مکر و فریب کی چال میں پھنسنے والی صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ رومی ایلچی اصطخر نے جب حضرت خالد بن ر کی بیباکانہ اور دلیرانہ گفتگو سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ واقعی یہ شخص بہت ہی چالاک اور عقلمند ہے اور مکر و فریب کی تہ تک پہنچنے ں دورس نگاہ رکھنے والا ہے لہٰذا اس نے حضرت خالد سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عربی سردار! آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا رف کیا ہے؟ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے میں دلیر جنگجو ہوں اور میری تلوار کافروں اور رکوں کو ہلاک کرنے والی اور مٹانے والی ہے۔ حضرت خالد کا نام سن کر رومی ایلچی اصطخر کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اس نے کہا کہ تم وہی شخص ہو کہ جس کی شجاعت و بہادری کا چرچا ملک شام کے گھر گھر میں ہوتا ہے اور ہر شخص کی زبان پر تمہاری دلیری استقلال کا ذکر ہے۔ لیکن تمہاری باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ تم صلح سے زیادہ جنگ کو پسند کرتے ہو۔

حضرت خالد نے فرمایا کہ میں صلح جو ہوں۔ میں خونریزی کو پسند نہیں کرتا لیکن جو ہم سے دل کی صفائی کے ساتھ مصالحت تا ہے ہم اس کے ساتھ فوراً صلح کر لیتے ہیں لیکن جو ہم کو دھوکہ دینے کے لئے مکر و فریب کی چال چلتا ہے ہم اس کو اچھی ح پہچان لیتے ہیں اور کسی کے جال میں نہیں پھنستے ہیں۔ تمہارے حاکم لوقا کے خط سے مکر و فریب کا راز عیاں ہو رہا ہے۔ ں کا صلح سے صرف یہی ارادہ ہے کہ اگر اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہو تو صلح کی ڈھال کی آڑ میں وہ محفوظ رہے اور اگر ہمارے نوں کا غلبہ ہو تو وہ ہمارے دشمن کے گروہ میں شامل ہو جائے بلکہ بہت ممکن ہے کہ ہرقل بادشاہ کے امدادی لشکر کی آمد پر وہ صلح ڑ کر ہمارے ساتھ لڑنے نکلے گا۔ لہٰذا اگر تمہارے شہر سے ہرقل بادشاہ کے لشکر کی مدد کرنے کے لئے جو بھی شخص نکلے گا وہ ری امان سے خارج ہو جائے گا۔ رومی ایلچی اصطخر نے کہا کہ اے عربی سردار! تم نبی رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت نے کی وجہ سے رحم کرنے والوں میں سے ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ میں آج معاملہ برعکس دیکھ رہا ہوں۔ ہم صلح کی درخواست رتے ہیں اور صلح کے طالب ہیں لیکن تم منظور نہیں کرتے۔ بالآخر رومی ایلچی اصطخر نے حلفیہ یقین دلایا اور حضرت خالد کی رائط منظور کیں اور ایک سال کی مدت کے لئے صلح ہوئی۔ صلح کی مدت ذی الحجہ ۱۴ھ تک قرار پائی۔ چار ہزار دینار شاہی، ایک واوقیہ چاندی اور ایک ہزار حلب کے کپڑے اور ایک ہزار وسق غلہ پر صلح ہوئی۔

قنسرین کی حد مقرر کرنے، ہرقل بادشاہ کی تصویر رکھنا اور تصویر کی آنکھ پھوڑ دینے کا معاملہ:

جب اہل قنسرین سے صلح کا معاہدہ طے ہو گیا تو رومی ایلچی اصطخر نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ ہمارے علاقہ کی حد

بندی مقرر ہونی چاہئے کیونکہ قنسرین اور حلب کی سرحدیں ملحق ہیں۔قنسرین کی حدختم ہوتے ہی حلب کا علاقہ شروع ہوتا ہے جہاں دونوں حدیں ملتی ہیں وہاں کوئی نشانی رکھ دینی چاہئے تا کہ تمہارے لشکر کا آدمی ہماری حد میں داخل ہو کر کوئی گڑبڑ نہ کریں کیونکہ ''حلب'' والوں سے تمہاری صلح نہیں اور تمہارے آدمی حلب کا علاقہ ہونے کی غلط فہمی میں ہمارے علاقہ کو تاخت و تاراج نہ کر بیٹھیں اور ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تمہاری بات مناسب ہے۔میں اپنے کسی آدمی کو حد بندی کی علامت کا نشان قائم کرنے کے کام پر مامور کر دیتا ہوں۔رومی ایلچی اصطخر نے کہا کہ اے سردار! آپ تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔ہماری حد مشہور و معروف ہے جس جگہ پر قنسرین اور حلب کی حدیں ملتی ہیں وہاں پر ہم ایک ستون (Pole) کھڑا کر دیتے ہیں اور اس پر ہرقل بادشاہ کی تصویر بنا دیتے ہیں لہٰذا آپ اپنے سپاہیوں کو حکم فرما دیں کہ کوئی بھی شخص اس ستون سے تجاوز نہ کرے۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ یہ تدبیر مناسب ہے۔میں اپنے ساتھیوں کو مطلع کر دوں گا۔

اہل قنسرین نے اپنے علاقہ کی سرحد پر ایک مستحکم ستون تعمیر کرا کر اس پر ہرقل بادشاہ کی تصویر اس طرح بنا دی کہ گویا وہ اپنے دارالسلطنت میں تخت پر بیٹھا ہے۔حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو تاکید فرما دی کہ کوئی بھی شخص اس تصویر والے ستون سے تجاوز نہ کرے اور جو شخص یہاں موجود نہیں ہے ان تک میرا حکم پہنچا دو کہ ستون سے آگے تجاوز کرنے کی ممانعت ہے۔

کچھ مجاہدین قنسرین کے علاقہ کے قریب کے رومی دیہاتوں کی طرف گئے ہوئے تھے ان کو اس ستون کے متعلق کوئی معلومات یا اطلاع نہیں تھی۔اتفاق سے حضرت ملتمس بن عامر اور حضرت ابوجندل بن سہل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس ستون کے قریب سے گزرے۔ستون پر ہرقل بادشاہ کی تصویر دیکھی تو سب کو تعجب ہوا۔وہ تمام مجاہدین ستون کے قریب راستہ کی تھکن دور کرنے ٹھہرے پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو کاوے (گھوڑے کو اس طرح چکر دینا کہ اس کے قدموں کے نشانوں سے زمین پر ایک دائرہ پیدا ہو جائے) پر پھیرنے کی تعلیم دینے لگے اور اپنے ساتھیوں کو نیزہ بازی کی مشق کرانے لگے۔نیزہ بازی کی مشق (Practice) کے دوران حضرت ابوجندل بن سہل کے نیزہ کی انی غلطی سے ہرقل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ میں چبھ گئی اور تصویر کی ایک آنکھ اندھی ہو گئی۔کچھ فاصلہ پر ستون کی نگرانی پر مامور رومی سپاہی کھڑے تھے وہ دوڑ کر آئے اور شور و غل مچایا۔حضرت ابوجندل نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے یہ فعل قصداً نہیں کیا بلکہ اتفاقیہ نیزہ تصویر کی آنکھ میں لگ گیا ہے۔کچھ رومی سپاہی قنسرین شہر کی طرف بھاگے اور حاکم لوقا کو ہرقل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوٹنے کے حادثہ کی اطلاع دی لوقا یہ خبر سن کر بہت برہم ہوا اور اس نے یہ بھی کہا کہ تم نے بدعہدی کی ہے اور اپنی ذمہ داری اور وفاداری پر قائم نہیں رہے اور جو بدعہدی کرتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

رومی ایلچی اصطخر اپنے ساتھ ایک سو سواروں کو لے کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ آپ کے آدمیوں نے ستون پر نصب کی ہوئی ہرقل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے۔حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ مجھے اس معاملے کا حال معلوم نہیں لیکن پھر بھی میں تمہارے سامنے اس کی تحقیق کرتا ہوں۔چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی ہرقل بادشاہ کی تصویر

...ی آنکھ پھوڑی ہو وہ میرے سامنے آئے۔ حضرت ابوجندل سامنے آئے اور مؤدبانہ عرض کیا کہ اے محترم سردار! یہ قصور مجھ سے ہوا ہے لیکن یہ کام میں نے قصداً نہیں کیا بلکہ غلطی سے نیزہ تصویر کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کی سرزنش فرمائی اور آئندہ احتیاط برتنے کی سب کو تاکید کی۔ رومی ایلچی نے مطالبہ کیا کہ ہم اس خطا کا قصاص چاہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ قصاص میں تم کیا چاہتے ہو؟ اصطخر نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کی آنکھ کے بدلے میں ہم تمہارے بادشاہ کی آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تم بخوشی اپنا انتقام لے لو۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اسی وقت میری آنکھ پھوڑ ڈالو۔ رومی ایلچی اصطخر نے کہا تمہاری آنکھ نہیں بلکہ تمہارے بادشاہ جو ملک عرب کے مالک و مختار کی حیثیت سے حکمراں ہیں ان کی آنکھ کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ یعنی امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کی آنکھ کا۔

رومی ایلچی اصطخر کی بات سن کر اسلامی لشکر کے مجاہدین خشمناک اور غضبناک ہو گئے اور اصطخر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر مستعد ہوئے۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو روکا اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ ایلچی کو قتل کرنا آئین وفا کے خلاف ہے۔ مجاہدوں نے کہا کہ ہم ہمارے امام و خلیفہ کے عوض اپنی جانیں اور آنکھیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہرقل بادشاہ کی تصویر کی آنکھ کے قصاص میں جتنی آنکھیں رومیوں کو درکار ہیں وہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں لیکن خبردار! ہمارے امام و خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کی آنکھ کا ذکر اپنے زبان پر لایا تو ہم اس کی زبان کھینچ لیں گے۔

رومی ایلچی اصطخر نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کا جوش اور اشتعال دیکھا تو سہم گیا اور کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ جس طرح تم نے ہمارے بادشاہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑی ہے ہم بھی اسی طرح تمہارے بادشاہ یعنی حضرت عمر کی تصویر بنا کر اس تصویر کی آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ مجاہدوں نے کہا کہ ہم نے تمہارے بادشاہ کی تصویر کی آنکھ قصداً اور عمداً نہیں پھوڑی جب کہ تم یہ امر عمداً کرنا چاہتے ہو۔ القصہ! رومیوں نے حضرت ابوعبیدہ کی تصویر کی آنکھ پھوڑنے پر معاملہ طے کیا۔ چنانچہ رومیوں نے ایک ستون پر حضرت ابوعبیدہ کی تصویر بنائی جس میں شیشے کی دو آنکھیں بنائیں۔ پھر ایک شخص نے اپنے ہاتھ میں نیزہ لیا اور بحالت غصہ نیزہ تصویر کی آنکھ میں مارا اور آنکھ پھوڑ ڈالی۔

''حمص سے اسلامی لشکر کی روانگی''

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں اسلامی لشکر کا کیمپ رکھا تھا اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کو فتح کرتے تھے لیکن کوئی بڑا شہر یا مشہور مقام فتح نہ کیا تھا۔ مدینہ میں اسلامی لشکر کی ملک شام سے عرصہ دراز گزرنے کے باوجود کوئی اطلاع یا فتح کی خوشخبری نہ آنے کی وجہ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم بہت فکرمند تھے لہٰذا انہوں نے حضرت ابوعبیدہ کو ایک خط لکھا کہ تمہاری طرف سے کسی بڑے مقام کی فتح کی خوشخبری نہیں آئی۔ تم کسی رومی شہر پر حملہ بھی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی جانب پیش قدمی کرتے ہو۔ کیا تم جہاد سے جی چراتے ہو؟ کیا تمہارے اندر بزدلی آ گئی ہے؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ:

''قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝''

(پارہ:۱۰، رکوع:۹، سورۃ التوبہ، آیت:۲۴)

ترجمہ: ''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔ (کنز الایمان)

تفسیر: ''اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لئے دنیا کی مشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے۔'' (تفسیر خزائن العرفان، ص:۳۴۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم نے اپنے خط میں یہاں تک لکھا کہ تم لوگ جہاد سے بزدلی کر کے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے مصداق مت بننا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے امیر المومنین کا خط پڑھا تو اہل قنسرین سے صلح کرنے پر نادم ہوئے پھر حضرت ابوعبیدہ نے تمام مجاہدوں کو امیر المومنین کا خط سنایا خط کا مضمون سماعت کر کے تمام مجاہد رونے لگے اور حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ امیر المومنین شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جہاد سے جی چراتے ہیں لہٰذا اے سردار! قنسرین والوں کو ان کے حال پر چھوڑ

دو اور ہم کو ''حلب'' یا ''انطاکیہ'' کی جانب کوچ کرنے کا حکم دو۔

اہل رستن اور شیرز سے مصالحت:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو ''حلب'' کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ راہ میں ''رستن'' نام کا شہر آیا۔ وہاں کے لوگوں نے ادائے جزیہ کی شرط پر صلح کی۔ رستن سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر ''حمات'' نامی مقام پر پہنچا جب اسلامی لشکر حمات پہنچا تو وہاں کے لوگ اپنے ساتھ راہبوں اور قسوں کا گروہ لے کر ہاتھوں میں انجیل اٹھائے ہوئے حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری قوم سے تم ہمارے نزدیک محبوب تر ہو۔ ہم تم سے صلح کر کے تمہارے عہد اور ذمہ داری میں داخل ہونے کی خواہش لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے اہل حمات سے صلح کی اور صلح و ذمہ داری کی دستاویز لکھ دی۔ وہاں سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر ''شیرز'' نام کے شہر پر پہنچا۔ جب اہل شیرز کو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر آیا ہے تو تمام لوگوں نے اسلامی لشکر کا شاندار استقبال کیا اور ادائے جزیہ کی شرط پر مصالحت کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے اہل شیرز سے ہرقل بادشاہ کے متعلق پوچھا تو شیرز کے لوگوں نے اطلاع دی کہ قنسرین کے حاکم لوقا نے ہرقل بادشاہ سے کمک طلب کی ہے تاکہ وہ تم سے لڑے۔ ہرقل بادشاہ نے ملک عرب کے جنگجو نصرانی عرب سردار ''جبلہ بن ایہم غسانی'' کو قوم غسان، عرب متنصرہ اور عمودیہ کے رومیوں کا دس ہزار کا لشکر قنسرین کے حاکم کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ جبلہ بن ایہم غسانی اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ سے روانہ ہو کر قنسرین کے قریب لوہے کے پل پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے لہٰذا تم بہت ہوشیار رہو، نہ معلوم کس وقت وہ تمہارے سامنے آجائے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل '' پڑھا حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ قنسرین کے حاکم کے پیٹ میں پاؤں ہیں وہ ضرور ہم سے مکر و فریب کرے گا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا اے ابا سلیمان! تمہاری رائے مناسب تھی لیکن حاکم قنسرین کو اس کا مکر و فریب بھاری پڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمائے گا۔

جبلہ بن ایہم کے سپاہیوں نے اسلامی لشکر کے خدام کے ساتھ دست درازی کی:

جبلہ بن ایہم غسانی کے دس ہزار کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو شیرز میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور مخبروں کو قرب و جوار کے علاقوں میں منتشر کر دیئے تاکہ وہ رومی لشکر کی حرکت پر نظر رکھیں اور اطلاع دیتے رہیں۔ شیرز میں پڑاؤ کے دوران کھانا پکانے کے لئے غلام لوگ زیتون، انار اور دیگر پھل دار درختوں کی شاخیں اور جڑیں لاتے تھے اور جلاتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ کو جب یہ پتہ چلا کہ غلام لوگ سرسبز و شاداب درختوں کی شاخیں اور جڑیں جلا کر کھانا پکاتے ہیں تو یہ بات آپ کو ناگوار و گراں معلوم ہوئی آپ نے تمام غلاموں کو بلا کر ڈانٹا اور آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کی سختی سے تنبیہ فرمائی۔ غلاموں نے عرض کیا کہ اے سردار! خشک لکڑیاں بہت دور اور جنگل کے علاقے میں ہیں، اطراف میں کہیں بھی خشک لکڑی دستیاب نہیں ہوتی لہٰذا ہم ہری لکڑی جلاتے ہیں حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ دور سے خشک لکڑی لا کر جلایا کرو، چاہے تکلیف برداشت کرنی پڑے آئندہ اگر کسی نے ہری لکڑی جلائی تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ حضرت ابوعبیدہ کی سخت ممانعت

کی وجہ سے غلاموں نے ہری لکڑی جلانی بند کر دی اور خشک لکڑیاں لینے دور دور تک جانے لگے۔

حضرت سعید بن عامر کے غلام مجیع اپنے چند غلام ساتھیوں کے ساتھ خشک لکڑیاں لینے دور کے علاقے تک گئے۔ ان کو گئے بہت عرصہ گزر گیا لیکن واپس نہیں لوٹے لہٰذا حضرت سعید بن عامر کو فکر وتشویش لاحق ہوئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر غلاموں کی جستجو میں نکلے۔ حضرت سعید بن عامر جنگل کے علاقہ کی طرف گئے۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد ان کو اپنا غلام اس حال میں ملا کہ وہ زمین پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور منہ سے خون جاری تھا۔ حضرت سعید اس کے قریب گئے اور پوچھا کہ اے مجیع! تیرا یہ حال کس طرح ہوا۔ غلام نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا کہ اے مالک! تم...... اپنی جا...... ن...... ب...... اتنا کہہ کر وہ غلام بے ہوش ہو گیا۔ حضرت سعید نے مشکیزہ سے پانی نکال کر اس کے چہرے پر چھڑکا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام کو ہوش آیا اور کہا کہ اے مالک اپنی جان بچاؤ، میری فکر مت کرو، آپ یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ ورنہ آپ کا بھی میری طرح حال ہو گا۔ حضرت سعید نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ غلام نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خشک لکڑیاں تلاش کرنے دور تک گیا تھا۔ ہم نے لکڑیاں جمع کر لیں اور واپس پلٹنے کا ارادہ کرتے تھے کہ ایک ہزار نصرانی عرب سواروں نے آ کر ہم کو گھیر لیا۔ ان تمام سواروں کی گردنوں میں سونے کی صلیبیں لٹکتی تھیں، اور لمبے لمبے نیزے اور تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ ہم نے حسب استطاعت ان کا مقابلہ کیا۔ میں نے مقابلہ کرنے میں زیادہ شدت دکھائی لہٰذا انہوں نے مجھے خوب پیٹا اور میرے دس ساتھیوں کو قید پکڑ لیا۔ میرے سر میں سخت چوٹ آئی اور میں غش کھا کر گرا اور منہ کے بل زمین پر پڑا۔ وہ لوگ مجھ کو مردہ سمجھ کر مجھے اسی حال میں چھوڑ کر میرے ساتھیوں کو گرفتار کر کے چلے گئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اکیلا زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور میرے تمام ساتھی غائب تھے لہٰذا میں اٹھ کر بھاگا لیکن سر میں سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے تھوڑے فاصلہ تک جا کر پھر بے ہوش ہو گیا اور اب آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔

حضرت سعید بن عامر نے اپنے غلام کو اٹھایا اور گھوڑے پر اپنے ساتھ سوار کیا اور واپس پلٹنا چاہتے تھے کہ قوم غسان کے نصرانی سپاہیوں نے گھیر لیا اور ان کو گرفتار کر کے جبلہ بن ایہم کے لشکر میں لے گئے۔ جبلہ اپنے خیمہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا تھا اور دیباج کے کپڑے کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھا جس میں قیمتی جواہر کی لڑیاں تھیں۔ گلے میں یاقوت کی بنی ہوئی صلیب تھی۔ جبلہ نے حضرت سعید بن عامر سے ان کا نسب اور قبیلہ پوچھا۔ پھر قوم عرب سے اپنا نسب اور قبیلہ بیان کیا اور پھر حضرت عمر فاروق اعظم کی شکایت کی کہ ایک حقیر دیہاتی کے لئے میرے جیسے بادشاہ شخص سے قصاص لیتے تھے۔ لہٰذا میں اسلام سے منحرف ہو گیا اور یہاں ملک شام ہرقل بادشاہ کے لشکر کی کمک کرنے آ گیا ہوں۔ پھر جبلہ بن ایہم نے حضرت سعید بن عامر سے پوچھا کہ تم حسان بن ثابت انصاری کو جانتے ہو؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ ہاں! وہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر ہیں۔ جبلہ نے پوچھا کہ تمہاری حسان سے کوئی جان پہچان ہے؟ اور حضرت حسان سے تمہاری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ میرا ان سے دوستانہ تعلق ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا جب حضرت حسان نے کئی مسلمانوں کے ساتھ مجھے بھی کھانے کی دعوت دی تھی۔ پھر چند روز بعد ملک شام آ گیا۔ جبلہ نے پوچھا کہ تم ملک

شام کس غرض سے آئے ہو؟ حضرت سعید نے فرمایا کہ میں اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کی مہم پر آیا ہوں اور اب ہم عنقریب حلب اور انطاکیہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

جبلہ بن ایہم غسانی نے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے قنسرین کے حاکم کی مدد کے لئے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا ہے۔ قنسرین کا حاکم تمہاری صلح توڑ کر مکر وفریب سے تم کو ہلاک کرنے والا ہے اور ہم اس میں شامل ہوں گے لہٰذا تم اپنے سردار ابوعبیدہ کو ہماری کثیر تعداد اور ہماری جمعیت کی طاقت سے باخبر کرو اور ہماری ہیبت و دبدبہ سے آگاہ کرو اور ان سے کہو کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ میں بھی ملک عرب کا باشندہ ہوں اور عرب ہونے کے ناطے تمہاری خیر خواہی اور ہمدردی رکھتا ہوں اور تم کو نیک مشورہ دیتا ہوں کہ تمہاری خیریت اور بھلائی اسی میں ہے کہ تم ملک شام پر تسلط اور حکومت کرنے کے خواب مت دیکھو اور ملک حجاز واپس چلے جاؤ۔ اب تک تمہارا سابقہ ملک شام کے کمزور رومی سپاہیوں سے پڑا تھا مگر اب میں میری قوم بنی غسان نے جنگجو اور شہسواروں کے ساتھ تمہارے مقابلے کے لئے آپہنچا ہوں۔ میں ہرقل بادشاہ کی مدد اور خدمت میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کروں گا اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ میں تم سے وہ تمام مقامات چھین لوں گا جو تم نے اب تک فتح کئے ہیں اور وہ تمام دولت لوٹ لوں گا جو تم نے اب تک جمع کی ہے۔ پھر جبلہ نے ایک رومی ''کتان'' کپڑے کا تھان منگایا اور حضرت سعید کو بطور تحفہ دیا اور کہا کہ اسے سلوا کر پہننا۔ جبلہ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سعید بن عامر کا راستہ چھوڑ دو اور اسے جانے دو۔

حضرت سعید بن عامر نے اپنے غلام کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کیا اور جبلہ کے کیمپ سے نکل کر اسلامی لشکر کے کیمپ میں بمقام ''شیرز'' واپس آئے۔ حضرت سعید بن عامر کی گمشدگی سے تمام مجاہد فکرمند تھے۔ ان کو آتے دیکھ کر تمام مجاہد ان کی طرف دوڑے اور ان کو حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں لائے۔ حضرت سعید بن عامر نے حضرت ابوعبیدہ کو جبلہ کے لشکر اور اس کے ساتھ کی تمام گفتگو کی کیفیت بیان کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے سعید! تم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری کا جبلہ کے سامنے ذکر کیا اس کی برکت سے تم کو نجات ملی ہے اور تم زندہ واپس آئے ہو۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو برائے مشورہ جمع کیا اور کہا کہ حاکم قنسرین کا مکر وفریب کھل کر سامنے آگیا ہے۔ لہٰذا آپ حضرات کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ اب میں حاکم قنسرین کے ساتھ ایسا مکر کروں گا کہ وہ یاد رکھے گا۔

حضرت خالد کا صرف دس ساتھیوں کے ساتھ جبلہ کے لشکر کی طرف جانا:

حضرت خالد نے فرمایا کہ میں صرف دس آدمیوں کو لے کر ان کی طرف جاؤں گا اور ان کے ساتھ ایسا مکر کروں گا جو ان کے فریب سے بڑا ہوگا۔ میرے ساتھ جو دس مجاہد آئیں گے وہ تمام اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوں گے اور وہ دس حضرات بمنزلہ دس ہزار سوار کے ہوں گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! یہ کام تم سے ہی ہوگا اور تم جس کو پسند کرتے ہو ان دس حضرات کو اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھ جن دس صحابہ کرام کو لیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت عیاض بن حاتم اشعری (۲) حضرت عمرو بن سعد یشکری (۳) حضرت سہیل بن عامر (۴) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۵) حضرت سعید بن عامر انصاری (۶) حضرت عمرو بن معدی کرب (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق

(۸) حضرت ضرار بن ازور (۹) حضرت مسیب بن نجبۃ فزاری اور (۱۰) حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی۔ یہ تمام حضرات مسلح ہو کر حاضر ہو گئے۔ حضرت خالد اپنے خیمہ میں آئے مسلح ہو کر سوار ہوئے۔ روانہ ہوتے وقت آپ نے اپنے غلام جس کا نام "ہمام" تھا اس سے فرمایا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ آج تم کو مجھ سے ایک عجیب معاملہ دیکھنے کو ملے گا۔ چنانچہ حضرت ہمام بھی جلدی جلدی مسلح ہو کر حضرت خالد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تمام حضرات یعنی دس صحابہ کرام مذکورہ، حضرت خالد اور حضرت خالد کے غلام حضرت ہمام کل بارہ اشخاص حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں آئے اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے دعائے خیر و عافیت سے نواز کر رخصت فرمایا۔

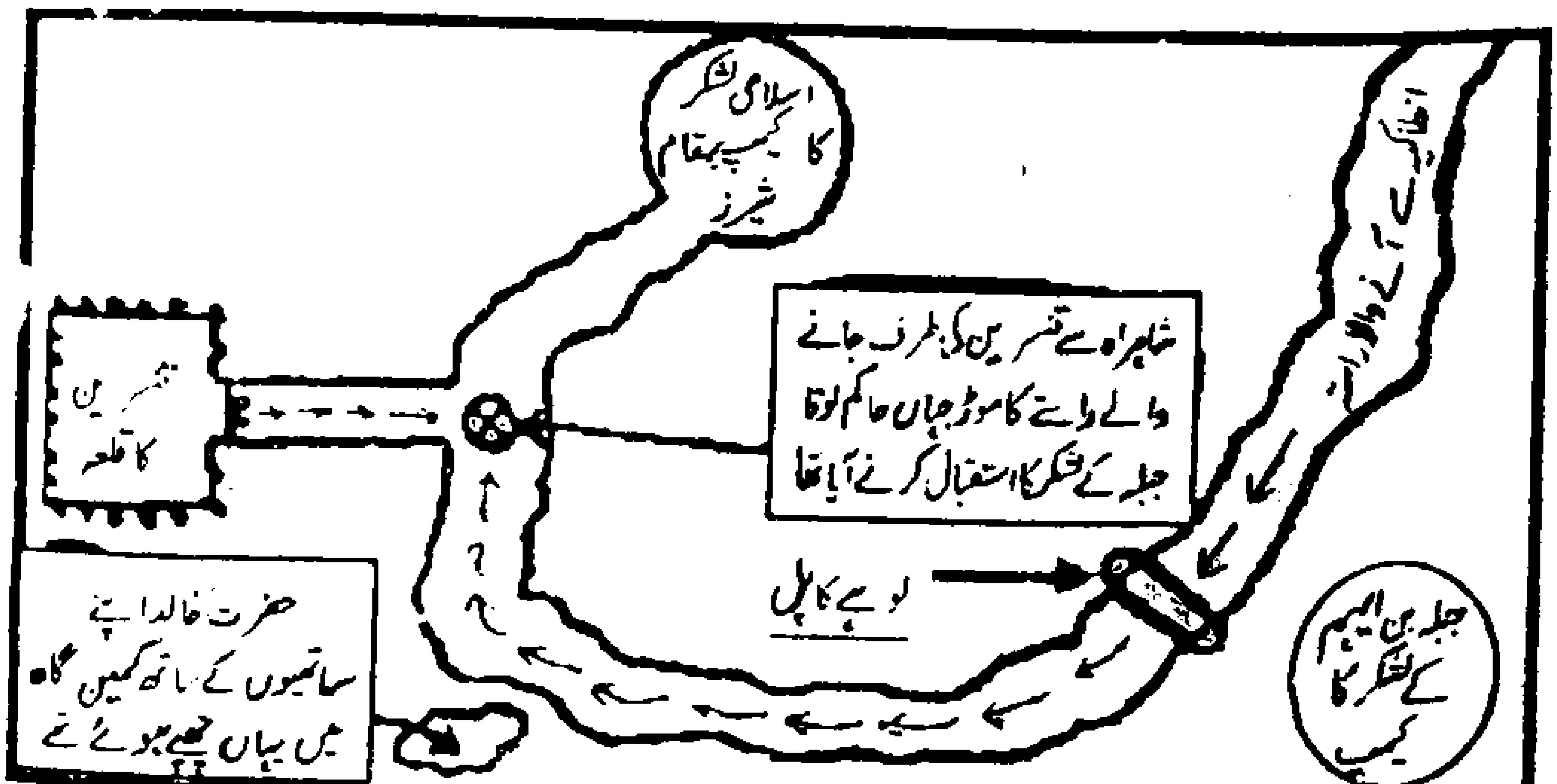
حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید نے حضرت سعید بن عامر سے پوچھا کہ اے سعید! جب تم جبلہ بن ایہم سے ملے تھے تو یہ معلوم کیا یا نہیں کہ حاکم قنسرین جبلہ کے لشکر کے استقبال کے لئے آئے گا یا نہیں؟ حضرت خالد کو جواب دیتے ہوئے حضرت سعید بن عامر نے کہا کہ ہاں! حاکم لوقا قنسرین کے قلعہ سے باہر نکل کر قلعہ سے شاہراہ کے موڑ تک جبلہ کا استقبال کرنے آئے گا اور وہاں سے جبلہ کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر قلعہ میں داخل ہو گا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم قنسرین کے حاکم کو ہی اٹھالیں۔ حضرت سعید بن عامر راہبر کی حیثیت سے آگے آگے چلتے تھے یہاں تک کہ یہ مقدس جماعت کے مجاہد لوہے کے پل کے قریب پہنچے جہاں جبلہ بن ایہم اپنے دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ دور سے جبلہ کے لشکر کے کیمپ کی مشعلیں جلتی دکھائی دینے لگیں۔ حضرت خالد بن ولید نے تھوڑے فاصلہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا۔ تمام مجاہد شاہراہ کے قریب ایک کمین گاہ میں چھپ گئے۔ رات کا وقت تھا۔ تمام مجاہدین صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

"حضرت خالد نے حاکم لوقا کو اپنے قبضہ میں لے لیا"

جب صبح ہوئی تو مجاہدوں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ فریضۂ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد تمام مجاہد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو گئے۔ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت خالد نے دیکھا کہ جبلہ بن ایہم لوہے کے پل کے قریب اپنے کیمپ سے مع لشکر کوچ کر کے قنسرین کی طرف جانے والی شاہراہ سے آ رہا ہے۔ حضرت خالد نے تمام مجاہدوں کو حکم دیا کہ اپنے چہروں کو کپڑوں سے چھپا لو، اس طرح کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہو کہ گرد و غبار اور دھوپ سے بچنے کے لئے ڈھاٹا باندھا ہے۔ جب جبلہ کا لشکر ہمارے قریب آئے تو کمین گاہ سے ایک ایک شخص نکل کر اس میں شامل ہو کر رومی سپاہیوں کے ساتھ چلنے لگے اور میں لشکر کی اول صف میں پہنچ جاؤں گا۔ تم بھی کچھ فاصلہ رکھ کر میرے ساتھ ساتھ چلنا۔ ہم چپ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہیں گے۔ قنسرین کے موڑ پر جب حاکم لوقا لشکر کا استقبال کرنے آئے گا تو ہم اس کو اپنے قبضہ میں لے لیں گے پھر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہ ہو گا۔

تھوڑی دیر میں جبلہ کا لشکر جرار مثل پھیلی ہوئی ٹیڑیوں کے قریب آیا۔ لشکر کے چلنے سے عجیب شور و غل اٹھتا تھا اور گرد و

غبار بلند ہو کر مثل بادل چھا رہا تھا۔ جبلہ بن ایہم اور ''عموریہ'' کا حاکم لشکر کے آگے تفاخر اور تکبر سے چل رہے تھے۔ جب یہ لشکر اس کمین گاہ کے قریب پہنچا جہاں حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھپے ہوئے تھے تو حضرت خالد کی ہدایت کے مطابق ایک ایک مجاہد کمین گاہ سے نکل کر اس طرح لشکر میں شامل ہو گیا کہ کسی کو وہم و شک بھی نہ ہوا۔ تمام مجاہدین چلنے میں جلدی کر کے یہ کوشش کرتے تھے کہ لشکر کی صف اول تک پہنچ جائیں۔ دس ہزار کے رومی لشکر میں اسلام کے صرف بارہ کفن پوش مجاہد چپ چاپ چل رہے تھے۔ حضرت خالد اور ساتھی تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد لشکر کی اگلی صفوں میں پہنچ گئے تھے۔ اب قنسرین شہر کی حد شروع ہو گئی تھی۔ شاہراہ کے موڑ پر قنسرین کی طرف جانے والے راستے سے حاکم قنسرین لوقا رومی قس اور راہب کے گروہ کے ساتھ ہاتھ میں صلیب اور انجیل لئے ہوئے جبلہ بن ایہم کے لشکر کے استقبال کے لئے آ رہا تھا۔ فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ مجاہدوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں یہاں تک کہ حاکم لوقا جبلہ کے لشکر کے بالکل قریب سامنے آ گیا تقریباً پچیس یا تیس ہاتھ کا فاصلہ باقی تھا حاکم لوقا جبلہ اور عموریہ کے حاکم کو سلام و دعا پیش کر کے استقبال کرنے کے لئے بے قرار تھا کہ دفعۃً حضرت خالد اور ان کے ساتھی جبلہ کے لشکر سے آگے بڑھ کر حاکم لوقا کے پاس پہنچ گئے۔ حاکم لوقا نے یہ گمان کیا کہ یہ بارہ آدمی جبلہ کے لشکری ہیں اور میری تعظیم کی خاطر مقدم سلام پیش کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا اس نے کہا تم کو مسیح اور صلیب سلامت اور باقی رکھے۔ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سختی ہو تجھ پر، ہم صلیب کے پوجاری نہیں بلکہ اصحاب محمد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور پکار کر کلمۂ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ میرا نام خالد بن ولید ہے۔ حضرت خالد کا نام سن کر حاکم لوقا لرز گیا۔ وہ کچھ سوچے یا کرے اس کے قبل حضرت خالد نے مثل شیر اس پر جست لگائی اور اس کو گھوڑے کے زین سے کھینچ لیا اور اپنے قابو میں اس طرح کر لیا کہ اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھ دی۔ تمام مجاہد بھی قریب آ گئے اور تلواریں نکال کر حاکم لوقا کے سر پر تان دیں۔ قارئین کرام ذیل میں درج نقشہ بغور ملاحظہ فرمائیں:



”صرف بارہ مجاہد دس ہزار کے رومی لشکر کے محاصرہ میں“

مندرجہ بالا نقشہ میں ☆ نشان والی جگہ پر حضرت خالد بن ولید نے حاکم لوقا کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پلک جھپکنے کی دیر میں یہ سارا معاملہ وقوع میں آ گیا۔ حاکم لوقا کے ساتھ جبلہ کے لشکر کا استقبال کرنے آئے ہوئے اہل قنسرین اپنے حاکم کو آن کی آن میں حضرت خالد بن ولید کی گرفت میں دیکھ کر چونک اٹھے۔ ادھر سے جبلہ اور حاکم عموریہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوڑ کر آئے مگر کچھ نہ کر سکے کیوں کہ حاکم لوقا کی گردن مجاہدوں کی تلواروں کی دھار پر تھی۔ عجلت میں غلط قدم اٹھانے کے نتیجہ میں حاکم لوقا کی جان کا خطرہ تھا۔ اہل قنسرین اپنے حاکم کو موت کی آغوش میں بے بسی کے عالم میں دیکھ کر رونے اور شور وغل کرنے لگے اور کلمۂ کفر بلند کرنے لگے۔ مجاہدوں نے بلند آواز سے کلمۂ توحید کا ورد جاری رکھا۔ صورت حال یہ تھی کہ حاکم لوقا بارہ مجاہدوں کے محاصرے میں تلواروں کی دھار پر تھا اور بارہ مجاہد دس ہزار کے رومی لشکر کے محاصرہ میں نیزوں اور تلواروں کی نوک پر تھے۔ عجیب کشمکش کا ماحول تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ رومیوں نے ہم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تو انہوں نے حاکم لوقا کی پکڑ مزید مضبوط کی اور اس کو اس طرح قابو میں کر لیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرت خالد نے اپنے دونوں پاؤں کے گھٹنے حاکم لوقا کی پیٹھ پر ٹیک دیئے اور اس کا سر اپنی گود میں لے لیا اور حلق پر تلوار کی دھار اس طرح پیوست کر کے رکھی کہ حاکم لوقا ذرا سی بھی حرکت کرے تو اس کی گردن کٹ جائے۔ پھر حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ تم میرے اردگرد اس طرح دائرے میں کھڑے ہو جاؤ کہ تمہاری پیٹھ میری طرف اور سینہ دشمن کی طرف رہے اور ہاتھ میں نیزے لے کر اس طرح تان لو کہ کوئی قریب آنے نہ پائے۔ تمام مجاہدوں نے حضرت خالد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خالد کے اردگرد دائرہ بنا لیا۔ تمام رومی حاکم لوقا کو چھڑانے کے لئے اچھل کود کرتے تھے مگر کچھ نہ کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے زور زور سے چیخنا اور چلانا شروع کیا تا کہ مجاہدوں پر رعب اور ہیبت طاری ہو۔ لیکن عشق رسول کے متوالے اور شمع رسالت کے پروانے کسی سے ڈرنے والے نہ تھے بلکہ اس وقت کی حالت یہ تھی کہ بقول:

جس کو للکار دے، آتا ہو الٹا پھر جائے
جس کو چمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

جب عموریہ کے حاکم نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید قنسرین کے حاکم لوقا کے مالک ہو گئے ہیں اور وہ ان کے ہاتھ میں کسمپرسی کے عالم میں ہے تو وہ ڈرا کہ کہیں حضرت خالد اس کو مار ڈالنے میں جلدی نہ کر بیٹھیں لہٰذا اس نے جبلہ سے کہا کہ اے سردار! یہ عرب انسان ہیں یا جنات؟ صرف بارہ آدمیوں نے ہم کو مجبور و بیکس بنا دیا ہے۔ اور ان کا یہ عالم ہے کہ صرف بارہ آدمی ہمارے دس ہزار کے لشکر کے گھیرے میں ہونے کے باوجود مطلق خوفزدہ نہیں ہیں اور ہمارے ساتھی کے مالک ہو گئے ہیں اور ہماری جانب بھی نیزے تان کر کھڑے ہیں۔ لہٰذا تم کوئی جلد بازی مت کرنا مبادہ ہمارے ساتھی کی جان ضائع ہو گی۔ تم حکمت عملی سے کام لو اور ان عربوں سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھی کو چھوڑ دیں۔ اگر انہوں نے ہمارے ساتھی کو چھوڑ دیا تو ہم ان کی جاں بخشی کا وعدہ کرتے ہیں۔ اے سردار! تم بھی عرب ہو۔ عرب ہونے کے ناطے ان کو سمجھانے کی کوشش کرو۔

حاکم عموریہ کی گزارش پر جبلہ مجاہدوں کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ اے عربی برادرو! تم اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہو یا تابعین سے؟ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمام صحابہ مشہورین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہیں۔ جبلہ نے پوچھا کہ کیا تم ان کے سردار ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کا دینی بھائی ہوں۔ ہم متفرق قبیلوں کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کلمہ کی بدولت ہمارے دلوں کو ایک اور متفق کر دیا ہے۔ جبلہ نے پھر پوچھا کہ تمہارا تعرف کیا ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں خالد بن ولید قبیلۂ بنی مخزوم سے ہوں اور میری دائیں جو ہیں وہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں۔ اس طرح حضرت خالد نے اپنے تمام ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ پھر فرمایا کہ اے جبلہ! ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہم کو حقیر نہ جان اور اپنی کثرت پر غرور مت کر۔ تمہارا لشکر جرار لڑائی کے معاملے میں مثل چڑیوں کے کہ ایک شکاری ہزاروں چڑیوں کو جال میں قید کر لیتا ہے۔ جبلہ نے کہا کہ ہم ان بزدلوں کی طرح نہیں جنہوں نے تمہاری ہیبت کی وجہ سے شکست کھائی ہے یا جزیہ دیا ہے۔ ہم آخری دم تک تم سے لڑیں گے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو وہی جبلہ بن ایہم ہے جو اسلام سے پھر گیا اور ہدایت کی راہ چھوڑ کر گمراہی کی راہ پر چل نکلا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے روشنی کو چھوڑ کر تاریکی اختیار کی ہے۔

اب جبلہ نے نرمی اختیار کی اور کہا کہ اے برادر عربی! زیادہ گوئی مت کرو۔ میرا ساتھی تمہارے قابو میں ہونے کی وجہ سے میں تم پر حملہ نہیں کرتا۔ ہمارا ساتھی ہرقل بادشاہ کا مقرب ہے۔ تم اسے مار نہ ڈالو اس لئے ہی میں نے حملہ کرنے میں توقف کیا ہے لہٰذا اب باتیں نہ بناؤ اور ہمارے ساتھی کو چھوڑ دو تاکہ میں بھی تم کو چھوڑ دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس مکار اور فریبی کو ہرگز نہ چھوڑوں گا بلکہ ضرور قتل کروں گا اور مجھ کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ اس کو مار ڈالنے کے بعد تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ اور تیرا یہ کہنا کہ تم ہم پر نرمی کرتے ہو یہ تیرا کلام انصاف کے خلاف ہے۔ تو ہم سے تیرے ساتھی کو چھوڑ دینے کی گزارش بھی کرتا ہے اور اپنے لشکر کی کثرت سے ہم کو ڈرانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اگر تم انصاف کی لڑائی لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم کو معلوم ہے کہ ہم صرف بارہ آدمی ہیں اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ ایک کے سامنے ایک مقابلے کے لئے نکلو۔ ہم ہیں کتنے؟ صرف بارہ! لہٰذا تم ایک مقابلے میں ایک لڑائی سے ہم بارہ آدمی کو مار ڈالو اور اپنے ساتھی کو آسانی سے چھڑا لو۔ اور اگر اللہ

نے ہم کو غلبہ دیا تو حاکم تو ما سے پہلے تو (یعنی جبلہ) جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اگر تم میں ہمت اور غیرت ہے تو مرد میدان بن کر ایک کے مقابلے میں ایک نکلو۔

ایک کے مقابلہ میں ایک کی لڑائی، حضرت عبدالرحمٰن نے پانچ رومی سپاہیوں کو قتل کیا

جبلہ حضرت خالد کا جواب اور ایک مقابل ایک کی لڑائی کی دعوت مُبارَزت (Challenge) بن کر حاکم عموریہ کے پاس واپس آیا اور حضرت خالد کی اول تا آخر گفتگو سے آگاہ کیا۔ حاکم عموریہ اس تجویز پر رضامند ہو گیا اور بذاتِ خود لڑنے کے لئے میدان میں جانے کے لئے آمادہ ہوا لیکن جبلہ نے اس کو روکا اور ایک رومی شہسوار شجاع کو جانے کا حکم دیا۔ مجاہدوں کی طرف سے حضرت خالد بن ولید نے نکلنے کا قصد کیا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے ان کو باز رکھتے ہوئے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! قسم ہے حق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی! میرے سوا کوئی شخص ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلے اور میں اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کروں گا۔ شاید میں اپنے والد محترم سے جا ملوں۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو اجازت دے دی۔ حضرت عبدالرحمٰن ہاتھ میں لمبا نیزہ لئے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور مقابل طلب کیا۔ جبلہ نے رومی شہسوار کو مقابلے میں بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ایک ہی گرداوے میں اس کو زمین پر مردہ ڈال دیا۔ پھر دوسرا رومی سپاہی نکلا اس کو بھی خاک وخون میں ملا دیا۔ پھر تیسرا نکلا لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے اس کو وار کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس کے آتے ہی سرعت سے اس کے سینے میں نیزہ پیوست کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر چوتھا رومی سپاہی نکلا مگر اسلامی لشکر کے شیر کی ایک ہی ضرب میں کشتہ ہو کر زمین پر گرا۔ پھر پانچواں غصہ اور خشم میں بھرا نکلا اور آتے ہی وار کیا مگر حضرت عبدالرحمٰن نے اس کا وار خالی پھیر دیا۔ رومی سپاہی دوسرا وار کرنے کا موقع ہی نہ پا سکا کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن نے نیزہ اس کے حلق کے آر پار نکال کر اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے کم سن نوجوان کے ہاتھوں پانچ جنگجو رومی سپاہی کو مقتول ہوتا دیکھ کر جبلہ بن ایہم کو تلملاہٹ لاحق ہوئی۔ مضطرب اور بے قرار ہو کر بذاتِ خود میدان میں آ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے حضرت عبداللہ بن ابوبکر کو لڑتے دیکھا تھا اور ان کی جنگی مہارت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ لہٰذا مکر وفریب کی چال اختیار کی اور آنے کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن کی شجاعت اور جنگی مہارت کی تعریف شروع کر دی اور پھر جنگ کے تعلق سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا تاکہ موقع پا کر وار کر دے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جبلہ سے فرمایا کہ اے جبلہ! میں تیرے دام فریب میں پھنسنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد اور تعلیم یافتہ ہوں۔ جبلہ نے کہا کہ اے بیٹے میں تمہارے ساتھ مکر وفریب نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کر کے تمہیں اپنا بیٹا بنانا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم دینِ نصرانی اختیار کرو۔ میں تمہیں ہرقل بادشاہ سے خلعت وانعامات دلا کر اور اپنی طرف سے کثیر مال بطور بخشش اور تحفہ دے کر تمہیں مالا مال کر دوں گا اور تمہاری تمام عمر عیش وعشرت میں بسر ہوگی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے فرمایا کہ مجھے تیرے اور تیرے بادشاہ کے مال ودولت کی قطعاً طمع نہیں۔ بقول:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت عبدالرحمٰن نے جبلہ سے فرمایا کہ سختی ہو تجھ پر! تو مجھے ایمان و ہدایت سے ضلالت اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے؟ باتیں بنانا چھوڑ اور تلوار اٹھا کر آمادۂ لڑائی ہو تا کہ تلوار کی ضرب لگا کر تیری موت میں جلدی کروں اور تیری ناک کو خاک آلودہ کروں اور تیری موت سے اہل عرب کو تیرے جیسے ناپاک اور صلیب کے پوجاری کے وجود کو ختم کر کے راحت پہنچاؤں۔ حضرت عبدالرحمٰن کی زبان سے طعن آمیز گفتگو سن کر جبلہ طیش میں آیا اور خشمناک ہو کر نیزہ کا وار کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور وار چکا دیا۔ جبلہ نے پھر دوسرا وار کیا اس کو بھی خالی پھیرا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن نے نیزہ کا وار کیا جس کو جبلہ نے ڈھال پر لے کر اپنے کو بچایا۔ دونوں میں شدت سے نیزہ زنی ہوتی رہی اور دونوں نے لڑائی کے کرتب دکھائے۔ لوگ ان کی لڑائی کے ڈھنگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ نیزہ زنی میں مقابل سے کچھ فاصلہ پر رہ کر جنگ کرنی پڑتی ہے لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار نکال لی اور جبلہ کے قریب جا کر اس کے نیزہ پر تلوار کی کاری ضرب لگا کو دو ٹکڑے کر ڈالے۔ جبلہ نے کٹا ہوا نیزہ پھینک دیا اور وہ بھی تلوار نکال کر لڑنے لگا۔ دونوں میں کئی دیر تک شمشیر زنی ہوتی رہی۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی بیان کرتے ہیں کہ ہم تمام مجاہد حضرت عبدالرحمٰن کے استقلال اور صبر پر تعجب کرتے تھے کیونکہ جبلہ سے مقابلہ کرنے سے پہلے وہ پانچ رومی سپاہیوں سے لڑ چکے تھے اور اب جبلہ بن ایہم جیسے ماہر جنگ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں کی لڑائی نے طول پکڑا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن کافی تھک چکے تھے مگر پھر جبلہ کے مقابلہ میں اڑے ہوئے تھے دونوں ایک دوسرے پر شدت سے وار کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ایک ایسا شدید وار کیا کہ تلوار نے جبلہ کی ڈھال کو کاٹ ڈالا اور تلوار جبلہ کے خود (Helmet) پر لگی اور دوہری ہوگئی مگر جبلہ کی پیشانی پر زخم لگا اور خون جاری ہوگیا۔ جبلہ خون دیکھ کر بپھرا اور اپنی جان پر آ کر لڑنے لگا اور حضرت عبدالرحمٰن پر وار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جبلہ کی تلوار حضرت عبدالرحمٰن کی زرہ کاٹ کر شانہ پر لگی۔ تلوار نے گہرا زخم کر دیا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ مگر پھر بھی وہ میدان میں جمے رہے مگر خون جاری ہونے کی وجہ سے ان کا ہاتھ بیکار ہوگیا اور تلوار زنی کے قابل نہ رہا لہٰذا وہ گھوڑا دوڑا کر اپنے ساتھیوں میں آ ملے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اتار کر جلدی جلدی ان کے زخم پر کپڑا باندھ دیا تا کہ خون بہنا بند ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن کے شدید زخمی ہونے کی وجہ سے تمام مجاہدوں کو سخت رنج لاحق ہوا۔

”حضرت خالد نے حاکم لوقا کو قتل کر کے رومی لشکر میں زلزلہ ڈال دیا‘ رومیوں کا حملہ“

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو زخمی دیکھا اور ان کے مبارک جسم سے خون بہتے دیکھا تو حضرت خالد کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور آپ غصہ میں لال ہو گئے اور حضرت عبدالرحمٰن کو پکار کر کہا کہ اے بیٹے صدیق اکبر کے! میں جانتا ہوں کہ جبلہ نے آپ کو تلوار سے رنج اور تکلیف پہنچائی ہے لیکن قسم ہے آپ کے والد ماجد کے حق اور صدق کی! میں ان رومیوں کو ایسا رنج اور درد پہنچاؤں گا کہ ان کے کلیجے خون ہو جائیں گے اور دل دہل جائیں گے۔ انہوں نے تم کو زخمی کر کے ہم کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس سے بڑا صدمہ میں ان کو پہنچاؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے قنسرین کے حاکم لوقا کی گردن کاٹ کر زمین پر پھینک دی۔ جبلہ اور حاکم عموریہ نے دیکھا کہ واقعی حضرت خالد نے حاکم لوقا کو کاٹ کر رکھ دیا ہے تو ان کی آنکھوں تلے لہو اتر آیا۔ لشکر کو پکار کر کہا کہ اے صلیب کے پرستارو! ہمارا معزز ساتھی قتل کر دیا گیا ہے۔ ان عربوں پر ٹوٹ پڑو اور ایک کو بھی زندہ مت جانے دو۔ چنانچہ رومی لشکر پورے جوش وخروج سے مجاہدوں پر ٹوٹ پڑا‘ حضرت خالد نے اپنے غلام ہمام سے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر شدید زخمی ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ دشمنوں کے وار سے اپنا دفاع کر سکیں لہٰذا تم ان کی نگرانی کرو اور کسی کو بھی ان کے قریب مت آنے دو۔ کیسا نازک مرحلہ تھا؟ لڑنے والے بارہ مجاہدوں میں سے ایک زخمی اور دوسرا نگرانی پر مامور ہو گیا۔ اب لڑنے والے صرف دس بچے تھے اور دشمنوں کی تعداد دس ہزار کی تھی یعنی ایک ہزار نصرانی سے ایک مومن کی ٹکر تھی۔ ہزاروں رومی امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مٹھی بھر مجاہدوں کو تنکے کی طرح بہا لے جانے آگے بڑھے مگر اسلام کے کفن بردوش مجاہد آہنی چٹان کی طرح پیکر صبر و استقلال بن کر جمے رہے۔ حضرت خالد نے تن تنہا آگے بڑھ کر رومی لشکر کے حملے کو روک دیا اور نیزہ زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ رومی لشکر آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکار کر فرمایا کہ اے حاملان قرآن! دشمنوں کی سختی پر صبر و استقلال سے کام لو۔ ان صلیب کے پوجاریوں کی کثرت سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ جب ہم موت سے نہیں ڈرتے تو ان گبروں سے کیا ڈرنا؟ ہم سب کی ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیں۔ میں نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قید کی ہے اور اپنے آپ کو اس معرض ہلاکت میں اس لئے ڈالا ہے کہ شاید مجھے شہادت نصیب ہو اور جان لو کہ

ت کی طرف راہ کھل گئی ہے۔ ہم دارالفنا سے ایسے مقام کی طرف جا رہے ہیں کہ جہاں کا رہنے والا نہ کبھی مرتا ہے اور نہ کبھی ڑھا ہوتا ہے۔

حضرت رافع بن عمیرہ طائی روایت فرماتے ہیں کہ ہم دس صحابہ صبح سے دو پہر تک رومیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ مجاہدوں نے میوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے لیکن شدت کی دھوپ، رومی حملہ کی شدت، مسلسل قتل وقتال اور پیاس کی شدت سے مجاہد یشان حال تھے۔ ان کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اب تھوڑی دیر میں تمام مجاہدوں کا نام ونشان مٹ جائے گا ن بقول:

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

(از: امام احمد رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید شیر ببر کی طرح رومی بھیڑیوں سے نبرد آزما تھے لیکن وہ بھی تھک چکے تھے۔ حضرت رافع بن عمیرہ ے حضرت خالد سے کہا کہ اے ابا سلیمان! مجھے لگتا ہے شاید ہم سب کی قضا کا وقت آ گیا ہے۔ اب حضرت خالد کو بھی اپنی اور پنے ساتھیوں کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ اور اس کی وجہ بھی انہیں معلوم ہو گئی تھی۔ وہ وجہ کیا تھی؟ حضرت خالد بن ولید نے ضرت رافع بن عمیرہ طائی سے اس کی وجہ اور سبب بیان فرماتے ہوئے جو جواب دیا اس جواب کو ارباب سیر وتواریخ حضرت مہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں۔

''رافع بن عمیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب دیکھا میں نے یہ حال کہا میں نے خالد بن ولید سے کہ اے ابا سلیمان! آئی ہم ضا پس کہا انہوں نے کہ قسم ہے خدا کی سچ کہا تم نے اے بیٹے عمیرہ کے اس واسطے کہ میں بھول گیا اپنی کلاہ مبارک کو اور نہیں تھ لایا اس کو اور ہوتی تھی بڑی برکت اس میں حالت شدت اور سختی میں اور نہیں بھولا اس کو مگر بسبب قضائے امت کے۔

(حوالہ۔ فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۱۶۶)

ناظرین کرام ''فتوح الشام'' کی مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوں گے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید نے بھی اپنی قضا کا یقین کر لیا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں اپنی ٹوپی بھول آیا ہوں اس سبب سے ہی موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹوپی نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہم مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اگر وہ مبارک ٹوپی ہمارے ساتھ ہوتی تو ہم پر بلا اور مصیبت نہ آتی۔

(۲) حضرت خالد کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ٹوپی ہمارے لئے دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْاَلَمْ ہے۔

(۳) حضرت خالد بن ولید کا مزید یہ بھی عقیدہ تھا کہ یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مصیبت اور آفت کے وقت میں ہمیشہ اس مبارک ٹوپی کی برکت سے راحت اور کشائش حاصل ہوتی آئی ہے۔

(۴) حضرت خالد کا یہ فرمانا کہ میں وہ ٹوپی بھول گیا ہوں لہٰذا ہماری قضا آئے گی یعنی اگر وہ ٹوپی میں نہ بھولتا اور اپنے

ساتھ لاتا تو ہماری موت واقع نہ ہوتی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ٹوپی میں ایسی قوت اور طاقت تھی کہ موت کو بھی ٹال دے۔

(۵) مذکورہ تمام باتیں حضرت خالد بن ولید نے قیاس اور گمان کے طور پر نہیں کہیں بلکہ یقین کامل کے ساتھ کہی ہیں اور اسی لئے انہوں نے اپنی گفتگو کو ''خدا کی قسم'' سے مؤکد کیا اور مبارک ٹوپی کی برکت اور تصرف کا یقین کے درجے میں اعتماد کیا۔

☆ اس مبارک ٹوپی میں ایسی کون سی خصوصیت تھی؟

☆ اس ٹوپی میں کون سی چیز رکھی تھی؟

☆ حضرت خالد کے لئے اس ٹوپی کی اہمیت کس لئے تھی؟

ان تمام سوالات کا تفصیلی جواب علامہ واقدی کی کتاب کے حوالے سے پیش کر کے اس کے ضمن میں مفصل تبصرہ ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔

جب حضرت خالد کے ساتھیوں کو پتہ چلا کہ حضرت خالد اپنی مبارک ٹوپی بھول آئے ہیں تو یہ معاملہ ان پر دشوار گزرا۔ اس وقت مجاہدین بہت ہی مصیبت و پریشانی میں تھے بلکہ موت سے دوچار ہو رہے تھے۔ پیاس سے ان کے لب خشک ہو گئے تھے۔ حلق مثل چوب سوکھ گئے تھے بازو شل ہو گئے تھے۔ ہاتھ میں تلوار اور ڈھال تھامنا بھی دشوار ہو گیا تھا۔ ان کے گھوڑے بھی پسینہ میں شرابور ہو گئے تھے اور گھوڑوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ ہزاروں درندوں کے درمیان بارہ مجاہدین اسلام زندگی اور موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ لیکن وہ مایوس نہ تھے بلکہ زبان حال سے یہی کہتے تھے کہ بقول:

رحمۃ للعٰلمین ! آفت میں ہوں کیسی کروں
میرے مولیٰ میں تو اس دل سے بلا میں گھر گیا

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

شمع رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانے تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگائے ہوئے بڑی جاں فشانی سے رومیوں کو تہ تیغ کر رہے تھے دفعۃً ہاتف غیبی نے ان الفاظ میں پکارا:

''خُذِلَ الْاٰمِنُ وَنُصِرَ الْخَائِفُ' یَا حَمَلَةَ الْقُرْآن جَآءَ کُمُ الْفَرَجُ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَ نَصَرَکُمْ عَلٰی عَبْدَةِ الصُّلْبَانِ''

ترجمہ: ''خوار ہوا بے ڈر (یعنی رومی) اور مدد دیا گیا ڈرنے والا (یعنی مؤمن) اے قرآن کے اٹھانے والو پروردگار کی طرف سے کشود کاری آئی تمہارے لئے اور تم صلیب کے پُوجاریوں پر مدد دیئے گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں مجاہدوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن جراح اسلامی لشکر کے ساتھ آ پہنچے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید محو حیرت تھے کہ حضرت ابوعبیدہ کو ہمارے حال سے کس نے آگاہ کر دیا؟ ہم بارہ اشخاص موجود ہیں ہم

...ں سے کوئی شخص یہاں سے بھاگ کر حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع دینے نہیں گیا۔ پھر بھی وہ ہماری مدد کو کیوں آئے؟ کس نے ان کو اطلاع دی؟

''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو حضرت خالد کی مصیبت کی خبر دی اور کمک کرنے کا حکم دیا''

گزشتہ شب حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ شیرز کے اسلامی کیمپ سے جب روانہ ہوئے تھے تو ان کو روانہ کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ اپنے خیمہ میں آ کر سو گئے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت ابوعبیدہ نیند سے چونک کر اٹھ گئے اور گھبراہٹ کے عالم میں اپنے خیمہ سے باہر آئے اور اسلامی لشکر کو زور زور سے پکار کر فرمایا کہ:

''اَلنَّفِیْرُ اَلنَّفِیْرُ فَقَدْ اُحِیْطَ بِفُرْسَانِ الْمُوَحِّدِیْنَ''

ترجمہ: ''چلوتم، چلوتم، بیشک مسلمان موحدین گھیر لئے گئے ہیں۔''

حضرت ابوعبیدہ کو اس طرح بیقرار ہو کر پکارتے سن کر اسلامی لشکر میں بے چینی دوڑ گئی۔ مجاہدوں نے پوچھا کہ اے سردار! کیا حال ہے؟ آپ اتنے مضطرب کیوں ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے جو جواب دیا وہ حضرت علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں۔

''حضرت ابی مسلم حضرمی روایت کرتے ہیں کہ تھا میں ابوعبیدہ بن جراح کے ساتھ ہر لڑائی اجنادین وغیرہ میں اور موجود تھا میں ان کے ساتھ قنسرین اور حلب میں اور نہیں دیکھی میں نے اپنے معاملات جہاد میں مگر بہتری اور مدد اور غلبہ۔ پس اسی حال میں کہ ہم بمقام شیرز تھے اور ابوعبیدہ ایک رات اپنے خیمے میں تھے کہ دفعۃً نکلے وہ اپنے خیمے سے مسلمانوں کو آواز دیتے ہوئے اور وہ پکارتے تھے ''اَلنَّفِیْرُ اَلنَّفِیْرُ فَقَدْ اُحِیْطَ بِفُرْسَانِ الْمُوَحِّدِیْنَ'' پس دوڑے ہم سب ان کی طرف ہر جگہ اور مکان سے اور کہا ہم نے کہ کیا حال ہے تمہارا اے سردار! انہوں نے کہا کہ میں اس وقت سوتا تھا کہ جگا دیا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور جھڑکا اور درشتی سے فرمایا مجھ کو ''یَا ابْنَ الْجَرَّاحُ أَتَنَامُ عَنْ نُصْرَةِ الْقَوْمِ الْكِرَام، فَقُمْ وَالْحَقْ بِخَالِدْ فَقَدْ اَحَاطَ بِهِ اللِّئَامُ فَاِنَّكَ تَلْحَقُ بِهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِمَشِیَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۶۶)

ترجمہ: اے بیٹے جراح کے آیا تم سوئے ہوئے ہو اور قوم بزرگ کی مدد ہی سے غافل ہو اٹھو اور جا ملو خالد سے پس گھیر لیا ہے اس کو ناکس (نالائق، کمینہ) قوم نے اور تم پہونچ جاؤ گے ان کے پاس اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے پروردگار کی مشیت سے'' (حوالہ: حاشیہ فتوح الشام، ص:۱۶۶)

مندرجہ بالا عبارت کے ضمن میں ہم ناظرین کرام کی خاص توجہ چاہتے ہیں:

(۱) حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت بمقام شیرز کے اسلامی کیمپ سے روانہ ہو کر رات ہی میں لوہے کے پل کے قریب کمین گاہ میں چھپ گئے تھے۔ صبح کے وقت جبلہ کا لشکر کمین گاہ کے قریب سے گزرا اور آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس میں شامل ہو گئے اور قنسرین کی طرف جانے والے راستہ کے موڑ پر حاکم لوقا کو قتل کر ڈالا۔ حاکم لوقا کو قتل کرنے کی وجہ سے رومی لشکر نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ یہ تمام حوادث دن میں وقوع پذیر ہوئے تھے رات کے وقت رومیوں سے نہ لڑائی ہوئی اور نہ ہی رومیوں نے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو نرغہ میں لیا تھا۔

لیکن حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو رات ہی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلع فرما دیا کہ حضرت خالد کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے اور تم ان کی مدد کو جلدی پہنچو۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ علی الصبح شیرز سے اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت قنسرین کے معرکہ جنگ پر آ پہنچے۔ اس سے ایک بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قنسرین میں دن کے وقت جو معاملہ ہونے والا تھا اس کی اطلاع اور علم شہنشاہ کونین ''**عالم ماکان و مایکون**'' حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رات میں ہی معلوم ہو گیا تھا یعنی مدینہ طیبہ میں گنبد خضرا کی مقدس آرام گاہ سے آئندہ کل وقوع پذیر ہونے والا معاملہ رات ہی میں ملاحظہ فرما لیا اور رات ہی میں حضرت ابوعبیدہ کو مطلع فرما دیا تاکہ وہ علی الصبح روانہ ہو کر عین وقت پر مدد کرنے پہنچ جائیں اور اسی کا نام ''علم غیب'' ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی عطائے خاص سے کائنات کے جمیع علوم عطا فرمائے تھے۔ وہ عطا صرف ظاہری حیات تک ہی منحصر نہ تھی بلکہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصرف اطلاع علی الغیب اتم و اکمل شان سے برقرار رونما ہو رہا ہے۔

(۲) حضرت ابوعبیدہ نے رات کے آخری حصہ میں اسلامی لشکر کو حضرت خالد پر نازل مصیبت کی جو اطلاع دی تھی اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا کہ:

''میں اس وقت سویا ہوا تھا کہ جگا دیا مجھ کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور مجھ کو جھڑکا اور سختی سے فرمایا کہ اے بیٹے جراح کے! آیا سوئے ہو اور قوم بزرگ کی مدد ہی سے غافل ہو اٹھو اور جا ملو خالد سے، پس تحقیق کہ گھیر لیا ہے ان کو ناکس قوم نے۔''

مندرجہ عبارت میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا اور اوراق سابقہ میں ''جنگ دمشق'' کے ضمن میں زیر عنوان ''رات کے وقت اہل دمشق کا صلح کرنے حضرت ابوعبیدہ کے پاس آنا گزشتہ صفحات) میں مذکور ہوا کہ حضور اقدس نے حضرت ابوعبیدہ کو خواب میں فتح دمشق کی خوشخبری دی علامہ واقدی کی کتاب فتوح الشام کی عبارت حسب ذیل ہے:

''نماز فرض پڑھی ابوعبیدہ بن جراح نے اور سو گئے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں کہ فرماتے

ہیں اللیلۃ تفتح المدینۃ ان شاء اللّٰہ تعالٰی'' (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۰۸)

فتح دمشق کے تعلق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو خواب میں ہی اطلاع دی تھی لیکن بمقام قنسرین حضرت خالد کے متعلق جو اطلاع دی تھی وہ خواب کے ذریعہ نہ تھی بلکہ حیات النبی، مالک ومختار آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نورانی جسم اقدس کے ساتھ تشریف لائے تھے اور حضرت ابوعبیدہ کو جگایا تھا۔ فتوح الشام، ص:۱۶۶ کی جو عبارت ہم نے حوالہ میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی خواب کا ذکر نہیں البتہ یہ الفاظ ضرور ہیں کہ:

''حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں اس وقت سویا ہوا تھا کہ جگایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور مجھ کو جھڑکا اور درشتی سے فرمایا۔'' (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۱۶۶)

مندرجہ بالا عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ ''جگا دیا مجھ کو'' یعنی حضرت ابوعبیدہ سوئے ہوئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جگا دیا اور کسی کو جگانے کے لئے یا تو آواز دینی پڑتی ہے یا جھنجھوڑنا پڑتا ہے اور دونوں صورتوں میں جگانے کا فعل کرنے والے فاعل کا موجود ہونا لازمی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو نیند سے بیدار کرنے کے لئے جگایا تب یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں موجود تھے مدینہ منورہ سے ملک شام اپنے جسم اقدس کے ساتھ تشریف لانا ''تصرف'' اور ''اختیار'' کی وجہ سے تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم کو تمام اختیارات وتصرفات عطا فرمائے تھے اور کونین کا مالک ومختار بنایا تھا۔ بقول:

وہی نورِ حق وہی ظلِّ رب' ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم واعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم عطا فرمایا تھا کہ جن کا شمار عطا فرمانے والا رب ہی جانتا ہے منجملہ ان علوم غیبیہ میں سے تعین وقت کا علم بھی ہے یعنی کس وقت کیا معاملہ پیش آئے گا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ دوپہر کے وقت حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں پر مصیبت آئے گی اور وہ رومیوں کے درمیان گھیر لئے جائیں گے اور لڑتے لڑتے ایسے خستہ حال ہو جائیں گے کہ ان کے لئے مدد کا پہنچنا ضروری ہو جائے گا لہٰذا رات ہی میں حضرت ابوعبیدہ کو روانہ ہونے کا حکم فرما دیا۔ اگر عین لڑائی کے وقت حضرت ابوعبیدہ کو حکم فرماتے تو شیرز سے قنسرین تک کی مسافت طے کرنے میں وقت ضائع ہوتا اور حضرت ابوعبیدہ عین وقت پر نہ پہنچ سکتے بلکہ شام کے وقت پہنچتے۔

الحاصل!

☆ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے امتی کے احوال کی خبر ہے اور غیب کا علم حاصل ہے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں اور اپنے جسم اقدس کے ساتھ بھی جہاں چاہیں تشریف لے جانے کا

اختیار رکھتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تصرف و اختیار عطاء فرمایا ہے

لیکن!!!

افسوس کہ دورِ حاضرہ کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر مان کر تصرف اور اختیار کا بھی انکار کرتے ہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کا بھی انکار کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں اور لکھتے ہیں معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ دور حاضر کے منافقین کے اکابر اور ائمہ کی کتابوں کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں تا کہ ناظرین کرام ان کے عقائد باطلہ سے آگاہ اور متنبہ ہوں۔

وہابی، دیو بندی، غیر مقلد اور تبلیغی جماعت کے امام اول فی الہند، مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھا ہے کہ:

''کسی نبی، ولی یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔''

(حوالہ: تقویۃ الایمان، مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۷

وہابی تبلیغی جماعت کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔''

(حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ، (کامل)، ناشر: مکتبہ تھانوی دیو بند، ص:۰۳

امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں دنیا کے سب کاروبار ہوں، ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے' اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا''

(حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۷۰

دور حاضرہ کے منافقین کے مندرجہ بالا عقائد کو میزان عدل کے ایک پلہ میں رکھیں اور دوسرے پلہ میں مقدس صحابہ کرام کے پاکیزہ اعتقاد رکھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ دور حاضرہ کے منافقین کے عقائد صحابہ کرام کے اعتقاد سے کتنے متضاد ہیں۔

☆ اگر حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے تو کیا حضرت ابو عبیدہ بن

جراح جیسے صاحب عشرہ مبشرہ اور جلیل المرتبت صحابیٔ رسول کو اس بنیادی عقیدہ کی معلومات نہ تھی کہ حضور کے بتانے پر شیرز سے قنسرین کی طرف اسلامی لشکر لے کر حضرت خالد بن ولید کی کمک کرنے چل پڑے؟ اس وقت اسلامی لشکر میں اکابر صحابۂ کرام کی ایک جماعت موجود تھی۔ اگر حضور کے لئے علم غیب اور تصرف کا عقیدہ شرک ہوتا تو صحابۂ کرام حضرت ابوعبیدہ کو روکتے کہ حضرت خالد بن ولید کا بمقام قنسرین ابتلائے مصیبت ہونے کا حادثہ ہمارے لئے غیب ہے اور غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں لہٰذا اس اطلاع پر شیرز سے قنسرین تک اسلامی لشکر کو لے کر جانا مناسب نہیں اور شرک پر مشتمل فاسد اعتقاد پر اعتماد کرنا ازروئے شرع روا بھی نہیں لیکن کسی نے بھی اعتراض نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی اس کو سو فیصد حق تسلیم کرتے ہوئے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت اسلامی لشکر کے ساتھ حضرت خالد کی مدد کرنے بعجلت روانہ ہوئے۔

صحابہ کرام کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی ظاہری حیات میں اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی مغیبات پر مطلع فرمایا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کو ایسا تصرف اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے ہر امتی کے تمام احوال سے باخبر ہیں۔ کون مصیبت میں مبتلا ہے اور کون مدد کا خواستگار ہے ان تمام معاملات و احوال سے اللہ کے محبوب اعظم مطلع اور باخبر ہیں۔ بقول:

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بَشر کو خبر نہ ہو

اور

واللہ وہ سن لیں گے، فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

لہٰذا صحابہ کرام نے حضرت ابوعبیدہ کی دی ہوئی اطلاع پر کوئی اعتراض اور چون و چرا نہیں کی بلکہ یقین کر لیا کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی ضرور آفت ومصیبت میں ہیں۔

القصہ! حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسط سے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کے ابتلائے مصیبت ہونے کی خبر سنائی تو تمام مجاہد بیقرار ہو گئے اور سب کے سب اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور بعجلت مسلح ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ جلدی کی وجہ سے بعضوں نے اپنے گھوڑوں پر زین بھی نہیں کسے تھے اور حضرت ابوعبیدہ کے ہمراہ حضرت خالد بن ولید کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت خالد کی زوجہ اُمّ تمیم حضرت خالد کو ٹوپی پہنچانے آ گے آ گئے:

اسلامی لشکر کے کیمپ سے مجاہدوں کے گھوڑے مثل تیز اڑنے والی چڑیوں کے چھوٹے۔ تمام نے اپنے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور ایسی تیز رفتاری سے جا رہے تھے کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گھوڑے زمین پر دوڑتے نہیں بلکہ ہوا میں

اڑتے ہوئے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ سب سے آگے اپنا گھوڑا دوڑا رہے تھے اور جلد از جلد حضرت خالد تک پہنچنے کے قصد سے اپنے گھوڑے کی رفتار تیز سے تیز تر کرتے جاتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے دیکھا کہ ایک سوار ان سے بھی تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ اس سوار کی سرعت اور گھوڑا کودا کر دوڑانے کی مہارت دیکھ کر محو حیرت تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کے اس سوار سے جا ملو اور معلوم کرو کہ وہ کون ہے؟ حضرت ابوعبیدہ روایت فرماتے ہیں کہ اس سوار کے متعلق میں نے گمان کیا کہ شاید وہ سوار کوئی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لشکر کی رہبری کے لئے آگے بھیجا ہے۔ وہ سوار اپنی برق رفتاری سے برابر جا رہا تھا۔ اس کو پکڑنا اور اس سے سبقت لے جانا ناممکن تھا۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر خوب تیز بھگایا مگر اس سوار سے سبقت نہ لے سکے۔ تھوڑا فاصلہ رہ گیا لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے زور سے پکارا کہ اے سوار! اللہ تجھ پر رحم کرے، نرمی اختیار کر اور ٹھہر جا۔ اس سوار کے کان میں آواز پہنچی تو وہ پہچان گیا کہ یہ آواز تو جیش اسلام کے سردار کی ہے لہٰذا وہ رک گیا۔

حضرت ابوعبیدہ جب اس سوار کے قریب گئے تو محو حیرت ہو گئے کیونکہ وہ سوار کوئی فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک عورت تھی۔ اور وہ حضرت خالد بن ولید کی زوجہ محترمہ حضرت ام تمیم تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ام تمیم! کس چیز نے تم کو اس قدر تیز رفتاری سے اسلامی لشکر کے آگے چلنے پر برانگیختہ کیا ہے؟ حضرت اُم تمیم نے جو جواب دیا وہ ایسا ایمان افروز تھا کہ جس کو سن کر قارئین کرام کا ایمان تازہ ہو جائے گا اور عظمت و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاداب پھول کھل اٹھیں گے، جس کی مہک سے روح ایمان معطر ہو جائے گی۔

حضرت اُم تمیم نے حضرت ابوعبیدہ کو جو جواب دیا وہ ہم قارئین کرام کی خدمت میں ارباب سیر و تواریخ حضرت علامہ واقدی کی زبانی حرف بحرف پیش کرتے ہیں:

> ''پس جب ابوعبیدہ بن الجراح نے پہچانا ان کو کہا کہ اے ام تمیم کیا چیز باعث تمہارے چلنے کی ہوئی پس کہا انہوں نے کہ اے سردار! جب سنا میں نے اس بات کو کہ خالد بن الولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ پس میں نے اپنے میں کہا کہ خالد بن ولید کبھی پست اور مغلوب نہ ہوں گے حالانکہ گیسوئے مبارک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے پاس ہیں اور جس وقت پھرا مجھ سے خیال ان کا پس دیکھا میں نے بجانب کلاہ کہ جس میں موئے مبارک تھے کہ بھول گئے خالد بن ولید اس کو اور بعجلت چلی ہوں ان کی طرف۔ پس کہا ابوعبیدہ بن الجراح نے کہ واسطے اللہ کے ہے یہ کام تمہارا اے ام تمیم! چلو تم اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد پر۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۶۷)

اوراق سابقہ میں ہم نے حضرت خالد بن ولید کی مبارک ٹوپی (کلاہ) کا ذکر کیا ہے۔ اسی ٹوپی کا تذکرہ یہاں ہو رہا ہے۔ اس ٹوپی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس تھے۔ حضرت خالد بن ولید کا یہ عقیدہ تھا کہ پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس گیسوؤں کے صدقہ اور طفیل میں مجھے ہر لڑائی میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور میں محفوظ و

سلامت رہا ہوں لیکن قنسرین کے معرکہ میں جب ان کو یاد آیا کہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی میں بھول آیا ہوں تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تھا کیونکہ جس مقدس گیسوؤں کی بدولت مجھ پر رحمت و نصرت الٰہی کی بارش نازل ہوتی تھی وہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی آج میرے ساتھ نہیں۔ ان مقدس گیسوؤں کی برکت سے ہی مجھ پر ہمیشہ رحمت خداوندی کی گھٹا چھایا کرتی ہے۔ بقول:

سوکھے دھانوں ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کی زوجہ محترمہ حضرت ام تمیم کا گیسوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا پختہ اور راسخ عقیدہ تھا کہ جب انہوں نے سنا کہ ان کے شوہر حضرت خالد بن الولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو وہ مطلق فکر مند نہ ہوئیں بلکہ مطمئن رہیں اور کامل یقین کے ساتھ کہا کہ خالد بن ولید کو کچھ نہیں ہو گا۔ ان کا بال بیکا نہ ہو گا کیونکہ ان کے پاس مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''بال مبارک'' ہیں۔ لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ مقدس گیسوؤں والی ٹوپی حضرت خالد بھول گئے ہیں تو بے چینی اور اضطراب کے عالم میں ٹوپی لے کر تیز رفتار گھوڑے پر حضرت خالد کی طُرف بھاگیں؟ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ اس مقدس گیسو کے صدقے میں میرے ''سہاگ'' کی بقا ہے۔ انہیں مقدس گیسوؤں کے طفیل میرے خاوند بقید حیات ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے سہاگ کی حفاظت کی غرض سے ٹوپی پہنچانے جا رہی تھیں بلکہ یوں کہنا بھی مناسب ہے کہ وہ حضرت خالد کو زندگی پہنچانے جا رہی تھیں۔ گیسوئے اقدس کے تَوَسُّل سے حضرت خالد کی بقا اور حیات کے مشن پر جا رہی تھیں اور ان کا جانا یقیناً جائز اور مستحسن تھا کیوں کہ حضرت ابوعبیدہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ام تمیم حضرت خالد کو مقدس گیسوؤں والی ٹوپی دینے جا رہی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ:

''اے ام تمیم! تمہارا یہ کام اللہ کے واسطے ہے''

کون سا کام؟ حضرت خالد کو ٹوپی پہنچانے کا کام۔ ٹوپی کیوں پہنچائی جا رہی تھی؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تَوَسُّل کرنے کے لئے۔ ان مقدس بالوں کے وسیلہ سے حضرت خالد کی اور ان کے ساتھیوں کی زندگی بچانی تھی۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے توسل کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت ابوعبیدہ ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ تمہارا یہ کام اللہ کے واسطے ہے بلکہ سختی سے ممانعت فرما دیتے اور حضرت ام تمیم کو اسلامی لشکر کے کیمپ شیرز میں واپس جانے کا حکم دیتے اور حضرت خالد کو ٹوپی دینے کے لئے ام تمیم کو قنسرین تک نہیں جانے دیتے۔ مگر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ام تمیم کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ''چلو تم اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد پر''۔

حضرت ابوعبیدہ عین وقت پر حضرت خالد کی مدد کرنے پہنچ گئے:

جب حضرت ابوعبیدہ قنسرین کے معرکہ جنگ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ گرد و غبار کے بادل اٹھ رہے ہیں اور ہر طرف

صرف رومی سپاہی ہی نظر آتے ہیں۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا کوئی نشان و پتہ نہیں ہے لہٰذا وہ بہت فکرمند ہوئے اور حضرت خالد کو اپنے آنے کی اطلاع دینے کی غرض سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کی۔ ایک ساتھ ہزاروں مجاہدوں نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کر کے کوہ و صحرا کو گونجا دیا۔ رومیوں نے نعرۂ تکبیر کی آواز سنی تو ان کے دل بیٹھ گئے۔ وہ کچھ سوچیں اور کوئی حرکت کریں اس کے قبل اسلامی لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور رومیوں کے سروں پر تلواریں رکھنی شروع کر دیں۔ رومی سپاہی مجاہدوں کی تلواروں کی ضرب کھا کر اپنے گھوڑے سے اس طرح گرنے لگے جیسے پت جھڑ میں تیز ہوا کے جھونکے سے سوکھے پتے درخت سے گرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی اب بھی بڑی دلیری سے مصروف جنگ تھے جب انہوں نے تہلیل و تکبیر کی آوازیں سنیں تو ان میں تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ حضرت خالد نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اپنے وجود کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ اپنا پتہ بھی بتایا۔ جس جگہ پر حضرت خالد اور ان کے ساتھی ٹھہرے تھے وہاں لڑائی ہونے کی وجہ سے نیزے اور تلواریں بلند ہوتی تھیں اور آفتاب کی روشنی میں مثل آئینہ چمکتی تھیں۔

حضرت خالد کو حضرت اُمّ تمیم نے مقدس گیسوؤں والی ٹوپی دی اور......؟

حضرت خالد بڑی دلیری اور جاں فشانی سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومیوں کا مقابلہ کر رہے تھے کہ دفعۃً انہوں نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش سوار بڑی دلیری اور شجاعت سے رومی سپاہیوں کو نیزہ مار کر دائیں بائیں ہٹاتا ہوا اور لشکر کو پھاڑتا ہوا آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ سوار حضرت خالد کے قریب آ پہنچا۔ چہرہ پر نقاب ہونے کی وجہ سے حضرت خالد اس کو پہچان نہ سکے لہٰذا پوچھا کہ اے دلیر جوان! تو کون ہے؟ حضرت اُمّ تمیم نے جواب دیا میں آپ کی زوجہ اُمّ تمیم ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ علامہ محمد بن عمر والواقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں۔ حضرت مصعب بن محارث بیان کرتے ہیں کہ:

> ''پس اسی وقت ایک سوار نکلا گرد سے اور پھاڑتا تھا رومیوں کو یہاں تک کہ دور کر دیا اس نے ان کو جو ہمارے گرد تھے۔ پس جلدی گئے خالد بن ولید اس کی طرف اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں تمہاری زوجہ اُمّ تمیم ہوں اے ابا سلیمان! لائی ہوں تمہاری اس کلاہ مبارک کو جس سے کہ مدد چاہتے ہو اور توسّل ڈھونڈتے ہو تم اس سے بجانب اللہ پاک کے پس قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ دعا کو تمہارے لئے۔ لو تم اس کو اپنے پاس۔ پس قسم ہے خدا کی کہ نہیں بھول گئے تھے تم اس کو مگر اسی دن کے واسطے۔ پھر کلاہ دی ان کو۔ پس چمکا گیسوئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدر حسنہ و جمالہ سے ایک نور مثل بجلی کے۔ پس قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ نہیں رکھا تھا خالد بن الولید نے کلاہ کو اپنے سر پر اور حملہ کیا تھا قوم پر مگر یہ کہ پھیرا اور ملا دیا ان کو آگے والوں کو پیچھے والوں میں اور حملہ کیا ان کے ساتھ مسلمانوں نے پس نہیں ہوئی تھی بہت دیر یہاں تک کہ پیٹھ پھیری کافروں نے اور اتری ان پر ہلاکی اصحاب محمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اور نہیں تھے قوم رومیوں میں مگر کشتہ اور زخمی اور قیدی اور پہلے سب سے بھاگنے والوں میں جبلہ تھا اور متنصرہ اس کے پیچھے تھے۔''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۶۷)

فتوح الشام کی مندرجہ بالا عبارت کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے سے حسب ذیل امور اظہر من الشمس کی طرح ثابت ہوں گے:

☆ حضرت اُمّ تمیم نے اپنی جان پر خطرہ مول لے کر بھی حضرت خالد کو گیسوئے اقدس والی ٹوپی پہنچائی۔

☆ گیسوئے اقدس والی ٹوپی کے متعلق حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ اس ٹوپی سے تم ہمیشہ اللہ کی جانب توسل کرتے ہو اور مدد طلب کرتے ہو۔

☆ حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ اس مبارک ٹوپی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ تمہاری ہر دعا کو قبول فرماتا ہے۔

☆ حضرت اُمّ تمیم نے حضرت خالد سے کہا کہ تم یہ مبارک ٹوپی اپنے ساتھ لانا بھول گئے ہو اسی لئے تم پر یہ مصیبت آئی ہے۔

☆ حضرت خالد نے اپنی زوجہ محترمہ سے مبارک ٹوپی لے کر جب اپنے سر پر رکھی تو ٹوپی مبارک سے حضور پر نور، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس سے مثل بجلی نور چمکا۔

☆ حضرت خالد بن ولید نے مقدس گیسو والی ٹوپی اپنے سر پر رکھتے ہی دشمنوں کے لشکر کو الٹ دیا اور دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

الحاصل! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''موئے مبارک شریف'' کو برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اس سے توسل کر کے برکت، رحمت، نصرت اور حفاظت حاصل کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''آثار مبارکہ'' میں اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھی ہے اور اس کے توسّل سے مجھے ہر جنگ میں فتح حاصل ہوتی ہے اور اس کے صدقہ و طفیل میں مجھے خیر و عافیت اور مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

لیکن! افسوس! کہ......

دور حاضرہ کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی عظمت و تعظیم اور زیارت کرنے سے ممانعت کرتے ہیں۔ مثلاً:

وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''کہیں کہیں جبّہ شریف یا موئے شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے، اس کی زیارت کے لئے یا تو ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کراتے ہیں اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں، اوّل تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔''

(حوالہ: بہشتی زیور، مصنف: مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر: ربانی بک ڈپو، جلد: ۶، مسلسل صفحہ: ۳۸۶)

کتنے خطرناک انداز میں تھانوی صاحب آثار مقدسہ یعنی حضور اقدس رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''موئے مبارک'' اور ''جبّہ شریف'' کی زیارت و تعظیم سے روک رہے ہیں۔ کیسے کیسے بہانے تراش لئے اور گندی ذہنیت کے اختراعات فاسدہ کو صفحۂ قرطاس پر مرقوم کر دیئے ہیں۔ تھانوی صاحب نے اس عبارت میں ممانعت کے ضمن میں غلو کرتے ہوئے بہت کچھ اور اناپ شناپ لکھ دیا ہے۔ مثلاً:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت اور تعظیم سے روکنے کے لئے پہلا بہانہ یہ بتایا کہ لوگ زیارت کرنے جمع ہوتے ہیں یا زیارت کرانے والے لوگوں کو اپنے گھر بلاتے ہیں۔

(۲) دوسرا بہانہ یہ بتایا کہ زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔

(۳) تیسرا بہانہ یہ بتایا کہ ان تبرکات کی کوئی سند نہیں ہوتی۔

(۴) اور آخر میں اپنی شقاوت قلبی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا کہ اگر ان تبرکات کی سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔ اس عبارت میں ''بہت خرابیاں ہیں'' کا جملہ قابل توجہ ہے یعنی تھانوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے اصلی یا نقلی ہونے کا کوئی یقین نہیں۔ موئے مبارک کے اصلی ہونے کی کوئی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔ صرف اپنی طرف سے یہ لکھ دیا کہ بہت خرابیاں ہیں اور لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے اقدس کی زیارت سے روک کر ثواب اور برکت سے محروم کر دیا۔ اگر خرابیاں ہیں تو کون سی خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کے متعلق قرآن و حدیث میں کیا حکم ہے وہ ذکر نہیں کیا۔ ایک دو یا کچھ خرابیاں ہیں نہیں لکھا بلکہ بہت خرابیاں ہیں لکھ دیا لیکن تھانوی صاحب ایک بھی خرابی بیان کرنے سے عاجز اور قاصر رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور جبہ شریف کی کوئی اہمیت نہیں جانتے تھے۔ ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک ملفوظہ ملاحظہ فرمائیں:

''اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔''

(۱) کمالات اشرفیہ، ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون باب:۱، ملفوظ:۱۰۰۴، ص:۲۵۱)

(۲) حسن العزیز از خواجہ عزیز الحسن، ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، جلد:۱، حصہ:۴، قسط:۱۹، ملفوظ:۶۳۴، ص:۱۴۷)

تھانوی صاحب نے صاف اقرار کر لیا کہ مجھے تبرکات کے ساتھ شغف یعنی رغبت، محبت اور دلچسپی نہیں۔ اور تبرکات سے

شغف نہ ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ ''اس میں کیا رکھا ہے؟ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تبرکات یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے اقدس اور جبہ شریف میں کیا رکھا ہے؟ اردو زبان میں کیا رکھا ہے'' کا جملہ استفہامیہ ہے اور بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال بے وقعت اور بے عظمت معاملہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے اپنا مکان تبدیل کیا۔ پرانے مکان میں اس کا جو مال و اسباب تھا اسے ایک بیل گاڑی پر لاد کر نئے مکان پر لے گیا وہاں جب سامان ٹٹولا تو اس کی بیوی نے کہا کہ ہائے ہائے! گھر کی صفائی کرنے کا جھاڑو تو میں پرانے گھر بھول آئی ہوں۔ مکان کے دالان میں پڑا ہوا تھا لیکن بیل گاڑی میں سامان لادتے وقت یاد ہی نہ آیا۔ اب کیا ہوگا؟ ایک معمولی جھاڑو کے لئے اپنی بیگم کو دل بھر بھراتے دیکھ کر وہ شخص یہی کہے گا کہ ارے جانے دو ایک معمولی جھاڑو کے لئے کیوں اپنا دل جلاتی ہو، اس میں کیا رکھا ہے؟ الغرض! کیا رکھا ہے؟ کا جملہ کسی چیز کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ تھانوی صاحب تبرکات کے لئے ''اس میں کیا رکھا ہے'' کا جملہ استعمال کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ خصوصاً گیسوئے انور کی برکت اور عظمت کے متعلق صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت خالد بن ولید کا اعتقاد قارئین کرام نے واقعات کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا اور تھانوی صاحب کا عقیدہ ان کی کتابوں کی عبارتوں سے معلوم کیا۔ دونوں میں بعد المشرکین جیسا عظیم تضاد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا''۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پُرنور چہرۂ انور کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھا اور اسی چہرۂ انور کو ابوجہل لعین نے بھی دیکھا لیکن دونوں کے دیکھنے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک نے محبت اور عقیدت کی نظر سے دیکھا اور دوسرے نے بغض و عداوت کی نظر سے دیکھا لہٰذا دونوں کے تاثرات متضاد سننے میں آئے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو حضرت خالد بن ولید نے اس نظر سے دیکھا کہ کائنات کی بہترین نعمت اور رحمت میرے آقا و مولیٰ کے گیسوئے اقدس ہیں لیکن تھانوی صاحب نے حقارت کی نظر سے دیکھا کر کہا کہ ''اس میں کیا رکھا ہے۔'' نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا۔

تبرکات کی زیارت کرنے سے اور اپنے ساتھ تبرکات رکھنے سے بہت ساری نعمتیں اور برکتیں حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ تبرک بزرگ کی شان و عظمت عیاں ہوتی ہے اور زائرین کے دلوں میں صاحب تبرک بزرگ کی عظمت و محبت راسخ ہوتی ہے۔ بزرگان دین کے تبرکات کو اپنے پاس رکھنا، اسے حفاظت سے رکھنا، اس کا ادب کرنا، اس کی زیارت کرنا، اس کے توسل سے دعا کرنا، فیض و برکت و شفا و عافیت حاصل کرنا وغیرہ امور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، ائمہ دین وغیرہ میں ابتدائے اسلام سے رائج اور مشروع ہے لیکن ہر وہ کام کہ جس کے کرنے سے انبیاء کرام و اولیاء عظام کی عظمت کا پرچم لہرائے ان تمام کاموں کو وہابی، دیوبندی اور تبلیغی مکتبہ فکر کے علماء ممنوع قرار دیتے ہیں بلکہ ممانعت کرنے میں حد درجہ غلو کرتے ہیں۔

امام المنافقین، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے یہاں تک لکھا ہے کہ:

''اور اس کے کنویں کے پانی کو متبرک سمجھ کر پینا بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا وغیرہ وغیرہ

اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔'' (حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۲۴)

مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کرنے سے قطع نظر اور اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنا کہنا ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء ملت اسلامیہ کا بزرگان دین کے ساتھ رشتہ عقیدت منقطع کرنے کی غرض سے بزرگانِ دین کے تبرکات کا ادب و احترام ختم کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتے ہیں اور تبرکات کی زیارت اور تبرکات کو باعث برکت ماننے کو گناہ بلکہ شرک تک کہہ دیتے ہیں۔ المختصر! جس کے دل میں تعظیم وعظمت مصطفیٰ کا فقدان ہوتا ہے وہ گیسوئے اقدس کے متعلق یہی نظریہ رکھتا ہے کہ ''اس میں کیا رکھا ہے'' اور جس کے دل میں محبت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے پاک کے لئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ۔ بقول:

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

اور

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضور اقدس رحمت عالم کے آثار مبارکہ مثلاً موئے مبارک، ناخن شریف، ملبوسات اور دیگر اشیاء استعمال و نیز بزرگان دین کے تبرکات کی تعظیم وادب اور ان تبرکات کے توسل سے حصول نعمت و برکت کے متعلق قرآن وحدیث اور ائمہ ملت اسلامیہ کے اقوال و افعال سے جواز و استحباب کے کافی اور وافی دلائل اور ثبوت دیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں:

(۱) بَدْرُ الْاَنْوَار فِیْ آدَابِ الْآثَار، مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ
(۲) آدَابُ الْاَخْیَار فِیْ تَعْظِیْمِ الْآثَار، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ
(۳) اَلْبِرُّ الْمَقَالُ فِیْ اِسْتِحْسَانش قُبْلَۃِ الْاَجْلَالُ، مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

فتح قلعہ قنسرین:

جب رومی سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا تو مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا۔ رومی سپاہی اپنی جانیں بچانے کے لئے دم دبا کر ہر سمت بھاگ رہے تھے۔ مجاہدوں نے جو بھی رومی سپاہی ہاتھ لگا اس کو کشتہ زمین پر ڈال دیا۔ قلیل عرصہ میں میدان صاف ہوگیا۔ میدان میں اب صرف اسلامی لشکر ہی تھا۔ تمام مجاہد حضرت ابوعبیدہ کے نشان کے قریب جمع ہونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے۔ حضرت خالد ارغوان کے سرخ پھول کی طرح خون میں تر بتر تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کو سلامتی پر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! تم نے جہاد کر کے اپنے دل کو

...سکین دی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے راستہ کے موڑ سے قنسرین کے قلعہ پر یلغار کرنے کے لئے لشکر کو ...وچ کرنے کا حکم دیا۔ جب اسلامی لشکر قنسرین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل شہر نے قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔ اہل ...سرین کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا حاکم لوقا مقتول ہو چکا ہے اور جبلہ بن ایہم غسانی کا لشکر بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ نکلا ہے۔ ...ذا انہوں نے صلح کرنا مناسب سمجھا۔ فوراً ایک ایلچی کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بھیجا اور ادائے جزیہ پر صلح کی درخواست کی۔ ...ضرت ابوعبیدہ نے صلح کی درخواست منظور فرمائی اور بموجب امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کے حکم کے فی کس چار دینار ...ڑتالیس درہم پر صلح کر کے صلح کی دستاویز لکھ دی۔ ملک شام کا مشہور قلعہ قنسرین اسلامی لشکر نے فتح کر لیا۔

...ب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس ...۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین

...وٹ: حضرت خالد بن ولید کے صاحبزادے کا نام ''سلیمان'' تھا۔ ملک عرب میں نام کے بجائے اس کی کنیت (Patronymic) سے پکارنے کا دستور تھا۔ یعنی کسی شخص کو اس کے باپ، بیٹے، بیٹی وغیرہ سے منسوب کر کے اس کی کنیت مقرر کر دیتے تھے اور پھر اس کنیت سے پکارتے تھے۔ مثلاً ابوالحسن، ابوبکر، ام حکیم، ابن حاجب وغیرہ۔ ابوسلیمان یعنی سلیمان کے باپ۔ حضرت خالد بن ولید کو تمام لوگ ابوسلیمان یا ابا سلیمان نام سے ہی پکارا کرتے تھے لہٰذا ہم نے بھی نقل روایت کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت خالد کے لئے ''یا ابا سلیمان'' کا استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ قائین کرام کو کوئی مغالطہ نہ ہو اس لئے ہم نے وضاحت کر دی ہے۔

...والہ: کنیت (کُنْ یَتْ) = وہ نام جو باپ، ماں بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے۔

(فیروز اللغات، ص: ۱۰۳۸)

جنگ بعلبک

فتح قنسرین کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو ''حمص'' کے قلعے کا محاصرہ کرنے روانہ کیا اور خود بجانب ''بعلبک'' روانہ ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے ساتھ بعلبک جا رہے تھے کہ راہ میں دیکھا کہ دریا کے کناروں کی طرف سے ایک بڑی جماعت بعلبک کی جانب جا رہی ہے اور اس جماعت کے ساتھ کثیر تعداد میں سامان تجارت ہے حضرت ابوعبیدہ نے چند مجاہدوں کو اس قافلہ کی بجانب برائے تفتیش بھیجا۔ تھوڑی دیر میں وہ خبر لائے کہ یہ قافلہ رومیوں کا ہے اور وہ اہل بعلبک کے لئے رسد لے کر جا رہا ہے اور رسد میں شکر (Sugar) کافی تعداد میں ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ بعلبک ہمارے لئے ''دار الحرب'' ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی صلح یا قول وقرار نہیں ہے لہٰذا یہ مال غنیمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ مجاہدوں نے قافلے کو گھیر لیا اور اس کا تمام مال واسباب چھین لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ اس قافلہ کے ساتھ شکر کی چار سو بوریاں تھیں۔ علاوہ ازیں کافی تعداد میں انجیر اور قند تھا۔ مجاہدوں نے قافلہ والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوعبیدہ نے منع فرمایا اور فدیہ لے کر قافلہ کو رہا کر دیا۔ اہل قافلہ رہا ہو کر بعلبک گئے اور اپنا حال بیان کیا نیز اسلامی لشکر کی کثرت اور آمد کی کیفیت بھی بیان کی۔

اہل قافلہ کو رہا کر کے اسلامی لشکر اسی مقام پر ٹھہرا اور رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ نے لشکر کو بعلبک کی جانب کوچ کا حکم دیا۔ بعلبک کا حاکم ''ہربیس'' نام کا بطریق تھا۔ ہربیس لڑائی کا ماہر، دلیر اور جنگجو تھا۔ جب اس کو پتہ چلا کہ مسلمانوں نے بعلبک کے قافلہ کا مال واسباب لے لیا ہے تو اس نے اپنے ساتھ سات ہزار سوار سپاہی اور بڑی تعداد میں پیدل لوگوں کو لے کر قافلے کا اسباب وغلہ چھڑانے نکلا۔ دوپہر کے وقت اس کا اسلامی لشکر سے آمنا سامنا ہو گیا۔ ہربیس کے ہمراہ جانے والے بطارقہ نے اسے لڑائی نہ کرنے اور واپس پلٹ جانے کا مشورہ دیا۔ بطارقہ نے اس کو بہت سمجھایا اور دمشق، بصرہ، اجنادین اور قنسرین والوں کی ہزیمت کی مثالیں پیش کیں لیکن ہربیس نے ان کی ایک نہ سنی اور تکبر وغرور کے نشے میں کہا کہ میں ان سے ضرور لڑوں گا اور جو غلہ واسباب انہوں نے لے لیا ہے وہ ان سے چھین لوں گا اور ان کو ایسا سبق سکھاؤں گا وہ بعلبک کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ میں ان غریب عربوں کو بھگا دوں گا کیونکہ ان کا سابق سردار خالد بن ولید حمص میں ہے لہٰذا یہ لشکر ہمارے لئے مالِ غنیمت ہے جس کو حضرت مسیح نے ہماری طرف بھیجا ہے۔

پھر ہربیس نے اپنے لشکر کی صف بندی شروع کی۔ اس وقت اس کے ہمراہیوں میں سے ایک بطریق نے ہربیس سے کہا

کہ اے ہربیس! میں تیرے تکبر اور غرور کے دام میں نہیں آنے والا۔ تو ہم سب بطارقہ کی رائے اور مشورہ کو لا اعتنا کر کے اپنا کہا کرنا چاہتا ہے اور ہم کو خاطر میں نہیں لاتا لہٰذا میں لڑائی میں تیری تبعیت نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ بطریق واپس پلٹا۔ اس کو دیکھ کر بہت کافی تعداد میں لوگ اس بطریق کے ہمراہ بعلبک واپس لوٹ گئے لیکن اس کے باوجود بھی حاکم ہربیس آمادۂ جنگ ہوا۔ الغرض! حضرت ابوعبیدہ نے دیکھا کہ رومیوں کا لشکر مزاحم ہونے آیا ہے تو آپ نے مجاہدوں کو یلغار کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تمام مجاہد رومیوں پر ٹوٹ پڑے جیسے کوئی شیر بھیڑ بکریوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ روایت فرماتے ہیں کہ قسم ہے رحمت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ نہ تھا ہمارے اور ان کے بیچ میں مگر ایک گرد اوا یہاں تک کہ پیٹھ پھیری انہوں نے شہر کی جانب اور حاکم ہربیس بھی بری طرح زخمی ہو کر بھاگا۔ حاکم ہربیس کو ساٹھ زخم لگے تھے۔ ہربیس مع اپنے لشکر بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔

اسلامی لشکر بعلبک کے قلعہ کے قریب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بعلبک کے اطراف کے دیہات کے لوگ مع اپنے جانوروں کے قلعہ میں آ کر پناہ گزین ہوئے تھے اور اتنی کثرت سے لوگ قلعہ میں جمع ہوئے تھے کہ پاؤں رکھنے کی بھی جگہ باقی نہ تھی لہٰذا کافی تعداد میں لوگ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے تھے۔ قلعہ کی دیوار بہت چوڑی اور کشادہ تھی اور مضبوطی کے اعتبار سے پورے ملک شام میں بعلبک کے قلعہ کی دیوار مشہور تھی۔ شام کا وقت تھا۔ آفتاب غروب ہونے جا رہا تھا۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ حالانکہ بعلبک میں گرمیوں کے دنوں میں بھی سخت سردی رہتی ہے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کے باہر پڑاؤ کیا اور شب بسر کی۔ مجاہدین اپنے ساتھیوں کی نگہبانی کرتے تھے اور عبادت میں مشغول ہو کر رات گزاری۔

جنگ بعلبک کا دوسرا دن:

صبح حضرت ابوعبیدہ نے اہل بعلبک کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں آپ نے اہل شہر کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ادائے جزیہ یا پھر جنگ کا پیغام دیا۔ پھر وہ خط ایک رومی معاہدی کو دیا اور اس کو تاکید فرمائی کہ اس کا جواب لے کر ہی واپس آنا۔ وہ رومی معاہدی (جس نے جزیہ دے کر امان حاصل کی تھی) حضرت ابوعبیدہ کا خط لے کر شہر پناہ کے قریب آیا اور رومی زبان میں پکار کر کہا کہ اسلامی لشکر کے قاصد کی حیثیت سے تمہاری طرف آیا ہوں۔ رومیوں نے قلعہ کی دیوار سے ایک رسی کے ذریعہ قاصد کو اوپر کھینچ لیا اور حاکم ہربیس کے پاس لے گئے۔ قاصد نے حضرت ابوعبیدہ کا خط ہربیس کو دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے ہربیس کو رومی زبان میں خط لکھا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے مرمس بن کَوْرَكْ نام کے ایک رومی کاتب (Writer) کو اپنے ساتھ محرری کے کام پر متعین کیا تھا۔ وہ کاتب رومی اور عربی دونوں زبان کا ماہر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ جو بھی عربی تحریر ارقام فرماتے تھے وہ کاتب اس کا رومی زبان میں ترجمہ لکھ دیتا تھا۔ حاکم ہربیس نے حضرت ابوعبیدہ کا خط حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس معاملہ میں تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟ ایک بطریق نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم بھی ارکہ، تدمر، بصرہ اور دیگر مقام کے لوگوں کی طرح ادائے جزیہ کی شرط پر عربوں سے صلح کر کے بے ڈر و مامون ہو جائیں کیونکہ اگر ہم نے ان سے جنگ کی تو وہ ہمارے جنگجو اور شہسوار لوگوں کو قتل کر کے ہم پر غالب آ جائیں گے اور ہمارے مال و

اسباب اور اہل و عیال پر قابض ہو جائیں گے۔

بطریق کا یہ مشورہ سن کر حاکم ہربیس لال پیلا ہو گیا اور آنکھیں لال کر کے اور چڑھا کر جواب دیا کہ میں نے ملک شا
میں تجھ سے بڑھ کر بزدل اور ڈرپوک کوئی نہیں دیکھا۔ کیا ہم ہمارے شہر کو بھوکے اور بازاری عربوں کے حوالے کر دیں؟
خواہ مخواہ ان عربوں سے ڈرتے ہو۔ گزشتہ کل کی لڑائی میں میں نے ان کی جنگی مہارت کو آزما لیا ہے، ان کو لڑائی کا ڈھنگ
معلوم نہیں۔ علاوہ ازیں وہ لڑائی میں ایسے دلیر بھی نہیں ہیں جیسی ان کی شہرت ہے۔ گزشتہ کل میں ان کے لشکر کے میمنہ پر حم
کرنے کی غلطی کر بیٹھا، اگر ان کے لشکر کے میسرہ حملہ کیا ہوتا تو ضرور انہیں شکست دے کر بھگا دیتا۔ بطریق نے جوا
میں استہزاء کے طور پر کہا کہ شاید اسلامی لشکر کے میسرہ اور قلب والے تجھ سے ڈرتے ہوں گے؟ حاکم ہربیس سے کوئی جواب
بن پایا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ اہل بعلبک دو گروہ میں بٹ گئے۔ ایک گروہ لڑائی کا حامی تھا اور دوسرا صلح کا خواستگ
تھا۔ دونوں گروہ میں بات آگے بڑھے اس کے قبل حاکم ہربیس نے اپنا رنگ دکھاتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ کا خط چاک کر کے
قاصد پر پھینکا اور قاصد سے کہا کہ ''یہی ہمارا جواب ہے'' پھر اس نے قاصد کو واپس بھیجنے کا حکم دیا چنانچہ رومی سپاہیوں نے
رومی قاصد کو رسی میں باندھ کر لٹکا کر نیچے اتار دیا۔ قاصد نے حضرت ابوعبیدہ کو تمام ماجرہ کہہ سنایا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اسلا
لشکر کو قلعہ کا محاصرہ سخت کرنے اور حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی لشکر قلعہ کی دیوار کی طرف آگے بڑھا۔ اسلامی لشکر کو آگے بڑھتا دیکھ کر رومیوں نے قلعہ کی دیوار کے اوپر سے شور
غل مچانا شروع کیا اور تیروں اور پتھروں سے حملہ شروع کر دیا۔ حاکم ہوبیس قلعہ کی دیوار کے بڑے برج میں زخموں پر پٹیا
باندھ کر بیٹھا تھا اور اپنی قوم کو لڑائی کی ترغیب دیتا تھا۔ اس کے اکسانے کی وجہ سے رومیوں نے اسلامی لشکر پر سخت حملہ کر
ہوئے تیروں کی بوچھار شروع کر دی۔ مثل بارش پتھر برسائے۔ اسلامی لشکر کے بارہ مجاہد شہید ہوئے۔ آفتاب غروب ہوا او
اسلامی لشکر قلعہ کے سامنے تھوڑے فاصلہ پر واقع اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ کیمپ میں واپس آ کر تمام مجاہدوں نے ایک ہ
کام کیا اور وہ یہ کہ شدت کی سردی سے بچنے کے لئے لکڑیاں جلا کر آگ روشن کی۔ چند اشخاص کو حضرت ابوعبیدہ نے رات میں
نگہبانی کی ذمہ داری سپرد فرمائی۔ نگہبان حضرات رات بھر تہلیل و تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر کے کیمپ کے
ارد گرد گشت کرتے رہے یہاں تک کہ رات خیر و عافیت سے رخصت ہوئی اور صبح نمودار ہوئی۔

جنگ بعلبک کا تیسرا دن:

صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر میں منادی کروا دی کہ کوئی بھی شخص قلعہ کی طرف بڑھ کرن
جائے بلکہ لشکر کے کیمپ میں ہی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے اور اپنے لئے کچھ کھانے کا انتظام کر لے تا کہ دشمنوں سے لڑنے میں
تقویت حاصل ہو۔ حضرت ابوعبیدہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسلامی لشکر کیمپ میں ہی ٹھہرا رہا اور ہر شخص کھانے پینے کا
انتظام کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جب آفتاب بلند ہوا تو رومیوں نے قلعہ کی دیوار سے دیکھا کہ آج اسلامی لشکر قلعہ کے قریب
نہیں آیا بلکہ ابھی تک اپنے کیمپ میں مقیم ہے اور کسی قسم کی کوئی جنگی حرکت و جنبش ہوتی دکھائی نہیں دیتی تو انہوں نے یہ گمان

لیا کہ شاید مسلمان حملہ سے عاجز ہو کر اور مارے ڈر کے لڑنے نہیں نکلے ہیں۔ حاکم ہربیس نے رومیوں کو پکار کر کہا کہ تمہارے دشمن خوف کی وجہ سے لڑنے سے باز رہے ہیں۔ لہٰذا موقع غنیمت ہے کہ ان کی عاجزی اور غفلت کا فائدہ اٹھا کر شہر کے تمام دروازے کھول کر ہم سب ایک ساتھ نکل کر ان پر حملہ کر دیں اور انہیں ہلاک کر دیں۔

حاکم ہربیس کی اس تجویز کے مطابق قلعہ کے تمام دروازوں سے دفعۃً ہزاروں رومی ایک ساتھ نکلے اور امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح اسلامی لشکر کے کیمپ پر آ پڑے۔ تمام مسلمان کھانے پینے میں مشغول ہونے کی وجہ سے حملہ سے غافل تھے۔ چند مجاہدوں نے رومیوں کو طوفان کی کیفیت سے آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے پکار کر مجاہدوں کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا کہ اے گروہ مسلمین! دشمن ہم پر آ پڑے ہیں۔ وہ ہم پر آ پڑیں اس کے قبل مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس صدا پر اسلامی لشکر کا ہر مجاہد چونک اٹھا۔ کسی کے ہاتھ میں لقمہ تھا، کسی کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا، کوئی کھانا پکا رہا تھا، کوئی کھانا پتیلی سے طشت میں نکال رہا تھا، کوئی کھانا کھا رہا تھا غرض کہ تمام کے تمام خورد و نوش میں منہمک تھے۔ تمام مجاہد دفعۃً کھڑے ہو کر اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے۔ ایک ہلچل مچ گئی۔ مجاہدوں نے اپنے ہتھیار سنبھالے اتنی دیر میں تو رومی ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوعبیدہ نے پکار کر فرمایا کہ اے عرب کے جوانو! اگر آج اہل بعلبک تم پر غالب ہو گئے تو تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ صبر اور استقلال سے ان کا مقابلہ کرو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔

تمام مجاہد اپنے معزز سردار کی تلقین پر جذبہ ایثار و قربانی کے جوش میں بھر گئے اور دلیری سے رومیوں کا مقابلہ کیا لیکن تمام مجاہد بے ترتیب تھے۔ دفعۃً رومیوں کے آ پڑنے کی وجہ سے صف بندی کا موقع نہ ملا تھا اور بعض تو اپنے گھوڑوں پر سوار تک نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ عامری، حضرت مالک اشتر نخعی، حضرت ذوالکلاع حمیری اور حضرت ضرار بن ازور نے بڑی جرأت و شجاعت سے مقابلہ کر کے رومیوں کے بڑے بڑے دلیروں اور سرداروں کو زمین پر ڈال دیا اور جس طرح چکی غلہ کو پس ڈالتی ہے اس طرح پس کر رکھ دیا۔ مقتولین کی چیخ و پکار، زخمیوں کی آہ و بکا، تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی چقا چاق، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، مجاہدوں کی پکار و للکار کے شور و غل اور رومی سپاہیوں کے ہلڑ و غوغا نے بھیانک سماں باندھ دیا تھا۔ تمام مجاہد اپنی جان ہتھیلی میں لے کر رومیوں کا مقابلہ کر کے ان کو مار ہٹاتے تھے۔ مجاہدوں کی ثابت قدمی نے رومیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسلامی لشکر کے کیمپ کا وہ حصہ جہاں مستورات اور اطفال تھے جہاں تک ایک بھی رومی پہنچنے سے عاجز و قاصر رہا البتہ رومیوں نے مجاہدوں کا قیمتی اسباب کپڑے اور غلہ کافی تعداد میں لوٹ لیا اور قلعہ کی طرف بھاگے۔ مجاہدوں نے قلعہ کے دروازے تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے فراخی سے شمشیر زنی کی اور کافی تعداد میں رومیوں کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ رومی قلعہ میں گھس گئے اور دروازے بند کر لئے۔ مجاہدین کیمپ میں واپس لوٹے زخمیوں کا علاج کیا اور شہیدوں کو اول منزل پہنچایا۔ اس معرکہ میں پندرہ مجاہد شہید ہوئے تھے۔

رات کے وقت حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے روساء کو جمع کر کے فرمایا کہ آج دن میں ہم ایک بڑے فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری نصرت و مدد فرما کر ہمیں بہت بڑے نقصان سے محفوظ رکھا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ

نے فرمایا کہ آج رومیوں نے جو جرأت کی ہے اس سے مجھے ایسا لگتا ہے کہ آئندہ کل بھی وہ قلعہ سے لڑنے نکلیں گے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم ہمارے لشکر کے کیمپ کو مزید فاصلہ تک پیچھے ہٹا دیں تا کہ قلعہ اور ہمارے کیمپ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جائے کہ ہم کو گھوڑا دوڑانے کا موقع آسانی سے میسر ہو سکے اور ہم رومیوں کو اچانک دھاوا بولنے سے باز رکھ سکیں علاوہ ازیں کل صبح قلعہ کے ہر دروازے کے سامنے ڈیرا ڈال دیں تا کہ جس دروازے سے بھی رومی لشکر نکلے ہم اس کا فوراً دفاع کر سکیں۔ تمام مجاہدوں نے حضرت ابوعبیدہ کی رائے کو پسند کیا اور رات ہی میں اس تجویز پر عمل کر لیا گیا۔ چنانچہ حضرت ضرار بن ازور باب شام پر، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی باب جبلی پر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح باب وسط پر اپنے اپنے لشکر کے ساتھ رات میں پہنچ گئے اور اپنی اپنی جگہ اختیار کر کے ڈیرا ڈال دیا۔

جنگ بعلبک کا چوتھا دن:

صبح قلعہ کا دروازہ (باب وسط) کھلا۔ اس دروازہ کے سامنے حضرت ابوعبیدہ نے پڑاؤ کیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی رومی سپاہی طوفانی سیلاب کی طرح قلعہ کے باہر امنڈ امنڈ کے آنے لگے اور آنے کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حاکم ہربیس نے قلعہ کے اندر ہی لشکر کی ترتیب اور صف بندی کر لی تھی اور بعد میں لشکر کو باہر نکالا تھا۔ پوری تیاری کے ساتھ لشکر قلعہ کے باہر آیا تھا۔ حاکم ہربیس اپنے لشکر کو لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اپنی افرادی اور اسلحی کثرت کی فراخی کا ذکر کر کے حملہ کرنے پر اکساتا تھا اور پکار پکار کہتا تھا کہ اے گروہ نصرانیہ مسیح اور صلیب سے مدد طلب کرو ان ننگے اور بھوکے عربوں سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ ان عربوں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی طاقت و استطاعت نہیں۔ حاکم ہربیس کے ورغلانے سے رومی سپاہی آندھی کی طرح حضرت ابوعبیدہ کے لشکر پر آپڑے۔ حالانکہ حضرت ابوعبیدہ اپنے لشکر کے ساتھ چوکنا اور ہوشیار تھے لیکن رومیوں کی بھاری کثرت اور حملہ کی شدت کی وجہ سے پریشان تھے۔ رومیوں نے ان کو ہر سمت سے گھیر لیا تھا حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو پکار کر فرمایا کہ آج رومیوں نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ تم مطلق نہ گھبراؤ اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرو اگر آج تمہارے قدم اکھڑ گئے تو اسلامی لشکر کا رعب و دبدبہ زائل ہو جائے گا اور ملک شام میں یہ بات پھیل جائے گی کہ بعلبک والوں نے مسلمانوں کو بھگا دیا نتیجۃً تمہاری ہیبت و دہشت رومیوں کے دلوں سے جاتی رہے گی۔ اے حاملان قرآن خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور خدا کی مدد و نصرت ضرور نازل ہو گی صبر و استقلال سے کام لو، صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے اپنی جانیں راہ خدا میں خرچ کرو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو اپنی خواہش و تمنا بناؤ انشاء اللہ فتح و کامیابی سے اللہ تعالیٰ ہمیں سرفراز فرمائے گا۔

حضرت ابوعبیدہ کے ارشادات نے مجاہدوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا اور رومیوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب کے سامنے مجاہدین مضبوط چٹان کی طرح مقابلے میں جمے ہوئے تھے دونوں لشکر ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ نیزے اور تلواریں بلند ہو کر چمکنے لگے اور خوں ریزی شباب پر آئی۔ رومیوں نے شدت کے حملے جاری رکھے لیکن مجاہدوں نے بلند ہمتی سے مقابلہ کیا اور رومیوں کو غالب نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ مجاہدین اس وقت سخت تنگی اور مصیبت میں تھے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ نے دل میں کہا کہ کاش باب جبلی اور باب شام پر سعید بن زید اور حضرت ضرار بن ازور کو ہماری

یبت کی خبر پہنچ جائے اور وہ یہاں آ جائیں تو ہماری مصیبت دور ہو جائے لیکن ان تک خبر پہنچانا کیسے ممکن ہو۔ حضرت سہیل بن
ح العیسی روایت کرتے ہیں کہ میں بعلبک کی جنگ کے دن حضرت ابوعبیدہ کے لشکر میں تھا اور مجھے دائیں بازو پر سخت زخم پہنچا
ہاتھ بیکار ہو گیا۔ میں ہاتھ سے تلوار بھی پکڑ نہیں سکتا تھا اور رومیوں کی شدت و کثرت دیکھ کر مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے دینی
بھائی عنقریب ہلاک ہو جائیں گے قریب میں ہی ایک ٹیلہ تھا میں ہنگامہ لڑائی سے چھٹک کر اس ٹیلہ کی طرف بھاگا اور اس پر
ھ گیا ٹیلے پر چڑھ کر میں نے دیکھا کہ رومیوں کے درمیان مجاہدین ہر طرف سے گھیر لئے گئے ہیں نیزوں اور تلواروں کی
یں خود اور ڈھالوں پر پڑتی تھیں اور آگ کی چنگاریاں اڑتی ہوئی صاف دکھائی دیتی تھیں۔ آگ کی چنگاریاں دیکھ کر میرے
ن میں ایک خیال آیا میں نے قریب بکھری ہوئی درختوں کی سوکھی جڑیں اور شاخیں جمع کیں اور سنگ چقماق (flint) سے
ب روشن کی۔ آگ روشن ہوتے ہی اس پر ہریلی اور گیلی لکڑیاں رکھ دیں لہٰذا بڑی کثرت سے دھواں نکلا پھر دھواں بلند ہوا۔

اسلامی لشکر میں ایک دستور رائج تھا کہ جب وہ ایک جگہ اکٹھا ہونا چاہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلانے کا
دہ کرتے تو دن کے وقت میں دھواں بلند کرتے تھے اور رات کے وقت آگ بلند کرتے تھے۔ حضرت ضرار بن ازور اور
ضرت سعید بن زید اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کے بند دروازوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بعضوں کو پکار کر کہا
۔ یہ دھواں کسی بڑے امر کی دلالت کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ ہمارے سردار حضرت ابوعبیدہ سخت مصیبت میں گرفتار ہوئے ہوں
، ہماری کمک کی طلب کے لئے انہوں نے دھواں بلند کر کے ہمیں بلایا ہو۔ یہ خیال آتے ہی باب جبلی سے حضرت سعید بن
ید اور باب شام سے حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے روانہ ہوئے اور فوراً باب وسط پر آ پہنچے۔

باب وسط پر معرکہ جنگ شباب پر تھا لڑائی کی آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے نیزوں کے پھل اور تلواروں کی نوکیں چمک
ی تھیں۔ حضرت ابوعبیدہ کا گروہ سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ رومی بڑے جوش و خروش میں تھے اور ان کو اسلامی لشکر پر غالب
ہ جانے کا یقین ہو گیا تھا کہ دفعۃً حضرت سعید اور حضرت ضرار کے لشکر تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آ پہنچے۔ رومی
س وقت قلعہ کی دیوار اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے درمیان تھے اب صورت حال یہ ہوئی کہ حضرت سعید اور حضرت ضرار کے
شکر قلعہ کی دیوار کی طرف سے آئے لہٰذا اب رومی لشکر دو سمت سے اسلامی لشکر کے بیچ میں واقع ہو گیا اسلامی لشکر کے کیمپ کی
مت حضرت ابوعبیدہ کا لشکر تھا اور قلعہ کی دیوار کی سمت میں حضرت سعید اور حضرت ضرار کے لشکر حائل ہوئے۔ رومی لشکر اب نہ
آگے کو بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے کو ہٹ سکتا تھا۔ دونوں طرف سے مجاہدوں نے شدید حملہ شروع کیا۔ کمک آ جانے کی اطلاع ملتے
ہی حضرت ابوعبیدہ کا لشکر اب دوہرے جوش سے قتال کرنے لگا۔ قلعہ کی دیوار کی جانب سے حضرت سعید اور حضرت ضرار نے
ایسا سخت حملہ کیا کہ حاکم ہربیس بوکھلا گیا دونوں سمت سے مجاہدوں نے رومیوں کے سروں کو تن سے جدا کرنا شروع کیا۔ حاکم
ہربیس نے چلا کر رومیوں سے کہا کہ عربوں نے مکر و فریب کر کے ہم کو اس طرح نرغہ میں لے لیا ہے کہ ہمارے اور قلعہ کے
درمیان ان کا لشکر حائل ہو گیا ہے لہٰذا اب سختی سے لڑو اور داد شجاعت حاصل کرو لیکن رومی زیادہ وقت ٹھہر نہ سکے پیٹھ دکھا کر
بھاگنا شروع کیا لیکن قلعہ کی طرف بھی بھاگ نہ سکتے تھے کیونکہ وہاں حضرت سعید اور حضرت ضرار کا لشکر موت کا طمانچہ مارنے

کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا رومی لشکر کے سپاہی معرکہ جنگ کی بائیں جانب سے پہاڑ کی طرف بھاگے۔ حاکم ہربیس بھی فرار ہونے والوں میں شامل تھا۔ حالانکہ مجاہدوں نے حاکم ہربیس کو ڈھونڈھ کر ختم کر دینے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنے محافظوں کے درمیان محصور ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہ آیا۔ اور پہاڑ کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ حاکم ہربیس مغرور رومیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ پر واقع ایک مضبوط غار کے حصار میں پناہ گزین ہو گیا۔

حضرت سعید بن زید کا حاکم ہربیس کے تعاقب میں پہاڑ کے حصار تک جانا:

جب باب وسط پر رومیوں نے ہزیمت اٹھائی اور حاکم ہربیس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑ کے حصار کی طرف بھاگ رہا تھا تو حضرت سعید بن زید نے اس کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا حضرت سعید پانچ سو (۵۰۰) سواروں کو لے کر تعاقب کرتے ہوئے پہاڑ کے حصار تک پہنچ گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی پہاڑ کے حصار میں پناہ گزیں تھے۔ مجاہدوں نے پہاڑ کے حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور تمام رومی حصار میں قید کی حالت میں تھے۔ کسی کے ساتھ کھانا اور پانی نہیں تھا لہٰذا سخت تکلیف میں مبتلا تھے لیکن مجاہدوں کے خوف سے حصار کے باہر نکلنے کی کسی کی بھی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ اس حصار میں ٹھہرنے کے بعد جب رومیوں کو پتہ چلا کہ ہم کو گھیرنے والے مسلمان بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں اور ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو ان کو جرأت ہوئی۔ ہتھیار تو ان کے ساتھ موجود تھے لہٰذا وہ تمام مجتمع ہو کر حصار سے نکلے اور دفعۃً مجاہدوں پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے اپنی جان پر کھیل کر حملہ کیا تھا اور موت کی لڑائی لڑنے پر آمادہ ہوئے تھے لیکن مجاہدوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کر کے لڑائی کے فن دکھائے۔ فریقین میں شدت کی جنگ جاری تھی اور مجاہدین ابتلائے مصیبت و پریشانی میں تھے۔ کئی مجاہد شہید ہوئے تھے اور بہت سے زخمی ہو گئے تھے۔

حضرت مصعب بن عدی تنوخی بھی حضرت سعید بن زید کے ہمراہ تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کا حملہ بہت شدید ہے اور انہوں نے یہ طمع کی ہے کہ تمام مجاہدوں کو لقمہ اجل بنا دیں تو وہ معرکہ جنگ سے نکل کر تیز رفتار گھوڑے پر بعلبک کے قلعہ کے باب وسط پر آئے اور آتے ہی زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے گروہ مومنین تمہارے بھائی سخت مصیبت میں گرفتار ہیں ان کی مدد کے لئے جلدی چلو۔ حضرت ابوعبیدہ نے جب یہ آواز سنی تو حضرت مصعب بن عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اے ابن عدی تمہارے پیچھے کیا حال ہے؟ حضرت مصعب بن عدی نے تمام کیفیت بتائی۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً پہاڑ کے حصار پر پہنچ کر اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ضرار کے ساتھ تیر اندازوں کے گروہ کو بھی روانہ فرمایا حضرت ضرار بن ازور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں بڑا نازک مرحلہ درپیش تھا اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو رومیوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اسلامی لشکر کے ستر مجاہدوں کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا اور باقی تمام مجاہد بری طرح زخمی تھے، کچھ بیہوش پڑے تھے۔ ان تمام کو بھی شہید کر دینے کی رومیوں نے طمع کی تھی کہ عین وقت پر حضرت ضرار بن ازور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہنچ گئے اور جاتے ہی مثل شیر رومیوں پر ٹوٹ پڑے شمشیر زنی اور نیزہ زنی کے جوہر دکھا کر کثیر تعداد میں رومیوں کو خاک و خون میں ملا دیا حاکم ہربیس اپنے ساتھیوں

کو لے کر واپس حصار میں گھس گیا۔ مجاہدوں نے پھر ایک مرتبہ رومیوں کو حصار میں قید جیسی حالت میں کر دیا۔ مجاہدوں نے حصار کے گرد سخت پہرا بٹھا دیا کوئی بھی رومی حصار سے اپنا سر نکالتا تو مجاہد فوراً تیر چلاتے اور اس کو زخمی یا کشتہ کر دیتے تھے۔

جب شام کا وقت قریب ہوا تو حضرت ابوعبیدہ نے آدمی بھیج کر حضرت سعید بن زید کو کہلایا کہ رات کے وقت حصار کا پہرہ دینے میں بہت ہی احتیاط رکھیں اور حصار سے ایک بھی رومی بھاگ نہ جائے اس بات کا خیال رکھیں۔ حضرت سعید نے سو مجاہدوں کو لکڑیاں جمع کرنے بھیجا تھوڑی دیر میں لکڑیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ حضرت سعید نے رات بھر لکڑیاں جلائے رکھنے کا حکم دیا تا کہ سخت سردی میں مجاہدین اپنے بدن کو سینکتے رہیں اور آگ کی روشنی میں رومیوں پر کڑی نگرانی بھی کی جا سکے تا کہ کسی کو اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ حضرت سعید بن زید رات بھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حصار کے گرد تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے گھومتے رہے اور سخت نگرانی کی خدمت انجام دی۔ حصار میں چھپے ہوئے رومیوں کی حالت بہت خراب تھی۔ بھوک اور پیاس کی وجہ سے ان کا برا حال تھا علاوہ ازیں سخت سردی میں ان کے جسم شل ہو گئے تھے کیوں کہ کسی کے ساتھ اوڑھنا بچھونا نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے توبہ تلا کر کے رات بسر کی۔ صبح حاکم ہربیس نے اپنے بطارقہ سے مشورہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسی طرح ہم حصار میں مقید رہے تو ہم تمام بھوک، پیاس اور سردی کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ اب ہم ان عربوں سے صلح کر لیں۔ تمام نے ہربیس حاکم کی رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حاکم ہربیس حصار کے کنارے پر آیا اور اپنا سر باہر نکال کر پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! میں حاکم ہربیس ہوں اور تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چند مجاہدین اپنے ساتھ ترجمان لے کر اس کے قریب گئے اور بواسطہ ترجمان پوچھا کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ ہربیس نے کہا کہ اگر تمہارے سردار مجھ کو امان دیں تو میں ان کے سامنے آ کر کچھ گفتگو صلح کے تعلق سے کرنا چاہتا ہوں۔

ترجمان نے حضرت سعید بن زید کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ حصار سے میرے پاس آنے اور پھر مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد واپس حصار میں جانے تک اس کے لئے امان ہے۔ ترجمان نے آ کر ہربیس کو مطلع کیا۔ چنانچہ حاکم ہربیس نے اپنا قیمتی لباس اتار کر بکریوں اور بھیڑوں کے اون سے بنائے ہوئے صوف کے کپڑے کا لباس زیب تن کیا اور اپنے ہتھیار حصار میں چھوڑ کر خالی ہاتھ بحالت ذلت حضرت سعید بن زید کے پاس آیا۔ حاکم ہربیس نے صوف کا لباس اپنی ذلت و خواری کے اظہار کے لئے پہنا تھا۔ ہربیس نے حضرت سعید سے کہا کہ میں نے اب جنگ کا ارادہ بالکل ترک کر دیا ہے اور تمہارے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اپنے اور اہل بعلبک کے لئے تم سے صلح کر کے امان حاصل کروں۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ صلح دو شرطوں پر ممکن ہے۔ یا تو تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ، اس صورت میں تمہارا اور ہمارا حال یکساں ہو جائے گا اور اگر تم کو دین اسلام اختیار کرنے سے انکار ہے تو جزیہ ادا کرو اور ساتھ میں یہ بھی عہد و پیمان کرو کہ اسلامی لشکر کی مخالفت نہ کرو گے اور نہ ہی ہمارے دشمنوں کا ساتھ دو گے۔ حاکم ہربیس نے کہا کہ مجھے تمہاری دوسری شرط منظور ہے، اسی وقت صلح کرنے پر آمادہ ہوں۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ صلح کرنے کا اختیار صرف ہمارے سردار حضرت ابوعبیدہ کو ہے۔ اگر صلح کرنی ہے تو ان کی خدمت میں جانا پڑے گا۔ اگر تم آنا چاہو تو میں تم کو اپنی ذمہ داری اور امان میں لے چلوں گا۔ اگر کسی وجہ سے صلح واقع نہ ہوئی تو

تب بھی تم کو پہاڑ کے حصار تک واپس اپنی حفاظت میں پہنچا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

حضرت سعید بن زید کے وعدے پر اعتماد کر کے ہربیس حضرت ابوعبیدہ کے پاس آنے کے لئے رضامند ہو گیا۔ حضرت سعید اس کو لے کر بعلبک کے قلعہ پر آئے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ کے حکم سے اسلامی لشکر نے بعلبک کے قلعہ پر سخت حملہ جاری رکھا تھا۔ اہل بعلبک قلعہ کی دیوار سے روتے اور چلاتے تھے اور شہر میں لڑنے والے سپاہی بھی موجود نہ تھے۔ شہری اور تاجر، مرد، بچے، بوڑھے اور عورتیں مارے ڈر کے تھر تھر کانپتے تھے اور رو رو کر اپنا سینہ اور سر پیٹتے تھے۔ اسلامی لشکر کے حملے کا جواب دینے کی ان میں مطلق سکت و استطاعت نہ تھی۔ جب حضرت سعید بن زید کے ہمراہ آ کر حاکم ہربیس نے اہل شہر کی پراگندہ حالت دیکھی تو افسوس و رنج کے عالم میں سر کو ہلانے لگا اور اپنے دانتوں سے اپنی ہی انگلیاں کاٹنے لگا۔

''فتح قلعۂ بعلبک''

جب حاکم ہربیس حضرت سعید بن زید کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کے پاس آیا تب حضرت مرقال بن عتبہ قلعہ کی دیوار کے قریب گئے اور اہل بعلبک سے کہا کہ تمہارا سردار اس وقت ہمارے سردار کے پاس صلح کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اے صلیب کے پوجنے والو! اگر تم ہم سے صلح نہ بھی کرتے تب بھی ہم تمہارے شہر پر قابض ہو جاتے کیونکہ ہمارے مقدس نبی، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو پورا ملک شام فتح ہونے کے وعدۂ الٰہی کی بشارت دی ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات کو اللہ تبارک و تعالیٰ پوری فرماتا ہے۔ بقول:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اہل بعلبک نے کہا کہ ہمارے بطریق ہربیس نے خوامخواہ جنگ مول لے کر ہم کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اگر وہ پہلے سے ہی صلح پر آمادہ ہو جاتا تو ہم کو یہ دن دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ پھر انہوں نے خوف و ڈر کی وجہ سے رونا اور چیخنا شروع کیا اور بلند آواز سے ''لَفُوْنَ لَفُوْنَ'' یعنی ''امان، امان'' پکار کر امان طلب کرنے لگے۔

حاکم ہربیس نے حضرت ابوعبیدہ سے ایک عجیب بات کہی:

صلح کی گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے بعلبک کے حاکم ہربیس نے حضرت ابوعبیدہ سے ایک عجیب وغریب بات کہی۔ جس کو ہم علامہ واقدی کی کتاب سے حرف بحرف نقل کرتے ہیں:

''اور کہا اس نے کہ یہ بتحقیق میں نے جانا تھا اس امر کو کہ تم بہت ہو تعداد میں۔ اس سے کہ جتنے تم ہو اور خیال میں آتا اور معلوم ہوتا تھا ہم کو تمہاری لڑائی کے وقت اور ہنگام اٹھانے شدت کے تمہاری لڑائی میں یہ کہ تم لوگ بہ تعداد سنگریزوں کے ہو کثرت میں اور ہم دیکھتے تھے سبز گھوڑوں کو کہ سر ان کے ہوا سے ملے ہوئے اور ان پر

لوگ سبز پوش نشان لئے ہوئے سوار ہوتے تھے۔ پس جب آیا میں تمہارے بیچ میں نہیں دیکھتا ہوں میں کوئی چیز اس میں کی اور دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کو اب تھوڑی تعداد میں اور نہیں جانتا ہوں کہ کیا کام کیا ان لوگوں نے اور کیا ہوئے۔ آیا انہیں لوگوں کو بھیجا ہے تم نے بجانب عین الحبر یا اور کسی طرف۔ پس سامنے آئے اس کے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہا مترجم سے کہ کہہ تو اس سے کہ تحقیق ہو تجھ پر ہم لوگ گروہ مسلمانوں کے ہیں بہت دکھلاتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری تعداد کو مشرکین کی آنکھوں میں اور مدد دیتا ہے ہم کو ساتھ فرشتوں کے جیسا کہ اس نے ہمارے ساتھ بدر کی لڑائی میں کیا تھا۔"

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص:۱۸۲)

یعنی حاکم ہربیس نے کہا کہ جب ہماری اور تمہاری جنگ ہو رہی تھی تب میں نے دیکھا تھا کہ تمہارے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سبز رنگ کے گھوڑوں پر سبز کپڑوں میں ملبوس اور ہاتھ میں نشان لے کر لڑنے والے کافی تعداد میں نظر آتے تھے لیکن اس وقت ان میں کا کوئی ایک بھی نظر نہیں آتا اور تمہاری تعداد بھی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کی نظر میں ہماری تعداد بہت دکھاتا ہے اور جس طرح جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی تھی اسی طرح ہماری ہر جگہ مدد فرماتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں پر احسان اور کرم فرما کر تمہاری بڑی بڑی جماعتوں پر ہم کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا والی اور مددگار ہے جب کہ تمہارا مددگار کوئی نہیں:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ" (پارہ:۲۶، رکوع:۵، سورہ محمد، آیت:۱۱)

ترجمہ: اس لئے کہ مسلمان کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔" (کنز الایمان)

حاکم ہربیس نے حضرت ابوعبیدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ تم نے ملک شام کو فتح کیا ہے۔ اہل فارس، ترک اور جرامقہ نے جب ہمارے ملک پر حملہ کیا تھا تو ہم نے ان کو عاجز کر کے بھگا دیا تھا۔ علاوہ ازیں ہمارا شہر بعلبک ایسا مضبوط قلعہ والا شہر ہے کہ وہ کبھی بھی مفتوح نہ کر سکے کیونکہ اس شہر کو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رہنے کے لئے تعمیر فرمایا ہے۔ وہ اسی شہر میں رہتے تھے اور ان کا خزانہ اور ان کا ساز و سامان بھی اسی شہر میں رہتا تھا۔ اگر ہم خدا کی نافرمانی نہ کرتے اور معصیت و ظلم میں مبتلا نہ ہوتے تو تم سو برس تک بھی اس شہر کو فتح نہ کر سکتے لیکن اب تو جو ہوا سو ہوا۔ لہٰذا میری آپ سے درخواست ہے کہ تم ہم سے مصالحت کر لو۔

القصہ! حضرت ابوعبیدہ صلح کرنے پر رضامند ہو گئے۔ ☆ دو ہزار اوقیہ سونا ☆ چار ہزار اوقیہ چاندی ☆ دو ہزار ریشمی کپڑے کے تھان ☆ پانچ ہزار تلواریں ☆ پہاڑ کی چوٹی کے حصار میں محصور رومی سپاہیوں کا تمام ہتھیار اسلامی لشکر کو دینے کی شرط پر صلح واقع ہوئی۔

حضرت ابوعبیدہ نے حاکم ہربیس سے فرمایا کہ زمین کا محصول اور جزیہ دونوں تم سے آئندہ سال سے وصول کئے جائیں

گے۔ صلح کر لینے کے بعد تم کسی بادشاہ یا حاکم شہر سے خط و کتابت یا کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ رکھو گے۔ نہ ہمارے دشمن کی مدد کرو گے اور نہ ہی ہمارے دشمنوں کو پناہ دو گے اور کوئی نیا کنیسہ یا گرجا بھی تعمیر نہیں کرو گے۔ حاکم ہربیس نے ان تمام شرائط کو منظور رکھتے ہوئے اپنی ایک شرط پیش کی کہ صلح کے بعد تم شہر میں نہ ٹھہرو گے۔ جن لوگوں کو تم ہماری نگرانی اور حفاظت کے لئے مقرر کرو گے وہ قلعہ کے باہر ہی ٹھہریں۔ ان لوگوں کے لئے قلعہ کے باہر ہم ایک بازار قائم کر دیں گے جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں ملتی رہیں گی۔ یہ تجویز میں نے اس لئے پیش کی ہے کہ اگر آپ کے آدمی شہر کے اندر رہیں اور کبھی کسی سے سخت کلامی کی وجہ سے تنازع وقوع پذیر ہو جائے تو فساد کی نوبت آ جائے گی اور پھر ہم ایک دوسرے پر بے وفائی، بدعہدی اور عہد شکنی کا الزام لگائیں گے لہٰذا پہلے سے ہی احتیاط برت کر یہ امر طے کر لیں کہ تمہارے آدمی قلعہ کے باہر ہی مقیم رہیں تا کہ فتنہ و فساد کا دروازہ کبھی نہ کھلے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ شرط مجھ کو منظور ہے۔ ہم کو تمہارے شہر میں مقیم ہو کر رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔

اس قرارداد کے بعد ہربیس قلعہ کی دیوار کے قریب گیا۔ ہربیس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے لوگوں کو پکار کر کہا کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں صلح واقع ہوگئی ہے۔ پھر ہربیس نے صلح کے تمام شرائط اپنی قوم کو سنائے۔ قوم نے کہا کہ تم نے جس قدر مال مسلمانوں کو دینے کا طے کیا ہے ہم اتنا مال دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہربیس نے کہا کہ میں تمام بوجھ تم پر نہیں ڈالوں گا بلکہ کل مال کا چوتھائی حصہ اپنے ذاتی مال سے ادا کروں گا۔ ہربیس کی اس سخاوت پر اہل بعلبک خوش ہو گئے اور انہوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے ہربیس شہر میں داخل ہوا لیکن شرط کے مطابق ایک بھی شخص اسلامی لشکر کا شہر میں داخل نہیں ہوا بلکہ اسلامی لشکر کا کیمپ شہر پناہ کے باہر ہی رکھا اور تمام مجاہدین قلعہ کے باہر مقیم رہے۔

پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت سعید بن زید کو حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی کے حصار میں جو بھی رومی سپاہی مقید ہیں انہیں مع مال وسامان اور ہتھیاروں کے اسلامی لشکر کے کیمپ میں لے آؤ۔ حکم کے بموجب تمام رومی سپاہی لائے گئے۔ صلح کی شرط کے مطابق ان تمام کا ہتھیار لے لیا گیا اور ان تمام کو یرغمال کے طور پر اسلامی لشکر کے کیمپ میں نظر قید رکھا گیا۔ بارہ دن کے بعد صلح کی شرط میں جو مال دینے کا قرار ہوا تھا ہربیس وہ مال لے کر حاضر ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ نے تمام رومی نظر بند قیدیوں کو رہا فرما دیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت رافع بن عبداللہ سہمی کو پانچ سو سوار اور چارسو پیدل سپاہی ملا کر نو سو لوگوں پر سردار مقرر کر کے ان کو بعلبک کے قلعہ کے باہر ٹھہرایا تا کہ وہ خراج و جزیہ وصول کریں، اہل بعلبک کی نگرانی وحفاظت کریں اور ان کو دین اسلام کی خوبیوں سے واقف کرتے رہیں۔

روانہ ہوتے وقت حضرت ابوعبیدہ نے آیات قرآن کی روشنی میں پند و نصائح پر مشتمل ہدایات و تاکید فرمائی اور عدل و انصاف کرنے، تواضع وانکساری اختیار کرنے، عبادت و ریاضت کی رغبت کرنے اور ظلم وستم، تکبر وغرور اور گناہ ومعصیت سے احتراز و اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی اور رومیوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان پر قائم رہ کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے بچنے کی تاکید فرمائی اور خصوصاً اس بات پر زور دیا کہ اپنے ساتھیوں کو سختی سے ممانعت کر دینا کہ وہ بعلبک شہر میں داخل نہ ہوں

کیونکہ ہم نے ان سے صلح کرتے وقت اس شرط پر عمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر ان کو دعائے خیر و برکت سے نواز کر حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور ''حمص'' کی جانب روانہ ہوئے۔

☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک

اہل بعلبک کی درخواست پر مجاہدوں کا شہر میں داخل ہونا:

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت رافع بن عبداللہ کو نو سو مجاہدوں کے ہمراہ بعلبک کے قلعہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اس کی حضرت رافع نے سختی سے پابندی کی تھی۔ قلعہ کے باہر مجاہدوں نے خیمے نصب کر لئے تھے۔ رومیوں نے مجاہدوں کو فرودگاہ (ٹھہرنے کی جگہ) کے قریب ایک بازار قائم کر دیا تھا۔ مجاہدین ضروریات زندگی کی اشیائے صرف اسی بازار سے مول لیتے تھے اور کوئی بھی مجاہد شہر میں پاؤں تک نہیں رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت رافع بن عبداللہ اپنے ماتحت کے مجاہدوں کو سو سو کے گروہ میں الگ الگ مقامات پر تاخت و تاراج کرنے بھیجا کرتے تھے اور جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا اسے بھی قلعہ کے باہر والے بازار میں فروخت کرتے تھے لہٰذا اس بازار میں خرید و فروخت کا تجارتی معاملہ بہت اچھی طرح چلا اور رومی تاجروں نے کافی منافع حاصل کیا۔ رومی تاجروں نے تجارتی معاملے میں مجاہدوں کی دیانتداری، راست گوئی، مروت و احسان، عدل و انصاف، خوش معاملگی اور معاشی صداقت کی خوبیاں اور حسن سلوک سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اسی طرح بغیر کسی اختلاف و تنازع کے آرام سے دن کٹنے لگے اور اہل بعلبک مجاہدوں کے اخلاقی محاسن کی تعریف و توصیف کرنے لگے۔

ایک دن حاکم ہربیس نے تمام تاجروں کو بڑے کنیسہ میں جمع کر کے کہا کہ عربوں سے صلح کرنے کی میں نے تم کو ترغیب دی تھی اور صلح کے عوض زرفدیہ ادا کرنے میں اپنی طرف سے چوتھائی مال دینے کی قربانی دی ہے لیکن اس وقت میں حاکم شہر تھا اور میری آمدنی کے وسیع ذرائع تھے لیکن اب میں بھی تمہاری طرح عام آدمی بن گیا ہوں۔ میری حکمرانی ختم ہوگئی۔ آمدنی کے ذرائع اور وسائل بھی باقی نہ رہے۔ ذریعہ معاش کچھ نہیں رہا اور میں معاشی تنگی سے دوچار ہوں۔ یہ صورت درپیش ہونے کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ اہل بعلبک کی خیر خواہی کے لئے میں نے فراخ دلی سے مالی قربانی دے کر میں خود تنگ دست ہوگیا ہوں اور تم ان عربوں سے کافی نفع کما رہے ہو لہٰذا تم مجھے بھی اپنی آمدنی میں شریک کر لو تاکہ جو کچھ میں نے صلح کے ضمن میں خرچ کیا ہے اس کا مجھے معاوضہ اور نعم البدل مل جائے۔ حاکم ہربیس کی اس درخواست پر کئی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد تمام تاجروں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ہر تاجر اپنی خالص آمدنی (Net Income) سے دسواں حصہ حاکم ہربیس کو دیتا رہے۔ ہربیس نے تاجروں سے آمدنی کا دسواں حصہ وصول کرنے کے لئے ایک ملازم مقرر کر دیا جو تاجروں سے عشر (10%) وصول کر کے ہربیس کو پہنچا دیتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہربیس کے پاس بہت مال جمع ہوگیا اور اس کی تجوری چھلک گئی۔ اب حاکم ہربیس کی لالچ اور طمع مزید بڑھی لہٰذا اس نے پھر ایک مرتبہ تمام تاجروں کو کنیسہ میں جمع کر کے کہا کہ دسویں حصے میں میرا کام

نہیں چل سکتا۔ یہ تو بہت تھوڑا ہے لہٰذا اب سے تم مجھے چوتھائی حصہ (25%) آمدنی کا دیا کرو۔ ہربیس کی اس بیجا طلب پر بعلبک کے تاجروں نے سخت مخالفت کی اور انکار کیا لیکن حاکم ہربیس اپنے ہمنواؤں اور حامیوں کے زور پر اپنی بات پر اٹل رہا اور چوتھائی حصہ لینے پر مصر رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں بحث و دلیل کا آغاز ہوا اور پھر گفتگو میں تیزی اور ترشی آئی اور نوبت تو تو، میں میں تک پہنچی لہٰذا ایک زبردست شور و غل بلند ہوا اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ قلعہ کے باہر مجاہدوں نے جب شہر میں شور و غل بلند ہوتا سنا تو تمام مجاہد حضرت رافع بن عبداللہ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم جا کر معلوم کر آئیں کہ معاملہ کیا ہے۔ حضرت رافع نے جواب دیا کہ میں بھی ہنگامے کا شور سن رہا ہوں لیکن ہمارے سردار نے ان سے صلح کرتے وقت اس بات کا وعدہ دیا ہے کہ ہمارا کوئی بھی آدمی شہر میں داخل نہیں ہوگا لہٰذا ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم شہر میں داخل ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد چند رومی تاجر اور روسائے قوم حضرت رافع بن عبداللہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عربی برادر! ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارا انصاف کر دو۔ حضرت رافع نے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ رومیوں نے حاکم ہربیس کی حصہ داری کی تمام روداد کہہ سنائی۔ حضرت رافع نے پوچھا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اے برادر عربی! ہمارے کچھ جوشیلے نوجوانوں نے طیش میں آ کر ہربیس کو قتل کر ڈالا ہے لہٰذا اب تم ہمارے شہر میں داخل ہو کر شہر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ حضرت رافع نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہمارے سردار حضرت ابوعبیدہ نے ہم کو شہر میں داخل ہونے کی ممانعت فرمائی ہے لہٰذا جب تک ان سے اجازت نہیں ملتی ہم شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم ہمارے سردار کی عدم موجودگی میں بھی ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اہل بعلبک نے حضرت رافع سے بہت ہی منت سماجت کی مگر حضرت رافع ٹس سے مس نہ ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ کی اجازت کے بغیر شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ تمام مجاہدوں کی پابندی عہد اور وفاداری دیکھ کر داد تحسین دینے لگے۔ پھر حضرت رافع نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں بذریعہ قاصد خط لکھ کر صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے جواب لکھا کہ جب اہل شہر تم سے شہر میں داخل ہونے کا اصرار کرتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور میری طرف سے تم کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت رافع بن عبداللہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ بعلبک میں داخل ہوئے اور شہر کے انتظامی امور انجام دیئے۔

جنگ حمص (بار اول)

قنسرین کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بعلبک کی طرف گئے تھے اور حضرت خالد بن ولید کو حمص کے قلعہ کا محاصرہ کرنے بھیج دیا تھا۔ جنگ بعلبک کے وقت حضرت خالد "حمص" (Homs) میں ہی تھے۔ حمص کے قلعہ میں رومیوں نے وافر تعداد میں سامان جنگ، غلہ اور دیگر اشیاء صرف جمع کر رکھی تھیں۔ نیز ہرقل بادشاہ نے حمص کی حفاظت کے لئے "مریس" نام کے بطریق کو مع لشکر حمص بھیج دیا تھا۔ بطریق مریس ہرقل بادشاہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ لڑائی کے فن کا ضرب المثل ماہر تھا۔ اس کی دلیری اور بہادری کے پورے ملک شام میں گیت گائے جاتے تھے۔ جب بعلبک کا قلعہ فتح ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید کی کمک کرنے کے ارادے سے اسلامی لشکر کو حمص کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بعلبک سے روانہ ہو کر "جوسیہ" نامی مقام پر پہنچے

جوسیہ والوں نے اسلامی لشکر سے پہلے صلح کر لی تھی لیکن اب صلح کی مدت پوری ہونے کو تھی۔ حاکم شہر جوسیہ کو جب معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر جوسیہ کے قریب ٹھہرا ہوا ہے تو وہ بہت سارے تحائف و ہدایا لے کر حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کی تجدید کی اور بہت ہی اصرار کر کے لشکر کو جوسیہ شہر میں لے آیا اور ایک دن بطور مہمان ٹھہرا کر خاطر تواضع کی۔ جوسیہ میں ایک دن قیام کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر حمص کی طرف آگے بڑھے اور جب "زراعہ" نامی مقام پر پہنچے تو انہوں نے اسلامی لشکر کو وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت میسرہ بن مسروق عبسی کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے بجانب حمص روانہ کیا۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد حضرت ضرار بن ازور اور حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ سو سواروں کے ساتھ حمص روانہ کیا پھر باقی ماندہ لشکر کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بھی حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید پہلے ہی سے حمص میں موجود تھے۔ انہوں نے اسلامی لشکر کی تمام قسطوں کا استقبال کیا۔ اسلامی لشکر نے نہر کے کنارے اپنا کیمپ قائم کیا۔

اہل حمص کو حضرت ابوعبیدہ کا خط، اہل حمص کا آمادۂ جنگ ہونا، جنگ کا پہلا دن:

حضرت ابوعبیدہ نے حاکم حمص "مریس" کے نام ایک خط لکھا۔ اس کا مضمون بعینہٖ جنلبک والوں کو جو خط لکھا تھا اس کے مطابق تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے ایک رومی معاہدی کو وہ خط دے کر حاکم حمص کی طرف روانہ کیا۔ وہ رومی معاہدی قلعہ کی دیوار کے قریب گیا۔ حمص کے قلعہ کی دیوار پر حاکم مریس نے تیر اندازوں کو تعینات کر رکھا تھا۔ تیر اندازوں نے رومی معاہدی کو قلعہ

کی دیوار کے قریب آتا دیکھ کر کمان میں تیر چڑھائے اور معاہدی پر نشانہ باندھا اور تیر چلانے کا ارادہ کرتے تھے کہ معاہدی نے چلا کر کہا کہ اے میری قوم! اپنے ہاتھ روکو اور توقف کرو۔ میں بھی تمہاری قوم کا فرد ہوں۔ میرے پاس بطریق مریس کے نام اسلامی لشکر کے سردار کا خط ہے۔ تیر اندازوں نے بطریق مریس کو اس امر کی اطلاع دی تو اس نے قاصد کو رسی کے ذریعہ قلعہ کے اوپر کھینچ لینے کا حکم دیا۔ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ معاہدی قاصد نے جانے کے ساتھ ہی حاکم مریس کو تعظیم کا سجدہ کیا اور پھر خط دیا۔ مریس نے معاہدی سے پوچھا تو عربوں کے دین میں داخل ہو گیا ہے۔ معاہدی نے کہا نہیں بلکہ میں دین مسیح پر قائم ہوں، البتہ میں نے اپنے اور اہل و عیال کے لئے ان سے امان حاصل کر لی ہے۔ پھر اس معاہدی نے اسلامی لشکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو نیک دل، بامروت، رحم دل، وعدے کے سچے، عدل و انصاف کرنے والے اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کرنے والے پائے ہیں۔ لڑائی میں ان کی دلیری کا یہ عالم ہے کہ وہ موت کی بالکل پروا نہیں کرتے جہاد کرتے ہوئے مر جانا ان کے نزدیک زندگی سے بہتر ہے قسم ہے حق مسیح کی! میرے دل میں قوم روم کی محبت و ہمدردی ہے اس لئے میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ تم عربوں سے جنگ مت کرو بلکہ جزیہ دے کر ان سے صلح کر لو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر تم نے ان سے لڑائی مول لی تو وہ تم کو تاخت و تاراج کر دیں گے۔

بطریق مریس نے معاہدی قاصد کی زبانی مسلمانوں کی تعریف اور صلح کی رائے سنی تو غصہ سے لال بھبوکا ہو گیا۔ قاصد کو تند لہجہ میں ڈانتے ہوئے کہا کہ تو نے میرے فرش پر کھڑے رہ کر میرے دشمنوں کی تعریف کر کے ان کی اہمیت جتائی ہے۔ قسم ہے دین مسیح کی! اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تیری زبان کاٹ لینے کا حکم دیتا لہٰذا اب ایک لفظ بھی اپنی زبان سے مت بولنا ورنہ تیرا برا حشر کروں گا۔ معاہدی قاصد بطریق مریس کی دھمکی سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر مریس نے ترجمان کو بلا کر خط پڑھنے کا حکم دیا۔ خط کا مضمون سماعت کرنے کے بعد مریس نے ترجمان کو عربی زبان میں خط کا جواب لکھنے کا فرمان کیا۔ مریس کے ترجمان نے جوابی خط کی ابتداء میں کلمۂ کفر لکھنے کے بعد یہ لکھا کہ:

''اَمَّا بَعْدُ! یَا مَعَاشَرَ الْعَرَبْ! فَاِنَّهٗ قَدْ وَصَلَ اِلَیْنَا کِتَابَکُمْ وَعَلِمْنَا مَا فِیْهِ مِنَ التَّحْدِیْدِ وَلَا بُدَّ لَنَا مِنَ الْحَرْبِ وَالْقِتَالِ- والسلام''

ترجمہ: ''بعد اس کے! اے گروہ عرب! بتحقیق پہنچا ہمارے پاس تمہارا خط اور جانا ہم نے اس چیز کو اس میں دھمکی ہے اور ضرور لازم ہے ہم کو لڑائی اور قتال' والسلام''

پھر قاصد کو خط دے کر اسے رسی کے ذریعہ نیچے اتار دیا۔ قاصد معاہدی مریس کا خط لے کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس آیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حاکم مریس کا خط اسلامی لشکر کے سرداروں کو پڑھ سنایا اور باتفاق رائے حمص کے قلعہ پر حملہ لے جانے کا طے ہوا۔

حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے سردار ☆ حضرت یزید بن ابی سفیان ☆ حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ ☆ حضرت شرحبیل بن حسنہ اور ☆ حضرت مسیّب فزاری کو شہر پناہ کے الگ دروازوں پر لشکر دے کر محاصرہ کرنے بھیجا اور خود باب رستن پر

حضرت خالد بن ولید کے ساتھ ٹھہرے۔ قلعہ کے ہر دروازے پر مجاہدوں نے سخت حملہ شروع کر دیا۔ رومیوں نے قلعہ کی دیوار کے اوپر سے جوابی حملہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی لیکن جنگ میں کوئی نکھار یا شباب نہ آیا۔ اسی طرح بغیر نتیجہ کے جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر آفتاب غروب ہوا۔ جنگ موقوف ہوگئی اور اسلامی لشکر نہر کے کنارے اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ رات مجاہدوں نے خیر و عافیت کے ساتھ عبادت و ریاضت میں بسر کی۔

جنگ کا دوسرا دن: اسلامی لشکر سے صرف غلام لوگ لڑنے نکلے:

اہل حمص نے خط کا جواب لکھ کر لڑنے کا جو ارادہ ظاہر کیا تھا وہ از راہ تکبر اور غرور تھا لہٰذا حضرت خالد نے رومیوں کے دماغ کی گرمی اتارنے اور ان کا گھمنڈ نکال دینے کے لئے علم نفسیات (Psychology) کا استعمال کرتے ہوئے ایک نئی تدبیر عمل میں لاتے ہوئے لشکر کے تمام غلاموں کو جمع کیا۔ اسلامی لشکر میں غلاموں کی تعداد چار ہزار تھی۔ حضرت خالد نے تمام غلاموں سے فرمایا کہ تم سب مسلح ہو کر قلعہ کی طرف جاؤ اور حملہ کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے محو استعجاب ہو کر حضرت خالد سے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! تمہاری یہ تجویز سے لڑائی کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ یہ چار ہزار غلام قلعہ پر حملہ کر کے فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ حضرت خالد نے مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے سردار! آپ براہ کرم اپنی نرم روش پر رہیں اور مجھے میرے کام کی اجازت عنایت فرمائیں میں آج غلاموں کو قلعہ فتح کرنے کی غرض سے لڑنے نہیں بھیج رہا ہوں بلکہ بند لفظوں میں ان کو پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اے صلیب کی پوجا کرنے والو! ہماری نگاہوں میں تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ہمارے نزدیک تمہاری اتنی بھی اہمیت نہیں کہ تمہارے جیسے ذلیلوں اور بزدلوں سے ہم خود لڑنے نکلنے کی زحمت گوارا کریں۔ تمہاری ذلت اور سفاہت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ہمارے غلاموں کو تمہارے مقابلے میں بھیجا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کی اس تجویز کو بہت پسند کیا اور خوش ہو کر فرمایا کہ تم کو جو منظور ہے وہ مجھے بھی منظور ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کے چار ہزار غلاموں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے اسلامی کیمپ سے روانہ کیا۔ جب یہ قلعہ کے قریب ہوئے تو قلعہ کی دیوار سے مرلیس ان کو بغور دیکھنے لگا۔ مرلیس کے ساتھ حمص کے بڑے بڑے بطارقہ اور روساء تھے۔ مرلیس نے ان سے کہا کہ آج قلعہ کا محاصرہ کرنے جو لوگ آئے ہیں وہ عرب معلوم نہیں ہوتے کیونکہ یہ تمام سیاہ فام حبشی ہیں۔ کچھ ذی شعور بطارقہ نے مرلیس کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ہم کو ذلیل و خوار جان کر قصداً غلاموں کو لڑنے بھیجنے کا مکر کیا ہے اور ہم کو طعنہ مارا ہے۔ القصہ! غلام مجاہدین نے پورا دن قلعہ کا محاصرہ کر کے حملہ کرتے رہے۔ شام تک جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ آفتاب غروب ہونے پر جنگ موقوف کر دی گئی اور مجاہدین اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس لوٹے۔

رات کے وقت حاکم مرلیس نے حضرت ابوعبیدہ کے پاس اپنے ایلچی کو خط دے کر بھیجا اور اس خط میں لکھا تھا کہ آج دن میں تمہاری لڑائی سے بے رغبتی اور سستی ظاہر ہوگئی ہے۔ آج تم ہم سے لڑنے نہیں آئے تو کیا ہوا؟ آئندہ کل ہم قلعہ کے دروازے کھول کر تم سے لڑنے نکلیں گے۔

جنگ کا تیسرا دن: عارضی صلح پر اسلامی لشکر کا کوچ کر جانا:

اسلامی لشکر میں غلہ ختم ہو گیا تھا۔ نیز ضروریات زندگی کی چیزیں بھی باقی نہیں بچی تھیں، لشکر کے کئی خیموں میں کھا پینے کی اشیاء نہ ہونے کی وجہ سے طباخی نہیں ہوئی تھی۔ اگر لڑائی نے طول پکڑا تو سخت دشواری لاحق ہونے کا اندیشہ تھا۔ لیکن جنگ کے وسط سے میدان چھوڑ کر چلا جانا بھی مناسب نہیں تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بہت ہی فکرمند تھے اور کوئی مناسب سبیل ڈھونڈتے تھے۔ ادھر حاکم مریس بھی فکر اور تشویش میں تھا کیونکہ حضرت خالد بن ولید بہت دنوں سے قلعہ کا محاصرہ کرنے آگ تھے۔ حضرت خالد کی آمد اچانک تھی لہٰذا اہل حمص گھبراہٹ کے عالم میں بعجلت قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ ان کا بھی بڑ تعداد میں غلہ دیگر شہروں سے آنے والا تھا و نیز ہرقل بادشاہ کے لشکر کی مزید کمک بھی آنے والی تھی لیکن اسلامی لشکر کے محاصر کی وجہ سے غلہ اور کمک کا قلعہ میں آنا ناممکن ہو گیا تھا۔ لہٰذا فریقین کی حالت مساوی تھی۔ دونوں کچھ دن کے لئے موقوفی کے خواہاں تھے۔

حضرت ابوعبیدہ نے حاکم مریس کو بذریعہ ایلچی کہلا بھیجا کہ ہم کو اگر تم پانچ دن کا غلہ و رسد دینا منظور کرو تو ہم قلعہ کا محاصر ترک کر کے کوچ کر جائیں۔ حاکم مریس یہ پیغام سن کر خوش ہو گیا۔ اس کے لئے تو من بھاتا معاملہ تھا۔ مریس نے قلعہ کے دروازے سے چند بطارقہ اور قسوں کو بطور نمائندہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس گفتگو کرنے بھیجا۔ فریقین نے گفتگو کے ذریعہ یہ معاہد طے کیا کہ اہل حمص اسلامی لشکر کو پانچ دن کا غلہ و رسد دے دیں اور اسلامی لشکر یہاں کا محاصرہ ترک کر کے کوچ کر جائے حضرت ابوعبیدہ نے ایک مزید شرط یہ رکھی کہ فی الحال ہم یہاں سے دوسرے مقام پر چلے جائیں گے لیکن کسی دوسرے مقام کو فتح کرنے کے بعد اگر ہمارا یہاں آنے کا ارادہ ہوا تو ہم آئیں گے اور ہمارا دوسری مرتبہ آنا عہد شکنی اور وعدہ خلافی میں شمار نہ ہوگا البتہ ہمارا دوسری مرتبہ یہاں آنا کسی دوسرے مقام کو فتح کرنے کے بعد ہی ہوگا۔ بطریق مریس نے حضرت ابوعبیدہ کی پیش کردہ شرط کو منظور کیا اور اسلامی لشکر کے لئے پانچ دن کا راشن بھیج دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حمص کے تاجروں سے مزید غلہ دانہ، چارہ وغیرہ بھی منہ مانگے دام چکا کر خریدا اور پھر اسلامی لشکر کوچ کر گیا۔

فتح رستن

اسلامی لشکر نے حمص سے کوچ کی تو اہل حمص خوشیاں منانے لگے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بہت بڑی ہیبت آسانی سے ٹل گئی۔ اب مہینوں تک لوٹ کر وہ یہاں نہ آئیں گے اس دوران ہم ضروریات زندگی کی چیزیں قلعہ میں جمع رلیں گے اور ہرقل بادشاہ کی کمک بھی آ جائے گی۔ ہم معاشی اور جنگی اعتبار سے بہت قوی ہو جائیں گے۔ پھر چاہے عربوں کا ر آئے ہم اس سے نپٹ لیں گے۔ اسی خیال سے اہل حمص نے اسلامی لشکر کی روانگی پر خوشی کا دن منانا۔

اسلامی لشکر حمص سے کوچ کر کے ''رستن'' آیا۔ حالانکہ سال گزشتہ فتح دمشق کے بعد اہل رستن نے ایک سال کے لئے صلح تھی (دیکھو! ص:) لیکن صلح کی معیاد پوری ہوگئی تھی لہٰذا تجدید صلح کی گفتگو کرنے کے لئے حضرت ابوعبیدہ نے رستن کے لم ''نقیطا'' کے پاس اپنا ایلچی بھیجا لیکن بطریق نقیطا نے صلح کی تجدید کا صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ہرقل بادشاہ کے ساتھ مارا کیا معاملہ ہوتا ہے وہ دیکھنے کے بعد ہم صلح کے معاملے میں سوچیں گے اور فی الحال از سر نو صلح کرنا ممکن نہیں۔ رستن شہر کا عہ نہایت مضبوط اور بلند تھا۔ علاوہ ازیں قلعہ میں کافی تعداد میں مسلح سپاہی حفاظت کے لئے موجود تھے۔ اہل رستن بھی لڑ لینے ے موڈ میں تھے۔ اس قلعہ کو آسانی سے فتح کرنا ممکن نہیں تھا بلکہ لمبی لڑائی لڑنی لازمی تھی۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے حدیث کے مان کہ ''اَلْحَرْبُ خِدْعَةٌ'' یعنی ''لڑائی فریب ہے'' پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسی تدبیر سوچی کہ حاکم نقیطا کو جھانسا دے کر تن کا قلعہ آسانی سے فتح کیا جا سکے۔ حضرت ابوعبیدہ نے رستن کے حاکم نقیطا کو مکرر پیغام بھیجا کہ ہم دور دراز کے سفر پر جانے ا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بہت سارا قیمتی سامان ہے اور اس سامان کا بھاری بوجھ ساتھ میں لے کر سفر کرنے میں بہت شواری ہوتی ہے لہٰذا اگر تم ہمارے قیمتی سامان کو کچھ عرصہ کے لئے بطور امانت اپنے پاس سنبھال کر رکھ لو تو ہم وہ سامان تمہارے ہاں چھوڑ جائیں لیکن تم وعدہ کرو کہ جب ہم واپس آئیں تو ہمارا وہ سامان ہم کو واپس دے دو گے۔

جب حاکم نقیطا کو حضرت ابوعبیدہ کا امانت سنبھالنے کا پیغام ملا تو وہ بہت خوش ہوا۔ پیٹ میں انگارے بھرنے کی نیت سے اس نے سوچا کہ مسلمانوں نے ملک شام میں سونا، چاندی، جواہرات وغیرہ بہت سارا مالِ غنیمت جمع کیا ہے۔ وہ سامان میرے یہاں بطور امانت رکھنا چاہتے ہیں۔ اس بہانے ان کا قیمتی مال میرے قبضہ میں آ جائے گا۔ جب واپس لینے آئیں گے ب انگوٹھا دکھا دوں گا۔ اپنی بددیانتی کے عزم کو پورا کرنے کی نیت سے اس نے حضرت ابوعبیدہ کو کہلا بھیجا کہ پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو امین و دیانتدار سمجھ کر اپنی امانتیں سپرد کرنے کا اعتبار کرتے آئے ہیں۔

آپ بلاکسی جھجک اور خوف کے اپنا سامان بطور امانت بھیج دو۔ آپ جب بھی مطالبہ فرمائیں گے میں خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے قابل اعتماد جان کر آپ کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

حضرت ابوعبیدہ نے بیس مجاہدوں کو خطرناک مہم پر بھیجا:

حاکم نقیطا قیمتی سامان بطور امانت اپنے پاس رکھنے پر رضامند ہو گیا ہے۔ یہ جان کر حضرت ابوعبیدہ بہت خوش ہو گئے۔ اسلامی لشکر کے سرداروں اور اہم افراد کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ رومیوں نے کئی مقامات پر ہم کو مکر و فریب سے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ البذا میں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر سے کام لوں اور اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر ان کو سبق سکھاؤں۔ میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ حاکم نقیطا ہمارا قیمتی مال سال بھر بطور امانت اپنے پاس رکھنے کے لئے رضامند ہوا ہے البذا میں اس کے پاس بیس صندوق بطور امانت بھیجوں گا لیکن ان صندوقوں میں مال سامان کے بجائے ایک ایک مجاہد کو بند کر کے بھیجوں۔ ان صندوقوں کو باہر سے مقفل کر دیا جائے گا لیکن تمام صندوقوں میں ایسی کاریگری کی جائے گی کہ صندوق کے اندر چھپا ہوا مجاہد جب چاہے تب صندوق سے باہر آ جائے۔ اس طرح بیس مجاہد قلعہ میں داخل ہو جائیں اور موقع پا کر صندوق سے باہر نکل کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔ دروازہ کے باہر اسلامی لشکر موجود ہوگا اور دروازہ کھلتے ہی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر شہر فتح کر لے گا۔ لیکن یہ مہم بہت ہی پُر خطر ہے۔ اگر دشمنوں کو صندوق میں پوشیدہ مجاہدوں کی بھنک لگ گئی تو تمام مجاہدوں کی جان کو خطرہ ہے بلکہ یوں سمجھو کہ ذرا سا شبہ ہو جانے پر اگر انہوں نے صندوقیں کھول کر دیکھا تو اس صورت میں صندوق میں بند ہو کر جانے والے مجاہد کی موت یقینی ہے مجاہدوں نے جواب دیا کہ موت ہماری آرزو اور شہادت ہماری خواہش ہے۔

مجاہدوں کا جواب سن کر حضرت ابوعبیدہ بہت خوش ہوئے اور کھانے وغیرہ کا سامان رکھنے کے لئے بیس صندوق خالی کر کے اس طرح کی کاریگری کرنے کا حکم دیا کہ صندوق کی کنڈی میں تو باہر سے قفل لگا دیا جائے لیکن صندوق کے فرش کو کاٹ کر تختہ میں مخفی تالے کے در مادہ اس طرح لگا دیئے جائیں کہ اندر بیٹھا ہوا شخص اسے آسانی سے کھول کر باہر آ سکے۔ جب اس طرح کے صندوق تیار ہو گئے تو حضرت ابوعبیدہ نے حسب ذیل بیس صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا۔

(۱) حضرت ضرار بن ازور (۲) حضرت میتب بن نجیبہ فزاری (۳) حضرت ذوالکلاع حمیری (۴) حضرت عمرو بن معدی کرب (۵) حضرت مرقال بن عتبہ (۶) حضرت ہاشم بن عتبہ (۷) حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی (۸) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق (۹) حضرت عبدالرحمٰن بن مالک اشتر (۱۰) حضرت عون بن سالم (۱۱) حضرت عامر بن کاکل فزاری (۱۲) حضرت مازن بن عامر (۱۳) حضرت ربیعہ بن عامر (۱۴) حضرت عکرمہ بن ابی جہل (۱۵) حضرت عتبہ بن العاص (۱۶) حضرت عبداللہ بن جعفر طیار (۱۷) حضرت اصید بن اسامہ (۱۸) حضرت ارم بن فیاض عینی (۱۹) حضرت سلمٰی بن حبیب اور (۲۰) حضرت قارع بن مرملہ۔

حضرت ابوعبیدہ نے ان تمام پر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو سردار مقرر کیا اور ان کو ہدایت دی کہ تمام مجاہد ایک ساتھ ہی صندوق سے نکلیں اور صندوق سے نکل کر تکبیر کہیں۔ حضرت خالد بن ولید قلعہ کے دروازے پر لشکر لے کر موجود ہوں گے تم

...وشش کر کے قلعے کا دروازہ جلد از جلد کھول دینا پھر حضرت ابوعبیدہ نے تمام صندوقوں میں ایک ایک مجاہد کو بند کر کے مقفل کر ...یا۔کل بیس صندوقوں میں بیس مجاہد کو بند کر کے تمام صندوقیں حاکم نقیطا کے پاس قلعہ میں بھیج دیں۔تمام صندوقیں خوب وزنی ...علوم ہوتی تھیں ان کو دیکھ کر حاکم نقیطا من میں پھولا نہیں سماتا تھا۔مسلمانوں کا کافی تعداد میں قیمتی مال میرے قبضہ میں آ گیا ...ہے اور ان کا مال ہضم کر جاؤں گا۔اس خیال میں خوشی سے جھومنے لگا۔حاکم نقیطا نے تمام صندوقیں اپنی بیگم ''ماریہ'' کے محل ...ں رکھوا دیں۔

صندوقیں قلعہ میں بھیجنے کے بعد اسلامی لشکر رستن سے روانہ ہوا۔اسلامی لشکر کو روانہ ہوتا دیکھ کر اہل رستن خوشیاں منانے لگے۔قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر اسلامی لشکر کو جاتا ہوا دیکھ کر تالیاں بجا کر ناچنے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔قلعہ کی دیوار سے رومی اسلامی لشکر کو اس وقت تک دیکھتے رہے کہ جب وہ دور نکل گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔پھر تمام رومی ایک کنیسہ ...ں جمع ہوئے اور آج کی رات شراب پی کر ضیافت اڑا کر اور رقص و سرود میں بسر کرنے کا طے کیا۔ کیونکہ اسلامی لشکر کے چلے جانے کی وجہ سے وہ رات ان کے لئے ''لیلۃ المسرت'' تھی اسلامی لشکر رستن سے روانہ ہو کر ''سوید'' نامی مقام پر ٹھہرا۔

جب رات ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ نے سوید سے حضرت خالد بن ولید کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ رستن کے قلعہ کی ...رف روانہ کیا اور انہیں قلعہ کے دروازے کے سامنے چپ چاپ ٹھہرنے کا حکم دیا چنانچہ حضرت خالد بن ولید لشکر زحف کو لے ...کر سوید سے روانہ ہوئے ادھر رات کو تمام رومی کنیسہ میں خوشیاں منانے جمع ہوئے حاکم نقیطا مہمان خصوصی کی حیثیت سے جشن ...بں شریک ہوا۔جس وقت کنیسہ میں محفل رقص و سرود شباب پر تھی اس وقت تمام مجاہدین صندوقوں سے ہتھیاروں سمیت باہر نکلے ...ور حاکم نقیطا کی بیوی ''ماریہ'' کے کمرے میں گھس گئے۔ایک ساتھ بیس مجاہدوں کو اپنے کمرہ میں آ دھمکتے دیکھ کر ماریہ تھر تھر کانپنے لگی۔حضرت عبداللہ بن جعفر نے ماریہ سے فرمایا کہ اگر اپنی جان کی خیریت چاہتی ہو تو شہر پناہ کے دروازوں کی کنجیاں دے ...دو۔ماریہ نے بلا کسی مزاحمت کے کنجیاں دے دیں۔کنجیاں لے کر مجاہدین قلعہ کے دروازے کی طرف دوڑے دروازے پر آٹھ ...دس سپاہی برائے نام شراب کے نشے میں دھت ہو کر پہرہ دے رہے تھے مجاہدوں نے جاتے ہی ان کو زمین پر مردہ ڈال دیئے اور قفل کھول کر دروازہ کھول ڈالا اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کر کے حضرت خالد بن ولید کو متنبہ کر دیا۔حضرت خالد بن ولید قلعہ کے سامنے تھوڑے ہی فاصلہ پر پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھے تکبیر کی صدا سن کر فوراً قلعہ میں داخل ہو گئے۔

اس وقت تمام رومی کنیسہ میں جشن لیلۃ المسرت منا رہے تھے۔قلعہ میں اسلامی لشکر کے داخلے سے غافل اور بے خبر تھے۔اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو کر کنیسہ کی طرف بڑھا اور کنیسہ کو گھیر لیا اور تمام مجاہدوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔مجاہدوں کے نعرہ سے قلعہ کی بنیادیں ہل گئیں اور تمام رومی کانپ اٹھے۔کسی بھی رومی کو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ کنیسہ میں کسی کے ساتھ کوئی ہتھیار نہ تھا۔نظر کے سامنے ہتھیار سے مسلح ہزاروں مجاہد مثل شیر موجود تھے لہٰذا رومیوں نے بلند آواز سے ''لفون' لفون'' یعنی ''امان' امان'' پکارنا شروع کیا۔حضرت خالد نے ان کو امان دی اور ان پر اسلام پیش کیا کافی

رومی داخل اسلام ہوئے اور جن رومیوں نے اسلام قبول نہیں کیا انہوں نے جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ حضرت خالد نے ادائے جزیہ کی شرط پر ان سے صلح کر کے امان دے دی۔ حاکم نقیطا نے اسلام اور جزیہ دونوں کا انکار کیا اور حضرت خالد سے درخواست کی کہ اسے مع اہل وعیال جانے دیا جائے۔ حضرت خالد نے اس کی درخواست منظور فرمالی لہٰذا وہ رات ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رستن سے چلا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ کو رستن فتح ہونے کی خبر پہنچی تو سجدہ شکر ادا کیا۔ اور فوراً سوید سے رستن آئے۔ صندوق میں بند ہو کر جانے والے اصحاب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی سلامتی اور فتح کی مبارکباد دی اور پھر حضرت خالد بن ولید اور ان کے تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعائے خیر و برکت سے نوازا۔

حضرت ابوعبیدہ نے حضرت بلال بن عامر یشکری کو ایک ہزار سوار پر سردار مقرر فرما کر ان کو رستن میں ٹھہرایا تا کہ وہ اہل رستن سے جزیہ وصول کریں علاوہ ازیں اہل رستن کی حفاظت ونگرانی کریں اور شہر کے انتظامی امور انجام دیں۔

فتح قلعہ شیرز

رستن کی فتح کے بعد اسلامی لشکر ''حماۃ'' کی طرف روانہ ہوا شہر ''حماۃ'' پہلے ہی سے صلح میں داخل تھا۔ اسلامی لشکر صبح کے ت ''حماۃ'' پہنچا وہاں تھوڑا عرصہ ٹھہر کر اہل حماۃ سے ملاقات کرنے کے بعد اسلامی لشکر ''شیرز'' آیا شیرز بھی رستن اور حماۃ کی رح صلح میں داخل تھا لیکن جس بطریق نے صلح کی تھی اس کی جگہ ''نکس'' نامی ایک ظالم اور جفاکش بطریق کو ہرقل بادشاہ نے کم مقرر کیا تھا۔ بطریق نکس نے صلح توڑ دی اور جن لوگوں نے اسلامی لشکر سے صلح کا معاملہ طے کرنے میں شرکت کی تھی ان کو ت سزائیں دی تھیں۔

جب اسلامی لشکر نے شیرز کے قلعہ کے سامنے پڑاؤ کیا تو بطریق نکس نے اہل شیرز کو جمع کر کے کہا کہ ہرقل بادشاہ نے ے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے میں ان عربوں سے لڑ کر ان کو بھگا دوں گا۔ لہٰذا تم میرا ساتھ دو اہل شیرز نے کہا کہ ے حاکم! ہم میں عربوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ملک شام کے بڑے بڑے شہر اور مضبوط قلعے مثل دمشق، بصرہ، سر ین، بعلبک اور رستن کو انہوں نے فتح کر لیا ہے اور ملک شام کے بہادر شہسواروں کو خاک میں ملا دیا ہے اور ہماری ان کے سامنے کیا بساط ہے؟ بطریق نکس اہل شیرز کی بات سن کر خشمناک ہوا اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ بزدلی کی بات لرنے والوں کو مارو۔ چنانچہ نکس کے سپاہیوں نے امن پسند رومیوں کو زدوکوب کیا لہٰذا اہل شیرز بادل ناخواستہ آمادۂ جنگ وئے۔

بطریق نکس نے ہتھیاروں کا خزانہ کھول دیا لوگوں میں تقسیم آلاتِ حَرب کے لئے اور پھر اہل شیرز کو لے کر قلعہ سے باہر اسلامی لشکر سے لڑنے نکلا۔ حضرت خالد بن ولید نے ان پر ایسا سخت حملہ کیا کہ صرف ایک گرداوے میں رومی لشکر مغلوب ہو گیا، بطریق نکس نے پیٹھ پھیری اور قلعہ کی طرف بھاگا اس کی متابعت میں رومی بھی دم دبا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا۔ رومی قلعہ میں گھس گئے لیکن قلعہ کا دروازہ بند کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور اسلامی لشکر بھی قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بطریق نکس خفیہ دروازے سے بھاگ نکلا اور اہل شیرز نے ادائے جزیہ کی شرط قبول کر کے امان حاصل کی۔ شیرز کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فتح شیرز کی وجہ سے اہل حمص ہماری ذمہ داری سے نکل گئے لہٰذا اب ''حمص'' کی طرف کوچ کرنا چاہئے تمام مجاہدوں نے بیک زبان جواب دیا کہ اے سردار! آپ کی رائے مناسب ہے آپ جو بھی مناسب سمجھیں حکم فرمائیں ہم آپ کے محکوم ہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہم کسی قسم کی کوتاہی اور کاہلی نہیں کریں گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو پھر ایک مرتبہ حمص پر حملہ کرنے کے لئے حمص کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اسلامی لشکر شیرز سے حمص کی طرف روانہ ہوا۔ شیرز سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر نے ابھی تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی کہ انطاکیہ کی طرف سے آنے والے راستے پر ایک بڑا غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس غبار کو تمام مجاہدین محو حیرت ہو کر دیکھنے لگے یقین کے ساتھ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ غبار کیسا ہے؟

رخ روشن سے اٹھا دو نقاب:

حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کو لے کر غبار کی سمت انطاکیہ کی راہ میں گئے اور اسلامی لشکر بدستور حمص کے راستہ کی طرف آگے بڑھتا رہا۔ حضرت خالد بن ولید جب اس غبار کے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک رومی قس تاتاری گھوڑے پر شان و شوکت سے سوار ہے اور اس کے اردگرد ایک سو گبر سوار اس کے خادم کی حیثیت سے چلتے ہیں۔ حضرت خالد نے اس قافلے کو روکا اور ڈانٹ کر گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر حضرت ابوعبیدہ کی طرف چلے۔ حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر حمص کے راستے پر "نہر معلون" تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت خالد نے ان کو نہر معلون پر پالیا اور تمام قیدی حضرت ابوعبیدہ کے سامنے پیش کئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے قافلے کے سربراہ اعلیٰ قس سے ہرقل بادشاہ کا حال دریافت کیا تو اس نے اطلاع دی کہ تمام ملک روم، روسیہ، صیقالیہ، افرنج اور ارمن (Armenia) کی سلطنتوں نے تمہارے خلاف ہرقل بادشاہ کی مدد کرنے کا عزم و ارادہ کیا ہے لہٰذا اب تم بہت احتیاط سے کام لینا اور دشمنوں سے ہوشیار رہنا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس قس پر اسلام پیش کیا۔ جواب میں رومی قس نے کہا کہ:

"اے سردار! شب کو دیکھا تھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں اور اسلام قبول کیا میں نے ان کے ہاتھوں پر"

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۱۹۲)

واقعی اس قس کی قسمت چمک اٹھی۔ جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا اور دولت ایمان سے سرفراز ہوا۔ بقول:

للہ اٹھا دو رخِ روشن سے نقاب
مولیٰ میری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ

مردانِ عرب

پیغامِ توحید کو عام کرنے کے لئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانبازیاں

حصہ دوئم

مصنف
علامہ عبدالستار ہمدانی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ترتیب

جنگ حمص (بار دوم)

"جنگ یرموک کا پس منظر"

جنگ یرموک

جنگ یرموک کا پہلا دن

جنگ یرموک کا دوسرا دن

جنگ یرموک کا تیسرا دن

جنگ یرموک کا چوتھے سے دسواں دن

جنگ یرموک کا گیارہواں دن

جنگ یرموک کا بارہواں دن

جنگ یرموک کا تیرہواں دن

جنگ یرموک کا چودہواں دن

جنگ بیت المقدس

جنگ حلب

جنگ قلعہ اعزاز

فتح انطاکیہ (دارالسلطنت)

فتوحات علاقہ ساحل

پہاڑی علاقہ کی فتوحات

جنگ مرج القبائل

جنگ نخل

فتح قلعہ طرابلس

فتح قلعہ صور

فتح قیساریہ

جنگ حمص (بار دوم)

نہر معلون سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر حمص پہنچا۔ اسلامی لشکر پھر ایک مرتبہ حمص آ رہا ہے یہ خبر جب حمص میں پھیلی تو اطراف و گرد و نواح کے رومی بھاگ کر قلعہ میں گھس گئے اور شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جب اسلامی لشکر چند دنوں پہلے عارضی صلح کر کے حمص سے کوچ کر گیا تھا تب اہل حمص نے یہ گمان کیا تھا کہ اب مہینوں تک اسلامی لشکر یہاں نہیں آئے گا لہٰذا وہ بے ڈر اور غافل تھے کہ اچانک اسلامی لشکر دوبارہ آ پہنچا۔ تمام اہل حمص کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ عربوں نے غدر اور بے وفائی کی ہے لہٰذا اہل حمص نے حضرت ابوعبیدہ کو خط بھیجا کہ اے گروہ عرب! تمہاری عہد شکنی اور بے وفائی سے ہم آگاہ نہیں تھے۔ حالانکہ تم نے ہم سے غلہ لے کر اس بات صلح کی تھی کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے تم گئے ضرور لیکن فوراً حملہ کرنے چلے آئے ہو حضرت ابوعبیدہ نے جواب لکھا کہ ہم مسلمان بے وفائی ہرگز نہیں کرتے بلکہ ہم کیا ہوا وعدہ ضرور نبھاتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ معاملہ کیا تھا کہ میں تمہارے یہاں سے چلا جاؤں گا یہاں تک کہ فتح کروں کسی دوسرے شہر کو، پھر وہاں سے چاہوں تو کسی اور مقام کی طرف چلا جاؤں اور اگر چاہوں تو تمہاری طرف آؤں۔ حسب معاہدہ میں تمہارے شہر سے کوچ کر گیا تھا اور اللہ نے رستن اور شیرز دونوں شہروں کو آسانی سے فتح فرما دیئے لہٰذا میں تمہاری طرف جلدی آ گیا ہوں اس میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی کون سی بات ہے؟

حضرت ابوعبیدہ کا جواب پڑھ کر اہل حمص نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ واقعی یہ عرب اپنے قول میں سچے ہیں۔ غلطی ہماری ہے کہ ہم نے ان سے مستقل (Permanent) صلح کرنے کے بجائے عارضی (Temporary) صلح کی۔ لہٰذا ان پر کسی قسم کی سرزنش نہیں۔ پھر اہل حمص نے قاصد بھیج کر حضرت ابوعبیدہ کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے قول میں صادق ہو لیکن اب کیا چاہتے ہو؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ از سر نو صلح کے شرائط کرنے ہوں گے اور ادائے جزیہ پر صلح ہو گی۔ اہل حمص نے اس طرح صلح کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لہٰذا اسلامی لشکر نے محاصرہ سخت کرتے ہوئے قلعہ کی دیوار کے قریب دروازے کے سامنے ڈیرا لگایا۔

جب رات ہوئی تو اہل حمص حاکم مرلیس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے پوچھا کہ عربوں کے معاملے میں تم نے کیا سوچا ہے؟ مرلیس نے جواب دیا کہ میں نے عربوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ ہم اہل حمص دلیری اور جوانمردی سے ان کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیں گے۔ اہل حمص نے مرلیس سے کہا کہ تم لڑنے کی بات بعد میں کرنا پہلے اس امر کی طرف توجہ دو کہ

ہمارے پاس کھانے کے لئے غلہ اور لڑنے کیلئے ہتھیار کتنا ہے؟ مریس نے کہا کہ اس کی تم مطلق فکر مت کرو میرے دا
''جرجس'' کا خزانہ، اناج اور اسلحہ سے لبریز ہے۔ وہ میں تمہارے لئے اس شرط پر کھول دیتا ہوں کہ تم اہل عرب سے لڑ
میں ضعف اور بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو بلکہ شجاعت و دلیری دکھاؤ۔ اہل حمص نے کہا کہ قسم ہے حق مسیح کی! ہر آئینہ ہم عربوں س
قتال کریں گے اور دین مسیح کی خاطر اپنی جانیں قربان کریں گے۔ بطریق مریس اپنی قوم کا جذبہ ایثار و قربانی دیکھ کر خوش ہ
اور اس نے اپنے دادا کا خزانہ کھول دیا اور کثیر تعداد میں ہتھیار اور غلہ تقسیم کیا۔ رات بھر بطریق مریس نے رومیوں کو جنگ ک
ترغیب دے دے کر لڑنے پر اکساتا رہا۔ انجیل کی قسمیں کھائی گئیں۔ کلمات کفر سے استعانت و آہ و زاری کی گئی۔ بطریق
مریس نے اپنی قوم کو صلیب کی تائید اور مدد کی امید دلائی اور عربوں کو مار بھگانے کا عہد و پیمان لیا۔

''جنگ حمص کا پہلا دن''

جنگ کی ابتداء میں ہی اسلامی لشکر ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹا:

صبح ہوتے ہی حاکم مریس نے قلعہ کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا دروازے کھلتے ہی اہل حمص مثل پھیلی ہوئی ٹیریوں
کی طرح نکل کر میدان میں آپڑے۔ پانچ ہزار گبر لوہے کی زرہ اور خود میں اس طرح آراستہ تھے کہ ان کے جسم سے صرف آنکھ
کی پتلی کے سوا اور کوئی عضو نظر نہیں آتا تھا دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ لوہے کی کوئی مضبوط چٹان ہے۔ مریس نے پرجوش
تقریر کر کے ان کو گرما دیا اور موت کی لڑائی لڑنے پر اکسایا رومی شور وغل کرتے ہوئے مجاہدوں پر ٹوٹ پڑے ایک طرف
سواروں نے نیزوں اور تلواروں کی ضربیں مارنی شروع کیں تو دوسری طرف سے پیدلوں نے زہر آلود تیر برسانے شروع
کئے۔ رومیوں کا حملہ ایسا شدید تھا کہ مجاہدوں کے لئے ٹھہرنا مشکل ہوگیا ایسا سخت حملہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ مجاہدین سخت مصیبت
میں گرفتار تھے۔ حملہ کرنے کے بجائے رومیوں کے حملے کا دفاع کر رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے بڑی تعداد میں مجاہد شہید
اور زخمی ہوئے تھے ملک شام کی لڑائی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ حمص کے باشندے ڈیل ڈول اور
جسمانی قوت میں ملک شام کے دیگر مقام کے لوگوں کی طرح نہیں تھے بلکہ نرالے تھے پتھر کی چٹان کی طرح ایک جگہ جے
رہتے تھے اور دلیری سے مقابلہ کرتے تھے اور امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا تو یہ معاملہ ان پر بہت شاق گزرا لہٰذا انہوں نے
مجاہدوں کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ اے اپنی بہادر ماں کا دودھ پینے والو! آگے بڑھو آگے بڑھو! یہ کیا بزدلی ہے کہ مثل شیر حملہ
کرنے والی قوم آج پیچھے کو ہٹ رہی ہے۔ اے قرآن کے پڑھنے والو! اللہ کی نصرت اور مدد پر اعتماد رکھو اللہ کی راہ میں اپنا سر
کٹانے میں کوتاہی کرنا مومن کی شان نہیں۔ حضرت ابوعبیدہ کی اس پکار نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا اور اب انہوں
نے سخت حملہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید نے بھی مجاہدوں کو ترغیب دلائی اور خود آپ نے شدید حملہ کیا۔ حضرت میسرہ بن مسروق
نے اپنی قوم بنی عبس کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین اب دلیری سے مقابلہ

کرنے لگے اور رومیوں پر جوابی حملے شروع کر دیئے لیکن رومی اپنی جگہ پر استقلال سے جمے رہے اور لڑتے رہے رومیوں کا اب آگے بڑھنا موقوف ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بڑی سخت لڑائی لڑتے تھے اور پیچھے نہیں ٹلتے تھے۔ جنگ کی آگ پوری طرح سے شعلہ زن تھی تلواریں اور نیزے اتنی کثرت اور شدت سے ٹکراتے تھے کہ ایک عجیب شور کے ساتھ آگ کی چنگاری اڑتی تھی۔

حضرت خالد نے ایک گبر کو اس کی پسلیاں پیس کر مار ڈالا:

حضرت خالد بن ولید مجاہدوں کو ترغیب جہاد دیتے ہوئے مصروف قتال تھے کہ ایک بھاری جسامت اور طویل قد وقامت والا رومی رئیس گبران پر ٹوٹ پڑا۔ دفعتۂ اس نے تلوار کا وار کر دیا لیکن حضرت نے اس کا وار خالی پھیرتے ہوئے ڈھال پر لیا پھر حضرت خالد نے اس پر وار کیا لیکن وہ گبر لڑائی کے فن کا کہنہ مشق و ماہر تھا اس نے سپر پر وار کو لے کر اپنے کو بچایا۔ حضرت خالد اور اس گبر میں شدت سے تیغ زنی ہوتی رہی۔ دونوں نے تلوار زنی کے جوہر دکھائے اس دوران حضرت خالد نے موقع پا کر گبر کے سر پر تلوار دے ماری۔ تلوار لوہے کے خود سے ٹکرائی اور ایک شدید بازگشت جھٹکا لگا، نتیجۂ حضرت خالد کی تلوار اچھل کر اس طرح ٹوٹی کے تلوار کا قبضہ حضرت خالد کے ہاتھ میں رہ گیا اور دھار دار سلاخی حصہ جوڑ سے ٹوٹ کر زمین پر گرا یہ دیکھ کر گبر کی جرأت بڑھی اور اس نے حضرت خالد کے متعلق یہ طمع کی کہ ان کو شہید کر کے پورے ملک شام میں اپنی بہادری کا ڈنکا بجا دوں لہٰذا وہ اپنی تمام طاقت کے ساتھ حضرت خالد پر تلوار کا وار کرنے آگے بڑھا لیکن حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کو ایڑی ماری کر اس طرح کُودایا کہ حضرت خالد کا گھوڑا گبر کے گھوڑے سے ملحق ہو گیا۔ گبر کچھ سوچے اور سمجھے اس سے پہلے تو حضرت خالد نے اپنے جسم کو گبر کے جسم سے چمٹا لیا اور گبر کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے کر ایسا دبوچا کہ اس کی پسلیاں کھٹ......کھٹ......کھٹ......آواز کے ساتھ ٹوٹنے لگیں۔ گبر زور زور سے چیخنے لگا حضرت خالد کی پکڑ اور سخت سے سخت ہوتی گئی اور حضرت خالد نے اس کی تمام پسلیاں پیس کر رکھ دیں اور اس کو زمین پر مردہ ڈال دیا گبر کی تلوار سے ہی گبر کا سر کاٹ کر رکھ دیا، تمام رومی اور مجاہدین حضرت خالد کا یہ کارنامہ حیرت اور تعجب سے دیکھتے ہی رہ گئے کہ بھاری جسامت وطویل قد وقامت والے مسلح گبر کو حضرت خالد نے اس طرح پیس کر رکھ دیا جس طرح چکی غلہ پیس ڈالتی ہے۔ حضرت خالد کے بازوؤں میں ایک عجیب طاقت پیدا ہو گئی تھی اپنے محبوب آقا ومولیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق صادق میں سرشار ہو کر زبان حال سے گویا کہتے تھے کہ بقول:

صدقہ اپنے بازوؤں کا المدد
کیسے توڑیں یہ بُتِ پندار ہم

(از امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد کے اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر رومی سپاہی لرز اٹھے اور ان پر ایک لَا یَنْفَکْ خوف طاری ہو گیا۔ جب کہ مجاہدوں کے حوصلے بلند ہو گئے مجاہدین دوہرے جوش سے رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں

کو جہاد کی فضیلت اور جہاد کا اَجرِ عظیم بیان کر کے مسلسل ترغیب دیتے تھے اور بذاتِ خود حملہ کر کے عملی مثال پیش کرتے تھے۔
حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر شدید حملہ کر کے رومیوں کو دائیں بائیں بکھیر دیا۔ رومیوں کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ حضرت خالد نے اس کثرت سے شمشیرزنی کی کہ رومیوں کے خون کے فوارے اڑنے لگے اور حضرت خالد خون سے نہا بیٹھے۔ حضرت خالد کا جسم خون سے شرابور ہو گیا اور ان کی زرہ سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت خالد ارغوان کے پھول کی طرح سرخ نظر آتے تھے رومیوں پر ان کی ہیبت ایسی چھا گئی تھی کہ حضرت خالد جس طرح متوجہ قتال ہوتے تھے رومی اپنی جان بچانے کے لئے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت خالد کے جوش و خروش کو دیکھ کر اسلامی لشکر کے سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ نے پکار کر کہا اے ابا سلیمان! بیشک تم نے راہ خدا میں جہاد کی کوشش کا حق ادا کر دیا۔

حضرت عِکرِمہ بن ابوجہل کی شہادت:

حضرت خالد بن ولید کی دلیری نے جنگ کا رخ پلٹ دیا۔ حضرت خالد کی شجاعت سے متاثر ہو کر حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ اور حضرت میسرہ بن مسروق نے اپنی قوم ''بنی زہرہ'' کو ابھارا اور رومی لشکر کے میمنہ پر حملہ کر کے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے قوم مخزوم کے ساتھ رومیوں پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اہل حمص نے ایسا شدید حملہ نہ کبھی دیکھا تھا نہ کبھی سوچا تھا۔ تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا امر محال تھا۔ لہٰذا رومیوں نے تیروں کی بوچھار شروع کی۔ حضرت عکرمہ تیروں سے بے خوف اور بے ڈر ہو کر اپنی روش سخت پر قتال کرتے رہے ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے عکرمہ! دشمنوں کے وار سے احتیاط برتیں اور دشمنوں کے وار سے چوکنا و ہوشیار رہیں۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے فرمایا کہ اے گروہِ مومنین! ایک زمانہ وہ تھا کہ میں جہالت کی تاریکی میں تھا اور بتوں کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ آج جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مجھے ایمان کی روشنی نصیب ہوئی تو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت و رضا میں لڑنے میں کیوں کوتاہی کروں۔ پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ان کے نام اقدس پر اور تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنی جان نثار کرنا میری عین خواہش ہے۔ بقول:

حق نے بخشا ہے کرم ، نذرِ گدایاں ہو قبول
پیارے اک دل ہے وہ کرتے ہیں نثارِ عارض

(از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اس وقت میں جنت کی حوروں کو دیکھ رہا ہوں اگر ان میں سے ایک حور اپنے ہاتھ کی کلائی اہل دنیا پر ظاہر کر دے تو اہل دنیا اس کے حصول کی خواہش و تمنا میں مر جائیں میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک حور اپنے ہاتھ میں ریشمی دستار اور جواہر کا کاسہ لئے ہوئے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ ہماری طرف جلدی چلے آؤ ہم تمہاری مشتاق ہیں۔ پھر حضرت عکرمہ نے فرمایا ہے بے شک! پیارے آقا و مولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقین کے درجہ میں سچا ہے۔ بقول:

موت کہتی ہے کہ جلوہ ہے قریب
اک ذرا سو لیں بلکنے والے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

پھر حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے اپنی تلوار راست کی اور مشرکوں کے جھنڈ پر مثل شیر حملہ آور ہوئے ان کی تیغ زنی کی سرعت دیکھ کر تمام رومی محو حیرت تھے۔ جو بھی ان کے قریب جاتا آن کی آن میں خاک وخون میں تڑپتا ہوا نظر آتا۔ حضرت عکرمہ نے رومیوں میں تہلکہ مچا دیا۔ کسی کو بھی ان کے قریب جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ان کے قریب جانا اور موت کے منہ میں پڑنا دونوں برابر تھا۔ حاکم مریس تھوڑے فاصلہ سے حضرت عکرمہ کی شجاعت و دلیری دیکھ رہا تھا۔ دور ہی سے اس نے اپنے پاس کے حربہ کو زور سے حرکت دے کر گھمایا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ اُحد میں جس حربہ سے وحشی نے شہید کیا تھا بالکل ویسا ہی حربہ بطریق مریس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت عکرمہ کے دل کا نشانہ باندھا اور دور سے حربہ پھینکا۔ حربہ ٹھیک نشانہ پر لگا۔ دفعۃً حربہ حضرت عکرمہ کے دل میں پیوست ہو گیا اور مہلک ثابت ہوا۔ حضرت عکرمہ زمین پر گرے اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت خالد بن ولید کو پتہ چلا کہ حضرت عکرمہ شہید ہو گئے ہیں تو مضطرب و بے قرار ہو کر دوڑے ہوئے آئے اور اپنے چچا زاد بھائی کو خون میں نہایا دیکھ کر ان کا دل قابو میں نہ رہا اور بے ساختہ رونے لگے۔ بقول:

جانے والوں پہ یہ رونا کیسا
بندہ ناچار ہے کیا ہونا ہے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت عکرمہ کی شہادت سے حضرت خالد بن ولید طیش میں آ گئے۔ اپنے ساتھیوں کو للکارا اور رومیوں پر سخت حملہ کرنے پر برانگیختہ کیا مجاہدوں نے رومیوں کو دن میں تارے دکھا دیئے اور رومی حملہ کی تاب نہ لا سکنے کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا تھوڑی دیر کے بعد آفتاب دن کی طویل مسافت طے کرنے کی تھکن زائل کرنے افق کی گود میں برائے استراحت پوشیدہ ہو گیا جنگ موقوف کر دی گئی اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں واپس لوٹا۔ مجاہدوں نے شب عبادت و ریاضت و آرام کرنے میں اور زخمیوں کی تیمارداری کرنے میں بسر کی۔

”جنگ حمص کا دوسرا دن“

حضرت ابوعبیدہ نے نماز فجر کے بعد مجاہدوں سے فرمایا کہ ملک شام میں ہر مقام میں ہم نے آسانی کے ساتھ غلبہ حاصل کیا ہے لیکن گزشتہ کل ہم نے سخت مصیبت کا سامنا کیا ہے ہمارے بہادر شہسوار مثل حضرت عکرمہ کثیر تعداد میں شہید اور زخمی ہوئے ہیں۔ ہماری کوشش جہاد میں کمی اور کوتاہی کا احساس رونما ہوا ہے لہٰذا آج اللہ کی راہ میں اپنی جانیں دلیری سے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے نیز میرا گمان یہ ہے کہ آج بھی رومی قلعہ سے باہر نکل کر ہم سے لڑنے آئیں گے لہٰذا آج ثابت قدمی اور صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کرنا ہے۔

رومیوں کو چکمہ دینے کی حضرت خالد کی عجیب تجویز:

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا نصیحت آمیز گفتگو کا مؤدبانہ جواب عرض کرتے ہوئے حضرت خالد نے فرمایا کہ اے سردار! ملک شام کے دیگر مقامات کے مقابلے میں اہل حمص نرالی قسم کے ہیں تمام اہل حمص جنگجو شہسوار اور مثل شیر بہادر ہیں علاوہ ازیں بھاری جسامت اور طویل قد وقامت والے ہیں ان میں کوئی بھی شخص بازاری یا کرایہ پر لڑنے والا نہیں۔ اہل حمص بددل ہو کر ڈرنے والے نہیں بلکہ سخت لڑائی کے لوگ ہیں لہٰذا میں نے ان کو چکمہ دینے کی تجویز سوچی ہے لیکن اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے آپ کی اجازت کا خواستگار ہوں حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! اللہ تعالیٰ تمہاری رائے کو کامیابی عطا فرمائے اور تمہارے کاموں کو مضبوطی اور راستی بخشے تمہاری تجویز کیا ہے حضرت خالد نے جواب دیا کہ اہل حمص قلعہ سے نکل کر ہم سے لڑنے آتے ہیں۔ ان میں دو قسم کے لڑنے والے ہوتے ہیں جو جنگجو اور بہادر لڑنے والے ہیں وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں لیکن ان کی تعداد ایک چوتھائی ہوتی ہے باقی کے تین چوتھائی لڑنے والے پیدل ہوتے ہیں اور ان میں عام شہری لوگ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی تعداد بہت کثیر ہوتی ہے اور قلعہ کے سامنے جو معرکہ جنگ ہے وہ میدان کشادہ نہیں لہٰذا ہم کو گھوڑا دوڑانے کے لئے جو جگہ کی فراخی درکار ہے وہ میسر نہیں ہوتی۔ لہٰذا آج ہم ان کو اس طرح سے چکمہ دیں کہ قلعہ کے سامنے جا کر تھوڑی دیر ان سے اس طرح لڑیں کہ لڑائی کی ابتداء سے ہی ہم پیچھے ہٹتے جائیں اور تھوڑی ہی دیر میں ہم اس طرح بھاگ نکلیں گویا ہم ہزیمت وشکست اٹھا کر بھاگے ہیں۔ رومی سوار ہمارا تعاقب کریں گے اور ہم دور دور تک بھاگیں اور جب بھاگیں تب ہمارے خیمے اونٹ، مال و اسباب، اہل وعیال وغیرہ کا کیمپ چھوڑ کر بھاگیں۔ جب ہم اور ہمارے تعاقب میں آنے والے رومی گھوڑے سوار دور نکل جائیں گے تو پیدل لڑنے والے ہمارے کیمپ کا مال واسباب لوٹنے میں مشغول ہو جائیں گے اور وہ اس گمان میں ہوں گے کہ ہم بھاگ گئے ہیں اور اب واپس لوٹنے والے نہیں۔ لہٰذا وہ اطمینان سے ہمارے کیمپ میں لوٹ جائیں گے خیمے اکھڑیں گے ہمارے جانوروں کو ہانکیں گے غرضیکہ ہمارے کیمپ میں ڈیرا جمائیں گے۔ ہم بھاگتے ہوئے تھوڑے دور کے فاصلہ تک کھلے میدان تک جائیں گے۔ رومی سوار ہمارا پیچھا کرتے ہوئے شہر سے دور نکل کر ہمارے قریب آئیں گے تب دفعۃً ہم ہمارے گھوڑوں کی باگیں پھیر دیں گے اور ہمارے تعاقب میں آنے والے رومی سواروں کو پھاڑ ڈالیں گے پھر فوراً ہمارے کیمپ پر آ پہنچیں گے اور پیدلوں سے نپٹ لیں گے۔ اس طرح ہم رومی لشکر کو ٹکڑوں میں متفرق کر کے یکے بعد دیگرے آسانی سے مات کر دیں گے۔

حضرت خالد بن ولید کی اس تجویز کو حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدوں نے خوب پسند کیا اور اس پر عمل کرنے کا طے کیا۔

آفتاب آسمان میں تھوڑا بلند ہوا اسلامی لشکر قلعہ کے دروازے پر آ کر ٹھہرا حاکم مرلیس نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا دروازہ کھلتے ہی رومی سپاہی ''مارو'' اور ''کاٹو'' کا شور بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر پر آ پڑے۔ مجاہدوں نے ان کا مقابلہ کیا اور دفاع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے شروع ہوئے۔ مجاہدوں کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر رومیوں کی جرأتیں بڑھیں اور انہوں نے حملہ میں شدت اختیار کی۔ حضرت خالد نے مجاہدوں کو اپنی تجویز کے مطابق اشارہ کیا۔ فوراً مجاہدوں نے گھوڑے موڑے اور بھاگنا شروع

کیا۔ رومی خوشی میں مچل اٹھے کہ ہم نے مسلمانوں کو بھگا دیا ہے۔ اسلامی لشکر بھاگتا دیکھ کر حاکم مریس نے رومی سواروں کے ساتھ تعاقب کیا۔ حاکم مریس نے یہ گمان کیا تھا کہ اسلامی لشکر بھاگ کر اپنے کیمپ میں جائے گا۔ لہٰذا وہاں جا کر ان کو ہاتھ کر لوں گا لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد حاکم مریس متعجب تھا کیونکہ اسلامی لشکر اپنے کیمپ کی طرف جانے کے بجائے ''جوسیہ'' کی طرف جانے والے راستے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اسلامی لشکر کا کیمپ دائیں طرف رہ گیا لہٰذا بطریق نے جوسیہ کی طرف جانے والے راستہ پر اسلامی لشکر کا پیچھا کیا اب حمص کے دروازے پر جو رومی لشکر تھا وہ تمام کا تمام لشکر پیدل تھا کیونکہ جتنے سوار سپاہی تھے وہ حاکم مریس کے ساتھ اسلامی لشکر کے تعاقب میں گئے تھے حمص کے دروازے پر پیدل رومی لشکر نے جب دیکھا کہ مسلمان اپنی جانیں بچانے کے لئے کیمپ کو اسی حالت میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تو تمام کے تمام اسلامی لشکر کے کیمپ کو لوٹنے دوڑے۔ حمص شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ مسلمان اپنا کیمپ ''لاوارث'' چھوٹ کر بھاگ گئے ہیں اور کیمپ میں بہت قیمتی مال واسباب مویشی وغیرہ ہے تو اہل شہر بھی لوٹ پر کمر باندھ کر نکل پڑے۔ پیدل رومی سپاہی اور اہل شہر اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف لپکے اور لُوٹ میں ''چرخہ بھی غنیمت ہے'' والی مثل پر عمل کرتے ہوئے لُوٹ میں پڑے۔

حمص شہر میں ایک بوڑھا راہب رہتا تھا جو توریت، انجیل اور حضرت شیث و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں کا زبردست عالم تھا۔ وہ بوڑھا راہب بہت ہی تجربہ کار اور مکروفریب کی تمام راہوں کا ماہر تھا۔ اس کو جب اسلامی لشکر کے اس طرح بھاگ جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھا جب اس نے دیکھا کہ مسلماں بھاگ گئے ہیں اور ان کی فرودگاہ کو اہل حمص لوٹ رہے ہیں تو اس نے پکار کر کہا کہ اے اہل حمص! بختی ہو تم پر قسم ہے حق مسیح کی اور مقدس انجیل کی! عربوں نے تمہارے ساتھ مکروفریب کیا ہے۔ اہل عرب بڑے غیور ہیں۔ وہ مر جانا پسند کریں گے لیکن اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ قبل اس کے کہ تم پر کوئی بلا اور مصیبت عربوں کی طرف سے آئے عربوں کا کیمپ اپنی جگہ اسی طرح چھوڑ کر جلدی آ کر قلعہ میں بند ہو جاؤ اور قلعہ کے دروازے بند کر لو لیکن اہل حمص نے بوڑھے راہب کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہے۔

ادھر اسلامی لشکر جوسیہ کی راہ پر بھاگا جا رہا تھا اور حاکم مریس تعاقب کرتے ہوئے اپنے سواروں کے ساتھ پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ جب حمص شہر سے کچھ دوری کے فاصلہ پر اسلامی لشکر پہنچا تو حضرت ابوعبیدہ نے بلند آواز سے پکارا کہ ''پھرو، پھرو، اے گروہ مؤمنین اللہ تمہیں برکت دے اور تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔ حضرت ابوعبیدہ کی اس پکار پر تمام مجاہدوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیریں تھوڑی دیر پہلے مجاہد آگے آگے رہے تھے اور حاکم مریس ان کا تعاقب کر رہا تھا لیکن اب صورت حال یہ تھی مجاہدین رومی سواروں کے سامنے بجلی کی رفتار سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے چند لمحوں میں مجاہدوں نے رومیوں کو پالیا اور جس طرح آسمان سے ستارہ ٹوٹ کر زمین پر گرتا ہے اس طرح رومی سواروں پر ٹوٹ پڑے۔ مجاہدوں نے رومی لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جس طرح شیر بھیڑ بکریوں کے جھنڈ پر حملہ آور ہوتا ہے اسی طرح حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے رومیوں نے بھی جوابی حملہ کیا لیکن ٹھہر نہ سکے مجاہدوں کی تلواروں سے آگ برستی تھی اور رومیوں کو دائیں

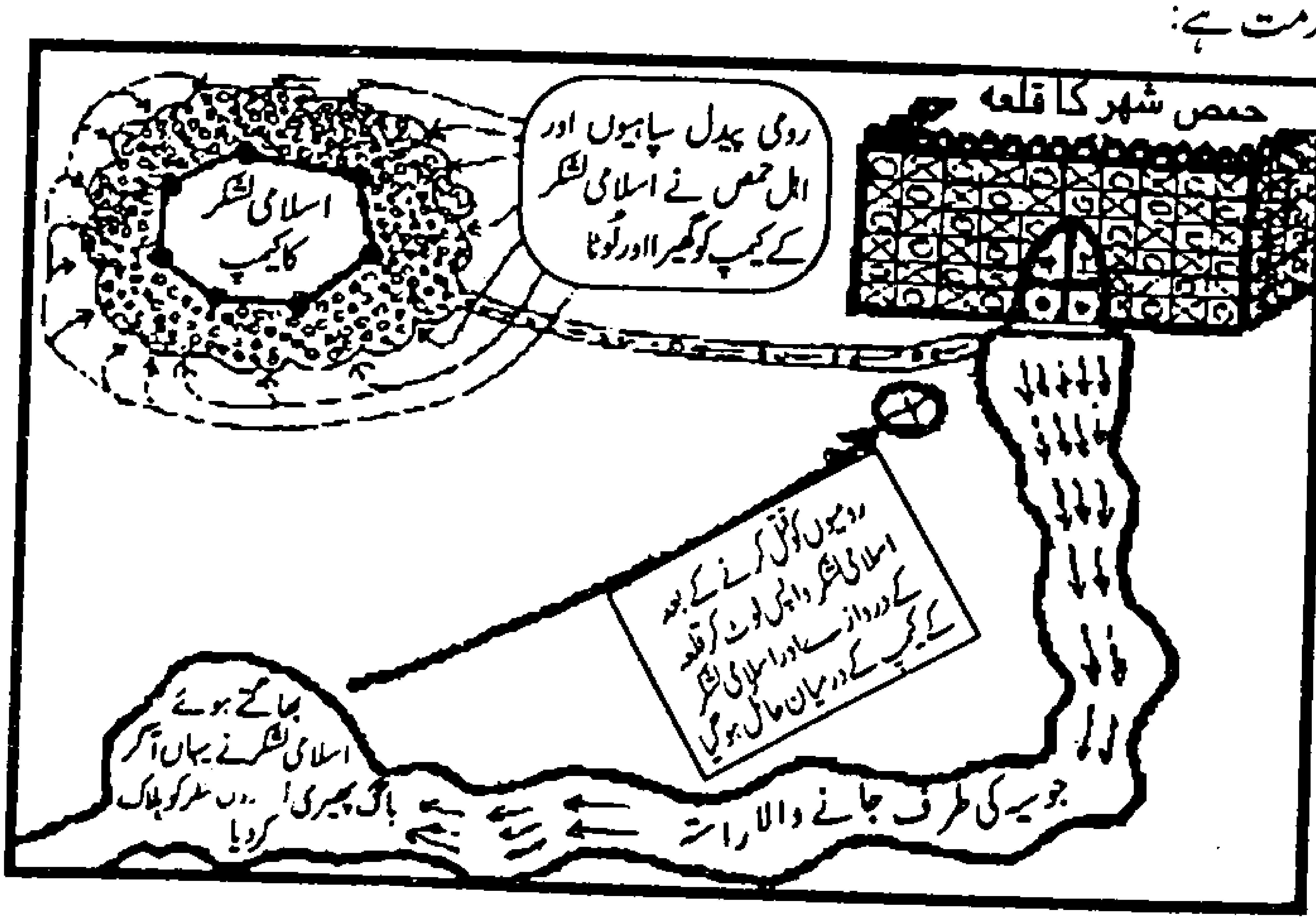
بائیں بکھیر دیا۔ حضرت خالد نے رومیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ بطریق مریس کو حضرت سعید بن زید نے تلوار کی دو شدید ضربیں مار کر اس کے دونوں بازو کاٹ کر زمین پر گرا دیا اور پھر اس کے دل میں نیزہ پیوست کر کے مار ڈالا۔ بطریق مریس کی ذلت آمیز موت دیکھ کر رومیوں کے دل بیٹھ گئے۔ حواس باختہ ہو گئے بدحواسی کے عالم میں بے ڈھنگی اور بے تکی لڑائی لڑتے ہوئے مقتول ہوئے۔ صرف ایک سو رومی سپاہی زندہ بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے باقی تمام خاک وخون میں مل گئے۔

جب مذکورہ لڑائی میں رومی مغلوب ومقتول ہو رہے تھے تب حضرت معاذ بن جبل نے یہ سوچا کہ اب یہاں پر تمام مجاہدوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت خالد بن ولید ان سے نپٹ لیں گے لہٰذا وہ پانچ سو سواروں کو لے کر برق رفتاری سے حمص کے قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت تمام پیدل رومی سپاہی اور اہل حمص اسلامی کیمپ کا مال واسباب لوٹنے میں اور بچوں اور عورتوں کو قید پکڑنے میں مصروف تھے اور ان کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس امر سے غافل تھے۔ حضرت معاذ بن جبل اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ قلعہ کے دروازے پر آئے اور دروازے کا قبضہ کر لیا تاکہ کسی کو شہر سے نکلنے نہ دیں اور کسی کو اندر جانے بھی نہ دیں۔ تمام رومی مرد اسلامی کیمپ میں مصروف لوٹ تھے۔ اب ان کے اور قلعہ کے درمیان حضرت معاذ بن جبل کا لشکر حائل تھا۔ جب رومیوں کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر قلعہ کے دروازے پر آ پہنچا ہے اور بہت ہی کم تعداد میں ہے تو وہ تمام حملہ کرنے پر آمادہ ہوئے لیکن اتنی دیر میں تو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید لشکر جرار کے ساتھ آ پہنچے۔ اب تمام رومیوں کی حالت خراب ہو گئی ان کے اور قلعہ کے درمیان اسلامی لشکر کے مجاہدین برہنہ تلواریں لئے ہوئے اور نیزوں کو راست کئے ہوئے حائل ہو گئے تھے۔ قلعہ کے اندر صرف بوڑھے بچے اور عورتیں تھیں انہوں نے قلعہ کی دیوار سے رونا اور چلانا شروع کیا اور بلند آواز سے ''لفون، لفون'' یعنی ''امان، امان'' پکارنا شروع کیا۔ اسلامی لشکر کے کیمپ کو لوٹنے گئے ہوئے رومیوں نے جب اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے تیور دیکھے تو کیمپ سے لوٹا ہوا تمام مال واسباب چھوڑ دیا جن عورتوں اور بچوں کو قید کیا تھا ان کو آزاد کر دیا اور اپنے ہتھیار زمین پر ڈال کر دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر ''لفون لفون'' پکار کر امان مانگنے لگے۔ اتنے میں قلعہ میں مقیم تمام راہب، بطارقہ اور بوڑھے اشخاص بھی قلعہ سے باہر نکل کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس طلب امان کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے اہل حمص کو امان دی۔ اہل حمص نے حمص کا قلعہ سپرد کر دینے کی پیش کش کر کے صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے صلح کی درخواست منظور فرمائی لیکن قلعہ میں داخل ہونے سے انکار فرمایا۔ اہل حمص سے فرمایا کہ آج سے تم ہماری ذمہ داری اور امان میں ہو اور ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں لیکن جب تک تمہارے بادشاہ ہرقل اور ہمارے درمیان کیا معاملہ پیش آتا ہے وہ دیکھ نہ لیں تب تک ہم تمہارے شہر میں داخل نہ ہوں گے یہیں قلعہ کے باہر سے صلح کے شرائط طے کر کے چلے جائیں گے۔ اہل حمص نے حضرت ابوعبیدہ سے گزارش کی کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ ایک دو دن کے لئے بحیثیت مہمان قلعہ میں تشریف لے آئیں تاکہ ہم مہمان نوازی کی خدمت انجام دے کر آپ کی تعظیم وتکریم بجا لائیں لیکن حضرت ابوعبیدہ نے اس امر کا بھی انکار فرمایا۔ حمص کی جنگ میں اسلامی لشکر کے دو سو پینتیس (۲۳۵) مجاہد شہید ہوئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ قلعہ کے باہر سے اسلامی لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ حمص سے کوچ کر کے اسلامی

لشکر ''جابیہ'' نامی مقام پر پہنچا اور وہاں توقف کیا۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر جنگ حمص کے دوسرے دن رومیوں کو چکمہ دے کر اسلامی لشکر کس طرح بھاگا اور کہاں تک گیا اور اسلامی لشکر کے کیمپ کو لوٹنے رومی کس طرح آئے اور اسلامی لشکر کے کیمپ کی جائے وقوع وغیرہ کا نقشہ ذیل میں پیش خدمت ہے:



☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوارن (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک

ایک نظر ادھر بھی

اب ہم ہمارے معزز قارئین کرام کو ''یرموک'' کے میدان میں لے چلتے ہیں جہاں ایک ایسی جنگ عظیم ہوئی ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں۔ آدھے لاکھ کے اسلامی لشکر کے مقابلے میں ساڑھے دس لاکھ رومی جمع ہوئے تھے۔ اس جنگ کا تذکرہ پڑھتے وقت دل کی دھڑکنیں بڑھ جائیں گیں اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ مثلاً جنگ کے پہلے دن جبلہ بن ایہم کے ساٹھ ہزار لشکر کے سامنے حضرت خالد بن ولید صرف ساٹھ آدمی لے کر لڑنے گئے یعنی ایک ہزار کافر سے صرف ایک مجاہد نے مقابلہ کیا۔ پہلے دن کی جنگ کے اختتام پر صرف دس صحابہ شہید ہوئے تھے جب کہ رومی لشکر کے پانچ ہزار سپاہی مقتول ہوئے تھے۔ اس جنگ میں اسلامی لشکر کو فتح عظیم حاصل ہوئی تھی۔ فتح کی بشارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں امیر المومنین حضرت فاروق اعظم کو دی اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد بھی بتا دی۔ جنگ کا تفصیلی بیان اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں:

جنگ یرموک کا پس منظر

جب ہرقل بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے رستن، شیرز اور حمص کو بھی فتح کر لیا ہے تو وہ سخت رنجیدہ اور برانگیختہ ہوا۔ ہرقل نے ملک شام کے ان شہروں کے حاکم کو خطوط ارسال کئے جن شہروں میں کثیر یا قلیل تعداد میں کچھ بھی لشکر ہو۔ ان تمام حکام کو حکم دیا کہ تمہارے یہاں جو کچھ لشکر اور سامان حرب ہے ان کو فوراً انطاکیہ (Antioch) روانہ کرو۔ ہرقل بادشاہ نے ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے یہ طے کیا تھا کہ پورے ملک شام سے لشکر جمع کر کے عربوں سے ایک جنگ عظیم کروں۔ اس پار یا پھر اس پار کا جوا کھیل لوں۔ ہرقل بادشاہ کا حکم ملتے ہی پورے ملک شام سے انطاکیہ میں رومی لشکر کی آمد شروع ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے ملک شام کا تمام لشکر انطاکیہ میں جمع ہو گیا۔ ارباب سیر و تواریخ کے بیان کے مطابق ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ میں جو لشکر عظیم جمع کیا تھا وہ لشکر اکیس فرسخ لمبا تھا۔ (ایک فرسخ= ۳ میل' فیروز اللغات، ص ۹۲۸) یعنی انطاکیہ شہر کی حد سے لشکر شروع ہو کر اس کا آخری سرا ترسٹھ میل پر تھا۔ ہرقل نے اس عظیم لشکر سے ایک بڑی فوج کو ملک شام کے ساحلی علاقے صور، اعکا، طرابلس، بیروت اور طبریہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے ''قیساریہ'' بھیج دیا اور ایک بڑی فوج کو ''بیت المقدس'' (Jerusalem) کے قرب و جوار کی نگہبانی کے لیے بھیج دیا۔ باقی لشکر کو انطاکیہ میں توقف کرنے کا حکم دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہرقل کو ملک شام کے سپہ سالار اعظم ''باہان ارمنی'' کا انتظار تھا۔ چند دنوں بعد باہان اپنی قوم ارمن کے ساتھ انطاکیہ آ پہنچا۔ باہان کے انطاکیہ آنے پر ہرقل بادشاہ نے بڑے بڑے سرداروں، ملوک، روساء، راہبوں، بطارقہ، گبروں اور قسوں کو ایک کنیسہ میں جمع کیا اور کنیسہ کے منبر کفر پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہوئے ہرقل نے کہا کہ اے صلیب کے پرستارو! اے دین مسیح کے حامیو! میں نے کئی مرتبہ تم کو عربوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور کوچ سے آگاہ و خبردار کیا۔ میں نے عربوں کی جسارت سے تم کو ڈراتے ہوئے یہاں تک کہا تھا کہ اگر ہم نے عربوں کے مقابلے میں بزدلی اور کاہلی دکھائی تو عنقریب وہ میرے تخت و تاج کے بھی مالک ہو جائیں گے۔ لیکن تم نے میری کسی بات پر التفات نہ کیا۔ تم آپسی اختلافات اور خانہ جنگی میں الجھے رہے اور ایک نشان کے تحت جمع ہو کر عربوں سے لڑنے کے بجائے متفرق ہو کر اپنے اپنے طور پر لڑے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اہمیت والے بڑے شہر اور مضبوط قلعے عربوں نے اپنے قبضہ و تسلط میں لے کر سلطنت روم کی آبرو مٹی میں ملا دی۔ ہماری کثرت اور فوجی طاقت کا پوری دنیا میں ڈنکا بجتا تھا یہاں تک کہ اہل فارس اور ترک ہم سے خوفزدہ تھے۔ جب انہوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کی تو ہم نے ان کا دلیری اور شجاعت سے مقابلہ کیا اور انہوں نے منہ کی کھائی اور ذلیل و خوار ہو کر

پس پلٹ گئے۔ ہم نے بڑی بڑی سلطنتوں کو ہزیمت دی لیکن مٹی بھر، ضعیف، ننگے بھوکے، بے سروسامان اور بغیر ہتھیاروں کے عربوں نے ہم کو شکست دی ہے۔ ہمارے بہترین شہسواروں کو بصرہ، اجنادین، دمشق، بعلبک اور حمص میں مار ڈالا اور ہم پر غالب آ گئے۔

ہرقل بادشاہ کی مندرجہ بالا ولولہ خیز اور رقت آمیز تقریر سے پوری مجلس پر سناٹا چھا گیا اور تمام حاضرین رنج اور ندامت سے سر جھکائے خاموش تھے۔ مجلس سے ایک قس کھڑا ہوا اور شاہی آداب بجا لانے کے بعد کہا کہ اے بادشاہ سلامت! کیا آپ کو عربوں کے غالب ہونے اور ہمارے مغلوب ہونے کا سبب معلوم ہے؟ ہرقل نے کہا نہیں۔ لیکن اگر تم کو معلوم ہو تو بلا کسی خوف وڈر کے بیان کرو۔ قس نے کہا کہ ہماری شکست اور مغلوبی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ہمارے دین مسیح کے احکام کی پابندی ترک کر دی ہے۔ عبادت اور اطاعت سے انحراف کر کے منہیات و منکرات کی طرف التفات کیا ہے۔ ظلم وستم، شراب وزنا، حق تلفی اور سود خوری، بدکاری، حرام خوری اور دیگر ناجائز اور قبیح افعال کا ارتکاب عام ہو گیا ہے۔ خوف خدا، رحم دلی، دین کی پابندی اور دیگر امور خیر کا فقدان ہے لہٰذا بزدلی، نامردی، کاہلی، سستی اور ناہمتی ہم میں گھر کر گئی ہے نتیجۂ ہم ہر محاذ پر ہزیمت اٹھا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے لشکر کے سپاہی ثباتِ قدمی کے بجائے پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہیں اور ان کے دلوں میں عربوں کا رعب، ڈر اور خوف بھر گیا ہے۔ اس کے برعکس عربوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور اپنے نبی کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں۔ رات میں عبادت کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ اپنے پروردگار کا ذکر اور نبی پر درود بھیجنے میں سستی نہیں کرتے۔ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہیں کرتے بلکہ محبت و ہمدردی جتاتے ہیں۔ اپنے دین اسلام کے احکام کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بدی اور برائی سے روکتے ہیں۔ عبادت و راستی ان کی عادت وخصلت ہے۔ اور......!......!!......!!!!

جب میدان جنگ میں اترتے ہیں تب ہرگز پیٹھ نہیں پھیرتے۔ شجاعت اور دلیری ہی ان کا ہتھیار ہے۔ جہاد کرتے ہوئے مر جانا ان کی آرزو اور خواہش ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے نبی کی زبان سے جو کچھ بھی سنا ہے اس پر وہ اتنا یقین و اعتماد کرتے ہیں کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر ان کے اعتقاد میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوتا۔ ان کے نبی نے فرمایا ہے کہ جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے وہ مرتا نہیں بلکہ حیات جاویدانی پاتا ہے اور یہ دنیا دار الفنا اور نیست ونابود ہونے والی ہے اور عالم آخرت ہی دار البقا اور پائیدار و باقی ہے لہٰذا وہ میدان جنگ میں اپنا سر کٹانے کی تمنا لے کر آتے ہیں۔ موت سے وہ مطلق نہیں ڈرتے بلکہ موت کو زندگی پر اہمیت دیتے ہیں۔ بزدلی اور ذلت کی زندگی سے شجاعت اور عزت کی موت کو محبوب جانتے ہیں لہٰذا وہ بے ڈر و بے خوف ہو کر ہم سے لڑتے ہیں اور ہماری کثرت تعداد و آلات جنگ کی مطلق پروانہیں کرتے بلکہ اپنے پروردگار کی مدد اور نصرت پر مشتاق رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر جگہ فتح و غلبہ دیئے جاتے ہیں اور ہم ذلت وعزیمت سے دوچار ہوتے ہیں۔

ہرقل بادشاہ نے رومی قس کی صداقت پر مبنی گفتگو سنی تو اس نے کہا کہ اے معزز رہبر دین نصرانیہ! تم اپنے قول میں صادق

اور راست ہو۔ بے شک! عربوں کی کامیابی کا سبب وہی ہے جو تم نے بیان کیا ہے اور ہماری بد اعمالی اور بد کرداری کی وجہ
حضرت مسیح ہم پر خشمناک ہیں اور ہماری مدد و اعانت نہیں کرتے۔ صلیب بھی ہماری نصرت نہیں کرتی۔ اگر اہل شام اپنی اسی ر
پر قائم رہتے ہوئے معصیت و منہیات میں مبتلا رہے تو اس وقت میں نے جو لشکر عظیم جمع کیا وہ بھی بے سود ثابت ہوگا۔ ا
مناسب یہ ہے کہ میں اس لشکر کو بکھیر دوں اور اپنے اہل و عیال کو لے کر ''قسطنطنیہ'' (Istambol) چلا جاؤں اور وہاں راحت
چین سے اپنی زندگی بسر کروں اور عربوں کے خوف سے مامون ہو جاؤں۔ میں نے عربوں کو ملک شام سے دفع کرنے میں ک
کسر اٹھا نہیں رکھی پانی کی طرح اپنا مال خرچ کر کے فوج بھرتی کر کے عربوں کے مقابلے میں بھیجتا ہوں لیکن افسوس کہ کہیں
کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اگر تم اپنے گناہوں سے باز آ کر صدق دل سے توبہ کرو تو اب بھی کچھ نہیں گیا۔ ہوا سو ہوا لیکن اب
سنبھلو اور سنورو! ورنہ مجھے اب تمہاری حمایت کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ لشکر عظیم کو واپس پھیر دیتا ہوں اور میں ہجرت کر کے
جاتا ہوں۔

ہرقل بادشاہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش سن کر تمام مجمع رونے لگا اور ہرقل کو التجا کرتے ہوئے کہا کہ اے قیصر روم! ہم اپ
غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور گناہ و معاصی سے صدق دل سے توبہ کرتے ہیں۔ پھر تمام نے ہرقل کو تعظیم کا سجدہ کیا اور بعد
کہا کہ اے بادشاہ! آپ یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے تو دین مسیح ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ ہمارے دشمن آپ کی ہجرت ک
خبر سن کر خوش ہو جائیں گے اور ان کی جرأتیں بڑھیں گی۔ پورا ملک شام عربوں کے قبضہ اور تسلط میں آ جائے گا۔ اس وقت ج
لشکر عظیم انطاکیہ میں جمع ہوا ہے وہ صرف آپ کی بدولت ہی جمع ہو سکا ہے۔ آپ کے بعد کسی دوسرے بادشاہ کے بس کی بات
نہیں کہ وہ عربوں کے مقابلے میں ایسا لشکر جرار اکٹھا کر سکے۔ لہٰذا آپ کو قسم ہے حق مسیح کی! آپ ہجرت کا ارادہ موقوف ک
دیں۔ ہم مقدس انجیل کا حلف اٹھا کر ترک معاصی کا عہد اور پیمان کرتے ہیں۔ ماضی کی غلطیوں کا ہم اعادہ نہیں کریں گے بلک
دین مسیح کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہوئے اپنی زندگی کی آخری سانس تک عربوں سے لڑیں گے۔ صبر
استقلال سے عربوں کے مقابلے میں جم کر اپنی جانیں خرچ کریں گے۔ شاید کہ ہم پر مدد نازل ہو اور ہم غلبہ پائیں۔

جب ہرقل بادشاہ نے قوم کی پشیمانی اور عزم و حوصلہ دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے تم سے یہی امید تھی۔
صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹے تو اس کو بھولا نہیں کہتے۔ تمہارے عہد و پیمان پر اعتماد کرتے ہوئے ہجرت کا ارادہ ترک کرتا ہوں
اور اپنے لشکر عظیم کو بھیج کر عربوں کو ملک شام سے نیست و نابود کر دوں گا۔

ہرقل بادشاہ کا لشکر عظیم کو ترتیب دینا:

ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ شہر میں موجود رومی لشکر کو حسب ذیل ترتیب سے مرتب کیا:

☆ روسیہ کے بادشاہ ''قناطیر'' کو قوم روسیہ اور قوم متعالیہ کے ایک لاکھ سواروں پر سردار مقرر کیا اور سنہری رنگ کا ریشمی نشان اسے دیا۔ اس نشان میں جواہر کی صلیب جڑی ہوئی تھی۔

☆ عموریہ اور انگوریہ کے بادشاہ ''جرجیر'' کو ایک لاکھ رومی سواروں کا سردار مقرر کر کے اسے سفید ریشمی کپڑے کا نشان

دیا جس میں سونے کے دو سورج اور زبرجد (Topaz) کی صلیب نصب تھی۔

بطریق ''دریحان'' کو قوم مغلیہ اور قوم افرنج کے ایک لاکھ نوجوان سواروں کا سردار مقرر کیا۔

بطریق سردار ''قوریر'' جو ہرقل بادشاہ کا بھانجا تھا۔ اس کو قوم دوقس، قوم ارمن اور قوم مغلیط کے ایک لاکھ سواروں کا سردار مقرر کیا۔

''باہان ارمنی'' کو ایک لاکھ جنگجو اور دلیر سواروں پر سردار مقرر کیا اور اسے ایک نشان سنہری چھڑی پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے اور اس کے سرے پر یاقوت کی صلیب جڑی ہوئی تھی وہ دیا۔

''جبلہ بن ایہم غسانی'' کو نصرانی عرب کی قوم غسان، قوم لخم، قوم جذام اور قوم عاملہ کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ پر سردار مقرر کیا۔ جبلہ کو خلعت دی اور کہا کہ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے رہنا۔ کیونکہ تم عرب ہو اور ہمارے دشمن بھی عرب ہیں لہٰذا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم ہمارے دشمن عربوں کو کاٹ کر رکھ دو گے۔

مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے ہرقل بادشاہ کا لشکر چھ بٹالین (Battalion) میں منقسم اور مرتب ہوا اور اس کی مجموعی ...اد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (۵،۶۰،۰۰۰) تھی۔ علامہ واقدی نے حضرت سالم بن عمر بن عنبسہ کے غلام حضرت سالم سے ...ایت کیا ہے کہ ہرقل نے انطاکیہ سے جو لشکر روانہ کیا تھا اس کی تعداد چھ لاکھ تھی اور ایک روایت میں سات لاکھ کی تعداد کا ...ں ذکر ہے۔

رومی سردار باہان ارمنی کو ہرقل بہت چاہتا تھا اور اس کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملک فارس (Persia) کے لشکر نے جب ملک شام پر یورش کی تھی تب باہان رومی لشکر کی جانب سے دلیری اور بہادری سے لڑا تھا اور ...ں کی عقل اور دانش کی تدابیر سے رومی لشکر کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ باہان ارمنی کی جنگی مہارت کی وجہ سے ہرقل اسے دوست ...ھتا تھا۔ لہٰذا ہرقل نے انطاکیہ میں اپنے لشکر کے مقرر شدہ سرداروں سے کہا کہ میں نے تم تمام سرداروں پر ''باہان'' کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا ہے لہٰذا تم باہان کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی کام مت کرنا اور وہ تم کو جس کام کا حکم دے اس کی تعمیل اور بجا آوری میں تامل و کوتاہی مت کرنا۔

انطاکیہ سے رومی لشکر کی روانگی بجانب متفرق مقامات:

ہرقل بادشاہ نے رومی لشکر کو انطاکیہ سے کوچ کا حکم دیا اور لشکر کے تمام سرداروں کو تاکید کی کہ انطاکیہ سے ملک شام کے متفرق علاقوں میں پھیل جاؤ۔ تمام لشکر ایک ساتھ رہنے کے بجائے حسب ذیل الگ الگ راستوں سے جاؤ:

☆ سردار ''قناطر'' کو حکم دیا کہ وہ طرطوس، جبلہ اور لاذقیہ نام کے پہاڑی علاقوں کی طرف جائے۔

☆ سردار ''جرجیر'' کو حکم دیا کہ وہ معرات اور میرین کے علاقوں کی طرف جائے۔

☆ سردار ''قوریر'' کو حلب اور حماۃ شہروں کے علاقوں کی طرف جانے کا حکم دیا۔

☆ سردار ''دریحان'' کوارض عواصم اورقنسرین کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔
☆ جبلہ بن ایہم غسانی کو گھاٹی کے راستے پر مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے جانے کا حکم دیا۔
☆ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم ''باہان'' ارمنی کو حکم دیا کہ وہ تمام بٹالینوں کے پیچھے روانہ ہو اور آگے جانے والی بٹالین پر نگرانی کرے اور ضروری ہدایات اور تنبیہ کرتا رہے۔

ہرقل بادشاہ نے مزید یہ بھی حکم دیا کہ تم تمام سردار ہمیشہ ایک دوسرے کا رابطہ رکھو تا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی کمک کر سکو۔ علاوہ ازیں تمہارا جس شہر اور گاؤں پر گزر ہو وہاں کے باشندوں کو عربوں کے خلاف اکساؤ اور انہیں عربوں سے لڑنے کی ترغیب دے کر اپنے ساتھ لشکر میں شامل کر لو۔ اگر وہ بخوشی آنے پر آمادہ نہ ہوں تو زبردستی کر کے اپنے ساتھ لے لو اور لشکر کی تعداد میں اضافہ کرتے رہو۔ ہرقل نے آخری اور اہم تاکید کرتے ہوئے کہا کہ ملک کا چپہ چپہ چھان مارو اور جہاں کہیں بھی عربوں کے لشکر کا سراغ ملے وہاں پہنچ جاؤ اور اپنے جانے کی اپنے ساتھی لشکر کو اطلاع کر دو اور انہیں بھی وہیں بلا لو اور مجتمع ہو کر ان پر ٹوٹ پڑو اور ان کو ختم کر دو۔

پھر ہرقل نے لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی سینکڑوں ناقوس بجائے گئے۔ صلبان بلند کی گئیں۔ انجیلیں لائی گئیں اور ان کے وسیلے سے لشکر کی فتح و کامیابی کی دعائیں مانگی گئیں۔ ایک عجیب شور وغل کے ساتھ رومی لشکر انطاکیہ سے روانہ ہوا۔ ہرقل بادشاہ اپنے ارباب حکومت کے ساتھ لشکر کے ہمراہ باب فارس تک آیا اور لشکر کو رخصت کیا۔ رومی لشکر نہایت شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔ راہ میں جو بھی درخت اور پتھر حائل ہوئے تھے ان کو کاٹ دیتے تھے اور ہٹا دیتے تھے۔ جس گاؤں یا شہر سے رومی لشکر کا گزر ہوتا تھا وہاں کے لوگوں پر رومی فوجی ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔ غلہ، مرغیاں، بھیڑ، بکریاں اور دیگر اشیائے صرف بغیر اُجرت دیئے جبراً مفت چھین لیتے تھے۔ عورتوں کے ساتھ نازیبا حرکت کرتے تھے۔ نوجوانوں کو خدمت گزاری کے کام کے لئے اور راستے کے پتھر اور جھاڑیاں ہٹانے اور صاف کرنے کا کام کرانے کے لئے زبردستی ساتھ میں لیتے تھے۔

اسلامی لشکر کا جابیہ سے یرموک کی طرف کوچ کرنا:

حمص کا قلعہ فتح کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر جابیہ نامی مقام آئے تھے اور جابیہ میں پڑاؤ کیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے کچھ معاہدی رومیوں کو اجرت پر جاسوسی کے کام پر متعین کر کے ان جاسوسوں کو پورے ملک شام میں پھیلا دیئے تھے۔ ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ سے رومی لشکر روانہ کیا تب حضرت ابوعبیدہ کا ایک جاسوس انطاکیہ میں موجود تھا۔ اس نے ہرقل کے لشکر کی تمام کیفیت معلوم کر لی تھی لہٰذا وہ انطاکیہ سے بھاگ کر حضرت ابوعبیدہ کو مطلع کرنے حمص پہنچا لیکن حمص سے اسلامی لشکر کوچ کر گیا تھا لہٰذا وہ سراغ پا کر جابیہ آیا۔ تب رات کا وقت تھا۔ رات ہی میں اس نے حضرت ابوعبیدہ کو رومی لشکر کی تمام کیفیت سے آگاہ کیا اور چوکنا اور محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوعبیدہ جاسوس کی زبانی بیان سن کر تشویش و فکر میں پڑ گئے اور فوراً ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' پڑھا۔ حضرت ابوعبیدہ تمام رات بیقراری اور قلق کی وجہ سے سو نہ سکے۔ رات بھر کروٹیں بدلتے رہے۔ صبح نماز فجر کے بعد اسلامی لشکر کے سرداروں کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور

طلب کی۔ رومی لشکر کی تمام کیفیت معلوم کر کے یمن اور مصر کے علاقے کے کچھ مجاہدوں نے کہا کہ اے سردار! ہم یہاں وچ کر کے ''وادی القریٰ'' نامی مقام پر چلے جائیں۔ یہ مقام حجاز کی سرحد سے قریب ہے۔ وہاں جانے کا ایک فائدہ یہ ضرورت کے وقت ہم امیر المومنین سے کمک طلب کر سکتے ہیں۔ مدینہ منورہ وہاں سے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی ی کمک بہت جلد آ سکتی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ وادی القریٰ جانے سے رومیوں پر ہماری کمزوری ظاہر ہو گی وہ یں گے کہ ہرقل بادشاہ کے بڑے لشکر سے ڈر کر ہم حجاز کی سرحد کے قریب بھاگ گئے اور جب حضرت عمر فاروق اعظم کو چلے گا کہ ہم نے یہ قدم اٹھایا ہے تو وہ مجھ پر سرزنش اور ملامت کریں گے کہ مفتوح مقامات کو چھوڑ کر وادی القریٰ بھاگ ، اور میری رائے میں وہاں جان بوجھ کر جانا درپردہ اپنی شکست قبول کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہم کہیں بھی نہ جائیں بلکہ اللہ کے بھروسے پر ٹھہرے رہیں اور دشمن کا انتظار کریں۔ اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ وہ ہمیں غلبہ عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام انوں نے حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کے مشورے کو پسند کر کے متفقہ طور پر منظور کیا لیکن حضرت خالد بن ولید چپ اور خاموش تھے۔ انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ نہ تو موافقت کی اور نہ ہی مخالفت کی۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ ان کے پاس ے اور فرمایا کہ اے ابا سلیمان! تم دوررس نگاہ رکھنے والے صاحب الرائے اور دانا شخص ہو۔ حضرت قیس کی رائے کے متعلق یا کہتے ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں! میں نے ان کی رائے سنی لیکن میری رائے ان کی رائے سے مختلف ہے لیکن ان کی رائے سے تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تمام مسلمانوں کی منظور شدہ تجویز کی مخالفت وں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! میں اس معاملے میں تمہاری رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتا ہوں لہٰذا تم بلا اپنی رائے کا اظہار کرو۔

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میری رائے میں یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں بلکہ یہاں ٹھہرنا دشمن کو فائدہ اور اعانت انا ہے اور اس کی تین وجہ ہیں:

(۱) یہ علاقہ تنگ ہے۔ یہاں گھوڑوں کو دوڑانے اور گرداوے دینے کے لئے وسیع میدان نہیں۔ دشمن کثیر تعداد میں ہیں۔ اگر انہوں نے ہم کو چاروں سمت سے گھیر لیا تو ہم تنگ محاصرہ میں ان کے بیچ نرغے میں آ جائیں گے اور ہمارے لئے لڑنا مشکل و دشوار ہو جائے گا۔

(۲) یہاں سے ''قیساریہ'' شہر قریب ہے۔ قیساریہ میں ہرقل بادشاہ کا بیٹا ''قسطنطین'' چالیس ہزار سواروں کی فوج کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر ہم نے رومی لشکر کا یہاں ٹھہر کا مقابلہ کیا تو قیساریہ سے ہرقل کا بیٹا قسطنطین اپنی فوج کے ساتھ آ پڑے گا۔

(۳) ''اردن'' (Jordan) بھی یہاں سے کم فاصلہ پر واقع ہے۔ اہل اردن ہمارے خوف کی وجہ سے متحد ہوئے ہیں اور سامان جنگ جمع کر کے فوج تیار کی ہے۔ وہ بھی ہمارے دشمن کی کمک کرنے آئیں گے۔

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر جائیں اور کوچ جتنی ہو سکے اتنی جلد کرنی چاہیئے۔ اس میں چند فائد ہیں:

☆ ہم جلدی کوچ کر کے روانہ ہو جائیں گے تو دشمن کے آنے سے پہلے جنگل اور گھاٹی کا علاقہ پار کر کے کوئی ایسے وسیع میدان میں پہنچ جائیں گے جہاں گھوڑے دوڑانے اور گرداوے دینے کی کشادگی ہو۔

☆ انطاکیہ سے ہرقل کا عظیم لشکر ہماری تلاش میں نکلا ہے یہ خبر جابیہ کے اطراف میں ابھی تک نہیں پھیلی اگر یہ خبر پھیلنے کے بعد ہم نے یہاں سے کوچ کی تو رومیوں پر یہ اثر پڑے گا کہ ہم ہرقل کے لشکر کے خوف سے بھاگ کر جا رہے ہیں اور اس صورت میں ہماری رومیوں پر جو ہیبت ہے وہ مجروح ہوگی۔

☆ اس وقت جابیہ سے ہمارا کوچ کرنا اس طرح ہونا چاہیئے کہ لشکر کی روانگی کے وقت شور وغل بلند کرتے ہوئے ہم کوچ کریں۔ یعنی اطراف کے علاقوں تک ہماری روانگی کی خبر پھیلنی چاہیئے تا کہ ان کو پتہ چلے کہ کسی دوسرے مقام پر حملہ کرنے یا ہمارے دشمن کی طلب میں علی الاعلان سینہ تان کر مردانہ حیثیت سے جارہے ہیں۔ ہرقل کے لشکر کے خوف سے چپ چاپ اور بزدلوں کی طرح فرار نہیں ہوتے۔

☆ اگر ہم نے یہاں سے روانہ ہونے میں جلدی کی اور رومی لشکر سے ملاقی ہونے سے پہلے کسی وقیع میدان میں پہنچ گئے تو پہلے وارد ہونے کی وجہ سے میدان میں ہمارے کیمپ کی جگہ کا انتخاب کرنے میں ہم کو کامل اختیار ہوگا۔ فن جنگ کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر اس علاقے کے جغرافیہ کا اطمینان سے جائزہ لے کر کمین گاہ، معرکۂ جنگ، پڑاؤ، دفاع، پانی کی سہولت، گھوڑوں کی چراگاہ وغیرہ تمام چھوٹے بڑے جاویوں کو ملحوظ رکھ کر ہم میدان میں اپنے کیمپ کے لئے جگہ پر قبضہ کرسکیں گے۔ اگر ہم تاخیر سے گئے اور ہمارے قبل رومی لشکر نے جگہ پر قبضہ جما لیا تو ایسی صورت میں معقول یا نامعقول جو بھی جگہ میسر ہوگی اسی سے سبکدوش ہونا پڑے گا۔

حضرت خالد بن ولید کی رائے کو حضرت ابوعبیدہ اور تمام مجاہدوں نے پسند کیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد بن ولید سے پوچھا کہ اے ابا سلیمان! کیا کوئی وسیع میدان کی جگہ تمہیں معلوم ہے؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ ہاں! اے سردار! ایسی جگہ میرے علم میں ہے اور وہ ''یرموک'' ہے۔ وہاں وسیع اور کشادہ میدان ہیں۔ نیز بمقابلہ جابیہ مدینہ طیبہ سے یرموک کا فاصلہ کم ہے۔ اگر مدینہ طیبہ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم ہماری کمک کرنے کوئی لشکر ارسال فرمائیں تو جابیہ کے مقابلے میں یرموک میں کمک جلدی آسکتی ہے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب نے کھڑے ہو کر حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے امین الامت! خدا کی قسم حضرت خالد بن ولید کی رائے نہایت معقول اور مناسب ہے، میری آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ اسی پر عمل کریں۔

اسلامی لشکر کا یرموک میں وارد ہونا:

حضرت ابوعبیدہ نے جیش اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر جابیہ سے یرموک کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ کرتے وقت ایسا شور وغل بلند ہوا کہ ایک فرسخ (تین میل) تک وہ آواز سنائی دی۔ اردن شہر جابیہ سے قریب تھا۔ اہل اردن کو اسلامی

کی روانگی کی اطلاع ملی تو انہوں نے گمان کیا کہ ڈر کی وجہ سے واپس جا رہے ہیں لہٰذا ان کے حوصلے بڑھے اور حملہ کرنے جرأت ہوئی۔ لہٰذا وہ یرموک جانے والے راستہ پر لشکر لے کر راہ میں حائل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں ساتھ اسلامی لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے چل رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ اہل اردن راستہ روک کر ڑے ہیں اور لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اہل اردن کی ''آ بلا گلے پڑ، نہیں پڑتی تو بھی پڑ'' والی مثل کے مصداق بیجا جرأت یکھ کر حضرت خالد کو ان کی بے وقوفی پر ہنسنا آ گیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور فرمایا کہ یہ لشکر ہمارے لئے غنیمت ہے غلبہ کی نشانی کا نیک فال ہے۔ حضرت خالد کے ساتھیوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اور نیزے راست کر لئے۔ ☆ ضرت ضرار بن ازور ☆ حضرت مرقال ☆ حضرت طلحہ بن نوفل عامری ☆ حضرت عامر بن طفیل ☆ حضرت زہیر ابن اکال م ☆ حضرت بلال بن مرہ ☆ حضرت صخر بن غانم وغیرہ حضرت خالد کے ساتھ اردن کے رومی لشکر پر مثل چنگل مارنے لے باز کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مجاہدوں کا حملہ صرف ایک گرداوا تھا۔ پہلے ہی حملے کی شدت دیکھ کر رومیوں کی آنکھوں تلے ندھیرا چھا گیا اور دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اپنی دلیری اور شجاعت کے گھمنڈ کا شیش محل مجاہدوں کی ضرب کاری سے چکنا ر ہوتا محسوس ہوا۔ ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا لیکن مجاہدوں نے ان کو تلواروں اور نیزوں کی نوک پر لیا اور ماری اکثریت کو زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ حضرت خالد نے بھاگتے ہوئے رومیوں کا نہر اردن تک تعاقب کیا اور جو ہاتھ لگا اس و لقمۂ اجل بنا دیا۔ کچھ رومی بچ کر نہر اردن تک پہنچ گئے۔ آگے ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی اور پیچھے تلواریں ہلاتے ہوئے مجاہدین تھے۔ بہت سارے رومی غرق دریا ہو کر مر گئے۔ اہل اردن کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد حضرت خالد واپس لوٹے اور حضرت بوعبیدہ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئے۔ پھر اس کے بعد یرموک تک راہ میں کوئی بھی رومی لشکر مزاحم نہ ہوا اور جیش اسلام خیر و عافیت کے ساتھ یرموک کے میدان میں پہنچ گیا۔ اسلامی لشکر جب یرموک کے میدان میں آیا تب میدان بالکل خالی تھا۔ حضرت خالد نے میدان کا بغور معائنہ کیا اور پھر سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ سے مشورہ کر کے ایک بلند ٹیلے کے نیچے اسلامی کیمپ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ٹیلے پر مال و اسباب اور بچوں اور عورتوں کا پڑاؤ قائم کر دیا اور کچھ مسلح مجاہدوں کو نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا ٹیلہ اتنا بلند تھا کہ وہاں سے یرموک کا پورا میدان نظر آتا تھا ٹیلہ پر نگہبانی کرنے والے مجاہدوں کو یہ تاکید کر دی گئی تھی کہ رومی لشکر کی آمد کے بعد دشمن کی تمام حرکتوں پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔ ٹیلے کے برلب نیچے مجاہد سواروں اور لشکر کا جنرل (General) کیمپ کھڑا کر دیا گیا۔ اسلامی لشکر یرموک کے میدان میں رومی لشکر سے پہلے آ گیا۔ اس کو بڑا فائدہ یہ ہوا کہ باعتبار جنگ محفوظ اور سلامت جگہ کا انتخاب کر کے اس پر قبضہ کر لیا گیا اور رومی لشکر کے لئے لب دریا میدان خالی چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے یرموک کی طرف آنے والے تمام راستوں پر جاسوس بٹھا دیئے تا کہ وہ رومی لشکر کی آمد کی اطلاع پہنچائیں۔

رومی لشکر کا یرموک میں آنا اور رومی لشکر کی تعداد:

اسلامی لشکر میدان یرموک میں رومی لشکر کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب ہرقل بادشاہ کے بیٹے کو ''قیساریہ'' میں اس امر

کی اطلاع ملی کہ اسلامی لشکر جابیہ سے کوچ کر کے یرموک کے میدان میں پہنچ گیا ہے اور جابیہ سے یرموک جاتے وقت اہل اردن کو تہ تیغ کر کے تہس نہس کر ڈالا ہے تو وہ بہت ہی خشمناک ہوا اور فوراً قاصد کو خط دے کر رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان کے پاس بھیجا۔ اس خط میں ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے باہان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ لکھی کہ میرے والد نے لاکھوں کا لشکر دے کر تمہیں عربوں کے تعاقب میں بھیجا لیکن تم عربوں سے لڑنے میں کاہلی اور بزدلی دکھاتے ہو۔ مسلمانوں کا لشکر جابیہ سے یرموک پہنچ گیا اور تمہارے قریب سے گزرنے کے باوجود تم غافل اور بے خبر رہے اور مسلمانوں کا لشکر تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا اور تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ لہٰذا اب جلد از جلد یرموک پہنچو اور مسلمانوں کا کام تمام کر دو۔ ہرقل کا بیٹا نہایت متعصب نصرانی تھا۔ مسلمانوں کا وجود تک اسے گوارا نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے سردار باہان کو سرزنش اور ملامت کر کے لڑنے کے لئے اکسایا۔ قسطنطین کا خط ملتے ہی باہان نے رومی لشکر کی دیگر بٹالین کے سردار قناطر، جرجیر، دریحان، قوریر اور جبلہ بن ایہم کے پاس قاصد دوڑائے اور سب کو یرموک جلد از جلد پہنچنے کا حکم دیا۔ اب ہر طرف سے رومی لشکر یرموک کی طرف آگے بڑھا۔ راستہ میں جو بھی آبادیاں آتیں ان کے جوانوں کو خوشی یا جبر سے فوج میں بھرتی کر کے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرتے تھے۔ جب رومی لشکر یرموک میں آیا تو اسلامی لشکر پہلے سے وہاں موجود تھا۔ رومی لشکر نے ''دیر الجبل'' کے قریب پڑاؤ کیا۔ رومی لشکر نے لمبائی اور چوڑائی میں اٹھارہ میل کی جگہ گھیری تھی۔ رومی لشکر اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے درمیان تقریباً تین میل کی جگہ معرکۂ جنگ کے لئے خالی چھوڑی گئی تھی۔

رومی لشکر مثل پھیلی ہوئی ٹیڑیوں کی طرح میدان میں نظر آتا تھا۔ رومی لشکر میدان میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح اٹھارہ میل طول و عرض میں فروکش تھا۔ رومیوں کی کثرت کا حال دیکھ کر مجاہدوں کے چہروں پر فکر کے آثار نظر آتے تھے۔ اسلامی لشکر کے ہر فرد کی زبان پر ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' کا ورد جاری تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رومی لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے متمنی تھے لہٰذا انہوں نے کسی شخص کو رومی لشکر میں بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حاکم بصرہ حضرت روماس نے اسلام قبول کرنے کے بعد حصول ثواب کی نیت سے اسلامی لشکر میں شمولیت اختیار کی تھی۔ حضرت روماس جنگ کے کرتب اور لشکر کی ترتیب وغیرہ کے فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان کو حضرت ابوعبیدہ نے رومی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانے بھیجا۔ حضرت روماس نے اپنی وضع تبدیل کر کے رومی بطریق کا لباس پہن لیا اور رومی لشکر میں گھس گئے اور ایک دن اور ایک رات رومی لشکر میں ٹھہرے اور ان کی تعداد کا تخمینہ کرتے رہے۔

رومی لشکر انطاکیہ سے جب روانہ ہوا تھا تب اس کی تعداد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (۵،۶۰،۰۰۰) تھی۔ لیکن راہ میں واقع ہونے والے ہر شہر اور گاؤں سے کثیر تعداد میں لوگ رومی لشکر میں شامل ہوتے گئے اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ علاوہ ازیں قیساریہ سے ہرقل بادشاہ کے بیٹے قسطنطین نے اپنا چالیس ہزار کا لشکر بھی یرموک بھیج دیا تھا۔ ہرقل بادشاہ نے انطاکیہ سے ساحلی علاقہ اور بیت المقدس کی طرف جو بڑی فوج بھیجی تھی وہ بھی یرموک آ پہنچی تھی۔ حضرت روماس چوبیس گھنٹہ رومی لشکر میں ٹھہرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ کے پاس واپس لوٹے اور اطلاع دی کہ میں نے رومی لشکر میں کل بیس نشان (جھنڈے)

شمار کیے ہیں اور ہر نشان کے تحت پچاس ہزار فوجیوں کی صف بندی ہوتی ہے علاوہ ازیں جبلہ بن ایہم کو سردار باہان نے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے ساتھ لشکر کے آگے رکھا ہے وہ الگ شمار ہوں گے۔ اس حساب سے رومی لشکر کی کل تعداد دس لاکھ ساٹھ ہزار (۱۰،۶۰،۰۰۰) ہوتی ہے۔ اسلامی لشکر کی تعداد جنگ اجنادین کے وقت اکاون ہزار پانچ سو (۵۱،۵۰۰) تھی۔ جنگ اجنادین کے بعد جنگ دمشق، جنگ حصن ابی القدس، جنگ رستن، جنگ شیرز، جنگ قنسرین، جنگ بعلبک اور جنگ حمص ہوئی تھی۔ ہر جگہ اسلامی لشکر سے تھوڑے بہت مجاہد شہید ہوتے گئے اور لشکر کی تعداد کم ہوتی گئی۔ علاوہ ازیں جس مقام کو اسلامی لشکر فتح کرتا تھا اس کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری کا فریضہ انجام دینے کے لئے ہر مقام پر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو وہاں ٹھہرا دیتے تھے۔ مثال کے طور پر فتح بعلبک کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت رافع بن عبداللہ سہمی کے ساتھ نو سو (۹۰۰) مجاہدوں کو بعلبک میں ٹھہرا دیا تھا۔ الغرض! اسلامی لشکر جوں جوں ملک شام میں آگے بڑھتا گیا اس کی تعداد کم ہوتی گئی۔ جنگ یرموک میں اسلامی لشکر کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات نے تیس ہزار کی تعداد بھی بتائی ہے لیکن اصح اور راجح قول چالیس سے پینتالیس ہزار کا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے رومی لشکر کی کثرت کا حال معلوم کر کے قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھی کہ:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (پارہ:۲، رکوع:۱۷، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۴۹)

ترجمہ: ''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے''

(کنزالایمان)

اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو بھی رومی لشکر کی کثرت معلوم ہو چکی تھی لہٰذا تمام کے چہروں سے تشویش اور گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوتے تھے لیکن کوئی بھی مجاہد اپنے لئے فکرمند نہیں تھا بلکہ اپنے دینی بھائی کے لئے رنج و فکر میں مبتلا تھا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مجھے شہادت کی سعادت نصیب ہو لیکن میرے دینی اور اسلامی بھائی کو اللہ محفوظ و سلامت رکھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی کہ اے قرآن کے اُٹھانے والو! اللہ کی نصرت اور مدد پر بھروسہ رکھو۔ رومیوں کی کثرت اور ہماری قلت کی وجہ سے مطلق خوف نہ کھاؤ۔ گھبراہٹ اور اضطراب میں مبتلا ہونے کے بجائے فتح و نصرت کی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رومی لشکر کا تمام ساز و سامان ہمارے لئے غنیمت ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے یہ دعا مانگی:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (پارہ:۲، رکوع:۱۷، سورۃ البقرہ، آیت:۲۵۰)

ترجمہ: ''اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر'' (کنزالایمان)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی نصیحت آمیز تقریر نے مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا۔ اپنے آقا و مولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ سے استغاثہ و استمداد کرتے تھے اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض و کرم پر اعتماد کامل رکھ کر زبان حال سے یوں کہہ رہے تھے۔ بقول:

دل عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی، بھاری ہے بھروسہ تیرا

(از: امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی

’’جنگ یرموک‘‘

میدان یرموک میں اسلامی لشکر اور رومی لشکر آمنے سامنے اپنے اپنے پڑاؤ میں توقف کئے ہوئے تھے۔ جنگ یرموک ما رجب المرجب ۱۵ھ میں ہوئی تھی۔ جنگ یرموک کے متعلق امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، اسد اللہ الغالب، امام المشارق و المغارب، مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لڑائی ہے جس کا حال مجھ سے حضور اقدس، عالم ما کان و ما یکون، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور یہاں تک فرمایا تھا کہ اس لڑائی کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ (حوالہ فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص ۲۱۶)

رومی لشکر کا جنگ سے باز رہنا اور توقف کرنا:

اسلامی لشکر کا ہر مجاہد جنگ کے لئے مستعد و آمادہ تھا لیکن رومی لشکر کی جانب سے کسی قسم کی کوئی جنگی حرکت نہ ہوتی تھی۔ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان ارمنی نے لڑائی سے توقف کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل بادشاہ نے باہان کو اپنے ایلچی کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی عجلت مت کرنا بلکہ ان کے سردار سے گفتگو کر کے اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرو کہ وہ ہمارا ملک چھوڑ کر چلے جائیں اس کے عوض میں ہر سال ان کے سردار و خلیفہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں کثیر مال بھیجا کریں گے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں نے ’’جابیہ‘‘ تک کا جو علاقہ فتح کیا ہے وہ تمام علاقہ میں ان کو جاگیر میں دے دوں گا اور ملک حجاز سے جابیہ تک کا علاقہ ان کے تسلط اور تصرف میں رہے گا۔ لہٰذا اب اتنے پر اکتفا کریں اور ہمارے مزید علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ ترک کر کے اپنے ملک واپس پلٹ جائیں۔ ہرقل نے باہان کو تاکید کی تھی کہ اگر اس تجویز پر مسلمان راضی ہو کر صلح کر لیں تو تم ان سے صلح کر لینا اور ہرگز لڑائی مت کرنا۔

باہان نے اپنی طرف سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے رومی سردار اور عموریہ کے حاکم ’’جرجیر‘‘ کو روانہ کیا جرجیر اپنے ساتھ ایک ہزار سواروں کو لے کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے قریب آیا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! تمہارے سردار کو میرے سامنے بھیجو تا کہ میں ان سے صلح کے معاملے میں گفتگو کروں۔ مجھے امید ہے کہ ہم مصالحت کر لیں اور انسانوں کا خون بہانے سے بچیں۔ حضرت ابوعبیدہ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے قریب آئے اور فرمایا کہ اے صلیب کے پرستار! جو کچھ کہنا ہو وہ کہہ اور جو پوچھنا ہو وہ پوچھ۔

جرجیر نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی! تم اس وہم و گمان میں مت رہنا کہ ہم نے ملک شام کے بہت سے مقامات فتح کر لئے ہیں لہٰذا یہاں یرموک میں موجود شاہ ہرقل کے لشکر پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وقت ہمارے لشکر

وم کو تم ملک شام کے دیگر لشکروں پر قیاس مت کرنا کیونکہ ہمارے لشکر میں مختلف مقامات، مختلف قوم اور مختلف زبانوں کے لوگ مل ہوئے ہیں۔ ہمارے لشکر کے تمام افراد نے حلفیہ ایک دوسرے سے معاہدہ کیا ہے کہ کوئی بھی شخص تمہارے مقابلے سے ہیں بھاگے گا بلکہ ہر آئینہ تم سے جنگ وقتال کرے گا۔ لہٰذا اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ کہ ہمارے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تم میں اقت نہیں۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ اگر تم نے ہمارے لشکر سے مقابلہ کرنے کی جرأت کی تو یہ تمہارا رور وتکبر ہوگا اور انجام کار تمہارا وجود نیست و نابود ہو جائے گا۔ لیکن پھر بھی ہمارے رحم دل بادشاہ نے تمہارے ساتھ احسان ر نیک سلوک کرنے کا ارادہ کیا ہے اب تک تم نے جو بھی مقامات فتح کر لئے ہیں وہ تم کو ہبہ و بخشش کر دیتا ہے۔ ہمارے ملک سے تم نے مال واسباب، گھوڑے ہتھیار وغیرہ جو کچھ بھی چھینا ہے وہ بھی تم کو ہبہ کر دیتا ہے اور اس کا کوئی مطالبہ نہیں کرتا۔ لہٰذا دشاہ تم کو جس امر کی طرف بلاتا ہے اسے قبول کر لو اور ملک حجاز لوٹ جاؤ ورنہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے جرجیر کو دندان شکن جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم کو ڈرانے اور دھمکانے کی بیجا کوشش مت کر۔ ہم تیری دھمکی سے ڈرنے والے نہیں۔ ہم راہ خدا میں شمشیر زنی کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ تمہاری تلواروں کا ہمیں مطلق خوف ہیں اور؟؟؟

اس کے آگے حضرت ابوعبیدہ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ امام ارباب سیر حضرت علامہ امام محمد بن واقدی قدس سرہ کی زبان میں سماعت فرمائیں:

> ''اور اپنے کام میں ہم یقین رکھتے ہیں اور ضرور ہم فتح کریں گے تمہاری زمین کو اور لے لیویں گے تمہارے بادشاہ کے خزانوں کو جیسا کہ وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہمارے نبی کا وعدہ خلاف نہیں۔'' (حوالہ فتوح الشام از: علامہ واقدی)

فتوح الشام کی مندرجہ عبارت قابل غور وفکر ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے رومی سردار جرجیر سے یقین کے درجے میں فرمایا کہ

☆ ہم تمہارا ملک فتح کر لیں گے۔

☆ ہم تمہارے بادشاہ کے خزانے کے مالک ہو جائیں گے۔

☆ ان دونوں باتوں کا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔

☆ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔

اب قارئین کرام کی توجہ درکار ہے۔ قارئین کرام خاص توجہ فرمائیں کہ:

☆ حضرت ابوعبیدہ ''ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل کا خزانہ ہماری ملکیت میں آئے گا۔'' یہ بات یرموک کے میدان میں ماہ رجب ۱۵ھ میں فرما رہے ہیں یعنی ۱۵ھ کے ماہ رجب تک پورا ملک شام فتح نہیں ہوا تھا بلکہ مستقبل میں ہونے والا تھا۔

☆ ماہ رجب ۱۵ھ کے بعد یہ امر ضرور واقع ہوگا اس کے وقوع کا حضرت ابوعبیدہ کو یقین کامل تھا کیونکہ ملک شام فتح ہونے کا حضرات صحابہ کرام سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔

☆ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ملک شام کی فتح کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ وعدہ آپ کی ظاہری جسمانی حیات میں کیا تھا یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سے پہلے ہی کیا تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول کے روز دنیا سے پردہ فرمایا۔

☆ ۱۵ھ کے بعد ہی ملک شام فتح ہوا لیکن اس کے فتح ہونے کا وعدہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۱ھ سے پہلے فرمایا ۱۵ھ کے بعد جو واقعات پیش آنے والے تھے وہ ۱۱ھ کے لئے غیب کی بات تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ملک شام کی فتح کی صرف خبر دی نہ تھی بلکہ ملک شام کی فتح کا وعدہ فرمایا تھا۔ پیشین گوئی نہ فرمائی تھی بلکہ یقین کے درجے میں علم تھا اور ملک شام کی فتح کا پورا یقین تھا اسی لئے اپنے جاں نثار صحابہ کرام سے وعدہ فرمایا تھا کہ ملک شام تمہارے ہاتھوں فتح ہوگا اور تم ہرقل بادشاہ کے خزانے کے مالک بھی بن جاؤ گے ایسا پختہ وعدہ وہی کر سکتا ہے جو علم غیب کی وجہ سے یقینی علم رکھتا ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا تھا۔

☆ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام میں سے تھے اور ان کا شمار ''عشرہ مبشرہ'' یعنی وہ دس خوش نصیب حضرات جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں اور ان کی حیات میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ وہ جنتی صحابی حضرت ابوعبیدہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب پر مطلع تھے اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نبی کا کیا ہوا وعدہ غلط نہیں ہوتا ملک شام فتح کا وعدہ کرنا علم غیب کی بناء پر ہی تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب کی بناء پر ملک شام کی فتح کا جو وعدہ فرمایا تھا اس وعدہ کے متعلق حضرت ابوعبیدہ کا عقیدہ تھا کہ وہ وعدہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح جیسے جلیل القدر صحابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا یقین کے ساتھ اقرار و اعتراف کریں اور؟؟؟

دورِ حاضرہ کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے (معاذ اللہ)

چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے پیشوا و نیز تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیر و مرشد اور استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔''

(حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کامل، ناشر، مکتبۂ دیوبند ص ۱۰۳)

حل لغت: صریح= ظاہر، آشکار، صاف، علانیہ (حوالہ فیروز اللغات ص:۸۶۲)

علانیہ= ظاہر، کھلم کھلا، آشکارا، سب کے سامنے، برسرِ عام (حوالہ فیروز اللغات ۹۰۱)

فتاویٰ رشیدیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کو مولوی رشید احمد گنگوہی "صریح شرک" یعنی کھلم کھلا شرک کہہ رہے ہیں اور جو شخص شرک کا ارتکاب کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قارئین توجہ فرمائیں کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب حضور اقدس کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا پختہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا۔ حضرت ابوعبیدہ کو یہ عقیدہ رکھنے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں جنتی فرماتے ہیں بلکہ "عشرہ مبشرہ" میں ان کا شمار فرما کر ان کو جنت کی سند عطا فرماتے ہیں لیکن مولوی رشید احمد کے فتوے سے؟؟؟ قارئین کرام انصاف فرمائیں۔

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام اوّل فی الہند اور امام المنافقین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"جو کوئی یہ بات کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کوئی امام یا بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے منہ سے ادب نہ کہتے تھے وہ بڑا جھوٹا ہے کیونکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔"

(حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: الدار السلفیہ بمبئی، ص: ۴۸)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مولوی اسمٰعیل دہلوی جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ قارئین کرام کی غیر جانبدارانہ عدالت میں استغاثہ ہے کہ میزان عدل کے ایک پلے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق حضرت ابوعبیدہ کا عقیدہ رکھیں اور دوسرے پلے میں مولوی اسمٰعیل کی تقویت الایمان کی عبارت رکھیں اور فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے ہم یرموک کے میدان میں واپس جائیں۔

رومی سردار جرجیر نے رومی لشکر کی کثرت کا خوف دکھا کر ہلاک ہو جانے کی جو دھمکی دی تھی اس دھمکی کا اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ تو اپنے لشکر کی کثرت پر ناز کرتا اور غرور کر کے اتراتا ہے لیکن تو یہ حقیقت بھی جان لے کہ تمہارے لشکر کو ہمارے مجاہدوں کے نیزوں اور تلواروں کی نوکیں پھاڑ کر رکھ دیں گی اور تم چوہے کا بل ڈھونڈتے پھرو گے جس دن لڑائی شروع ہوگی اس دن تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون لڑائی کا خواہشمند ہے۔

حضرت ابوعبیدہ کی بلند حوصلہ گفتگو سن کر رومی سردار جرجیر مبہوت و ساکت ہو گیا اور اپنا سا منہ لے کر باہان کے پاس واپس آیا۔ باہان نے کیفیت پوچھی، تو جرجیر نے کہا کہ ان سے صلح کی گفتگو کرنا بے فائدہ ہے۔ ان کی بات چیت میں بھی جنگ کی آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں ان کا ارادہ پورا ملک شام فتح کرنے کا ہے لہٰذا یہ جنگ کئے بغیر یہاں سے ٹلنے والے نہیں۔ جرجیر کی مایوس کن تفصیل سماعت کرنے کے باوجود بھی باہان ناامید نہیں ہوا اور صلح کی آس نہیں توڑی۔ جبلہ بن ایہم غسانی

عرب ہونے کے ناتے ان کو سمجھانے میں کارآمد ثابت ہوگا یہ امید کرتے ہوئے باہان نے جبلہ کو آزماتے ہوئے صلح کی گفتگو کرنے بھیجا۔ جبلہ بن ایہم گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے کیمپ کے نزدیک آیا اور پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! تم میں سے عمرو بن عامر کی اولاد کے کسی شخص کو میرے ساتھ گفتگو کرنے بھیجو۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عبادہ بن صامت کو اس سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ جبلہ نے گفتگو کے آغاز میں قبیلہ کا تعرّف اور قرابت کا لحاظ وغیرہ کے تعلق سے گفتگو کرنے کے بعد ہمدردی اور خیر خواہی جتانے کا مکروفریب کرتے ہوئے کہا کہ اے عربی برادر! میں تمہارا ہم قوم ہونے کی وجہ سے تمہارا بھی خواہ اور خیر اندیش ہوں۔ میرا تم کو مشورہ ہے کہ اس وقت جو یہاں رومی لشکر موجود ہے اس کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں اور اس لشکر کی مثل ایک دوسرا لشکر پیچھے آرہا ہے۔ تمہاری تعداد رومی لشکر کے مقابلے میں سمندر کے مقابلے میں کوزے کی مثل ہے۔ اب تک ملک شام میں تم نے جو فتوحات حاصل کیں ہیں اس کا نشہ اپنے دماغ سے جھاڑ دو کیونکہ ان لڑائیوں میں تمہارے مقابلے میں جو لشکر آئے تھے۔ ان میں اور اس وقت جو لشکر آیا ہے اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لشکر سے مقابلہ کرنا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ لہٰذا بہت مت اکڑو اور لڑنے کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ اس لشکر سے لڑنا لوہے کے چنے چبانے سے بھی زیادہ مشکل مرحلہ ہے۔ خواہ مخواہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو اور ہرقل بادشاہ کی تجویز قبول کر کے ملک حجاز کی راہ پکڑو۔ اسی میں ہی تمہاری بہتری اور بھلائی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت خاموشی سے جبلہ کی گفتگو سماعت کر رہے تھے۔ جبلہ جب خاموش ہوا تب حضرت عبادہ نے فرمایا کہ اے جبلہ کیا تو اپنی بات پوری کہہ چکا؟ جبلہ نے کہا کہ ہاں اے برادر عربی! میں اپنے ایک نیک مشورے سے فارغ ہو چکا۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ اے جبلہ! جنگ اجنادین میں تو نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر کس طرح غلبہ دیا۔ ہم اسی کی مدد چاہتے ہیں اور اس کی مدد پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ ہم تمہارے لشکر کی کثرت سے مطلق نہیں ڈرتے بلکہ تمہاری پروا تک نہیں کرتے۔ موت ہماری خواہش و آرزو ہونے کی وجہ سے ہم خونریزی کے حریص اور خواہشمند ہیں۔ لہٰذا اپنے لشکر کی کثرت سے ہمیں ڈرانے کی کوشش مت کر۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ بے خوف ہو کر جیتا ہے۔ تو نے عرب ہونے کے ناطے ہمدردی جتائی ہے لہٰذا میں بھی اخلاقی فریضہ کے تحت تجھے بے ڈر اور بے خوف بنانے کی ہمدردی جتاتا ہوں۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہہ کر اسلام میں داخل ہو جا تا کہ تجھے دنیا اور آخرت کی بزرگی حاصل ہو اور تو بے ڈر اور بے خوف ہو جائے۔ اے جبلہ! تو روسائے عرب سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی عربی ہیں رسول عربی کا دین تمام ادیان پر غالب آچکا ہے۔ تیری بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ تو دین اسلام اختیار کرلے اور کفر کی ظلمت سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آجا۔

حضرت عبادہ بن صامت کی صداقت پر مبنی ایمان افروز اور باطل سوز گفتگو سن کر جبلہ خشمناک ہوا اور کہا کہ اس طرح کی باتیں کرنے سے باز آؤ۔ میں اپنے دین نصرانیہ سے ہرگز منحرف نہیں ہونے والا۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ اگر تو

اپنے کفر پر ہی قائم رہنا چاہتا ہے تو کم از کم اتنا تو کر کہ ہمارے اور رومیوں کے درمیان مداخلت کرنے سے دور رہ اور رومی لشکر سے الگ ہو جا ورنہ تجھ کو بھی رومیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے نیزوں اور تلواروں کی نوکیں پھاڑ کر رکھ دیں گی۔ ہماری تلواروں سے بچ کر تو زندہ واپس نہیں جائے گا۔ جبلہ یہ سن کر سہم گیا اور نرم لہجہ اختیار کر کے کہا کہ اے عربی برادر! خواہ مخواہ مجھ کو کیوں ڈانٹتے ہو؟ کیا میں تمہاری جنس سے نہیں؟ حضرت عبادہ نے فرمایا کہ تو عرب ہونے کے ناطے ہم سے مکر و فریب کرنے آیا ہے۔ تو عرب ضرور ہے لیکن اپنے کفر کی وجہ سے ہمارا جنس اور مثل نہیں۔ تو صلیب کا پجاری ہے جب کہ ہم خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ تیرا اور ہمارا حال یکساں نہیں۔ اور ہاں! تو ہم کو اس بات سے بھی ڈرانے کی کوشش کرتا ہے کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر پیچھے آ رہا ہے۔ لہٰذا تو بھی سن لے کہ ہمارا لشکر بھی ہماری پشت پناہی کرنے آ رہا ہے اور اس لشکر میں ایسے ایسے دلیر اور بزرگ لوگ ہیں جو بذات خود ایک لشکر کی حیثیت کے حامل ہیں۔ کیا تجھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کی شدت اور مضبوطی، حضرت عثمان غنی کی دانش اور جوانمردی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور بہادری، حضرت عباس، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور فلاں فلاں کی ہمت اور دبدبے کا حال معلوم نہیں؟ ان حضرات کے پاس طائف اور یمن کے مجاہدین جمع ہوئے ہیں اور ہماری کمک کو آنے والے ہیں۔ جب تم ہم سے لڑنے کی صلاحیت اور جرأت نہیں رکھتے تو ہمارے ان معزز شہسواروں سے کیا ٹکر لے سکو گے؟ جب ہمارا یہ لشکر آئے گا تو تم کو مثل غلہ پیس کر رکھ دے گا۔

جبلہ بن ایہم نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! تم تو بہت مشتعل ہو گئے اور لال پیلے ہو کر تند لہجہ میں گفتگو کرنے پر اتر آئے ہو۔ میں تمہارے بھلے کی بات کرتا ہوں لیکن تم میری بات پر کان نہیں دھرتے اور میری ایک بھی نہیں سنتے۔ میں ایک مرتبہ مکرّر درخواست کرتا ہوں کہ لڑنے کا تصور ترک کر کے رومیوں سے صلح کر لو۔ حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی! ہمارے اور تمہارے درمیان قبول اسلام یا ادائے جزیہ کی شرط پر ہی صلح ہو سکتی ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک شرط کے قبول سے انکار کرو گے تو تلوار ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اے جبلہ! میری ایک آخری بات سن لے۔ اگر ایلچی کو قتل کرنا ہمارے نزدیک غدر اور بے وفائی نہ ہوتا تو تجھ کو اپنی تلوار کا مزا چکھاتا اور تیری ناپاک روح کو دوزخ کی طرف بھیج دیتا۔ تیری خوش نصیبی ہے کہ تو ایلچی بن کر آنے کی وجہ سے میری تلوار کی ضرب سے بچ کر واپس جاتا ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد حضرت عبادہ نے میان سے تلوار نکال کر جبلہ کی طرف چمکائی۔ جبلہ دہشت اور خوف سے کانپ اٹھا۔ اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور رومی لشکر کی جانب چل دیا۔

جبلہ جب باہان کے پاس آیا تب اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی تھیں۔ باہان نے جبلہ کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ اے جبلہ! اس قدر افسردہ کیوں ہو؟ تمہارے چہرے سے خوف و ہراس عیاں ہو رہا ہے جبلہ نے کہا کہ اے سردار! میں ہراساں نہیں بلکہ متحیر اور متعجب ہوں۔ میں نے عرب ہونے کے ناطے مسلمانوں کو بہت سمجھایا بلکہ ڈرایا اور دھمکایا بھی، لیکن ان کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ صلح کی بات میں دلچسپی ہی نہیں، بس لڑنے کی اور پھاڑ ڈالنے کی ہی بات کرتے ہیں۔

معلوم نہیں ان کے دماغ میں کیا ہوا بھر گئی ہے۔ ان کے گفتگو کے تیور دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے اور یہ لوگ احسان کرنے کے لائق نہیں کیونکہ ملک شام کے چند مقام پر فتح حاصل کرنے کی وجہ سے ان کے دماغ چوتھے آسمان پر ہیں لہٰذا تلوار کی زبان میں بات کر کے ان کے دماغ کی گرمی اتارنے کی ضرورت ہے۔

''جنگ یرموک کا پہلا دن''

باہان نے جبلہ سے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہرقل بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم نے عربوں کو سمجھاتے ہوئے دماغ کے کیڑے جھاڑ دیئے لیکن انہوں نے ہماری بات کو سنی ان سنی کر دیا۔ اتمام حجت کرنے میں ہم کوتاہی سے پیش نہیں آئے لہٰذا اب اگر ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو بادشاہ ہم کو ملامت نہیں کرے گا۔ ہم بادشاہ کو اطمینان دلاسکیں گے کہ صلح کے لئے ہم نے حد درجہ کوشش کر لی مگر وہ آمادہ نہیں ہوئے لہٰذا ہم نے بحالت اکراہ و مجبوری جنگ کی ہے۔ باہان نے جبلہ سے کہا کہ میری اطلاع کے مطابق عرب کا لشکر تیس (۳۰) ہزار ہے اور تم عرب متنصرہ ساٹھ ہزار ہو۔ یعنی مسلمانوں سے دوگنی تعداد میں ہو۔ وہ بھی عرب ہیں اور تم بھی عرب ہو۔ مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم ان کو پھاڑ کے رکھ دو گے۔ اگر تم ان پر غالب آئے تو ہرقل بادشاہ انعام و اکرام سے تمہیں نوازنے میں بخل نہ کرے گا بلکہ ملک شام کی حکومت میں تمہیں حصہ دار بنائے گا علاوہ ازیں پورے ملک شام میں تمہارے نام کا ڈنکا بج جائے گا کہ تم نے عربوں کو بھگا دیا۔ ملک شام کا بچہ بچہ تمہاری تعظیم و تکریم کرے گا اور ہر گھر اور ہر محفل میں تمہاری شجاعت و بہادری کے گیت گائے جائیں گے۔ اس طرح باہان نے طمع و لالچ دے کر جبلہ کو لڑنے کی ترغیب دی اور اس کے دماغ میں ہوا چڑھا دی۔ جبلہ نے کہا کہ اے سردار! میں ان مسلمانوں سے ضرور لڑوں گا بلکہ ان سے لڑنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے جو امیدیں وابستہ کی ہیں اس میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ جبلہ بن ایہم نے اپنی قوم بنو غسان کو مسلح ہو کر لڑنے کے لئے میدان میں جانے کا حکم دیا۔ جبلہ کا حکم ملتے ہی قوم بنو غسان کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ مسلح ہو کر فوراً سوار ہو گئے اور میدان میں آئے۔ تمام عرب متنصرہ لوہے کے خود، زرہیں اور دیگر ملبوسات سے آراستہ ہو کر آئے تھے۔

ساٹھ ہزار کے مقابلے میں حضرت خالد کا ساٹھ آدمی سے لڑنا:

اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں اسلامی تاریخ کا وہ سنہری ورق پیش کر رہے ہیں کہ جس کو پڑھ کر قارئین عش عش پکار اٹھیں گے۔ اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں نے شجاعت اور بہادری کی بے مثال نظیر قائم کر دی۔ وہم و گمان سے ورا ایسا عظیم کردار ادا کیا ہے کہ خواب میں بھی ایسا کرنا ممکن نہیں۔ آیئے! اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

جب جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر میدان میں آیا اور اسے آتے ہوئے مجاہدوں نے دیکھا تو فوراً حضرت ابوعبیدہ کو اس امر کی اطلاع پہنچائی۔ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو پکارا اور مسلح ہو کر میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ تمام مجاہد اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے اور میدان میں جانے کا قصد کیا لیکن حضرت خالد بن ولید نے پکار کر فرمایا

کہ اے اسلام کے جان نثارو! ٹھہر جاؤ اور توقف کرو! رومیوں نے ہمارے مقابلے کے لئے ساٹھ ہزار نصرانی عرب سواروں کو بھیج کر بیوقوفی کی ہے۔ آج میں ان کو ایسا چکما دوں گا کہ ان کی ناک خاک آلودہ ہو جائے گی اور ذلت کی وجہ سے وہ کسی کو بھی اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے محو حیرت ہو کر کہا کہ اے ابا سلیمان! ایسا تم نے کیا سوچا ہے؟ حضرت خالد نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے سردار! رومی لشکر کے سردار نے ہماری تعداد سے دوگنی تعداد میں نصرانی عربوں کو اس گمان میں لڑنے بھیجا ہے کہ وہ ہمارے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ہم پر غالب آ جائیں گے۔ وہ ان نصرانی عربوں کی کچھ اہمیت سمجھتا ہے لہٰذا اگر ہم پورے لشکر کے ساتھ ان سے لڑنے نکلیں گے تو ان کی اہمیت برقرار رہ جائے گی۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کی اہمیت راز کا فاش کر دوں لہٰذا جبلہ کے لشکر کے مقابلے میں ہمارے لشکر سے چند مجاہد ہی جائیں اور قسم ہے عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ جبلہ ہمارے لشکر کے لوگوں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ صرف پروردگار عالم کی رضامندی کے لئے ہی لڑتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! تمہاری رائے مناسب ہے۔ تم ہمارے لشکر سے مناسب سمجھو اتنے مجاہدوں کا انتخاب کر لو۔ آگے کا احوال حضرت علامہ واقدی کی زبان سے سماعت کریں:

''پس کہا خالد بن الولید نے کہ میں چاہتا ہوں کہ منتخب کروں ایسے لشکر سے تیس آدمی۔ پس لڑے ہر آدمی ہم میں سے دو ہزار سے ان متنصرہ سے۔ پس نہیں باقی تھا کوئی شخص مسلمانوں سے مگر یہ کہ تعجب کیا اس نے مقولہ خالد بن الولید سے اور گمان کیا ان کی نسبت مزاح کا۔ پس جس شخص نے پہلے ان سے اس بات میں اس دن کلام کیا وہ ابوسفیان تھے۔ پس کہا انہوں نے کہ اے بیٹے ولید کے! آیا یہ کلام تمہارا مزاح کا ہے یا صحیح اور درست ہے؟ خالد بن الولید نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں کہ نہیں کہا میں نے مگر کلام صحیح اور درست کو۔'' (حوالہ: ''فتوح الشام از: علامہ واقدی، ص: ۲۰۹)

صرف تیس (۳۰) آدمی لے کر ساٹھ ہزار سے لڑنے جانے کی حضرت خالد کی تجویز سن کر تمام مجاہد تعجب میں پڑ گئے اور یہ گمان کیا کہ حضرت خالد شاید مزاح اور خوش طبعی کے طور پر یہ بات کہہ رہے ہیں لہٰذا حضرت ابوسفیان نے حضرت خالد سے پوچھا کہ کیا واقعی آپ صرف تیس آدمی کو لے کر ساٹھ ہزار سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ یا یہ بات بطور مزاح کہی ہے؟ حضرت خالد نے حلفیہ جواب دیا کہ ہاں واقعی میرا یہی ارادہ ہے۔

حضرت ابوسفیان نے حضرت خالد سے کہا کہ اے خالد! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ'' (پارہ: ۲، رکوع: ۸، سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۵)

ترجمہ: ''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔'' (کنز الایمان)

حضرت ابوسفیان نے مزید کہا کہ اے خالد! اگر تم یہ کہتے کہ ہمارا ایک آدمی ان کے دو آدمیوں سے لڑے گا تو بات ٹھیک تھی مگر ایک آدمی دو ہزار آدمیوں سے لڑے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑتا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ میں اسلامی لشکر سے ایسے بہادر شہسواروں کو منتخب کروں گا جنہوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہے۔

وہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی رضامندی کے لئے ہی جہاد کرتے ہیں۔ اگر وہ جلتی ہوئی آگ پر چلیں گے تو آگ بھی سر
ہو جائے گی۔ بقول:

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھُٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے

(از: امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی

حضرت ابوسفیان نے کہا کہ اے خالد! میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔ بے شک ہمارے لشکر میں ایسے دلیر مجاہد موجو ہیں کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تنہا ساٹھ ہزار کے مقابلے کے لئے جاؤ تو وہ بلا کسی جھجک اور تامل کے تیار ہو جائیں گے لیکن مجاہدوں کے ساتھ محبت اور شفقت ہونے کی وجہ سے میری تم سے درخواست ہے کہ تم بجائے تیس کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ جاؤ یعنی ایک ہزار نصرانی کے مقابلے میں ایک مومن۔ اور مجھے امید ہے کہ تم ضرور کامیاب ہو گے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت ابوسفیان کی درخواست کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! ابوسفیان کی رائے مناسب ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اپنے معزز سردار کا حکم سر آنکھوں پر لیتے ہوئے حضرت خالد بن ولید تیس کے بجائے ساٹھ مجاہدوں کو ساتھ لے کر ساٹھ ہزار نصرانی عرب کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھ جن ساٹھ مجاہدوں کو لیا تھا ان میں حسب ذیل مشاہیر شامل تھے:

(۱) حضرت زبیر بن عوام (۲) حضرت فضل بن عباس (۳) حضرت شرحبیل بن حسنہ (۴) حضرت صفوان بن امیہ (۵) حضرت سہیل بن عمرو (۶) حضرت ربیعہ بن عامر (۷) حضرت ضرار بن ازور (۸) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۹) حضرت عدی بن حاتم طائی (۱۰) حضرت کعب بن مالک انصاری (۱۱) حضرت عبادہ بن صامت (۱۲) حضرت جابر بن عبداللہ (۱۳) حضرت ابوایوب انصاری (۱۴) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق (۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر فاروق (۱۶) حضرت رافع بن سہیل (۱۷) حضرت عبداللہ بن یزید (۱۸) حضرت حمزہ بن عمر (۱۹) حضرت مالک بن نضر (۲۰) حضرت یزید بن ابی سفیان (۲۱) حضرت مغیث بن قیس (۲۲) حضرت عبدالمنذر بن عوف (۲۳) حضرت قیس بن سعید خزرجی (۲۴) حضرت ہاشم بن سعید طائی (۲۵) حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی (۲۶) حضرت عاصم بن عمرو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضرت خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں کو تاکید فرمائی کہ تم اپنے ساتھ صرف تلوار لینا، نیزہ اور تیر کمان مت لینا کیونکہ نیزہ کا وار کبھی کارگر ہوتا ہے اور کبھی خطا بھی کرتا ہے اور تیر کا استعمال دور سے لڑتے وقت ہی کیا جاتا ہے لہٰذا تم تیر اور نیزہ ساتھ مت لینا۔ خواہ مخواہ اس کا وزن اٹھانا پڑے گا اور اس کو سنبھالنے کا تکلف کرنا پڑے گا۔ حضرت خالد نے مزید فرمایا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! معرکۂ جنگ میں صبر اور استقلال سے کام لینا اور ثابت قدمی سے دشمن کے مقابلے میں جمے رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ضرور مدد فرمائے گا۔ تمام مجاہدوں نے کہا کہ اے ابا سلیمان! تم ہمیں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے نہ دیکھو گے۔

پھر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فتح و عافیت کی دعا سے نواز کر رخصت کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھ (۶۰) ہمراہی اسلامی لشکر کے کیمپ سے روانہ ہوئے۔ مجاہدین نے تہلیل و تکبیر کی صدا بلند کی اور ان کی متابعت میں پورے لشکر نے نعرۂ تکبیر کا جوشور بلند کیا اس سے کوہ وصحرا گونج اٹھے۔ لشکر اسلام نے خیر و عافیت کی دعائیں دے کر اسلام کے شیروں کو الوداع کیا۔

حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھی جب روانہ ہوئے تو ان کے چہرے نور ایمان سے چمک رہے تھے۔ کسی کے چہرے پر خوف اور دہشت کا نام ونشان نہ تھا بلکہ تمام مثل شیر معلوم ہوتے تھے۔ بظاہر وہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ ساٹھ مجاہدوں کے سامنے جبلہ کا ساٹھ ہزار کا لشکر موت کی طرح سر پر منڈلا رہا تھا لیکن مجاہدوں کو ان کی کوئی پروانہیں۔ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر وہ اپنی جان کھپانے خوشی خوشی جا رہے تھے۔ بقول:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

جبلہ بن ایہم غسانی نے دیکھا کہ اسلامی لشکر سے چند اشخاص ہماری طرف آرہے ہیں پس تو اس نے یہ گمان کیا کہ ان پر ہمارا رعب وخوف چھا گیا لہٰذا صلح کی گفتگو کرنے آرہے ہیں۔ جبلہ اس انتظار میں تھا کہ وہ میرے پاس آ کر ٹھہریں گے لیکن حضرت خالد بیچ میدان میں آ کر رک گئے اور صف بندی کرنے لگے۔ جبلہ کو تعجب ہوا کہ یہ لوگ آتے آتے میدان میں کیوں ٹھہر گئے؟ لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ہمراہ آگے بڑھا اور قریب آ کر پکار کر کہا کہ اے عربی برادرو! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ مجھے تم سے یہی امید تھی کہ میرے مشورے کو قبول کر کے لڑنے کا ارادہ ترک کر دو گے اور صلح کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے۔ تم صلح کے معاملے میں کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ کیسی صلح؟ اور کیسی گفتگو؟ ہم تم سے صلح کی گفتگو کرنے نہیں آئے بلکہ لڑنے آئے ہیں۔ اے صلیب کی عبادت کرنے والو! نکلو اور مقابلہ کرو۔ جبلہ نے دیکھا کہ ان کے تیور تو وہی ہیں اور کچھ فرق نہیں پڑا اور لڑنے کا چیلنج دیتے ہیں تو اس نے بھی تند لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے کہتے ہو کہ نکلو اور مقابلہ کرو۔ لیکن میں تو اپنے لشکر کے ساتھ میدان میں لڑنے کے لئے ہی نکلا ہوں۔ اگر جنگ کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنے لشکر سے کہو کہ وہ لڑنے نکلے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ کیا ہم ساٹھ آدمی تجھے نظر نہیں آتے؟ جبلہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ تم کو تو دیکھ رہا ہوں لیکن تمہارا لشکر نظر نہیں آتا۔ جاؤ اور لشکر لے کر آؤ۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں لشکر لے کر تو آیا ہوں میں تم سے گفتگو کرنے نہیں بلکہ لڑنے آیا ہوں۔ جبلہ نے کہا کیا تم کو یہ معلوم نہیں میرے ساتھ جو لشکر ہے اس کی تعداد ساٹھ ہزار ہے اور تم صرف ساٹھ آدمی ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لئے ہم ساٹھ مجاہد کافی ہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ہیں۔ تیرے ساٹھ ہزار کے لشکر کے لئے تو ہم تیس (۳۰) مجاہد ہی کافی تھے لہٰذا میں تیس (۳۰) آدمی لے کر ہی آتا تھا لیکن ہمارے لشکر کے رحم دل سردار نے ہماری مشقت کا خیال کرتے ہوئے ہماری تعداد میں اضافہ فرما دیا۔ اور میں تیس کے بجائے ساٹھ آدمی لے کر آیا ہوں۔ جبلہ نے

کہا کہ میرا لشکر تم کو چٹکی بجانے کی دیر میں مسل کر رکھ دے گا اور ہلاک کر دے گا۔ غرور مت کرو اور مناسب تعداد میں لشکر لے کر آؤ۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہماری فکر چھوڑ دے اور اپنی فکر کر۔ ہمارے لشکر کی تعداد کے معاملے میں دخل اندازی مت کر۔ تیرے مقابلے کے لئے کتنی تعداد پر مشتمل لشکر درکار ہے وہ ہمیں دیکھنا ہے اور ہمارے حساب سے ہم ساٹھ آدمی تیرے لشکر کے لئے ضرورت سے زیادہ ہیں لہٰذا اب باتیں بنانا چھوڑ اور حملہ کی تیاری کر۔

جبلہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مسلمانوں نے مجھ کو بڑی کشمکش میں ڈال دیا ہے اگر ہمارے ساٹھ ہزار کے لشکر نے ان ساٹھ مسلمانوں کو مار ڈالا تو دنیا یہ کہے گی کہ اس میں کون سی بہادری کا کام کیا ہے؟ اور اگر وہ غالب آ گئے تو قیامت تک ہماری نسلیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گی۔ ہماری حالت تو سانپ کے منہ میں چھچھوندر، نگلے تو اندھا، اگلے تو کوڑھی بنے جیسی ہے۔ لڑتے ہیں تو بھی ذلیل اور نہ لڑیں تو مزید رسوائی۔ تھوڑی دیر شش و پنج میں رہنے کے بعد جبلہ نے کہا کہ میں تم کو دانا اور عقلمند سمجھتا تھا لیکن آج تمہاری دانشمندی کی قلعی کھل گئی۔ خود کو اور اپنے ساتھیوں کو ہلاکت میں ڈالنے چلے آئے ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہماری تعداد کی قلت مت دیکھ، خدا کی قسم ہم میں سے ایک مرد تمہارے ایک ہزار مردوں کے لئے کافی ہے۔ آزما کر دیکھ لے، آزمائش سے کیوں ڈرتا ہے؟

ہزار جبلہ نے حضرت خالد کا طعنہ سنا تو غصہ سے بھوت ہو گیا اور اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ساٹھ ہزار متنصرہ عرب ساٹھ مجاہدوں پر آ پڑے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح سمندر تنکے کو بہا لے جاتا ہے اس طرح یہ لشکر جرار مٹھی بھر مجاہدوں کو بہا لے جائے گا۔ لیکن اسلام کے شیر دل مجاہد آہنی چٹان کی طرح رومی لشکر کے سیلاب کے سامنے ڈٹے رہے۔ رومی لشکر کے نصرانی عربوں نے یکبارگی حملہ کر کے صحابہ کرام کو گھیرے میں لے لیا۔ صحابہ کرام نے صبر و استقلال سے مقابلہ کیا۔ تیز رفتاری سے تیغ زنی کر کے دشمنوں کو قریب آنے سے روک دیا رومی لشکر نے ایسا شور و غل بلند کیا کہ مجاہدوں کی آواز سننے میں نہیں آتی تھی۔ مجاہد مسلسل نعرۂ تکبیر بلند کر کے اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتے تھے لیکن رومی لشکر کے شور و غل میں ان کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح دب جاتی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام لشکر اسلام کیمپ سے تاریخ کا اچھوتا معرکہ جنگ بڑی بے قراری سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن حضرت خالد اور ان کے ساتھی کہیں بھی نظر نہیں آتے تھے۔ سب نے یہی گمان کیا کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھی بچ نہ سکیں گے لہٰذا تمام پر قلق اور اضطراب لاحق ہوا۔ تمام کے تمام بارگاہ الٰہی میں دست بدعا تھے اور حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کی سلامتی کی رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے۔

لیکن خدا کی تلوار حضرت خالد ''سیف اللہ'' نے آج اپنا جوہر دکھایا۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت فضل بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اور حضرت ضرار بن ازور ان چھ صحابہ نے اپنے گھوڑے آپس میں حصار کی صورت میں ملا لئے تھے اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے تھے خود کو اور اپنے ساتھی کو دشمن کے وار سے بچاتے ہوئے بڑی دلیری سے لڑتے تھے جو بھی دشمن قریب آتا تھا اسے زمین پر مردہ ڈال دیتے تھے اور جس طرح حملہ کرتے تھے صفیں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کی تلواریں رومیوں کے خون کی پیاسی ہیں اور اپنی پیاس

بجھانے کے لئے تلوار سرعت سے رومیوں کے گلوں تک پہنچ کر خون کے فوارے جاری کر دیتی تھیں۔ جنگ اپنے پورے شباب پر تھی۔ آگ کے شعلوں کی طرح جنگ بھڑک اٹھی تھی۔ تلواروں کے ٹکرانے سے پھلجھڑی کی سرخ آگ کی چنگاریاں اڑتی تھیں۔ حضرت خالد بن ولید نے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ اے مجاہدو! دلیری اور شجاعت سے مقابلہ کرو۔ اسی جگہ سے ہم کو آخرت کی جانب کوچ کرنا ہے۔ میں عرصہ دراز سے شہادت کی تمنا رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میری شہادت کی آرزو آج پوری ہو جائے گی۔ حضرت خالد کی اس گفتگو نے مجاہدوں میں ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ تمام مجاہدین صحابہ جبلہ کے لشکر پر مثل شیر ٹوٹ پڑے۔ جبلہ ان اسلامی شیروں کی تیغ زنی کی سرعت دیکھ کر حیران تھا۔ بظاہر صرف ساٹھ صحابہ کرام لڑنے والے تھے۔ صرف ساٹھ تلواریں چلتی تھیں لیکن جبلہ نے اپنے لشکر کے مقتولین کو دیکھا تو یہ گمان کرنے لگا کہ بظاہر ساٹھ مسلمان تلوار زنی کر رہے ہیں لیکن ہزاروں تلواریں جبلہ کے لشکر پر پڑتی ہوں اس طرح جبلہ کے لشکر کے سپاہی ٹپاٹپ مقتول ہو کر زمین پر گرتے تھے۔ جبلہ بن ایہم کے حواس باختہ ہو گئے تھے اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے لہٰذا بدحواسی کے عالم میں زور زور سے چیخ چیخ کر اپنے سپاہیوں کو حملے کی شدت سخت کرنے کا حکم دیتا تھا لیکن اسلامی لشکر کے شیروں نے ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

صبح سے لے کر شام تک گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ جبلہ کے لشکر کے سپاہی تھک کر چور ہو گئے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید اور ان کے تمام ساتھی تازہ دم ہو کر لڑتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی ابھی ہی میدان میں لڑنے آئے ہیں حالانکہ وہ صبح سے تیغ زنی کر رہے تھے لیکن عشق رسول کی طاقت اور برکت سے اب تک تازہ دم تھے۔ تھکن کا نام و نشان نہ تھا۔ بقول:

ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گُل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

آفتاب بھی دن بھر مسافت طے کرتے کرتے تھک گیا ہو، ایسا محسوس ہوتا تھا کیونکہ آغوش اُفق میں سمانے کے لئے رواں رواں چل کر غروب کی منزل میں آ گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو حضرت خالد بن ولید اور ان کے ہمراہ جانے والے صحابہ کرام کی سخت فکر ہو رہی تھی۔ قلق اور اضطراب کی وجہ سے ان کی آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کے واپس لوٹنے کی امید نہ رہی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اسلامی لشکر کو یلغار کرنے کا حکم دینے کا سوچا لیکن حضرت ابوسفیان نے ان سے کہا کہ اے سردار! اطمینان رکھو، انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو کچھ نہیں ہوگا اور ان کو غلبہ حاصل ہوگا۔ تھوڑی ہی دیر میں جبلہ بن ایہم کا عرب متنصرہ کا لشکر دفعۃً پیٹھ دکھا کر بھاگا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے بلند آواز سے پکارا ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ''

جبلہ بن ایہم غسانی کے لشکر کے سپاہی اس طرح ڈر کر بھاگے تھے کہ گویا کہ آسمان سے کسی پکارنے والے نے ان کو ڈرا کر بھگا دیا ہو۔ بھاگنے والوں میں جبلہ سب سے آگے تھا۔ حضرت خالد جب اسلامی لشکر میں واپس آئے تو ان کے ساتھ صرف

(۲۰) مجاہد تھے یعنی چالیس مجاہد کم تھے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگے اور کہتے تھے کہ اے ولید کے بیٹے! تو نے مسلمانوں کو ہلاک کیا اس معاملہ میں کل قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دے گا۔ پھر حضرت خالد اپنے ساتھیوں کا افسوس کر کے رونے لگے اور اپنے چہرے پر زور زور سے طمانچے مارنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید کے اس طرح رونے سے اسلامی لشکر کے کیمپ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت خالد کے ساتھ ساتھ سب رونے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح بیقراری کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضرت خالد کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد اپنے چہرے پر اپنے ہی ہاتھوں سے طمانچے مار رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے لپک کر حضرت خالد کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا کہ اے ابا سلیمان! توقف کرو۔ کیوں اتنے بے چین و پریشان ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار اسلامی لشکر کے چالیس افراد گم ہیں اور ان گم ہونے والوں میں ☆ حضرت زبیر بن عوام ☆ حضرت فضل بن عباس ☆ حضرت عاصم بن عمرو ☆ حضرت ابوایوب انصاری ☆ حضرت جابر بن عبداللہ ☆ حضرت ضرار بن ازور ☆ حضرت یزید بن ابی سفیان ☆ حضرت ربیعہ بن عامر ☆ حضرت رافع بن عمیر طائی وغیرہ جیسے اکابر صحابہ ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فوراً استر جاع پڑھا اور کہا کہ بیشک ہمارے بہترین شہسوارانِ مسلمین کو ہم نے کھو دیا۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''

اس وقت رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے مشعلیں روشن کیں اور اپنے ساتھ کافی تعداد میں مجاہدوں کو لیا اور معرکہ جنگ میں آئے۔ ہزاروں مجاہد ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعلیں لے کر معرکہ میدان میں پھیل گئے۔ اور مقتولین کی لاشیں ٹٹولنی شروع کیں تا کہ شہدائے کرام کی مقدس لاشوں کو اٹھا کر کیمپ میں لائیں لیکن جس لاش کو بھی اٹھا کر دیکھتے تھے وہ رومی لشکر کے سپاہی کی ہوتی۔ رومی لشکر کے متنصرہ عرب کی لاشوں سے ہی میدان بھرا پڑا تھا۔ بڑی مشکل سے اسلامی لشکر کے دس شہیدوں کی لاشیں ملیں جن کو لے کر حضرت ابوعبیدہ کیمپ میں آئے۔ اب بھی تیس صحابہ گم تھے۔ کیونکہ حضرت خالد کے ساتھ معرکہ جنگ سے بیس صحابہ واپس آئے تھے۔ دس صحابہ کے جسم معرکہ جنگ میں دستیاب ہوئے تھے۔ لہٰذا اب بھی تیس صحابہ مفقود الخبر تھے۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے بقیہ صحابہ قید ہو گئے ہوں یا بھاگتے ہوئے رومی لشکر کے تعاقب میں گئے ہوں۔ حضرت زبیر بن عوام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے اور حضرت فضل بن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کے گم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوعبیدہ، حضرت خالد اور تمام مسلمان بہت پریشان تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ سے دعا مانگی کہ:

> ''اے میرے اللہ! احسان کر تو ہم پر کشود کاری کے ساتھ اور اپنے نبی کے پھوپھی کے بیٹے اور اپنے نبی کے چچا کے بیٹے کے معاملے میں ہم کو رنجیدہ نہ کر۔''

پھر حضرت ابوعبیدہ نے پکار کر فرمایا کہ اے گروہ مسلمین! تم میں سے کون شخص اپنے بھائیوں کی تلاش میں جا کر اس کا اجر و ثواب اللہ سے حاصل کرنے کا خواہشمند ہے؟ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار! اس کام کو انجام دینے میں جاؤں گا۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! پورا دن جنگ کرنے کی وجہ سے تھک گئے ہو لہٰذا آرام کرو۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں ضرور اپنے بھائیوں کی تلاش میں جاؤں گا۔ حضرت خالد کا عزم و اصرار دیکھتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ نے ان کو جانے کی اجازت دی لہٰذا حضرت خالد اپنے ساتھ چند شہسواروں کو لے کر مفقود صحابہ کرام کی تلاش و جستجو میں نکلے، حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابھی بہت دور نہیں گئے تھے کہ سامنے سے کچھ سوار چلے آتے تھے۔ جب وہ قریب ہوئے تو ان سواروں نے تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ حضرت خالد نے ان کو تکبیر و تہلیل سے جواب دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ سوار حضرت خالد سے آ ملے۔ وہ کل پچیس سوار اجلہ صحابہ کرام تھے۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت فضل بن عباس ان کے آگے تھے۔ حضرت خالد نے ان کو مرحبا کہا اور سلام پیش کیا اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے کہا کہ اے رسول مقبول کے چچا کے صاحبزادے! آپ کہاں چلے گئے تھے۔ آپ کی گمشدگی کی وجہ سے سردار ابوعبیدہ اور تمام مسلمان پریشان ہیں اور میں آپ حضرات کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت فضل بن عباس نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان! جب مشرکین ہزیمت اٹھا کر بھاگے تو ہمارے کچھ ساتھیوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے لہٰذا ہم نے ان کا تعاقب کیا تا کہ ان کے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کو چھڑا لیں لیکن وہ ہمارے ہاتھ نہ لگے۔ اور ہمارے ساتھیوں کا بھی کوئی سراغ نہ ملا لہٰذا ہم اپنے بھائیوں کو ڈھونڈ نکالنے بہت دور تک گئے تھے لیکن ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ رومیوں نے شاید انہیں شہید کر دیا ہے۔

حضرت خالد اور حضرت فضل بن عباس اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیمپ میں واپس آئے ان کی واپسی کی خوشی میں حضرت ابوعبیدہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت ابوعبیدہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ پانچ صحابہ قید ہو گئے ہیں تو انہیں بڑا ملال ہوا۔ حضرت خالد بن ولید نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت کوشش کی مگر مجھ کو شہادت نصیب نہ ہوئی۔ دس خوش نصیب حضرات نے شہادت کی سعادت پائی ہے اور ہمارے پانچ مجاہد قید ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں اپنے بھائیوں کو قید سے رہائی دلا کر ہی دم لوں گا۔ رات کافی گزر چکی تھی لہٰذا تمام مجاہد اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے اور خیر و عافیت سے رات بسر ہوئی۔

جنگ یرموک کے پہلے دن کی جنگ کی کیفیت حسب ذیل رہی:

☆ حضرت خالد بن ولید صرف ساٹھ صحابہ کرام کے ساتھ لڑنے گئے تھے جن میں سے ۲۰ صحابہ حضرت خالد کے ساتھ معرکۂ جنگ سے واپس آئے۔

☆ ۱۰ صحابہ شہید ہوئے۔

☆ ۲۵ حضرت فضل بن عباس کے ساتھ رات میں دیر سے واپس آئے۔

☆ ۵ قید ہوئے۔

☆ ۶۰/ میزان

جو صحابہ کرام قید ہوئے تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۲) حضرت ضرار بن ازور (۳) حضرت ربیعہ بن عامر (۴) حضرت یزید بن ابی سفیان (۵) حضرت عاصم بن عمرو۔

☆ رومی لشکر کی جانب سے جبلہ بن ایہم غسانی کی سرداری میں قوم بنوغسان اور قوم لخم کے ساتھ ہزار نصرانی عرب لڑنے آئے تھے۔ جن میں سے:

☆ ۵۵،۰۰۰/ جبلہ کے ساتھ رومی لشکر میں واپس لوٹے۔

☆ ۵،۰۰۰/ مقتول ہوئے۔

۶۰،۰۰۰/ میزان

''جنگ یرموک کا دوسرا دن''

جب باہان کو پہلے دن کی جنگ کا حال معلوم ہوا کہ صرف ساٹھ مسلمانوں نے اپنی نسل کے ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کے لشکر کو ہزیمت دی ہے اور پانچ ہزار سپاہیوں کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ہے تو مجاہدوں کے اس بے نظیر کارنامے سے رومی لشکر کا سردار باہان حیرت سے ہکا بکا ہوگیا۔ اس نے جبلہ بن ایہم غسانی کو اپنے خیمہ میں بلایا اور سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو یہ امید کی تھی کہ تم مسلمانوں کو پیس کر رکھ دو گے لیکن معاملہ برعکس پیش آیا ہے۔ تم نے اپنے ساتھ ہماری بھی ناک کٹوائی ہے۔ صرف ساٹھ مسلمانوں کے مقابلے میں تم ساٹھ ہزار ہٹے کٹے اور مسلح ہونے کے باوجود بھی منہ کی کھا کر اور منہ کالا کر کے آئے۔ تمہاری بزدلی اور کاہلی نے مجھے ہرقل بادشاہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رکھا۔ تمہاری شکست فاش کی وجہ سے رومی لشکر کا حوصلہ تنگ ہوگیا ہے۔

جبلہ نے معذرت اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہم نے جنگ میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تمام دن میرے سپاہی جان ہتھیلی میں لے کر لڑتے رہے اور قریب تھا کہ ہم تمام مسلمانوں کو لقمۂ اجل بنا دیتے، شام کے وقت میرے لشکر کے تمام سپاہیوں نے آسمان سے ایک بھیانک آواز میں کسی پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''زندگی چاہتے ہو تو بھاگو اور ہلاک ہونا ہے تو ٹھہرو''۔ اس آواز میں ایسا ڈراؤنا شور اور رعب تھا کہ میرے لشکر کا ہر آدمی بھاگ کھڑا ہوا۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کا معبود ان کو مدد اور غلبہ دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کے صرف ساٹھ آدمی ہمارے ساٹھ ہزار سپاہیوں سے دن بھر مقابلہ کر کے ڈٹے نہ رہتے۔ جبلہ کی یہ گفتگو باہان کو بہت ناگوار گزری اور اس نے تیوری چڑھا کر کہا کہ افسوس کی بات ہے کہ تم کو سفیر بنا کر ان کے پاس صلح کی گفتگو کرنے بھیجتا ہوں تو تم کھوٹے پیسے کی طرح واپس آتے ہو اور جب لڑنے بھیجتا ہوں تو کھڑی چوٹ کھا کر لوٹتے ہو۔ قسم ہے مقدس انجیل کی کہ اب میں نے یہ عزم کیا ہے کہ بذات خود تمام لشکر کے ساتھ ان پر حملہ کرنے جاؤں گا اور ان کو مٹی میں ملا دوں گا۔

جبلہ نے باہان کی ناراضگی دیکھی تو سہم گیا۔ باہان کی طرف سے خوب لتاڑ پڑنے کے باوجود بھی رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا

ِصل کرتے ہوئے اپنی بہادری اور شجاعت کی بڑائی مارتے ہوئے کہا کہ اے سردار! میں آپ کے سامنے ایک آئیٹم پیش کرتا ں یہ کہہ کر اس نے خیمہ کے باہر اپنے آدمیوں کو پانچ قیدی صحابہ کو لانے کا اشارہ کیا۔ جب صحابہٴ کرام باہان کے سامنے ئے گئے تو باہان نے انہیں بنظرِ حقارت دیکھا اور ناچیز جان کر جبلہ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اپنی شجاعت کی داد حاصل رنے کی غرض سے جبلہ نے جواب دیا کہ یہ اسلامی لشکر کے اہم رکن اور ستون ہیں۔ کل ان کے ساتھ آدمی لڑنے آئے تھے ی تمام کو میں نے مار ڈالا ہے اور ان پانچ کو قید کر کے لایا۔ اب مسلمانوں کے لشکر میں کوئی قابل اہمیت بہادر شہسوار باقی نہیں ز ایک شخص کے۔ مجھے افسوس ہے کہ صرف وہی ایک شخص ہمارے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلا۔ باہان نے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے؟ جبلہ نے کہا کہ وہی ایک شخص مسلمانوں کو لڑائی میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس شخص سے ہمارے لشکر کا ہر آدمی ڈرتا ہے۔ ں کی دلیری کا یہ حال ہے کہ وہ اکیلا ہمارے لشکر میں گھس آتا ہے اور صفیں الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ بصریٰ، دمشق، حمص، جنادین، قنسرین وغیرہ کے معرکوں میں اسی نے رومی لشکر کو پراگندہ کیا ہے۔ حاکم دمشق توما کا مرج الدیباج تک تعاقب کر کے قتل کیا اور ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو گرفتار کیا تھا۔ اس شخص کا نام خالد بن ولید ہے۔ اگر ہم کسی طرح اس کو ختم کر دیں تو اسلامی شکر کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ پھر مسلمانوں کو ملک شام پر آنکھ بھر کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوگی بلکہ خائب و خاسر ہو کر ملک حجاز بھاگ جائیں گے۔

باہان کا مکر وفریب، قیدیوں کی رہائی کے معاملے میں گفتگو کرنے حضرت خالد کو بلانا:

جبلہ کی زبانی حضرت خالد کی شجاعت کی کیفیت سن کر باہان کو حضرت خالد کی اہمیت کا احساس ہوا۔ باہان نے کہا کہ اس کو مکر وفریب سے یہاں بلا کر ان پانچوں قیدیوں کے ساتھ مار ڈالوں گا۔ باہان نے ''جرجہ'' نام کے رومی کو بلایا۔ جرجہ نہایت ہی عقلمند اور چرب زبان شخص تھا۔ عربی زبان میں فصیح و بلیغ گفتگو کرنے میں اسے مہارت حاصل تھی۔ باہان نے جرجہ سے کہا کہ تو میرے ایلچی کی حیثیت سے اسلامی لشکر کے سردار کے پاس جا اور پیغام پہنچا کہ سردار باہان تم سے تمہارے قیدیوں کی رہائی اور صلح کے معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے لہٰذا تم کسی دانا شخص کو بطور ایلچی گفتگو کرنے بھیجو اور کوشش یہ کرنا کہ ایلچی کی حیثیت سے خالد بن ولید ہی آئے۔ جرجہ اسلامی لشکر کے کیمپ میں آیا۔ اتفاق سے اس کی ملاقات حضرت خالد سے ہی ہوئی۔ جرجہ نے حضرت خالد کو باہان کا پیغام سنایا۔ حضرت خالد نے جرجہ سے فرمایا کہ میں بطور ایلچی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے جرجہ کو اپنے خیمہ میں بٹھایا اور اس سے فرمایا کہ تو یہاں ٹھہر میں ہمارے سردار سے اجازت لے آؤں۔ حضرت خالد حضرت ابوعبیدہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے سردار! رومی ایلچی آیا ہوا ہے۔ رومی لشکر کے سردار نے ہمارے قیدیوں اور صلح کے معاملے میں گفتگو کرنے ایلچی طلب کیا ہے۔ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں لہٰذا آپ اجازت عطا فرمائیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میں پانچوں صحابہ کو چھڑا کر لے آؤں گا۔ حضرت خالد بن ولید تن تنہا جانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن حضرت ابوعبیدہ نے انہیں اکیلے جانے سے منع کیا اور کہا کہ اپنے ساتھ مجاہدوں کو لے جاؤ تاکہ اگر باہان کوئی غدر کرے تو تمہارے ساتھی تمہاری اعانت کر سکیں۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! آپ کے ارشاد کے مطابق میں اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لے کر

جاؤں گا۔

حضرت خالد اپنے خیمہ پر واپس آئے اور اپنے ساتھ ایک سو مجاہدوں کو لیا۔ جن میں ☆حضرت مرقال بن ہاشم ☆حضرت عتبہ بن ابی وقاص الزہری ☆حضرت سعید بن زید ☆حضرت میسرہ بن مسروق ☆حضرت قیس بن ہبیرہ ☆حضرت شرحبیل بن حسنہ ☆حضرت سہیل بن عمر تمیمی ☆حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ☆حضرت عبادہ بن صامت ☆حضرت اسود بن سوید مازنی ☆حضرت ذوالکلاع حمیری ☆حضرت مقداد بن عمر ربعی ☆حضرت مقداد بن اسود کندی ☆حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی وغیرہ جیسے مشاہیر وشجاع شہسوار شامل تھے۔ حضرت خالد نے اپنے غلام ہمام سے فرمایا کہ تم بھی چلو اور میرا ''سرخ قبا'' ساتھ لے لینا۔ حضرت خالد نے سرخ چمڑے کا ایک اچکن تین سو دینار میں مول لیا تھا۔ اس میں سونے کے دو سورج ٹکے ہوئے تھے اور اس میں چاندی کے حلقے بنے ہوئے تھے۔

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے اپنے ساتھ تمام قسم کے ہتھیار لے لئے اور اسلامی لشکر کو سلام کرنے کے بعد خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئے۔ جب حضرت خالد اور ان کے ساتھی رومی لشکر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ رومی لشکر میلوں زمین میں پھیلا ہوا ہے۔ لشکر میں ہر جگہ تلواریں، نیزے اور سامان حرب آفتاب کی روشنی میں اس طرح چمکتا کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہو کہ لوہے کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ رومی لشکر کو دیکھ کر مجاہدوں نے کلمۂ شہادت بلند کیا۔ کلمۂ شہادت کی بلند آواز سن کر جبلہ بن ایہم لشکر کے طلیعہ کے ساتھ آ پہنچا اور پوچھا کہ تم کس مقصد سے یہاں آئے ہو؟ صحابہ کرام نے فرمایا کہ تمہارے سردار باہان کے بلاوے پر حضرت خالد بن ولید اپنے ایک سو ساتھیوں کے ساتھ صلح کے معاملے میں گفتگو کرنے آئے ہیں۔ جبلہ نے کہا تم سب یہاں ٹھہرو میں سردار باہان کو تمہارے آنے کی اطلاع دے دوں اور اجازت حاصل کر لوں۔ جبلہ نے جا کر باہان کو اطلاع دی کہ خالد بن ولید اپنے ساتھ ایک سو آدمی لے کر آئے ہیں اور ان کے ساتھ آنے والے حملے کرنے والے شیر جیسے ہیں۔ باہان نے کہا کہ میں نے خالد بن ولید کو ہی اکیلا بلایا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک سو آدمی لے کر کیوں آئے ہیں؟ جبلہ نے واپس آ کر صحابہ سے کہا کہ سردار باہان نے صرف خالد بن ولید کو ہی بلایا ہے تاکہ وہ ان سے تنہائی میں صلح کی گفتگو کرے۔

حضرت خالد نے جبلہ سے فرمایا کہ باہان کو جا کر کہہ دے کہ میرے ساتھ جو حضرات آئے ہیں وہ تمام صاحب الرائے ہیں۔ باہان کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنی ہے لہٰذا میں ان حضرات کی رائے اور مشورے سے بے پروا ہو کر صلح کا معاملہ طے نہیں کر سکتا۔ اگر باہان کو میرے ساتھیوں کے آنے سے کوئی اعتراض ہے تو ہم واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ہم کو صلح کی گفتگو کرنے کی جلدی نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خالد نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری۔ حضرت خالد کو واپس لوٹنے سے روکتے ہوئے جبلہ نے کہا کہ اے عربی برادر! اس طرح ناراض و کبیدہ خاطر کیوں ہوتے ہو۔ توقف کرو، میں سردار باہان سے تمام مسلمانوں کے لئے اجازت لے کر آتا ہوں۔ جبلہ فوراً باہان کے پاس گیا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ باہان نے کہا سب کو آنے دو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ جب وہ میرے خیمہ کے پاس آئیں تب ان کو کہنا کہ اپنے گھوڑے اور ہتھیار خیمہ کے باہر رکھ کر پھر خیمہ میں داخل ہوں۔

جبلہ واپس آیا اور حضرت خالد سے کہا کہ بابان نے بخوشی اجازت دی ہے لہٰذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کو لے کر جبلہ کے ہمراہ رومی لشکر میں داخل ہوئے۔ جب رومی فوجیوں کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کے سردار خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کو لے کر رومی لشکر کے سردار بابان سے گفتگو کرنے آئے ہیں تو تمام رومی سپاہی حضرت خالد بن ولید کو قریب سے دیکھنے کے لئے ہجوم کر کے آپڑے۔ رومی لشکر کی جہاں سے حد شروع ہوتی تھی وہاں سے لے کر بابان کے خیمہ تک دونوں طرف رومی سپاہی قطار بند کھڑے ہو گئے۔ دونوں قطاروں کے درمیان حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جا رہے تھے۔ تمام رومی لشکر حضرت خالد کو دیکھنے کے لئے بے تاب و بے قرار تھے جس رومی سپاہی کے قریب سے حضرت خالد گزرتے تھے وہ ان کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا اور حیرت و تعجب سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی تھیں۔ لیکن حضرت خالد بن ولید سر جھکائے ہوئے خاموش آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی زبان سے درود پاک کا ورد جاری تھا۔ رومی لشکر کی کثرت و شان و شوکت سے بے نیاز ہو کر دائیں بائیں التفات کئے بغیر نظریں نیچی کئے ہوئے شیر مست کی شان سے جا رہے تھے۔ ان کی خاموشی کی یہ ادا سے رومیوں پر رعب و ہیبت طاری ہوگئی۔ ہر رومی سپاہی اپنے قریب والے کو حضرت خالد کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بتاتا تھا کہ یہ وہی خالد بن ولید ہے جس کا نام سن کر ہر رومی کا دل چار چار ہاتھ اچھلتا ہے۔ تمام رومی سپاہی صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو دیکھ کر محو حیرت تھے۔ صحابہ کرام کے چہروں پر عشق رسول کا نور چمکتا تھا۔ آنکھیں محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلووں سے سرشار تھیں۔ ہونٹوں پر نعت نبی یعنی درود کا ورد جاری تھا۔ دل کے ٹکڑے اپنے آقا و مولیٰ کی عظمت کے لئے نذرانہ حاضر کر کے اپنے سروں کو عشق رسول کے کیف میں نثار کرنے کے شوق میں آگے بڑھ رہے تھے۔ بقول:

وہی آنکھ جو ان کا منہ تکے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی دل جو ان کے لئے جھکے، وہی سر جو ان پہ نثار ہو

از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی

صحابہ کرام کے مقدس گروہ کو لے کر جبلہ جب بابان کے خیمہ کے قریب پہنچا تو اس نے پکار کر کہا کہ اے گروہ عرب! تم سردار بابان کے خیمہ کے قریب آگئے ہو۔ لہٰذا اپنے گھوڑوں سے اتر جاؤ اور اپنی تلواریں خیمہ کے باہر رکھ دو۔ تلواریں لے کر اندر جانے کی اجازت نہیں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ گھوڑوں سے اترنے میں ہم کو کوئی حرج نہیں لیکن ہم تلواریں ہرگز نہ چھوڑیں گے کیونکہ تلواریں ہماری عزت اور بزرگی ہیں اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی اور عزت کے لئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ اے جبلہ ہم اللہ کے دین کے مجاہد ہیں اور مجاہد کی عزت اس کی تلوار سے ہے۔ لہٰذا ہم ہماری عزت ترک کر کے ہرگز نہ آئیں گے اگر ہمارے تلوار کے ساتھ خیمہ میں داخل ہونے سے بابان کو کوئی اعتراض ہے تو ہم یہیں سے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ جبلہ نے کہا کہ اے برادر عربی! صبر کرو، میں اندر جا کر بابان سے کوئی اجازت حاصل کرتا ہوں۔ چنانچہ جبلہ خیمہ میں داخل ہوا اور بابان سے کہا کہ یہ لوگ تلواروں کے ساتھ آنے پر مصر ہیں اور تلواروں کے ساتھ آنے کی

ممانعت کی صورت میں واپس پلٹ جانے پر آمادہ ہیں۔ للہٰذا اے سردار! یہ سنہری موقع کیوں گنواتے ہو، ان سو آدمیوں کی تلواریں ہماری لاکھوں تلواروں کے مقابلے میں کیا کر لیں گی؟ میری درخواست ہے کہ ان کو تلواروں کے ساتھ آنے کی اجازت دے دو۔ باہان نے کہا ٹھیک ہے۔ وہ جس طرح آنا چاہیں آئیں میری طرف سے اجازت ہے۔ جبلہ نے خیمہ سے باہر آکر حضرت خالد کو اس معاملہ سے مطلع کیا۔

حضرت خالد اور ان کے تمام ساتھی گھوڑوں سے اتر گئے اور پاپیادہ ہوکر ہاتھ میں تلواریں لے کر باہان کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ باہان کے خیمہ میں رومی سرداروں اور بطارقہ کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ مجاہدوں نے ان کے دھکے لگا کر دائیں بائیں کردیئے اور ان کی صفیں پھاڑ کر بیچ میں راستہ بنا کر آگے بڑھے۔ گویا وہ باہان کے خیمہ میں لاکھوں کے رومی لشکر کے درمیان محصور ہونے کے باوجود کسی سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ رومیوں پر اپنا رعب و دبدبہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھے اور باہان کے سامنے آکر ٹھہرے۔ باہان کا خیمہ کیا تھا؟ ایک شاہی دربار معلوم ہوتا تھا۔ تمام خیمہ پرتکلف اسباب آرائش سے سجایا گیا تھا۔ اعلیٰ قسم کے قالین کا فرش بچھایا گیا تھا۔ سونے کے تار کے ریشمی کپڑوں کی مسندیں اور تکیے سجائے گئے تھے جب کہ باہان کے لئے عالی شان تخت نسب کیا گیا تھا۔ تخت کے اردگرد خوشنما اور مُزَیّن کرسیاں رکھی ہوئی تھیں کہ جن پر رومی لشکر کے فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ جس تخت پر باہان بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے صحابہ کرام کے لئے پرتکلف کرسیاں اور عمدہ قسم کے غالیچے بچھائے گئے تھے۔ باہان نے اشارہ کر کے حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو بیٹھنے کو کہا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے کرسیاں اور قالین ہٹا دیں اور زمین پر بیٹھ گئے۔

•

جب باہان نے دیکھا کہ صحابہ کرام نے کرسیاں اور غالیچے ہٹا دیئے اور زمین پر بیٹھ گئے ہیں تو یہ امر اس کو ناگوار ہوا اور کہا کہ اے گروہ عرب! ہم نے تمہاری عزت اور احترام کرنے کے لئے یہ تمام سامان تکلف آراستہ کیا لیکن تم نے ان کو ہٹا دیا اور زمین پر بیٹھ کر ہماری مہمان نوازی کی قدر نہ کی اور ترک ادب کر کے ہماری توہین کی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تیرے فرش کا ادب کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اللہ کے بچھائے ہوئے فرش کا ادب کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا فرش تیرے بچھائے ہوئے فرش سے پاک ہے اور وہ فرش ہم کو پسند ہے کیونکہ ہم اسی سے بنے ہیں، اسی میں جائیں گے اور اسی سے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى'' (پارہ:۱۶، رکوع:۱۲، سورہ طٰہٰ، آیت:۵۵)

ترجمہ: ''ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔'' (کنزالایمان) بقول:

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید کا جواب سن کر باہان خاموش ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

حضرت خالد اور باہان ارمنی کے درمیان مناظرہ:

رومی سردار باہان ارمنی عربی زبان میں اچھی طرح گفتگو کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے اور حضرت خالد کے درمیان کسی مترجم کی ضرورت پیش نہ آئی دونوں نے بلاواسطہ گفتگو کی۔

گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے باہان نے کہا کہ اے خالد بن ولید! میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تم سے پہلے آغاز کلام کروں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ کوئی پروا نہیں۔ تم خوشی سے بات چیت کی ابتداء کرو، میں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ اور تم کو یہ منظور نہیں تو مجھے آغاز کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں گفتگو شروع کروں تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ باہان نے کہا کہ اچھا جناب! میں ہی شروع کرتا ہوں۔

باہان نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا کہ تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمارے حضرت مسیح کو تمام انبیاء سے افضل، ہمارے بادشاہ ہرقل کو تمام بادشاہوں سے بزرگ اور ہماری امت کو تمام امتوں سے بہترین امت بنایا ہے۔ باہان کی یہ بات سن کر حضرت خالد کھڑے ہو گئے اور اس کی بات کاٹ کر کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ باہان کے ترجمان نے حضرت خالد سے کہا کہ اے برادر عربی! بادشاہ کی بات مت کاٹو اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے خاموشی سے سماعت کرو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میں غلط بات سن کر چپ نہیں رہ سکتا۔ میں اس کی جھوٹی بات کا جواب دیئے بغیر خاموش نہیں رہوں گا۔ ترجمان نے حضرت خالد کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اس وقت باہان کو بولنے دو۔ جب وہ اپنی بات پوری کر لے تب جواب دینا اور اس وقت جو کہنا ہو کہنا لیکن حضرت خالد نے صاف انکار فرماتے ہوئے کہا کہ جب تک اس کی بات کا جواب نہ دے دوں، اس کو آگے ایک لفظ بھی نہیں بولنے دوں گا۔

پھر حضرت خالد بن ولید نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تمام خوبیاں اس اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا۔ ہم ہمارے نبی پر، تمہارے نبی پر اور تمام انبیاء پر ایمان لائے۔ اللہ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا سردار بنایا ہے۔ بقول:

خَلق سے اولیاء ، اولیاء سے رُسُل ۔۔۔ اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار ۔۔۔ تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے ۔۔۔ ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو! ۔۔۔ کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں اس طرح ہمارے بادشاہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم تمہارے بادشاہ سے ہزار درجہ

افضل ہیں۔ وہ ہم سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ“ (پارہ:۲۶، رکوع:۱۴، سورۃ الحجرات، آیت:۱۳)

ترجمہ: ”بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت خالد بن ولید نے مزید فرمایا کہ اے باہان! تو نے یہ کہا کہ تم نصرانی تمام امم سے بہتر امت ہو، تو اس کا بھی جواب سن کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ اس کے لئے جورو ہونے کا فاسد عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ ہی اللہ کے لئے کوئی اولاد ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ صرف اللہ کو ہی معبود اور پرستش کے لائق مان کر صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے تمام احکام کو اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام فرامین کو صدق دل سے تسلیم کر کے سختی سے اس کی پابندی کرتے ہیں۔ نیکی اور بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور گناہ اور برائی سے روکتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی کامل طور سے اطاعت کرتے ہیں جب کہ تم نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ نیکی اور بدی میں تم امتیاز نہیں کرتے۔ اللہ کی عبادت سے انحراف کرتے ہو۔ گناہوں کی طرف راغب ہو۔ پھر کس منہ سے دعویٰ کرتے ہو کہ تم تمام امتوں سے افضل ہو؟ لیکن حق اور صداقت یہی ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تمام امتوں سے افضل امت ہے۔ بقول:

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

حضرت خالد بن ولید کی ایمان افروز اور باطل سوز جوشیلی تقریر سن کر باہان مبہوت ہو گیا اور اس نے اپنا طرز بدل کر دیگر انداز میں حمد باری تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر مشتمل تمہیدی خطبہ پڑھا اور پھر اپنے مقصد اصلی کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا:

”اے عربی برادرو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو بیشمار نعمتوں سے نوازا اور ساتھ میں ہم کو رحم دلی اور کرم و بخشش کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ ملک عرب کے لوگ عرصہ طویل سے ہمارے ملک میں بغرض تجارت آتے رہے اور ہم ان کے ساتھ نیک سلوک، تعظیم، بخشش، احسان اور ایفائے عہد سے پیش آتے رہے۔ ہمارے حسن سلوک کے تمام قبائل عرب معترف و مشکور ہیں۔ لیکن تم گھوڑوں پر سوار ہو کر ہم پر چڑھ آئے، قتل و غارت گری اور لوٹ مار شروع کی۔ ہمارے مذہبی نشانوں کو مٹا دیتے ہو۔ ہمارے مذہبی شعار کو کھود کر پھینک دیتے ہو۔ ہمارے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ہماری بستیوں کو اجاڑ دیا۔ حد سے متجاوز ظلم وستم ڈھائے لیکن ہم نے صبر سے کام لیا۔ ہمارے صبر کو تم نے ہمارا ضعف متصور کیا اور تمہاری جرأتیں یہاں تک بڑھ گئی ہیں کہ اب تم ہم کو ہمارے زرخیز اور شاداب ملک سے نکال

دینے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ لیکن تم مغالطہ میں ہو۔ ہم کمزور اور ضعیف نہیں ہیں۔ ابھی تک تم نے ہماری طاقت کا پر چا نہیں دیکھا۔ ترک، فارس اور جرامقہ کے عظیم و طاقتور لشکروں کو ہم نے خاک و خون میں ملا دیا ہے۔ وہی حال تمہارا ہو گا۔ اب تک ہم نے تمہاری کوئی اہمیت نہ سمجھی تھی لہٰذا متفرق ہو کر لڑتے رہے لیکن اب ہم مجتمع ہوئے ہیں۔ ہمارا لشکر عظیم تمہارے مقابلے کے لئے آ پہنچا ہے۔ لہٰذا اب اپنی حرکتوں سے باز آؤ اور اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

باہان نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ تم سے زیادہ شکستہ حال، محتاج، کمزور، مفلس اور پسماندہ کوئی قوم نہ تھی۔ ملک حجاز کے علاوہ کوئی دوسرا ملک دیکھا نہ تھا۔ کبھی کسی ملک پر چڑھائی نہ کی تھی کیونکہ تم اس کے قابل ہی نہ تھے۔ تم ہمیشہ آپس میں لڑنے اور خانہ جنگی میں پڑے رہتے تھے۔ سوکھی روٹی تمہاری غذا تھی اور جانوروں کے بالوں کے کپڑے تمہارا لباس تھا۔ لیکن جب تم ہمارے ملک میں آئے اور اچھے کھانے، کپڑے، میوے، گھوڑے وغیرہ تمہیں میسر ہوئے اور غنیمت کے مال کے سونے چاندی سے تمہارے ہاتھ بھر گئے تو تمہاری طمع بڑھی اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنے کی جرأت کی۔ ہم تمہاری زیادتیوں سے درگزر کرتے آئے اس کا مطلب ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ ہم میں تم کو مار بھگانے کی استطاعت نہیں۔ ہم نے ہمارے عمدہ اخلاق کی بنا پر تم سے تعرض نہیں کیا بلکہ اس وقت بھی ہمارا یہی نظریہ ہے کہ تم پر مہربانی اور احسان کرتے ہوئے ہم تمہارے جرائم سے درگزر کرتے ہوئے جو کچھ تم نے ہمارے ملک سے چھینا ہے اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ تم پر مزید احسان کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم صلح کرنے پر راضی ہو جاؤ تو ☆ تمہارے لشکر کے ہر سپاہی کو ایک سو دینار اور ایک تھان ریشمی کپڑا ☆ لشکر کے سردار ابو عبیدہ کو ایک ہزار دینار ☆ خلیفہ حضرت عمر کے لئے دس ہزار دینار اس شرط پر دیئے جائیں گے کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ اور وعدہ کرو کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور مستقبل میں ہمارے ملک پر لشکر کشی نہ کرو۔ میں تم کو از راہ ہمدردی نیک مشورہ دیتا ہوں کہ تم صلح کر لو، اسی میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے ورنہ ہمارا یہ لشکر جرار تم کو مسل کر نیست و نابود کر دے گا"۔

باہان نے اپنی لمبی چوڑی تقریر سے مجاہدوں کو دھمکی دے کر ڈرانے کی کوشش کرنے کے ساتھ لالچ اور طمع کی بھی ترغیب دیتا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی بھی صورت میں مسلمان صلح پر آمادہ ہو جائیں تا کہ جنگ کے ہولناک منظر سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

حضرت خالد بن ولید خاموش رہ کر باہان کی گفتگو بغور سن رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہوا تو حضرت خالد کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بہت دیر تک کلام کیا۔ ہم نے تمہاری ہر بات دھیان سے سنی ہے اب میں کہتا ہوں اور تم سنو! حضرت خالد نے فرمایا کہ تمام تعریف ثابت ہے اس خدا کے واسطے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت خالد نے یہ ایک جملہ ایسا بارعب و بااثر انداز میں ارشاد فرمایا کہ تمام حاضرین کے منہ سے بے ساختہ "سچ ہے" کا جملہ نکل پڑا یہاں تک کہ باہان نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بیشک خدا ایک ہے۔ پھر حضرت خالد نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے پسندیدہ بندے اور برگزیدہ رسول ہیں۔ انسان کے لئے تمام اوقات میں سے بہترین وقت

وہ ہے جس میں اللہ کی اطاعت وعبادت کی جائے۔ حضرت خالد کا آخری جملہ سن کر باہان آفرین! آفرین! پکار اٹھا اور اس نے اپنے قریب کھڑے محافظوں سے کہا کہ یہ شخص مردِ حکیم، دانشمند اور صاحب عقل معلوم ہوتا ہے۔

باہان کی زبان سے اپنی تعریف سن کر حضرت خالد نے تواضع و انکساری اپناتے ہوئے فرمایا کہ اگر مجھ کو عقل دی گئی ہے تو یہ سب اللہ کا فضل و کرم ہے اور اللہ ہی تعریف کے لائق ہے۔ اس میں میری تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عقل سے بڑھ کر اپنے نزدیک دوست نہیں بنایا کیونکہ عقل کے سبب آدمی اللہ کی اطاعت کر کے جنت میں داخل ہوتا ہے۔''

حضرت خالد کی زبانی عقل و دانش کی اصلیت و اہمیت کی بات سن کر باہان نے دانتوں تلے انگلیاں داب لیں اور متعجب لہجہ میں کہا کہ اے عربی برادر! جب تم ایسے عاقل اور صاحب الرائے ہو تو پھر اپنے ساتھ اتنے سارے آدمیوں کو کیوں لائے ہو؟ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اپنے آقا و مولیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کی تعمیل کرنے کے لئے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ:

''نہیں ہلاک ہوا وہ مسلمان جس نے اپنے مسلمان بھائی کا مشورہ قبول کیا۔''

حضرت خالد نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ رسول مقبول روئے زمین کے تمام لوگوں سے زیادہ عاقل، دانا، صاحب ادراک ورائے تھے لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ:

''وَ شَاوِرْ هُمْ فِي الْاَمْرِ '' (پارہ:۴، رکوع:۸، سورۂ آل عمران، آیت:۱۵۹)

ترجمہ: ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔'' (کنز الایمان)

حضرت خالد نے فرمایا کہ قرآن وحدیث کے حکم پر عمل کرنے میں اپنے مومن بھائیوں کو مشورہ کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ لایا ہوں کیونکہ میں اپنے مومن بھائیوں کے مشوروں سے بے نیاز نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آئے ہوئے تمام حضرات صاحب رائے اور دانشمند ہیں۔

باہان نے حضرت خالد سے پوچھا کہ تمہارے لشکر میں ایسے اور تمہاری طرح عاقل اور دانشمند کتنے لوگ ہیں؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں ایسے ایک ہزار سے بھی زیادہ صاحب رائے حضرات موجود ہیں۔ باہان نے تعجب وحیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب تک میں اس گمان میں مبتلا تھا کہ تم لوگ تمام کے تمام جاہل، بے عقل اور گھٹیا قسم کے ہو۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ ہاں! ہم ایسے ہی تھے۔ جہالت کے اندھیرے میں بھٹک رہے تھے ہماری عقلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہر قسم کی برائی ہم میں پائی جاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان عظیم فرمایا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث فرمایا۔ ہم جہالت کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت کے اُجالے میں آ گئے۔ برائی کا راستہ چھوڑ کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ شرک و کفر کی بے وقوفی سے نجات پا کر توحید و رسالت کی دانشمندی کے

ائرے میں داخل ہو گئے۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں ہم اللہ والے ہو گئے۔ بقول:

مومن ان کا کیا ہوا، اللہ اس کا ہو گیا

کافر ان سے کیا پھرا، اللہ ہی سے پھر گیا

(از: امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

باہان ارمنی نے حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! تمہاری عقل و دانشمندی نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تمہارا بھائی بن جاؤں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے اور ہم تم بھائی بھائی ہو جائیں اور کبھی جدا نہ ہوں۔ باہان نے کہا یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا بہت آسان ہے۔ اپنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهِ الْمَسِيْحُ عِيْسٰى '' یہ کلمہ کہتے ہی ہم آپس میں بھائی اور دوست بن جائیں گے اور میرا اور تیرا حال یکساں ہو جائے گا۔

حضرت خالد نے باہان کو علی الاعلان اسلام کی دعوت پیش کی۔ باہان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنا دین و مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلوں لیکن یہ ممکن نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تو میرا بھائی بھی نہیں بن سکتا۔

اب باہان نے موضوع سخن تبدیل کرنا مناسب سمجھا لہٰذا بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا کہ اے برادر عربی! جس مقصد کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں وہ تو پرے ہٹ کر رہ گیا۔ ہم دوسری باتوں میں الجھ گئے اور بات پر بات چلتی رہی اور ہم بہت دور نکل گئے۔ میں نے اپنی گفتگو میں صلح کے معاملے میں تم سے جو کہا ہے اس کی طرف تم کو بھی ایک مرتبہ توجہ دلاتا ہوں کہ تم اس امر کی طرف التفات کرو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اور ہم ایک دوست اور بھائی کی طرح صلح کے معاملہ میں گفتگو کر کے الجھی ہوئی بات کو سلجھانے کی کوشش کریں اور صلح کے متعلق میں نے جو پیش کش کی ہے اس کا آپ کی طرف سے اثباتی جواب حاصل کروں۔

حضرت خالد نے فرمایا کہ اگر تم نے میری بات غور سے سنی ہوتی تو تم کو معلوم ہوتا کہ میں نے تمہاری ہر بات کا جواب دے دیا ہے مگر اب اس کی وضاحت کرتے ہوئے دوہراتا ہوں۔ تم نے اپنی فوجی طاقت، ثروتی قوت، جاہ وحشمت، کثرت و عزت، حکومت و سلطنت کا ذکر کر کے ہماری قوم کو غریب و مفلس، جاہل وان پڑھ، بے عقل و بے فہم اور نہ جانے کیا کیا کہا، حقیقت یہ ہے کہ ہم میں دنیا بھر کے عیوب تھے۔ ظلم و ستم ہمارا شیوہ تھا۔ گناہ و معاصی ہماری عادت تھی۔ ڈکیتی اور قزاقی ہمارا ذریعہ معاش تھا۔ اور سب سے بڑی خرابی ہم میں یہ تھی کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کرتے تھے جن کو ہم نے ہمارے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روشن کتاب قرآن مجید کے ساتھ بھیجا۔ جو تمام انبیاء سے اشرف و برگزیدہ تھے۔ اللہ نے ان پر نبوت ختم فرما دی۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور راہ راست دکھائی۔ دین اسلام کے احکام ہم کو تعلیم فرمائے۔ منجملہ ان کے احکام سے ایک حکم یہ ہے کہ ہم کفار و مشرکین سے

جہاد کریں اور جس نے اسلام قبول کر لیا وہ ہمارا اسلامی بھائی بن گیا اس کا اور ہمارا معاملہ یکساں ہو گیا۔ اور جس نے اسلام قبول نہ کیا لیکن جزیہ دینا منظور کیا وہ ہماری امان میں ہے اور جس نے قبول اسلام اور ادائے جزیہ دونوں کا انکار کیا اس کا فیصلہ ہماری تلوار کرتی ہے اور ہماری تلوار سخت اور کاٹنے والی ہے لہٰذا اے باہان! کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جانا یا پھر جزیہ ادا کرنا منظور کر۔ جزیہ ادا کر کے تم ہماری حفاظت اور امان میں آ جاؤ گے۔ بچوں، عورتوں، اپاہجوں اور راہبوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا لیکن ہر بالغ مرد سے فی کس سالانہ چار دینار وصول کیا جائے گا۔

باہان نے حضرت خالد سے کہا کہ اگر میں کلمہ پڑھ لوں تو کلمہ پڑھنے کے بعد مجھ پر کیا لازم ہو گا؟ حضرت خالد نے فرمایا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام اسلامی ارکان و احکام کی پابندی کرنی پڑے گی اور کافروں سے جہاد کرنا بھی لازم آئے گا۔ علاوہ ازیں نیکی کا حکم کرنا، گناہوں سے روکنا، اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھنا اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا بھی لازم ہو گا۔ باہان نے کہا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا لہٰذا میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ رہی بات جزیہ ادا کرنے کی تو یہ بھی مجھے منظور نہیں کیونکہ جزیہ ادا کرنے سے ہم تمہارے محکوم ہو جائیں گے۔ اور یہ امر ہمارے لئے باعث ذلت و رسوائی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اس صورت میں ہمارے تمہارے درمیان ضرور جنگ ہو گی اور اللہ جسے چاہے گا اسے زمین کا مالک و وارث کر دے گا۔ باہان نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ ملک شام کی زمین پہلے ہماری نہ تھی بلکہ دوسروں کی تھی مگر اللہ نے ہمیں اس کا وارث و مالک بنا دیا۔ اب دیکھیں کہ اللہ کس کو اس کا مالک بناتا ہے۔ ہمیں یا تمہیں؟

''باہان کا حضرت خالد اور صحابہ کے قتل کا ارادہ لیکن............؟''

باہان نے حضرت خالد سے کہا کہ ہم تو اپنے دین سے منحرف ہوں گے اور نہ ہی جزیہ ادا کریں گے بلکہ تم سے ضرور لڑیں گے لہٰذا تم کو جو منظور ہو وہ کرو۔ مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اب ہماری تم سے فیصلہ کن جنگ ہو گی۔ حضرت خالد نے اس کو ڈانٹتے ہوئے اور ذلیل کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم! ہم تم سے زیادہ جنگ کے خواہش مند ہیں اور گویا میں ایسا منظر دیکھ رہا ہوں کہ اس جنگ میں اللہ نے ہمیں فتح و غلبہ عنایت فرمایا ہے اور تم پر شکست و مغلوبی کی ذلت نازل ہوئی ہے اور تو قیدی کی صورت میں ذلیل و خوار گھسٹا جاتا ہے اور تیرے گلے میں رسی اور ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ہمارے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لایا جاتا ہے اور حضرت عمر فاروق تلوار سے تیری گردن اڑا دیتے ہیں۔

حضرت خالد کی مندرجہ بالا تجویز سے باہان کو مرچیں سی لگ اٹھیں۔ غصہ میں آگ بگولا ہو گیا۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ باہان کی آنکھوں سے خون برستا دیکھ کر اس کے قریب کھڑے بطارقہ اور سرداروں نے میان سے تلواریں نکالیں اور حضرت خالد اور تمام صحابہ کو شہید کر دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن وہ باہان کے حکم کے منتظر تھے۔ باہان نے گرجتی ہوئی آواز میں خشمناک لہجہ میں حضرت خالد سے کہا کہ اے خالد بن ولید! میں اپنے دل میں تمہارے لئے مہربانی کا نرم گوشہ رکھتے ہوئے نیک سلوک کے ساتھ گفتگو کرتا رہا لیکن تم نے تشدد اور تشطط کے انداز میں کلام کر کے میرا دماغ پراگندہ کر دیا ہے۔ اب میں

زتم پر اور تمہارے ساتھیوں پر رحم نہیں کروں گا۔ تم نے ہمارے حسن سلوک اور نرمی کو دیکھا ہے اب ہمارا غضب اور سختی بھی
بھ لو۔ قسم ہے حق مسیح کی! سب سے پہلے تمہاری نظروں کے سامنے تمہارے پانچ قیدی ساتھیوں کو قتل کروں گا اور پھر تمہارا اور
ہمارے ساتھ آئے ہوئے ایک سو آدمیوں کا بھی وہی حشر کروں گا۔

باہان کی اس دھمکی سے حضرت خالد طیش میں آ گئے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے دلیری سے فرمایا کہ اے
ان! تو نے ہم کو پہچاننے میں بڑی غلطی کی ہے۔ ہم موت سے بالکل نہیں ڈرتے بلکہ زندگی سے زیادہ موت کو محبوب جانتے
ں۔ شہید ہونا ہماری عین خواہش و آرزو ہے۔ قسم ہے پروردگار عالم کی اور رسول مقبول کی، قسم ہے دعوت ابوبکر کی اور امارت عمر
روق کی! تو میری نظروں کے سامنے میرے ساتھیوں کو کیا مارے گا؟ تیری قوم کی نظروں کے سامنے تجھ کو اسی جگہ کاٹ کر رکھ
ں گا۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے میان سے تلوار کھینچ کر نعرہ تہلیل اور تکبیر بلند کیا اور تمام صحابہ نے بھی اپنی تلواریں سونت لیں
۔ باہان کو گھیر لیا۔ باہان کے محافظ کچھ سوچیں اور کچھ کریں اس کے پہلے ہی حضرت خالد اور صحابہ کرام مثل شیر جست لگا کر
ن کے تخت پر پہنچ گئے تھے اور باہان پر ننگی تلوار بلند کر دیں۔ باہان کے خیمہ میں سناٹا چھا گیا۔ کوئی ہلتا تک نہیں کیونکہ تمام
می اس بات سے واقف تھے صحابہ پر حملہ کرنے کی غلطی کی تو باہان کی گردن کاٹ کر حضرت خالد ہم پر پھینک ماریں گے جیسے
۔ انہوں نے جنگ اجنادین میں رومی سردار وردان کی گردن کاٹ کر رومی لشکر پر پھینکی تھی۔ باہان کو ہلہلا کا بخار چڑھا ہوا اس
رح کانپ رہا تھا۔ اپنے محافظوں کو ہاتھ کے اشارے سے توقف کرنے کو کہا۔ گویا وہ بند لفظوں میں اپنے محافظوں کو کہہ رہا تھا
یہ تمہاری ادنیٰ غلطی سے میری زندگی کا کھیل ختم ہو جائے گا۔

ایک عجیب کشمکش کا منظر تھا۔ باہان کے سر پر موت سوار تھی اور صحابہ کرام بھی تو موت کے کنارے کھڑے تھے۔ باہان کو
تل کرنے کے بعد ان کا بچ کر نکلنا ناممکن تھا۔ حضرت خالد بن ولید بپھرے ہوئے شیر کی طرح خشمناک تھے۔ خیمہ میں موجود
مام لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ اب کیا ہو گا؟ کے سکتہ کے عالم میں تمام رومیوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے
لگیں۔ بالآخر باہان نے ہمت سے کام لیتے ہوئے حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! توقف کرو، توقف کرو، جلد بازی
سے کام مت لو۔ قسم ہے حق مسیح کی! ہم ایلچی کو کبھی نہیں قتل کرتے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بطور ایلچی آئے ہو۔ میں نے تمہاری
دلیری کا حوصلہ دیکھنے کے لئے تم کو جھوٹ موٹ کی دھمکی دی تھی اور تم اس کو سچ سمجھ کر مارنے اور مرنے پر تل پڑے۔ لہٰذا
معاملہ ختم کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ میرے پانچ ساتھیوں کو قید سے چھڑائے بغیر ہرگز نہیں جاؤں
گا۔ باہان نے کہا کہ خوشی سے ساتھ لے جاؤ۔ تمہاری مرضی میں کیسے ٹال دوں۔ لہٰذا باہان نے پانچ قیدی صحابہ کو لانے کا حکم
دیا۔ جب وہ خیمہ میں لائے گئے تو باہان نے ان کو رہا کر دینے کا حکم دیا۔ ایک عجیب رعب و ہیبت باہان پر چھا گیا تھا۔ حضرت
خالد جو بھی کہتے تھے اسے رد کرنے کی اس میں ہمت ہی نہ تھی۔ حضرت خالد اور صحابہ نے اپنی تلواریں میان میں کر لیں لیکن
پھر بھی کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ باہان بھی اب نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مکر و فریب کرے۔ نہ جانے اس نے کیا دیکھ لیا
تھا کہ وہ خوف و ہیبت سے بھر گیا تھا۔ شمع رسالت کے پروانوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے طفیل وہ کرم فرمایا تھا کہ ان کی ہیبت سے مشرکین تھر تھر کانپتے تھے۔ یہ مقدس صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کے مظہر تھے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ ہیبت تھی کہ۔ بقول:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

اور اللہ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشقوں کی وہ ہیبت تھی کہ ان چند مٹھی بھر عاشقوں کے سامنے لاکھوں رومی لشکر تھر تھر کانپتا تھا۔ حضرت خالد نے تھوڑی دیر پہلے باہان کے سر پر ننگی تلواریں سونت کر جو کھلبلی مچا دی تھی اس کا اثر تمام رومیوں کے ذہن پر باقی تھا اور باہان تو ایسا ڈر گیا تھا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ اپنے سر پر حضرت خالد کی برہنہ تلوار منڈلاتی دیکھ کر وہ ایسا سہم گیا تھا کہ حضرت خالد کی کمر میں میان کے اندر لٹکتی تلوار دیکھ کر اس کی حالت سانپ کا کاٹا رسی سے ڈرتا ہے جیسی تھی۔ باہان کے حکم سے پانچ قیدی صحابہ کے ہاتھ پاؤں کی بیڑیاں کھول دی گئیں۔ وہ بھی اب حضرت خالد کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ حضرت خالد اور تمام صحابہ نے تلواریں میان میں کر لیں تھیں لیکن وہ تمام حضرات باہان کے قریب اس طرح حلقہ باندھ کر کھڑے تھے کہ اگر باہان پھر دغا اور فریب کرے تو وہ باہان کو فوراً دبوچ لیں۔ حضرت خالد نے باہان سے کہا کہ ہمارے گھوڑے خیمہ کے باہر بندھے ہوئے ہیں انہیں خیمہ کے اندر منگوا دو۔ ہم یہیں سے سوار ہو کر روانہ ہوں گے۔ باہان کے حکم سے گھوڑے لائے گئے۔ باہان کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ حضرت خالد کے سامنے پالتو کتے کی طرح دم ہلاتا تھا۔ اس کے رویہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ حضرت خالد کی دلیری پر ایسا فریفتہ ہو گیا تھا کہ دشمنی اور دوستی کے مخلوط جذبہ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ دوستی کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے تحفہ و ہدیہ کا تعلق قائم کرنا چاہا۔ وہ حضرت خالد کو کچھ تحفہ دینا چاہتا تھا لیکن براہ راست کہنے میں اسے جھجک اور خجلت محسوس ہوئی لہٰذا جب حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہونے کا عزم کر رہے تھے تب اس نے حضرت خالد سے کہا کہ اے عربی برادر! میں تم سے ایک چیز طلب کرتا ہوں۔ حضرت خالد نے فرمایا اگر اس کا دینا میرے امکان و اختیار میں ہوگا تو اس کے دینے میں ہرگز بخل و تامل نہ کروں گا۔ باہان نے کہا کہ تمہارے سرخ چمڑے کے قبا (اچکن) نے مجھے تعجب میں ڈال رکھا ہے۔ مجھے بہت پسند آ گیا ہے لہٰذا وہ مجھ کو بطور تحفہ ہبہ کر دو اور اس کے صلہ میں میرے خیمہ سے جو بھی چیز پسند آئے وہ میری جانب سے بطور تحفہ قبول کر لو۔ باہان نے حضرت خالد سے سرخ چمڑے کا اچکن مانگا وہ تو ایک بہانہ تھا۔ باہان کے پاس ایسے بلکہ اس سے بھی بیش قیمت سینکڑوں اچکن موجود تھے۔ دراصل وہ حضرت خالد کو کوئی قیمتی تحفہ دے کر مرہون منت کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا چمڑے کے اچکن کا مطالبہ کیا اور اس کے عوض جو چیز پسند آئے اسے لے لینے کا اختیار دیا۔ حضرت خالد نے باہان سے فرمایا کہ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھ سے وہ چیز مانگی ہے جو میری ذاتی ملکیت ہے۔ لو! یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ اور ہاں! تم نے مجھ کو جو بھی چیز پسند آئے وہ بطور تحفہ لے لینے کو کہا ہے لیکن تم نے تو مجھے پیشگی تحفہ دے ہی دیا ہے۔ میرے پانچ ساتھیوں کو قید سے آزاد کرنے کا جو احسان کیا ہے وہ

...ے لئے تمہاری طرف سے بہت بڑا تحفہ ہے۔ اب ہمیں مزید کسی چیز کے تحفے کی حاجت نہیں۔ پھر حضرت خالد بن ولید ...نے ایک سو ساتھیوں کے ساتھ پانچ قیدی صحابہ کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور روانہ ہوتے وقت باہان سے کہا کہ مرد ...سامنے سے آ کر سینہ پر وار کرتا ہے اور پیٹھ کے پیچھے وار کرنا نامردوں کا کام ہے۔ لہٰذا اگر اب بھی کچھ ارمان باقی رہ گئے ...ں تو ہم موجود ہیں، پورے کر لو لیکن روزانہ ہونے کے بعد پیٹھ پیچھے وار کرنے کی بزدلی مت دکھانا۔ باہان نے کہا کہ آپ ...نان رکھو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ باہان نے اپنے محافظوں سے کہا کہ تم ہمارے معزز مہمانوں کو ہمارے لشکر کی حد تک ساتھ جا ...رخصت کر آؤ اور انہیں کسی قسم کی دشواری لاحق نہ ہو اس کا خیال رکھنا۔ باہان کے محافظ بطارقہ حضرت خالد کے قافلے کو جلَو ...لے کر روانہ ہوئے اور رومی لشکر کی حد تک چھوڑ آئے۔

جب حضرت خالد چلے گئے تو جبلہ بن ایہم غسانی نے آ کر باہان سے کہا کہ اے سردار! تم نے یہ کیا کیا؟ خالد بن ولید کو ...نے دیا؟ جال میں پھنسے ہوئے شکار کو چھوڑ دیا؟ ایسا موقع اب کبھی بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہم نے خالد بن ولید کو کس لئے بلایا ...ہ تو تم کو معلوم ہے نا؟ اگر ایک خالد بن ولید کو مار ڈالتے تو ہماری فتح تھی اور ہرقل بادشاہ کے انعام و اکرام کی ہم پر بارش ...ن۔ یہ ایک سنہری موقع تھا جو تم نے گنوا دیا۔ باہان نے جب جبلہ کی یہ بات سنی تو وہ چونک پڑا اور کف افسوس ملتے ہوئے کہا ...اے جبلہ! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ میں نے ہی مکر و فریب سے خالد بن ولید کو قتل کر دینے کی سازش تجویز کی تھی لیکن ...ب خالد بن ولید یہاں آئے تھے تب مجھ پر نہ جانے کیا جادو ہو گیا تھا کہ میری عقل پر پردہ پڑ گئے اور میں اس کو یہاں بلانے ...قصد اصلی فراموش کر گیا۔ وہ تو چلا گیا بلکہ پانچ قیدیوں کو بھی چھڑا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ واقعی بہت افسوس کی بات ہوگی ...ن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

حضرت خالد بن ولید رومی لشکر کی سرحد سے اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف سرعت سے روانہ ہوئے۔ کسی بھی رومی سپاہی ...مزاحم ہونے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ سب کے سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کا مع پانچ قیدی صحابہ ...ے اسلامی لشکر کے کیمپ میں صحیح و سلامت واپس لوٹنے پر حضرت ابوعبیدہ نہایت مسرور ہوئے اور کیمپ میں خوشی کی لہر پھیل ...ئی۔ نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کر کے ان کا استقبال کیا اور تہنیت پیش کی۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ کو باہان کے کیمپ کی ...ل تا آخر داستان سنائی اور کہا کہ قسم ہے صاحب منبر اور روضۂ شریف کی! باہان ہماری تلواروں سے ڈر گیا اور مرعوب ہو کر ...دیوں کو رہا کر دیا اور ہم کو بھی واپس جانے دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے پوچھا کہ جنگ اور صلح کے معاملہ میں کیا ...طے کر کے آئے ہو؟ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار لڑائی کرنے پر قرارداد ہوئی ہے۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے تمام مجاہدوں ...و حکم دیا کہ آئندہ کل رومی لشکر سے جنگ ہوگی لہٰذا اپنے اپنے ہتھیاروں کو درست کر لو اور اللہ کی نصرت و مدد پر بھروسہ رکھو۔

...حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ میں نے دشمن کے لشکر کا قریب سے معائنہ کیا ہے۔ ان کی تعداد کی کثرت کا یہ عالم ہے ...کہ حد نظر مثل چیونٹیوں کے پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرح کا سامان جنگ ان کے پاس ہے لیکن لڑنے کے لئے جس کی اہم ...ضرورت ہوتی ہے وہ دل ان کے پاس نہیں۔ پست ہمتی اور بزدلی نے ان کو گھیر رکھا ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان

کا کوئی ناصر و مددگار نہیں جب کہ ہمارا مددگار قادر مطلق رب تبارک و تعالیٰ ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ''(پارہ:۲۶، رکوع:۵، سورہ محمد، آیت:۱۱)

ترجمہ: ''اس لئے کہ مسلمان کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔'' (کنزالایمان)

لہٰذا اے مجاہدو! خدا کی نصرت پر کامل اعتماد رکھ کر جوانمردی سے رومیوں کا مقابلہ کرنا، صبر و استقلال سے کام لینا۔ تما... نے بیک زبان جواب دیا کہ اے ابا سلیمان! جہاد ہماری خواہش ہے اور شہادت ہماری آرزو ہے۔ ہم ثابت قدمی سے شمش... زنی اور نیزہ زنی کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمار... جانیں نثار کریں گے۔ حضرت خالد ان کے جواب سے خوش ہوئے، دعائے خیر و عافیت دے کر فرمایا کہ اب اپنے جنگی آلا... درست کرنے میں لگ جاؤ۔ تمام مجاہد آئندہ کل ہونے والی جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

''جنگ یرموک کا تیسرا دن''

صبح لشکر اسلام نے حضرت ابوعبیدہ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد مجاہدین اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو ک... میدان میں نکلے۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ میں نے تم کو لشکر پر سردار مقرر کیا ہے لہٰذا تم کو مناسب معلو... ہو اس طرح میمنہ، میسرہ وغیرہ پر سردار مقرر کرو اور جس طرح چاہو صفوں کو مرتب کرو۔ حضرت ابوعبیدہ نے لشکر کے تما... سرداروں اور اہم رکنوں کو حکم دیا کہ حضرت خالد بن ولید کا حکم مثل میرے حکم ہے لہٰذا وہ جو حکم دیں اس کی اطاعت کرنا تم پ... لازم ہے۔ حضرت خالد نے تجربہ کار شہسواروں کو لشکر کے اہم اہم حصوں پر سردار مقرر کرنے کے بعد صفوں کی ترتیب شروع ک... دی اور آفتاب آسمان میں ابھی تھوڑا ہی بلند ہوا تھا کہ حضرت خالد لشکر کی ترتیب سے فارغ ہو گئے۔ پھر حضرت خالد نے تما... صفوں کے درمیان گشت فرمایا اور یہ فرماتے تھے کہ اے حاملان قرآن! صبر و استقلال کرنا کیونکہ صبر کرنے والا غالب رہتا ہے... بزدلی اور ڈر کو اپنے قریب بھی مت آنے دینا کیونکہ میدان جنگ میں نامردی اور خوف کے سبب سے ذلت اور خواری ملت... ہے۔

باہان ارمنی بھی رومی لشکر لے کر میدان میں آ گیا تھا لیکن باہان کو اپنے لشکر کو ترتیب دینے میں بہت دیر لگی۔ رومی لشکر کی... کل تیس صفیں مرتب ہوئیں اور ہر صف اسلامی لشکر کے برابر تھی۔ لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے باہان نے جبلہ بن... ایہم کے فوجی عرب متنصرہ کو رکھا۔ رومی لشکر کے آگے پانچ رطل خالص چاندی کی صلیب (✞) رکھی گئی تھی جس میں سونے ک... مینا کاری کی ہوئی تھی اور چاروں گوشوں میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے جو مثل ستاروں کے چمکتے تھے۔ اس صلیب کے اردگر... نصرانی راہب اور قس کا گروہ ہاتھوں میں انجیل لئے ہوئے تھے۔ جو صلیب کو دھونی دیتے تھے اور انجیل پڑھتے تھے اور رومی لشکر... کی کامیابی کی دعائیں مانگتے تھے۔

باہان رومی لشکر کی ترتیب سے فارغ ہوا اور اس نے اسلامی لشکر کی طرف نظر التفات سے دیکھا تو اسلامی لشکر کی تعدا... بہت کم معلوم ہوئی۔ پورا اسلامی لشکر رومی لشکر کی صف کے برابر نہ تھا لیکن اسلامی لشکر کی حضرت خالد نے ایسی عمدہ صف بندی...

...تھی کہ باہان دیکھ کر حیران رہ گیا۔ تمام صفیں قطار میں ایسے سلیقہ سے استادہ تھیں کہ آہنی دیوار معلوم ہوتی تھی اور ہر مجاہد اس ...یت سے کھڑا تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ذرا سی حرکت کرنے پر اڑ جائیں گے۔ رحمت عالم و جان عالم ...صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت کردہ اور تعلیم یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صف بندی کے معاملے میں ایسے ...ماہر تھے کہ ان کی صف بندی کی قرآن مجید میں تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ''

(پارہ:۲۸، رکوع:۹، سورہ الصف، آیت:۴)

ترجمہ: ''بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر، گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار) (کنزالایمان)

تفسیر: ''یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی جگہ جما ہوا دشمن کے مقابل سب کے سب مثل شے واحد کے''۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص:۹۹۴)

باہان نے جب اسلامی لشکر کی صف بندی دیکھی تو اس پر ایک اَن جَان خوف طاری ہوا اور اسلامی لشکر کا رُعب اور دبدبہ اس کے دل میں سما گیا۔

حاکم بصرہ حضرت روماس کا اسلامی لشکر کی جانب سے رومی بطریق سے لڑنا:

باہان نے اپنے لشکر کو ترتیب دینے کے بعد ہرقل بادشاہ کے دربار کے ایک مقرب بطریق کو میدان میں اتارا۔ وہ بطریق رومی لشکر کے روساء میں سے تھا۔ اس کے بھاری ڈیل ڈول کی جسامت اور دراز قد وقامت کی وجہ سے وہ پہاڑ کی چٹان کی طرح نظر آتا تھا۔ جواہرات سے جڑی ہوئی سونے کی صلیب گلے میں لٹکائے ہوئے اور سامان جنگ سے آراستہ ہوکر میدان میں آیا اور اپنے گھوڑے کو گرداوا دینے لگا۔ مثل بادل گرجتی آواز میں پکار کر مقابل طلب کرنے لگا۔ حاکم بصریٰ روماس جنہوں نے فتح بصریٰ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور اپنی جان کو اللہ کے لئے وقف کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ رومیوں سے لڑنے نکل پڑے تھے۔ انہوں نے رومی بطریق کے چیلنج کو اٹھائے ہوئے میدان میں آئے۔ رومی بطریق نے حاکم روماس کو فوراً پہچان لیا کہ یہ حاکم بصریٰ روماس ہے جس نے دین اسلام قبول کرلیا ہے۔ رومی بطریق نے کہا کہ اے روماس! تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کا دین اختیار کرلیا ہے۔ حضرت روماس نے جواب دیا کہ میں نے اسلام کو سچا دین پایا ہے۔ جو شخص اس دین میں داخل ہوا اس کو نیک بختی اور بھلائی حاصل ہوئی اور اس کی دنیا و آخرت سنور گئی اور جو دین اسلام سے منحرف و مخالف ہوا وہ گمراہ اور برباد ہوا۔ اتنا فرما کر حضرت روماس نے رومی بطریق پر حملہ کر دیا۔ رومی بطریق نے وار خالی پھیرا اور جوابی وار کیا جس کو حضرت روماس نے ڈھال پر لے جا کر بچایا۔ دونوں فن حرب کے کہنہ مشق اور تجربہ کار تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملے کر کے جنگ کے کرتب اور لڑائی کے ڈھنگ دکھائے۔ کافی دیر تک دونوں میں جنگ جاری رہی اور دونوں لشکر کے لوگ ان کی لڑائی کے داؤ پیچ دیکھ کر حیرت و تعجب کرتے تھے۔ دوران لڑائی رومی بطریق نے موقع پا کر حضرت روماس کے شانہ پر وار

کر دیا۔ تلوار کی کاری ضرب کی وجہ سے گہرا زخم ہو گیا اور حضرت روماس کے جسم سے خون کا چشمہ بہنے لگا۔ کثرت سے خون بہ دیکھ کر حضرت روماس نے گھوڑے کی باگ پھیری اور اسلامی لشکر کی طرف گھوڑا دوڑایا۔ بطریق نے ان کا تعاقب کیا لیکن پا نہ سکا اور حضرت روماس شدید زخمی حالت میں اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اتارا اور زخم باندھا۔ تمام مجاہدوں نے حضرت روماس کی کوشش جہاد کا شکریہ ادا کیا اور دعائے جزائے خیر سے نوازکر ان کی حوصلہ افزائی کی۔

حضرت روماس کے زخمی ہو کر واپس پلٹنے پر رومی بطریق کا حوصلہ بڑھ گیا اور تکبر وغرور کے نشے میں اس کے دماغ میں اپنی شجاعت کی ہوا بھر گئی۔ اپنے گھوڑے کو میدان میں گرداوے دینے لگا۔ زور زور سے تلوار گھمانے لگا اور بھیڑیئے کی طرح چلّا کر مقابل طلب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ کون ہے جو میرے مقابل آئے تا کہ اس کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھاؤں اور اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاؤں۔

حضرت قیس بن ہبیرہ کا بطریق کے مقابل آنا اور حضرت قیس کی تلوار کا ٹوٹنا:

رومی بطریق کو متکبرانہ لہجے میں گرجتے دیکھ کر حضرت میسرہ بن مسروق عبسی میدان میں آنے کے لئے نکلے لیکن حضرت خالد نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ضعیف اور بوڑھے شخص ہو۔ تمہارا جانا مناسب نہیں لہٰذا حضرت میسرہ رک گئے۔ حضرت عامر بن طفیل الدوسی نے حضرت خالد سے کہا کہ اے سردار! آپ مجھے جانے کی اجازت دیں تا کہ میں اس مغرور کا غرور توڑ دوں۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے عامر! تم کم سن ہونے کی وجہ سے اس بطریق سے برابر ٹکر نہیں لے سکو گے لہٰذا تم توقف کرو۔ حضرت عامر نے کہا کہ سردار! آپ نے اس رومی بطریق کو بہت اہمیت دے دی ہے اور کیا وجہ ہے کہ دو شخصوں نے آپ سے اس کے مقابلے میں جانے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے جانے نہیں دیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ جب یہ بطریق حضرت روماس سے لڑتا تھا تب میں نے اس کی لڑائی کو بغور دیکھا تھا۔ اس کے لڑنے کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت تجربہ کار اور جنگجو شجاع ہے اور وہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچا دے اس لئے میں نے از راہ شفقت تم کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا دل چھوٹا نہ کرو اور اپنی جگہ اطمینان سے ٹھہرو۔

اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے والے کو نکلنے میں دیر ہوئی تو رومی بطریق چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت حرث بن عبداللہ ازدی نے حضرت خالد سے جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ بے شک تم میں سخت دلیری اور قوت ہے اور تم مردِ چالاک بھی ہو۔ اللہ کا نام لے کر مقابلہ کرنے نکلو۔ حضرت حرث بن عبداللہ نے اپنا لڑائی کا سامان درست کیا اور میدان کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔

حضرت حرث روانہ ہو رہے تھے کہ حضرت خالد نے فرمایا کہ اے عبداللہ کے بیٹے! میرے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اس سے پہلے تم نے کسی جنگ میں کسی سے مقابلہ کیا ہے؟ حضرت حرث نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ پہلا موقع ہے کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ تم بھی ٹھہر جاؤ کیونکہ وہ بطریق کہنہ مشق تجربہ کار ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے مقابلے میں وہی نکلے جو تجربہ کار ہو۔ یہ فرما کر حضرت خالد نے حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کی طرف دیکھا۔ حضرت قیس

نے کہا کہ اے ابا سلیمان! میں آپ کا اشارہ سمجھ گیا ہوں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں مقابلہ کرنے جاؤں۔ حضرت خالد نے فرمایا ہاں! بے شک تم اس کے مدمقابل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر جاؤ۔ اللہ تمہاری ضرور مدد فرمائے گا۔

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی "بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى بَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ " پڑھتے ہوئے میدان میں گئے۔ اس معاملے کو امام ارباب سیر حضرت علامہ محمد بن عمرو واقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں:

"پس کہا قیس نے کہ اے ابا سلیمان! میں جانتا ہوں کہ تم پیش نہ آتے ہو ساتھ میرے اور میرے نکلنے کو مراد لیتے ہو کہ میں جاؤں اس کے مقابلے کو۔ پس کہا خالد بن ولید نے کہ جاؤ تم اللہ غالب اور بزرگ کا نام لے کر تحقیق تم مثل اس کے ہو اور اللہ تمہاری اعانت کرے گا اس پر پس نکلے قیس بن ہبیرہ رحمہ اللہ اور روانہ کیا انہوں نے اپنے گھوڑے کو میدان میں یہاں تک کہ نرم اور ملائم کر دیا اس کی طبیعت کو اور توڑ دیا اس کے تیر کو پس آگے بڑھایا اس کو بجانب بطریق کے اور وہ کہتے تھے "بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى بَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ " اور نزدیک ہوئے وہ بطریق سے" (حوالہ: فتوح الشام از: علامہ واقدی، ص: ۲۳۳)۔

قارئین کرام غور فرمائیں! حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابیٔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ میدان جنگ میں جہاں موت کا سامنا ہونے والا ہے ایسے خطرناک مہم پر جاتے وقت اپنی حفاظت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے "على بركة رسول الله " یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت پر" کہتے ہوئے میدان میں جاتے ہیں۔ حضرت قیس بن ہبیرہ میدان میں رومی بطریق پر حملہ کرنے جا رہے تھے لہٰذا انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات دافع البلاء سے استعانت کی اور ان کی برکت کے طفیل فتح ونصرت کا اعتماد کامل کیا۔ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود بابرکت کے طفیل ہی ہم پر رحم وکرم فرماتا ہے اور ان کی برکت سے ہم کو فتح ونصرت ملتی ہے۔ لیکن دور حاضرہ کے منافقین کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے سے برعکس ہے بلکہ صحابہ کرام کا جو عقیدہ تھا وہ ان کے نزدیک شرک ہے۔

☆ وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام وپیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"لہٰذا کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے، دور ونزدیک سے پکارا کرے اور بَلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے..... تو ان سب باتوں سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔"

(حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص: ۲۲)

مندرجہ بالا عبارت میں دہلوی صاحب کہتے ہیں کہ کسی کا نام لے کر دشمن پر حملہ کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی تلوار لے کر میدان میں کیوں گئے تھے؟ رومی بطریق پر حملہ کرنے گئے تھے۔ پھولوں کا ہار پہنانے نہیں گئے تھے اور جب حملہ کرنے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت ونصرت کا ورد کرتے ہوئے گئے تھے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شرک کے فتویٰ کی مشین گن کا وار کس پر ہو رہا ہے؟

القصہ! حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی جب میدان میں آئے تو ان کا سرعت سے تلوار گھومانی اور گھوڑے کو گرداوا دینے کی مہارت دیکھ کر رومی بطریق نے تاڑ لیا کہ یہ لڑائی کے فن کے ماہر ہیں لہٰذا اس نے اپنے آپ کو چوکنا کیا اور بہت احتیاط سے لڑنے لگا۔ دونوں میں شمشیر زنی ہوتی رہی۔ دونوں آزمودہ کار جنگجو تھے۔ دونوں نے تلوار زنی کے کرتب دکھا کر دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈال دیا۔ دونوں ایسے زور سے تلوار مارتے تھے کہ تلوار سے جب تلوار ٹکراتی تھی تب آگ کی چنگاریاں اُڑتی تھیں۔ دوران لڑائی حضرت قیس نے موقع پا کر بطریق پر تلوار کا وار کیا۔ بطریق نے وار کو خالی پھیرنے کے لئے سپر پر لیا لیکن وار ایسا شدید تھا کہ ڈھال کو پھاڑ کر تلوار بطریق کے سر پر لگی لیکن بطریق نے لوہے کا خود (Helmet) پہنا تھا۔ تلوار خود میں ایسی پیوست ہوئی کہ کھینچنے کے باوجود نہیں نکلی اور حضرت قیس نے زور لگا کر نکالنے کی کوشش کی تو تلوار کا قبضہ ہاتھ میں رہ گیا۔ حضرت قیس کی تلوار کا وار سر پر رسید ہونے سے بطریق لرز گیا تھا لیکن جب اس نے حضرت قیس کو بغیر تلوار کے دیکھا تو اس نے حضرت قیس پر تلوار کا وار کیا اس کی تلوار کا شانہ پر لگنے کے باوجود کوئی ضرر نہیں پہنچا کیونکہ حضرت قیس نے لوہے کی زرہ (Armour) پہنی تھی۔ بطریق نے دوسرا وار کرنے کا قصد کیا لیکن حضرت قیس نے چھلانگ لگائی اور بطریق سے چمٹ گئے اور اس کو گھوڑے سے زمین پر ڈال دیا۔ اب دونوں میں کشتی ہونے لگی۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رات بھر عبادت کر کے شب بیداری کیا کرتے تھے اور دن میں اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے لہٰذا ان کا جسم دبلا پتلا تھا جب کہ رومی بطریق بھینسے کی طرح موٹا اور فربہ تھا۔ حضرت قیس کے دونوں ہاتھ کی گرفت میں بھی وہ نہیں سماتا تھا۔ اس کی گردن کا حلقہ ہی تین چار بالشت کا تھا لہٰذا وہ حضرت قیس کی پکڑ میں نہیں آتا تھا۔ تھوڑی دیر اسی طرح کشتی ہوتی رہی اور رومی بطریق حضرت قیس پر چڑھ بیٹھا اور قریب تھا کہ وہ قابو پا کر آپ کو شہید کر دے یا قید کر لے۔ حضرت قیس نے تمام طاقت سے اپنے جسم کو لچک دے کر کروٹ بدلتے ہوئے اتنے زور سے مروڑ دیا کہ بطریق اپنا جسمانی توازن کھو بیٹھا اور لڑھک کر گرا۔ حضرت قیس نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سرعت سے کھڑے ہو کر جست لگا کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ بطریق اپنے موٹاپن کی وجہ سے سرعت سے اٹھ نہ سکا۔ لہٰذا حضرت قیس نے گھوڑے کو ایڑی ماری اور اسلامی لشکر کی طرف گھوڑے کو دوڑایا تاکہ کسی سے تلوار لے کر واپس آ جائیں۔ بطریق بھی اب گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس نے حضرت قیس کو اسلامی لشکر کی جانب جاتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کیا کہ حضرت قیس مجھ سے ڈر کر بھاگے ہیں۔ بطریق نے تعاقب کیا۔ حضرت قیس نے بطریق کو آتا دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ اے نفس! تو موت سے دور بھاگتا ہے؟ ارے موت تو تیری خواہش و آرزو ہے۔ واپس پلٹ تاکہ بھاگنے والوں میں تیرا شمار نہ ہو۔ یہ خیال آتے ہی حضرت قیس نے زور سے لگام کھینچی۔ گھوڑا چراغ پا ہو کر ٹھہر گیا۔ حضرت قیس کی کمر میں ایک لمبی یمنی چھری تھی، وہ نکال لی اور گھوڑے کی باگ رومی بطریق کی طرف پھیر دی۔ سامنے سے رومی بطریق برہنہ تلوار گھوماتا ہوا آ رہا تھا۔ حضرت قیس نے اپنا گھوڑا اس کی طرف دوڑایا۔ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ بطریق کے ہاتھ میں تلوار تھی اور حضرت قیس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ اب دونوں بالکل قریب آ گئے کہ دفعۃً حضرت قیس نے گھوڑے کو موڑ کر ایک طرف گُودایا اور بطریق کی لائن وخط سے بازو کو ہٹ گئے۔ بطریق اتنی رفتار سے آ رہا تھا کہ یک لخت

گھوڑا روک نہ سکا اور آگے نکل گیا۔ دور جا کر گھوڑا روکا اور پھر گھوڑے کا رخ حضرت قیس کی طرف پھیرا۔

حضرت خالد بن ولید دور سے حضرت قیس اور رومی بطریق کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت قیس اسلامی لشکر کی طرف آتے آتے رک گئے اور خنجر نکال کر بطریق سے لڑنے واپس گئے تب حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو تلوار دے کر روانہ کیا کہ جلدی جاؤ اور حضرت قیس کو تلوار دے آؤ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے ساتھ دو تلواریں لیں ایک اپنے لئے اور ایک حضرت قیس کو دینے کے لئے۔ پیٹھ کی جانب نیزہ لٹکایا اور تیز گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان کی طرف روانہ ہوئے اور عین اس وقت حضرت قیس کے قریب پہنچ گئے جب حضرت قیس اور بطریق کے گھوڑے آمنے سامنے آرہے تھے اور حضرت قیس نے چکما دے کر اپنا گھوڑا ایک طرف کو ہٹا لیا تھا۔ جب بطریق نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت قیس کے قریب حضرت عبدالرحمٰن موجود ہیں۔ جس طرح حضرت خالد نے اپنے ساتھی کو عین وقت پر مدد بھیج دی اسی طرح جب رومی لشکر کے لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو میدان میں آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ اپنے ساتھی کو لڑنے میں مدد کرنے آرہے ہیں لہٰذا رومی لشکر سے بھی دو گبر اپنے ساتھی کی کمک کرنے فوراً روانہ ہوئے اور میدان میں آگئے۔ اب میدان میں دو مقدس صحابی اور تین نجس رومی تھے۔ رومی بطریق کی مدد کرنے آئے ہوئے دو گبروں نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ یہ کیا بے انصافی ہے کہ ہمارے ایک آدمی کے مقابلے میں تم دو آدمی ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ میں صرف اپنے ساتھی کو تلوار پہنچانے آیا ہوں اور واپس پلٹ جاتا ہوں۔ ہم کبھی بے انصافی نہیں کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے سو کے مقابلے میں ہمارا ایک آدمی کافی ہے۔ لہٰذا اگر تم کو اس کا تجربہ کرنا ہے تو اس وقت تم تین ہو۔ ہم دو ہیں لیکن بجائے دو کے ہم میں سے صرف ایک آدمی تم سے نپٹ سکتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی شجاعت

حضرت عبدالرحمٰن کی بات سن کر تینوں رومی جل کر کباب ہو گئے اور انہوں نے غصہ اور تکبر سے آنکھیں چڑھا کر بے تکی بکواس کرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت قیس سے فرمایا کہ میں تم سے بواسطۂ اللہ تعالیٰ درخواست کرتا ہوں کہ تم نے بطریق سے لڑنے میں بہت مشقت اٹھائی ہے لہٰذا تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف ہٹ کر ٹھہرو تاکہ آرام حاصل کر لو اور دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔ حضرت قیس تھوڑا ہٹ گئے اور دفعۃً حضرت عبدالرحمٰن نے بطریق کی مدد کرنے آنے والے دو گبروں میں سے ایک کے سینہ پر ایسا زور سے نیزہ مارا کہ پشت کے آر پار جا نکلا اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر دونوں رومی تلملا اٹھے اور طیش میں آکر حضرت عبدالرحمٰن پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن دو رومی کے مقابلے میں اکیلے تلوار زنی کرتے تھے لیکن ان کی تلوار زنی کی مہارت و سرعت کا یہ عالم تھا کہ دو رومی بھی کم پڑتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار بجلی کی طرح تیز رفتاری سے ایسی گھومتی تھی کہ اس کو دیکھ کر دونوں رومی کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ حضرت قیس نے چاہا کہ حضرت عبدالرحمٰن کی اعانت کریں لہٰذا وہ نزدیک آئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ میں تم کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ کو اکیلا لڑنے دو۔ میں ان دونوں کو جہنم کی آگ میں پہنچا دیتا ہوں اور اگر میں شہید

ہو جاؤں تو حضرت عائشہ صدیقہ کو میرا سلام کہہ دینا۔

تھوڑی دیر تلوار زنی کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے پھر ایک مرتبہ نیزہ نکالا اور نیزہ گھمانے لگے۔ حضرت قیس دور کھڑے کھڑے حضرت عبدالرحمٰن کی دلیری اور بہادری کے جوہر دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور ان کی سلامتی کی دعا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مدد کو آنے والے دوسرے گبر کو سینہ پر نیزہ مارا لیکن نیزہ زرہ میں پھنس گیا۔ زرہ کی لوہے کی کڑی نیزہ کی نوک میں ایسی پیوست ہوگئی کہ نیزہ نہ گبر کے جسم میں زخم کرتا تھا اور کھینچنے پر واپس نکلتا بھی نہ تھا۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن نے ہاتھ سے نیزہ چھوڑ دیا اور میان سے تلوار نکال کر ایسا شدید وار کیا کہ گبر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ اب پہلے لڑنے آنے والا بطریق بچا۔ اس نے اپنے معاون دونوں گبروں کو کشتہ دیکھے تو اب اس کو بھی اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ موت کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے اور عقل کے طوطے اڑ گئے۔ بدحواسی کے عالم میں بے ترتیب تلوار گھمانے لگا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت قیس بن ہبیرہ کو پکار کر کہا کہ یہ تمہارا شکار ہے۔ کیونکہ تم سے لڑنے یہی میدان میں آیا تھا لہٰذا اس کو دوزخ کی آگ میں پہنچانے کے ثواب کے حقدار تم ہو حضرت قیس نے بطریق کے سر پر تلوار کا ایسا شدید وار کیا کہ تلوار خود کو توڑتی ہوئی اس کے سر کو حلق تک چیر دیا اور بطریق کے سر کے چیتھڑے اڑا دیئے اور بطریق زمین پر ایسے گرا جیسے کوئی بھینسا ذبح ہو کر زمین پر پڑا ہوتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر رومی لشکر میں خوف کی کپکپی پھیل گئی اور بعضوں نے بعض سے کہا کہ یہ عرب انسان ہیں یا جنات؟

تینوں رومی کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت قیس اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ حضرت قیس لشکر میں آ کر اپنی جگہ ٹھہر گئے لیکن حضرت عبدالرحمٰن واپس میدان میں آ کر اپنے گھوڑے کو گرداوا دینے لگے اور رومیوں کو پکار کر مقابل بھیجنے کا کہا لیکن کسی بھی رومی سپاہی نے میدان میں آنے کی جرأت نہ کی لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن رومی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ ان کا چہرہ ارغوان کے پھول کی طرح سرخ ہو کر چمک رہا تھا۔ ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رومیوں پر ایسی دہشت اور ہیبت چھا گئی، جان بچانے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار کی ضد سے محفوظ رہنے کے لئے دائیں بائیں ہونے لگے۔ نتیجۃً ان کی صفیں الٹ گئیں اور صف بندی کی ترتیب درہم برہم ہوگئی۔ حضرت عبدالرحمٰن کی تلوار کی جھپٹ میں دو رومی آ گئے اور خربوزہ کی طرح کٹ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن پھر بیچ میدان میں آ گئے اور للکار للکار کر رومیوں کو ڈرانے لگے اور اپنا نام جتا جتا کر مقابل طلب کرنے لگے۔ رومی لشکر سے ایک گبر مقابلہ کرنے نکلا بلکہ یوں سمجھو کہ مرنے کے لئے آیا۔ وہ گبر میدان میں آ کر ٹھہرے اور اپنی تلوار سنبھالے اتنا موقع ہی اسے نہ ملا۔ اس کے آتے ہی حضرت عبدالرحمٰن نے ایک ہی وار میں اسے زمین پر کشتہ ڈال دیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ اب مقابلہ کرنے میدان میں آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

اسلامی لشکر پر رومیوں کا اجتماعی حملہ:

باہان نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کی دلیری کی کیفیت معلوم کی اور ہرقل بادشاہ کے مقرب بطریق کے

قتل ہونے کی اسے اطلاع ملی تو وہ بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً حکم جاری کیا کہ لشکر کی اگلی دس صفیں یکبارگی اسلامی لشکر پر حملہ کر دیں۔ باہان کا حکم ملتے ہی رومی لشکر کے آگے کی دس صفیں اسلامی لشکر پر امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑیں۔ اسلامی لشکر صف بندی سے آراستہ اور چوکنا ہی تھا۔ رومی لشکر کے سیلاب کے سامنے جیش اسلام کے مجاہد آہنی دیوار کی طرح ثابت قدم رہے۔ رومی لشکر کی بھاری کثرت کی وجہ سے ایسا شور وغل بلند ہوا کہ دور دور جنگل تک آواز سنائی دی۔ چرند اور پرند گھبرا کر بھاگ نکلے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی وجہ سے گرد وغبار کے بادل اٹھنے لگے اور میلوں تک دکھائی دینے لگے۔ جنگ کی آگ کا تنور بھڑک اٹھا تھا۔ برق رفتاری سے نیزے اور تلواریں ٹکراتی تھیں اور چقا چاق صدائیں گونجتی تھیں۔ مقتول اور زخمی کی چیخیں ماحول کی سنگینی میں اضافہ کرتی تھیں۔ موت کا بازار تیز وگرم تھا۔ گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔ معرکۂ جنگ ایسا شباب پر تھا کہ بڑے بڑے دلیروں کے بھی دل دہل جائیں۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین سروں پر کفن باندھ کر رومی حملہ کے سامنے ثابت قدمی سے جمے رہے۔ آفتاب کے بلند ہونے سے غروب ہونے تک معرکۂ جنگ کی سرگرمیاں سرد نہ ہوئیں۔ آفتاب نے غروب ہو کر ماحول ٹھنڈا کر دیا۔ جنگ مؤقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔ رومی بھاری تعداد میں مقتول ہوئے تھے جبکہ اسلامی لشکر سے بہت قلیل تعداد میں مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ شہید ہونے والوں میں حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کے بھتیجے حضرت سوید بن بہرام بھی تھے۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ''۔

حضرت قیس کا رات میں بھتیجے کی لاش تلاش کرنے جانا اور ایک سو رومیوں کو قتل کرنا:

حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی نے اپنے بھتیجے حضرت سوید کو اسلامی لشکر کے ساتھ کیمپ میں واپس آتے نہیں دیکھا تو ان کو حضرت سوید کی شہادت کا اندیشہ ہوا لہٰذا رات کے وقت وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر معرکۂ میدان میں مشعلیں لے کر گئے۔ میدان میں بے شمار لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان میں اکثریت رومیوں کی تھی۔ حضرت قیس نے لاشیں ٹٹول ٹٹول کر حضرت سوید کی لاش ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر لاش دستیاب نہ ہوئی۔ حضرت قیس مایوس ہو کر پلٹنے کا ارادہ کرتے تھے کہ دفعۃً کچھ رومی سپاہی ہاتھ میں مشعلیں لئے ہوئے میدان کی طرف آرہے تھے۔ حضرت قیس نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ رومی گبر آرہے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنے بھتیجے کا بدلہ لے کر رہوں گا۔ حضرت قیس اور ان کے ساتھیوں نے مشعلیں بجھا دیں۔ وہ کل سات اشخاص تھے۔ وہ ساتوں الگ الگ ہو گئے اور لاشوں کے درمیان مثل مردہ لیٹ گئے۔ رومی سپاہی قریب آئے وہ کل ایک سو آدمی تھے۔ معرکۂ میدان میں آکر رومی سپاہیوں نے لاشیں ٹٹولنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی لاشیں ٹٹولیں اور اس بطریق کی لاش کو ڈھونڈ نکالا جس کو آج دن میں حضرت قیس ہی نے قتل کیا تھا۔ اس بطریق کی لاش کو اپنے شانوں پر اُٹھا کر رومی واپس جانے لگے۔ رومی سپاہی رومی بطریق کے بھینسے جیسا بھاری بھرکم جسم بڑی مشکل سے اٹھا کر چل رہے تھے حالانکہ وہ بے خوف اور غافل تھے اور رومی لشکر کی جانب جا رہے تھے۔ جب رومی سپاہی اس مقام پر آئے جہاں حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی اور ان کے ساتھی لاشوں کے درمیان لیٹے ہوئے تھے تو تمام مجاہد کھڑے ہو گئے اور ٹوٹ پڑے۔ اچانک اس طرح کے حملہ کی رومیوں کو توقع نہ تھی لہٰذا وہ بوکھلا گئے۔ وہ کچھ سوچیں اور سمجھیں اور کریں اتنے عرصہ میں مجاہدوں کی تلواریں

ان کے سروں اور گردنوں پر پڑنے لگیں۔ مجاہدوں نے ان کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ حضرت قیس نے اکیلے سول رومیوں کو قتل کیا اور جب وہ کسی رومی کو قتل کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھتیجے کے بدلے میں ہے یا یہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھتیجے کی طرف سے ہے۔ الغرض مجاہدوں نے آن کی آن میں ایک سو رومی سپاہیوں کو واصل جہنم کر دیا۔

جب رومیوں کو قتل کرنے کے بعد حضرت قیس اور ان کے ساتھی اسلامی لشکر کے کیمپ کی طرف واپس لوٹتے تھے تب انہوں نے لاشوں کے درمیان سے کسی کے کراہنے کی آواز سنی۔ حضرت قیس اس آواز کے قریب گئے اور دیکھا تو وہ حضرت سوید تھے۔ زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ ان کا جسم خون سے لت پت تھا اور زخم کی شدت کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔ حضرت قیس فوراً اپنے بھتیجے سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پوچھا کہ اے پیارے بیٹے! تمہارا یہ حال کس طرح ہوا؟ حضرت سوید نے کہا کہ اے محترم چچا جان! میں نے کچھ بھاگتے ہوئے رومیوں کا پیچھا کیا تھا کہ دفعۃً ایک رومی نے پلٹ کر میرے سینے پر نیزے کا وار کیا اور اس کی نوک میری پشت تک آر پار نکل گئی اور میں زمین پر گر پڑا۔ حضرت قیس نے دیکھا کہ حضرت سوید کے سینہ میں دائیں جانب گہرا زخم تھا اور ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔

حضرت سوید نے جاں کنی کے عالم میں لرزتی ہوئی آواز میں کہا کہ چچا جان! اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جنت کی حوریں میرے استقبال کے لئے جمع ہیں اور میرے روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہیں۔ حضرت سوید نے اپنے چچا حضرت قیس سے مزید یہ کہا کہ اے چچا! کیا آپ مجھ کو اسلامی لشکر کے خیموں تک پہنچا دیں گے؟ تا کہ میں وہاں مروں۔ حضرت قیس اور ان کے ساتھی حضرت سوید کو اٹھا کر حضرت قیس کے خیمہ میں لے آئے۔ حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع ملتے ہی وہ فوراً حضرت قیس کے خیمہ میں آ پہنچے اور حضرت سوید کے سر کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت سوید نزع کے عالم میں تھے۔ لیکن کچھ کہنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ اور تمام حاضرین کی آنکھیں بھر آئیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے پوچھا کہ اے بیٹے! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ حضرت سوید کی زبان سے آخری کلمات یہ نکلے کہ:

> ''سوید نے کہا ساتھ نیکی اور بہتری اور مغفرت کے جزائے نیک عطا کرے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس ہر آئینہ سچے تھے وہ اپنے قول میں اور درست ارشاد کیا تھا ہم سے'' (یعنی شہید کے لئے جنت کی حوریں ہیں) (حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص:۲۳۸)

حضرت سوید اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے آقا و مولیٰ، رحمت عالم و جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ اور ان کی یاد میں محو رہے اور ان کے عشق میں ہی اپنا سر قربان کیا۔ بقول:

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت سوید بن بحرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کر گئی رات ہی میں نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت سوید رات کی تاریکی میں قبر کی تاریکی میں داخل کئے گئے۔ لیکن عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

بدولت ان کی قبر میں اندھیرا نہیں بلکہ اجالا تھا۔ بقول:

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(از: امام عشق ومحبت، حضرت رضا بریلوی)

حضرت سوید کو دفن کرنے کے بعد مجاہدوں نے باقی تمام رات قرآن مجید کی تلاوت، نماز اور استغفار میں بسر کی۔ تمام اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت کی دعا مانگتے تھے۔

رومی لشکر کا اپنی قوم پر ظلم = باہان کا غصہ = دو بطارقہ کا خواب دیکھنا:

تیسرے دن کی جنگ ختم ہونے پر رات کے وقت رومی لشکر کے تمام بطارقہ، سردار اور اراکین رومی سپہ سالار باہان ارمنی کے خیمہ میں جمع ہوئے۔ خیمہ میں دستر خوان پر عمدہ اور لذیذ کھانے تکلف سے سجائے گئے تھے۔ تمام لوگ دستر خوان پر کھانے بیٹھ گئے لیکن باہان نے کھانا کھانے سے انکار کیا۔ اس کا موڈ (Mood) اتنا خراب تھا کہ اس کو کھانے کی طرف رغبت ہی نہ تھی۔ اس کی ذہنی حالت کے پراگندہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق اور حضرت قیس بن ہبیرہ نے رومی بطریق اور دو گبروں کو قتل کر دیا تھا اس وقت ایک بطریق باہان کے پاس آیا اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! آج رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کچھ لوگ سبز گھوڑوں پر سوار ہو کر آسمان سے اترے ہیں۔ ان مسلح سواروں نے عربوں کے لشکر کے آگے قطار بند صفیں باندھ دی ہیں اور ہمارے لشکر اور عربوں کے لشکر کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔ ہمارے لشکر کا کوئی آدمی حملے کا قصد کر کے مسلمانوں کے لشکر کی جانب جاتا ہے تو یہ آسمان سے آنے والے سوار اس کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ہمارے لشکر کے بے شمار لوگوں کو مار ڈالا ہے۔ بطریق نے باہان سے کہا کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ہم پر ضرور غالب آ جائے گا۔ بطریق کی زبان سے خواب کی کیفیت سن کر باہان کا دل خوف سے بھر گیا تھا۔ بعدۂ اس نے رومی لشکر کی دس صفوں کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ رومی لشکر کے سپاہی بہت کثرت سے مقتول ہوئے۔ لہٰذا باہان کو بھی بطریق کے خواب کی صداقت کا گمان ہو گیا تھا اور وہ بہت تشویش وفکر میں مبتلا ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے رات کے وقت کھانے کے لئے دستر خوان پر نہیں آیا۔ رومی لشکر کے اراکین و بطارقہ کو جب پتہ چلا کہ سردار باہان آج کی جنگ کے نتیجہ سے فکر مند ہونے کی وجہ سے کھانے سے باز رہا ہے تو وہ سب جمع ہو کر باہان کے پاس آئے اور کہا کہ اے سردار کیا سبب ہے کہ ہم آپ کو پژمردہ خاطر دیکھ رہے ہیں؟ رنج و فکر کے آثار جناب والا کے چہرے سے عیاں ہیں اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر کھانا بھی تناول نہیں فرمایا۔ اے سردار! جنگ مثل ڈول کے ہے۔ وہ گھومتی ہے اور اپنا رخ بدلتی ہے۔ کبھی جنگ کا نتیجہ ہماری موافقت میں ہوتا ہے اور کبھی مخالفت میں بھی ہوتا ہے۔ آج ہم نے لڑائی میں ہزیمت اٹھائی ہے تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ کل ہم کو غلبہ حاصل ہو۔ کل ہم سب مل کر مسلمانوں پر دھاوا بول دیں گے اور ان کو ختم کر دیں گے۔ باہان نے کہا کہ ہماری شکست و مغلوبی کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے

ہمارے دین مسیح اور انجیل کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کی ہے۔ گناہ و معصیت کے دلدل میں غرق ہیں اور اپنی ہی قوم کے ضعیف اور کمزوروں پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ ہم میں عدل وانصاف باقی نہیں رہا ہے۔

باہان کی یہ بات سن کر اسی وقت ایک رومی کھڑا ہوا اور کہا کہ اے بادشاہ! آپ ہمیشہ زندہ اور سلامت رہو۔ آپ نے حق بات کہی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ ہماری قوم کے زور آور لوگ کمزوروں پر ظلم وستم کرنے میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ خدا کا خوف ان کے دلوں میں نام کو بھی نہیں۔ ان کے دل مثل پتھر ہو گئے ہیں اور رحم، عدل و غیرت جیسی ان میں کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ خود مجھ کو ان کے ظلم وتشدد کا تجربہ ہوا ہے۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی درد بھری داستان سناؤں۔ باہان نے کہا کہ تم کو اجازت ہے۔ بلاخوف و جھجک بیان کرو۔

رومی فریادی نے کہا کہ اے سردار! تمہارے لشکر کے پڑاؤ کے قریب میری جائے رہائش ہے اور اسی سے ملحق میرا کھیت ہے۔ میرے پاس ایک سو بکریاں تھیں جس کو میرا بیٹا چرایا کرتا تھا۔ تمہارے لشکر کے ایک بطریق سردار نے میری بکریاں دیکھ لیں اور اس کے کھانے کا طلب گار ہوا لہٰذا اس نے روزانہ حسب ضرورت میری بکریاں زبردستی چھین کر کھانی شروع کر دیں۔ اس کو دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہیوں نے بھی بکریاں جبراً لے لیں اور میری تمام بکریاں صفا چٹ کر دیں۔ جب میری بیوی کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو بطریق سردار کے پاس شکایت لے کر گئی بطریق سردار نے میری بیوی کو بہت نرم لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ لشکر کے سپاہیوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے لہٰذا آپ محترمہ خیمہ میں آ کر تمام واردات کی تفصیل بتائیں، میں فوراً اس کا تدارک کر دیتا ہوں۔ اس طرح میری بیوی کو پھسلا کر وہ اپنے خیمہ میں لے گیا اور وہاں اس کی عصمت دری (Rape) کی۔ میرا بیٹا میری بیوی کے ہمراہ شکایت کرنے گیا تھا لیکن وہ خیمہ کے باہر کھڑا تھا۔ اس کو اندر جانے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ خیمہ کے اندر میری بیوی کی عصمت دری کا معاملہ ہو رہا تھا تب میری بیوی مدد کے لئے زور زور سے چلا رہی تھی۔ لہٰذا میرا بیٹا خیمہ کے اندر گھس گیا۔ وہ اپنی ماں پر بطریق کو سوار دیکھ کر شور مچانے لگا اور بطریق پر حملہ کرنے کا قصد کیا لیکن بطریق کے محافظوں نے اسے پکڑ لیا۔ اپنے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی گستاخی کرنے کی سزا دیتے ہوئے بطریق نے میرے بیٹے کو قتل کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس کے آدمیوں نے میرے نوجوان اور ہونہار بیٹے کو بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا۔ اس حادثہ کی مجھے خبر ہوئی تو میں بطریق کے پاس انصاف مانگنے گیا اور اس نے بربریت کا اظہار کر کے میرا ہاتھ کاٹ دیا۔ یہ کہہ کر رومی فریادی نے اپنا کٹا ہوا ہاتھ باہان کو دکھایا۔

رومی فریادی کی داستان ظلم سن کر باہان آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے کہا کہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اسے میں عبرتناک سزا دوں گا۔ پھر باہان نے رومی فریادی سے کہا کہ کیا تم اس بطریق کو جانتے ہو؟ رومی فریادی نے کہا کہ کیوں نہیں؟ وہ اس وقت یہاں موجود ہے۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک بطریق کا گریبان تھام لیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہی وہ ظالم شخص ہے جس نے میرے دل کی دنیا اجاڑی ہے۔ رومی فریادی نے جس بطریق کو مجرم قرار دیا تھا وہ رومی لشکر کا معزز سردار اور اہم رکن تھا لہٰذا اس کی موافقت میں لشکر کے دیگر سرداروں نے شور وغل مچا دیا اور رومی فریادی سے کہا کہ غدار! عربوں سے مال لے کر

ان کے کہنے کے مطابق ہمارے لشکر کے معزز سردار پر غلط الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تو اس طرح آپس میں پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے تا کہ ہم خانہ جنگی میں الجھ جائیں اور اس کا ہمارے دشمن فائدہ اٹھائیں۔ یہ کہہ ایک بطریق نے رومی فریادی کو تلوار ماری اور اس کی گردن اڑا دی۔

باہان یہ معاملہ دیکھ کر خشمناک ہوا کہ اس کے مرتبہ کا لحاظ نہیں کیا گیا اور اس کی موجودگی میں اس کے حکم کے بغیر ایک بے قصور اور مظلوم شخص کو قتل کر دیا گیا۔ لہٰذا اس نے گرجتی آواز میں حاضرین کو لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اے سنگ دل ظالمو! بختی ہو تم پر! قسم ہے حق مسیح کی! تم ضرور ذلیل وخوار ہو گے۔ اپنی ہی قوم پر اس طرح علانیہ ظلم وستم کرنے کے باوجود تم کس بنا پر مدد اور غلبہ کی امید رکھتے ہو۔ حالانکہ تمہارے کرتوت ایسے مذموم اور رذیل ہیں کہ اللہ کا تم پر عتاب نازل ہونے والا ہے۔ تمہارا مال واسباب، دولت وخزانہ، زمین اور جائیداد بلکہ تمہارا ملک تم سے چھین کر ان عربوں کو دے دے گا جو اپنے دین کے احکام پر سختی سے پابند ہیں اور اللہ سے ڈر کر منہیات شرعیہ سے باز رہتے ہیں۔ اے بے رحم ظالمو! تم میرے نزدیک اب کتوں، گدھوں بلکہ تمام جانوروں سے بدتر ہو۔ عنقریب تم اپنے ظلم کا برا انجام دیکھو گے۔ اب مجھے تم سے کوئی کام نہیں لہٰذا یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ محفل برخاست کی جاتی ہے۔

باہان کا غضب وغصہ دیکھ کر تمام حاضرین سہم گئے اور سر جھکائے یکے بعد دیگر سب کے سب رفو چکر ہو گئے۔ لیکن ایک بطریق اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ جب پورا خیمہ خالی ہو گیا تب یہ بطریق اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور باہان کے قریب آیا۔ تعظیم کی رسم ادا کرنے کے بعد بطریق نے کہا کہ اے سردار! خدا کی قسم آپ کی بات سو فیصدی حق ہے۔ مجھے بھی یقین ہے کہ ہم ہمارے ظلم و ستم کے سبب ضرور مغلوب ہوں گے۔ علاوہ ازیں ایک ضروری امر کی طرف آپ کی توجہ ملتفت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کل رات ایک خواب دیکھا ہے۔ پھر اس بطریق نے پہلے بطریق کے خواب کے ہو بہو اپنے خواب کی کیفیت بیان کی۔ باہان غور سے اس بطریق کے خواب کی کیفیت سماعت کرتا رہا۔ خواب کی کیفیت سننے کے بعد باہان نے بطریق کو رخصت کیا اور اپنی جگہ کافی دیر تک گہری سوچ وفکر میں غرق ہو کر بیٹھا رہا۔

باہان نے سات دن جنگ موقوف رکھی = ہرقل کو خط لکھنا اور جواب کا انتظار کرنا:

باہان کافی دیر تک اپنی جگہ بیٹھ کر سوچتا رہا پھر وہ بستر خواب پر گیا۔ دو بطریق کا بعینہ ایک طرح کا خواب دیکھنا اور اس کے لشکر کے سرداروں کا بے قصور رومی کے لڑکے کو قتل کرنا، اس کی بیوی کی عزت لوٹنا اور اپنی نظروں کے سامنے اس کو قتل کرنا وغیرہ پر سوچتا رہا۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی تھی۔ پوری رات کروٹیں بدل کر کاٹی اور ایک فیصلہ کیا کہ کچھ دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دوں اور ہرقل بادشاہ کو صورت حال سے مطلع کروں۔ ہرقل بادشاہ کی طرف سے جواب آنے کے بعد آگے کیا کرنا وہ تب طے کروں گا۔ لہٰذا اس نے ہرقل بادشاہ کو تفصیل سے خط لکھا کہ میں نے عربوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور لالچ وطمع بھی دلائی کہ وہ کسی طرح یہاں سے چلے جائیں لیکن وہ ایک ایسی قوم ہیں کہ ان کی کتاب زندگی میں ڈر، خوف، دہشت اور گھبراہٹ لکھا ہوا ایک صفحہ بھی نہیں۔ دنیا کی طمع ان کو اپنے دام فریب میں نہیں لا سکتی۔ ہمارے لشکر کی

کثرت اور ہتھیاروں کی بہتات سے وہ مطلق مرعوب نہیں ہوئے اور ہم سے ایسی سخت لڑائی لڑے کہ ہمارے لشکر کا ہر آدمی ا
سے خوفزدہ ہے۔ میں نے ان کے سردار خالد بن ولید کو مکر وفریب سے مار ڈالنے کی سازش کی تھی لیکن اس میں بھی کامیا
حاصل نہیں ہوئی۔ لہٰذا میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دوں تا کہ عرب ہم سے مطمئن اور ۔
خوف ہو جائیں۔ اس دوران میں ان پر جاسوسوں کے ذریعہ کڑی نگرانی رکھوں گا اور جب ان کو غافل پاؤں گا تب پورے لش
کے ساتھ یورش کر دوں گا اور ان کو ختم کر دوں گا۔ لشکر کے دیگر سردار بھی ایسا چاہتے ہیں لیکن آپ کی اجازت کے بغیر ایسا قد
اٹھانا میں مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ہماری عربوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ یہ ہماری آخری کوشش ۔
اگر ہم کو غلبہ حاصل ہوا تو زہے نصیب ورنہ اس کے بعد ہمارا کوئی بھی لشکر عربوں کو ملک شام سے بھگا نہیں سکے گا اور وہ ملک
شام پر قابض ہو جائیں گے لہٰذا اگر آپ چاہو تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ قسطنطنیہ چلے جانا اور محفوظ و مامون ہو جانا۔ ایک
ضروری امر کی طرف بھی آپ التفات فرمائیں کہ ہمارے رومی بھائی گناہ و معاصی اور ظلم وستم میں سر سے پاؤں تک غرق ہ
گئے ہیں اور دین مسیح کے احکام کی اطاعت کو پس پشت ڈال دیا ہے جب کہ مسلمان اپنے نبی کے فرمان کی بجا آوری میں سر
کوتاہی نہیں کرتے۔

اس مطلب کا خط لکھ کر باہان نے چند گبروں کے ساتھ ہرقل کے پاس انطاکیہ روانہ کیا۔

”جنگ یرموک کا چوتھا سے دسواں دن“

جنگ کے چوتھے دن نماز فجر ادا کرنے کے بعد اسلامی لشکر میدان میں آ گیا اور آفتاب طلوع ہونے تک میں صف بندی
سے آراستہ ہو گیا۔ لیکن رومی لشکر میں کسی قسم کی جنبش نظر نہیں آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب سپہ سالار اعظم باہان لشکر کو
کوچ کا حکم دینے اپنے خیمہ سے باہر نہیں نکلا اور اتنی دیر ہو گئی کہ آفتاب بلند ہو گیا تو رومی لشکر کے چار بادشاہ سردار (۱) قناطر
(۲) جرجیر (۳) دریحان (۴) قوریر ایک ساتھ باہان کے خیمہ میں آئے اور جنگ کے لئے لشکر کو میدان کی طرف کوچ کرنے
کی اجازت طلب کی۔ باہان نے کہا کہ میں اجازت نہیں دیتا۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ میں ایسی قوم کے لئے لڑوں جو ظلم وستم
میں حد سے متجاوز ہو گئی ہے۔ اگر تم اپنی قوم کی خالص نسل سے ہوتو تم اپنے ملک و خاندان کی عزت اور آبرو کی حفاظت اور غلبہ
کی خاطر لڑتے لیکن تم نے جب اپنے دین و مذہب کا پاس ولحاظ نہیں رکھا تو ملک ونسب کی کیا پاسداری کرو گے۔ میں نے
ہمارے لشکر کا جائزہ لیا تو کسی میں بھی جذبۂ جہاد نہیں۔ کوئی بھی دل سے نہیں لڑتا۔ دین مسیح کے لئے اپنی جان قربان کرنے کا
کسی میں سچا جذبہ نہیں۔ سب کے سب دیکھا دیکھی میں رواجی اور دستوری جنگ کرتے ہیں۔ ایثار وقربانی کے جذبہ صادق کا
سراسر فقدان ہے لہٰذا ایسی جنگ کا نتیجہ بجائے شکست و ہزیمت اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں شکست فاش سے دوچار ہو کر اپنی ناک
کٹوانا نہیں چاہتا۔ ملک فارس، ترک اور جرامقہ کی عظیم لشکری طاقت کو کچل کر جو میں نے آبرو کمائی ہے اس کو بٹا لگانا نہیں
چاہتا۔ آبرو موتی کی آب ہے اس پر میں پانی پھیرنا نہیں چاہتا۔

باہان کی مایوسی اور ناامیدی پر مشتمل گفتگو سن کر رومی لشکر کے چاروں سرداروں نے کہا کہ اے بادشاہ! آپ ہم کو ایک موقع دو اور دیکھو کہ ہم اپنی جان پر آ کر کھیلتے ہیں یا نہیں؟ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اب ماضی کی کوتاہیوں کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ اب ہم ایسی جاں فشانی کا مظاہرہ کریں گے کہ ہماری شجاعت و دلیری کی داستان تاریخ کے اوراق میں طلائی حروف سے منقش ہوگی۔ باہان نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ضروری امر میں ہرقل بادشاہ کی رائے طلب کرتے ہوئے ان کی خدمت میں خط ارسال کیا ہے اور جب تک بادشاہ کی طرف سے خط کا جواب نہیں آتا تب تک جنگ موقوف رکھنے کا میں نے فیصلہ کیا ہے لہٰذا جب تک میں اجازت نہ دوں معرکۂ میدان کی طرف کوچ مت کرنا۔ اگر تمہارے دل میں میری عزت اور وقعت ہے تو جو میں حکم دیتا ہوں وہ کرو ورنہ جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو۔ چاروں نے بیک زبان کہا کہ اے سردار! آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا ہم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے۔ چنانچہ انہوں نے باہان کے ساتھ جنگ موقوفی کی رائے سے اتفاق کیا اور واپس چلے گئے۔

اسلامی لشکر میدان میں کب کا آ گیا تھا اور رومی لشکر کی آمد کا منتظر تھا لیکن دن چڑھتے تک رومی لشکر سے معرکۂ جنگ کی جانب ایک پرندہ بھی پر مارنے نہیں آیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ شاید ان کو کوئی معاملہ پیش آیا ہے لہٰذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ اسلامی لشکر معرکۂ جنگ سے اپنے کیمپ واپس لوٹ آیا۔ باہان نے کل سات دن تک جنگ موقوف رکھی۔ یعنی جنگ یرموک کا چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نوواں اور دسواں دن بغیر کسی جنگ و قتال کے پرسکون گزرا۔ اس دوران دونوں لشکر کے سردار ایک دوسرے کے لشکر کی نقل و حرکت کی خبر و اطلاع سے واقف ہوتے رہے۔

دونوں لشکر کے جاسوس ایک دوسرے کے لشکر میں داخل ہوئے:

دوسرے دن حضرت ابوعبیدہ نے اپنا ایک رومی معاہدی جاسوس رومی لشکر میں بھیجا تاکہ وہ اس امر کی تفتیش کرے کہ رومی لشکر کو باہان نے جنگ سے کیوں باز رکھا ہے۔ وہ جاسوس نے نصرانی وضع اختیار کی اور رومی لشکر میں گھس گیا۔ ایک دن اور ایک رات رومی لشکر میں غائب رہا اور پھر واپس آ کر حضرت ابوعبیدہ کو اطلاع دی کہ باہان نے ہرقل کو خط لکھا ہے اور اس کے جواب کے انتظار میں جنگ موقوف رکھی ہے۔ حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے درخواست کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ہرقل بادشاہ کو خط لکھنے کا باہان نے بہانہ بنایا ہے لیکن حقیقت یہ کہ اس کے دل میں ہمارا خوف اور رعب سما گیا ہے اور موقع بہت ہی غنیمت ہے کہ ہم ان پر یلغار کر دیں اور ان کو پیس کر رکھ دیں۔ لہٰذا میری آپ سے مودبانہ درخواست ہے کہ آپ ہمیں ان پر دھاوا بولنے کی اجازت عطا فرماؤ۔ حضرت ابوعبیدہ نے کسی مصلحت اور حکمت عملی کی بناء پر اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ اے خالد! توقف اور صبر کرو۔ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ انشاء اللہ سب خیر ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح باہان نے بھی ایک نصرانی عرب کو مخبری کا کام کرنے اسلامی لشکر میں بھیجا اور اس خبری کو تاکید کی کہ حسب ذیل امور کی تحقیق کر کے مجھے صحیح رپورٹ دینا۔

☆ ہمارے جنگ سے باز رہنے کے متعلق ان کو کیا اطلاع ہے؟ اور وہ کون سا قدم اٹھائیں گے؟
☆ ہم سے لڑنے کے لئے وہ کس قدر خواہشمند ہیں؟
☆ جنگ کی تعطیل کے دنوں میں وہ کیا کرتے ہیں اور ان کی خصلتیں کیا ہیں؟
☆ ہمارے لشکر سے وہ خوفزدہ اور مرعوب ہیں یا نہیں؟

باہان کا نصرانی عرب جاسوس اسلامی لشکر میں داخل ہوا اور ایک دن و شب ٹھہرا۔ وہ اسلامی لشکر میں بے خوف و خطر گھوم رہا۔ کسی کو بھی اس پر شبہ نہیں ہوا کیونکہ اس نے اسلامی لباس پہنا تھا اور عرب ہونے کی وجہ سے اس کی بات چیت سے بھی کسی کو شک کرنے کا امکان نہ تھا۔ رومی جاسوس نے اسلامی لشکر کا بنظر عمیق معائنہ کیا اس نے اہم بات یہ نوٹ کی کہ تمام مسلمان بے ڈر اور مطمئن ہیں رومی لشکر کی کثرت کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہے بلکہ سکون کے ساتھ وہ اپنے ضروری کاموں کو انجام دینے کے بعد زیادہ تر وقت نماز، تلاوت قرآن اور تسبیح و درود میں مشغول رہتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح محبت سے پیش آتے ہیں کہ کوئی امتیاز ہی نہ کر سکے کہ یہ لوگ الگ الگ مقام اور الگ الگ قبیلہ کے ہیں۔ رومی جاسوس اسلامی لشکر میں گشت کرتا ہوا حضرت ابوعبیدہ کے خیمہ میں بھی پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ اسلامی لشکر کا سردار ایک ضعیف اور سادہ لوح شخص ہے۔ سردار کے خیمہ میں آرائش و زینت کا ساز و سامان تو درکنار بلکہ ضروریات کا سامان بھی نہیں۔ اسلامی لشکر کا سردار زمین پر بیٹھا ہے اور لیٹتا بھی زمین پر ہی ہے۔ لیکن تمام لشکر پر اسکی ایسی اہمیت ہے کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔

نصرانی جاسوس ایک دن اور ایک رات اسلامی لشکر میں پوشیدہ رہنے کے بعد باہان کے پاس واپس آیا اور مندرجہ بالا اطلاع دی۔ مزید برآں یہ بھی کہا کہ مسلمان شب بیداری کر کے عبادت و ریاضت میں اور دن کو روزہ کی حالت میں رہتے ہیں گویا وہ رات کو عابد اور دن کو صائم ہوتے ہیں لیکن روزہ کی حالت میں بھی وہ مثل شیر قوت رکھتے ہیں۔ اپنے دین کے احکام کے مطابق حکم کرتے ہیں اور مذہب کے خلاف امور سے سختی سے روکتے ہیں۔ چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور زنا کرنے والے کو سنگسار کرتے ہیں۔ باہان نے کہا کہ بس بہت ہو گیا۔ تو نے تو مسلمانوں کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ اب یہ بتا کہ ہم نے جنگ سے توقف کیا ہے اس کا ان پر کیا اثر پڑا ہے اور وہ کون سی تدبیر کرنے والے ہیں؟ جاسوس نے کہا کہ وہ تو لڑائی کے بے حد خواہشمند ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ سرکشی اور سرتابی کا تمام ذمہ اور الزام ہمارے سر عائد ہو یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم جنگ کی ابتدا کریں اور وہ جوابی کارروائی کریں۔ ہمارے لشکر کی ان پر کوئی ہیبت نہیں۔ وہ صرف اس وجہ سے لڑائی سے باز رہے ہیں کہ جب تک ہم ان کے مقابلہ میں نہ نکلیں تب تک وہ بھی ہمارے مقابلہ میں نہ نکلیں گے۔ وہ ہماری پیش قدمی کے انتظار اور تاک میں ہیں۔

باہان جاسوس کی یہ بات سن کر خوش ہو گیا اور اس نے کہا کہ اب میں ان کے ساتھ مکر و فریب سے کام لوں گا اور وہ یہ ہے کہ جب تک ہم ان کے مقابلہ میں میدان میں نہیں نکلیں گے تب تک وہ میدان میں نہیں آئیں گے لہٰذا میں آج رات میں

اپنے لشکر کو ہمارے کیمپ میں ہی صف بندی سے آراستہ کر کے صبح ہی اچانک ان پر حملہ لے جاؤں گا۔ وہ غافل اور بے خبر ہونے کی وجہ سے بے ترتیب ہوں گے ان کو صف بندی کا موقع ہی نہ ملے گا بلکہ اپنے ہتھیار سنبھالنے کا بھی وقت میسر نہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس طرح میں انہیں شکست دے کر بھگا دوں گا۔

''جنگ یرموک کا گیارہواں دن''

باہان نے اپنے لشکر کے سرداروں کو اپنے خیمہ میں بلا کر ان سے میٹنگ کی اور ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ سب نے باہان کی تجویز کو پسند کیا اور سراہا چنانچہ باہان نے اپنے کیمپ میں رومی لشکر کو حسب ذیل صف بندی اور ترتیب سے آراستہ کیا۔

☆ باہان نے اپنے لشکر کی کل تیس صفیں بنائیں۔

☆ لشکر کے میمنہ پر جنگجو بطارقہ کی بھاری تعداد پر سردار قناطیر کو امیر بنایا۔

☆ لشکر کے میسرہ پر سردار دریحان کو قوم سکسکہ اور لان کے لوگوں کو ساتھ دے کر امیر مقرر کیا۔

☆ سردار جرجیر کو قوم ارمن، سقالیہ اور روسیہ وغیرہ کے تجربہ کار سپاہیوں پر امیر مقرر کیا۔

☆ ہرقل بادشاہ کے بھانجے سردار قوریر کو قوم افرنج، ہرقلیہ، قیاصرہ، برغل اور دوقس کے لڑاکو جوانوں پر سردار مقرر کیا۔

☆ جبلہ بن ایہم غسانی کو قوم آملہ، لخم، جُذام، ضَبیعہ اور غستان کے نصرانی عربوں پر سردار مقرر کر کے لشکر کے آگے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے رکھا اور جبلہ کو خصوصی تاکید کی کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور تم ان مسلمان عربوں کو کاٹ کر رکھ دو گے ایسی امید ہے۔

الغرض باہان رات بھر لشکر کو آراستہ کرتا رہا اور جب صبح ہوئی تب اس نے آراستگی سے فراغت پائی۔ پھر اس نے ایک بلند ٹیلے پر اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تاکہ دونوں لشکروں کو وہ لڑتا ہوا دیکھ سکے۔ پھر اس نے لشکر کو حکم دیا کہ علی الصبح آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہی اسلامی لشکر کے کیمپ پر دھاوا بول دو کیونکہ اس وقت وہ بے خبر و غافل ہوں گے۔

صبح حضرت ابوعبیدہ نے امامت کر کے لشکر کو نماز فجر پڑھائی، نماز کی تکمیل ہوئی ہی تھی کہ نگہبانی پر مقرر کئے گئے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی دوڑتے ہوئے اور بلند آواز سے پکارتے ہوئے آئے کہ اے گروہ مسلمین! چلو، چلو، جلدی اپنے ہتھیار سنبھالو! باہان نے ہم کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ پورے لشکر کے ساتھ امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ہماری طرف آرہا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو رومی لشکر اندھیری بدلی کی طرح بڑھتا ہوا آرہا تھا۔ لیکن رومی لشکر کچھ فاصلہ پر تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فوراً ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' پڑھا اور پکار کر کہا کہ خالد بن ولید کہاں ہیں؟ حضرت خالد بن ولید قریب آئے اور کہا کہ اے سردار میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان سے فرمایا کہ تم مشکل کے وقت ثابت قدم رہنے اور رکھنے کے اہل ہو لہٰذا تم اپنے ساتھ بہادر شہسواروں کو لے کر رومی لشکر کے سامنے جاؤ اور ان کو آگے بڑھنے

سے روک دو تاکہ میں لشکر کی صف بندی کرلوں اور مجاہدین اپنے اپنے ہتھیاروں سے آراستہ ہو جائیں۔ حضرت خالد بن ولی
اپنے ساتھ (۱) حضرت ہاشم مرقال (۲) حضرت زبیر بن العوام (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق (۴) حضرت فضل
بن عباس (۵) حضرت یزید بن ابی سفیان (۶) حضرت ربیعہ بن عامر (۷) حضرت میسرہ بن مسروق (۸) حضرت میسرہ بن
قیس (۹) حضرت عبداللہ بن انیس جہنی (۱۰) حضرت صخر بن حرب اموی (۱۱) حضرت عمارہ سدوسی (۱۲) حضرت سلام بن غن
عدوی (۱۳) حضرت مقداد بن اسود کندی (۱۴) حضرت ابوذر غفاری (۱۵) حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی (۱۶) حضرت
عمّار بن یاسر عبسی (۱۷) حضرت ضرار بن ازور (۱۸) حضرت عامر بن طفیل دوسی (۱۹) حضرت ابان بن عثمان بن عفان وغیر
جیسے پانچ سو شہسواروں کو لے کر فوراً رومی لشکر کے سامنے روانہ ہوئے۔ رومی لشکر بڑے طمطراق سے آگے بڑھتا ہوا آ رہا تھا
اور اس کو روکنے کے لئے حضرت خالد بن ولید صرف پانچ سو مجاہدوں کے ساتھ اس کے سامنے ٹکرانے جا رہے تھے۔ حضرت
خالد بن ولید رجز کے اشعار پڑھتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو جوش دلاتے تھے۔ جب رومیوں نے دیکھا کہ حضرت خالد بن
ولید مثل شیر ببر آ رہے ہیں تو ان کی ہوا نکل گئی۔ تمام لشکر ایک دم سے رک گیا اور آگے بڑھنا موقوف کر دیا۔ باہان کی ڈانٹ
ڈپٹ سن کر لشکر بادل نخواستہ آگے بڑھا۔ حضرت خالد بن ولید نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کر کے حملہ کر دیا۔ تمام مجاہدین مثل شی
رومی بھیڑیوں پر ٹوٹ پڑے۔ صرف پانچ سو مجاہدوں نے رومی لشکر کو ہلبلا کر رکھ دیا۔

باہان نے رومی لشکر کے آگے تیس ہزار پیدل لڑنے والوں کو اس ہیئت سے رکھا تھا کہ دس دس آدمی کے پاؤں ایک زنجی
سے باندھ دیئے تھے تاکہ کوئی دوران لڑائی ڈر کر بھاگ نہ سکے ان تمام زنجیر والے سپاہیوں کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلی
الصلوٰۃ والسلام اور صلیب اعظم کی قسم پر عہد لے کر یہ کہا گیا تھا کہ آخری سانس تک لڑتے لڑتے مر جانا لیکن بزدلی دکھا کر پیٹھ
مت پھیرنا۔ جب حضرت خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومی لشکر کو روکنے روانہ ہوئے تب ان کی روانگی کے بعد حضرت
ابوعبیدہ نے فوراً لشکر کی صف بندی کر کے لشکر کو ترتیب دے دیا۔ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوسفیان وغیرہ اکابر لشکر نے
مجاہدوں کو ثابت قدم رہ کر لڑنے کی تاکید اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کر کے فتح و غلبہ کی امید دلائی۔ حضرت
ابوسفیان نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! آپ عورتوں کو حکم دیں کہ وہ ٹیلے پر چڑھ جائیں اور اپنے ساتھ پتھروں کو اور
خیمہ کی چوبیں رکھیں تاکہ وہ دشمنوں کی دست درازی سے محفوظ رہیں کیونکہ ٹیلہ پر ہونے کی وجہ سے دشمن ان تک نہیں پہنچ سکیں
گے۔ علاوہ ازیں خدانخواستہ اگر ہمارے لشکر کو ہزیمت اٹھانے کا موقع آئے اور ہمارے لشکر کے سپاہی پیچھے ہٹیں یا بھاگیں تو
عورتیں خیمہ کی چوبوں سے ان کے گھوڑوں اور پتھروں سے ان کو مار کر بھاگنے سے عار و شرم دلا کر واپس پھیریں۔ حضرت
ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت ابوسفیان کی رائے کے مطابق حکم جاری فرمایا چنانچہ تمام مستورات و اطفال ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ پھر
حضرت ابوعبیدہ جیش اسلام کو لے کر حضرت خالد کی کمک کرنے روانہ ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ جب لشکر لے کر میدان میں پہنچے تب حضرت خالد اور ان کے ساتھی رومی لشکر سے موت کی لڑائی لڑتے
تھے۔ جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہوئے تھے۔ نیزے اور تلواروں کے ٹکرانے کی وجہ سے آگ کی چنگاریاں اٹھتی تھیں اور گرد و

غبار کے بادل اور سپاہیوں کی چیخ و پکار سے بھیانک منظر کھڑا ہو گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ کے لشکر کی آمد سے مجاہدوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! آج کا دن ہماری سخت آزمائش اور امتحان کا دن ہے۔ رومی لشکر مثل پھیلی ہوئی ٹیڑیوں کے ہم پر آ پڑا ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپ اسلامی لشکر کی پشت پر رہیں تا کہ اگر ہمارے لشکر کا کوئی شخص پیچھے ہٹے یا بھاگے تو آپ کو دیکھ کر شرم محسوس کرے اور فرار ہونے سے باز رہے۔ سامنے کا مورچا میں سنبھالتا ہوں۔ حضرت خالد کے مشورے کو قبول فرما کر حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کے عقب میں آ کر ٹھہرے۔

رومی لشکر کا حملہ بہت ہی سخت تھا۔ کیونکہ رومی لشکر کے سردار جرجیر، قوریر، دریحان اور قناطرا اپنے سپاہیوں کے ہمراہ معرکہ میدان میں موجود تھے اور اپنے لشکر کو برانگیختہ کرتے تھے۔ اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں بادشاہ کی طرف سے ملنے والے انعام واکرام کی لالچ اور طمع دلاتے تھے۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسلامی لشکر کے وسط میں تھے اور رومی لشکر سے برابر کی ٹکر لے رہے تھے۔ حضرت خالد جس جاں فشانی اور دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے اس کو دیکھ کر رومی سپاہی لرزہ براندام ہو گئے تھے۔ کسی کو بھی آگے بڑھنے کی جرأت و ہمت نہیں ہوتی تھی اور رومی لشکر پر روک تھام لگ گئی تھی لیکن اسلامی لشکر کا میمنہ اور میسرہ دباؤ میں آ گیا تھا اور اسلامی لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر قوم ازد، قوم موجح، قوم حمیر اور قوم حضرموت کے مجاہدین نے بڑی دلیری اور صبر کا مظاہرہ کر کے مقابلہ کیا تھا لیکن رومی لشکر کی کثرت اور حملہ کی شدت کی وجہ سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی اور حضرت ابوہریرہ نے مجاہدوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو پکار کر کہا کہ اے قرآن کے پڑھنے والو! تم پیچھے ہٹ کر بھاگ کر کیا ہمیشہ زندہ رہو گے؟ تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہو گے لیکن تمہاری وہ زندگی موت سے بھی بدتر شمار ہوگی۔ جنگ سے بھاگنے کا طعنہ کس طرح برداشت کرو گے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ جہاد سے بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ تم میدان جنگ سے بھاگ کر بہشت کے دروازہ سے لوٹے جا رہے ہو اور بہشت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ صبر واستقلال سے کام لو، کیوں کہ صبر کرنے والوں کی اللہ ضرور مدد کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن معدی کرب کی عمر شریف جنگ یرموک کے دن ایک سو دس سال کی تھی لیکن ضعیف العمر ہونے کے باوجود ان کی بہادری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ رومی سپاہیوں کو دبوچ کر مار ڈالتے تھے۔ ان کی دلیری کا تمام مجاہدوں کو اعتراف تھا اور ان کی تعظیم بجا لاتے تھے۔ حضرت عمرو بن معدی کرب کی للکار نے مجاہدوں میں نیا جوش پیدا کر دیا اور وہ پیچھے ہٹنے سے رک گئے اور انہوں نے رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھا۔ لیکن رومی لشکر بھی آج اس پار یا اس پار کے ارادہ سے لڑتا تھا۔ رومی لشکر جب میمنہ اور میسرہ کی جانب سے آگے بڑھنے سے رک گیا تو فوراً وہاں پر رومی لشکر کی کمک آ پہنچی اور دوہرے جوش وخروش سے حملہ شروع کیا نتیجۃً اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ حصہ نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔

خواتین اسلام کی شجاعت = رومی گبروں سے خواتین کی جنگ:

اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ سے جو مجاہد بھاگتا اسے پیچھے بھاگتے وقت اس ٹیلے کے پاس ہی آنا پڑتا جہاں اسلام کی مقدس خواتین ہاتھ میں پتھر اور چوب لئے موجود تھیں۔ کچھ مجاہد بھاگ کر اس طرف آئے۔ ان کو آتا دیکھ کر حضرت عفیرہ بنت

عفار نے خواتین کو پکار کر کہا کہ اے اسلام کی بہادر عورتو! مسلمان مرد ہزیمت اٹھا کر ہماری طرف بھاگ کر آتے ہیں، انہیں واپس پھیر دو۔ چنانچہ خواتین آگے بڑھیں اور گھوڑوں کے پیروں اور چہروں پر چوبیں اور پتھر مارنے شروع کئے اور پکار پکار کر کہنے لگیں کہ تم ہم کو چھوڑ کر کہاں بھاگتے ہو؟ کیا اپنی ازواج و اولاد کو گبروں کے بھروسہ پر چھوڑ جاتے ہو؟ اگر تم اپنی عورتوں کی حفاظت نہیں کر سکتے تو تم کو شوہر بننے کا کوئی حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس مرد کو جو اپنی عورت کی نگہبانی اور حفاظت کرنے سے عاجز ہو کر بھاگے۔ اس طرح تمام خواتین اپنے شوہروں اور رشتہ داروں کو عار اور شرم دلاتی تھیں اور بھاگنے سے روکتی تھیں۔

حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ زوجہ حضرت ابوسفیان اور حضرت لیلیٰ بنت جریر حمیر یہ سب عورتوں کے آگے تھیں اور تمام عورتوں کے ہاتھ میں خیمہ کی چوب اور پتھر تھے۔ دفعۃً عورتوں نے دیکھا کہ حضرت ابوسفیان بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ کر رہے ہیں۔ ان کو آتا دیکھ کر ان کی زوجہ حضرت ہند بنت عتبہ آگے بڑھیں اور اپنے شوہر کے گھوڑے کو چوب پھٹکاری اور یہ کہا:

"کہاں جاؤ گے تم اے بیٹے صخر کے پھر و تم لڑائی کی طرف اور خرچ کرو تم اپنی جان کو یہاں تک کہ خالص اور پاک کرے اللہ تعالیٰ تم کو اس چیز سے جو گزری ہے تمہاری ترغیب دہی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔ پس پھرے ابوسفیان جب سنا انہوں نے کلام ہند کا۔" (حوالہ: "فتوح الشام"، از علامہ واقدی، ص: ۲۴۸)

حضرت ابوسفیان اپنی زوجہ ہند بنت عتبہ کی اس سرزنش سے شرمندہ ہوئے اور فوراً اپنا گھوڑا معرکہ جنگ کی طرف پھیرا اور انہوں نے بھاگنے والے مجاہدوں کو پکار کر کہا کہ اے دین اسلام کے خدمت گارو! بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ واپس پلٹو، واپس پلٹو، واپس پلٹو، ورنہ دنیا اور آخرت دونوں میں رسوا ہو گئے۔ حضرت ابوسفیان کے پکارنے پر مجاہد رک گئے اور اپنے گھوڑوں کی باگیں معرکہ جنگ کی طرف پھیریں۔ تمام مجاہد حضرت ابوسفیان کی متابعت کرتے ہوئے واپس پلٹے۔ مردوں کو جوش دلانے کے لئے اب خواتین نے بھی رومی لشکر پر حملہ کر دیا۔

خواتین اسلام کو معرکہ میدان میں دیکھ کر رومی سپاہی بھی تعجب کرنے لگے۔ خواتین کی دلیری اور شجاعت دیکھ کر وہ محو حیرت تھے۔ اسلامی لشکر کی عورتیں حملہ کرنے میں مردوں سے سبقت کرتی تھیں۔ ایک خاتون کو حضرت عیاض بن سہیل بن سعید طائی نے ایک گبر کے ساتھ لڑتے دیکھا۔ وہ گبرا اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اس خاتون کو قید پکڑنا چاہتا تھا۔ لیکن غالب نہ آ سکا۔ اس خاتون نے خیمہ کی چوب کا وار کر کے گبر کو گھوڑے سے گرا دیا اور پھر چوب مار مار کر اس کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر اس خاتون نے زور سے پکار کر کہا کہ یہ ہے اللہ کی مدد۔ اے مسلمانو! تم بھی ہماری طرح دلیری سے مقابلہ کرو۔ اللہ کی مدد بیشک شامل حال ہو گی۔

اس دن خواتین اسلام سے خصوصاً (۱) حضرت سعیدہ بنت عاصم خولانی (۲) حضرت خولہ بنت ازور، حضرت ضرار کی بہن (۳) حضرت خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ (۴) حضرت کعوب بنت مالک بن عاصم (۵) حضرت سلمیٰ بنت ہاشم (۶) حضرت نعم بنت قناض (۷) حضرت عفیرہ بنت عفار (۸) حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ، زوجہ حضرت ابوسفیان (۹) حضرت لیلیٰ بنت جریر حمیریہ نے وہ شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ ان کو دیکھ کر مجاہدوں کو غیرت آئی اور انہوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ رومی لشکر میں ہل چل مچ

گئی۔لیکن تھوڑی دیر میں رومی پھر سنبھل گئے اور شدت سے لڑنے لگے۔

رومیوں کا سخت حملہ = صحابہ کرام کا ''یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارنا'':

اب رومیوں نے اسلامی لشکر کے میمنہ پر سخت حملہ کر دیا تھا۔مجاہدین کبھی ہزیمت اٹھاتے تھے اور کبھی ثابت قدم رہتے تھے لیکن نتیجۃً ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔اسلامی لشکر کا میمنہ پیچھے ہٹتے ہٹتے لشکر کے قلب تک پہنچ گیا۔جب حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ میمنہ کے مجاہدین پیچھے ہٹ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ رومی لشکر کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔حضرت خالد کا وہاں آنا رومیوں کے لئے موت کا پیغام تھا۔حضرت خالد نے رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔اس شان سے شمشیر زنی کی کہ ان کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔اسلامی لشکر کے میمنہ سے رومی لشکر کا میسرہ لڑ رہا تھا۔اس پر حضرت خالد کے شدید حملے کی وہ ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ وہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے اور مجاہدوں کی تلواریں کافروں پر ''برق غضب'' یعنی ''قہر وعذاب کی بجلی'' کی طرح گرتی تھیں۔بقول:

کافروں پر تیغِ والا سے گری برقِ غضب
اَبر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہی ہیجڑوں کی طرح بھاگتے تھے۔شیر ببر کو حملہ آور دیکھ کر خرگوش کی جو حالت ہوتی ہے وہی حالت رومیوں کی تھی۔رومی حضرت خالد کے روپ میں اپنی موت کو دیکھتے تھے۔اب اسلامی لشکر کے میمنہ نے آگے بڑھنا اور رومی لشکر کے میسرہ نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔حضرت خالد نے مجاہدوں کو پکارا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دشمنوں نے ہزیمت اٹھائی ہے اور ان پر ہمارا رعب طاری ہو گیا ہے لہٰذا حملہ کی شدت تیز کر دو۔چنانچہ مجاہدوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ رومی لشکر کا میسرہ ان کے لشکر کے وسط تک بھاگ گیا اب رومیوں نے تیر برسانے شروع کئے۔قریب آ کر تلوار سے لڑنا ان کے لئے خطرہ سے خالی نہ تھا لہٰذا دور سے سلامت مقام پر کھڑے کھڑے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

ایک ساتھ ہزاروں تیر برسنے شروع ہوئے۔لہٰذا اسلامی لشکر کا میمنہ آگے بڑھنے سے رک گیا۔تمام مجاہدین تیروں سے اپنا دفاع کرنے لگے۔تیروں کی سمت میں ڈھالیں رکھ کر زخم سے بچنے کی کوشش کرنے لگے مگر پھر بھی کافی تعداد میں مجاہد زخمی ہوئے۔بڑا ہی سخت کشمکش کا معاملہ تھا۔تمام مجاہدین سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ایسے عالم میں انہوں نے اپنے آقا ومولیٰ، دَافِعِ الْبَلَاء، جان عالم ورحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا۔بقول:

نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا
مفلسو! سامانِ دولت کیجئے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضا بریلوی)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مصیبت کے وقت مدد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس طرح پکارا؟ وہ علامہ واقدی قدس سرہ کی زبانی سماعت فرمائیں:

''عبدالرحمٰن بن حمید جمحی نے بیان کیا ہے کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے خالد بن الولید کے ساتھ حملہ کیا تھا پس قسم ہے خدا کی جگہ چھوڑ دی رومیوں نے ہمارے سامنے سے اور بھگے وہ مثل بھاگنے بکری کے شیر کے ڈکارنے سے اور تعاقب کیا ان کا مسلمانوں نے پس واقع ہوا حملہ روم کے میمنہ پر پس بری طرح سے جگہ کو چھوڑ دیا انہوں نے اور وہ لوگ جو زنجیروں میں تھے پس نہیں چھوڑا۔ انہوں نے اپنی جگہ کو درآں حالیکہ چلاتے تھے وہ تیروں کو اور وہ نگاہبان قوم کے تھے اور خالد بن الولید ہمارے آگے تھے حملے میں اور ہم ان کے پیچھے تھے اور ہمارا شعار اس حملے میں یہ تھا یا محمد یا منصور اجب اجب''۔ پسِ خالد بن الولید برابر حملہ کرتے تھے۔''

(حوالہ: ''فتوح الشام''۔ از: علامہ واقدی، ۲۴۹)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضرت خالد بن ولید اور ان کے ہمراہ جو صحابہ کرام کی جماعت تھی انہوں نے مصیبت کے وقت ''یا محمد'' (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پکارا۔ حضرت خالد نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یعنی ۱۵ھ میں ملک شام سے مصیبت کے وقت ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پکارا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصیبت کے وقت پکارنا ''شرک'' ہوتا تو کیا صحابہ کرام کی کثیر تعداد ایسا شرک کا نعرہ لگاتے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جب صحابہ کرام نے مصیبت کے وقت حضور اقدس کو پکارا ہے تو اس طرح پکارنا یقیناً جائز اور روا بلکہ سنت صحابہ ہے۔ تو جو لوگ مصیبت کے وقت ''یا رسول اللہ''، ''یا حبیب اللہ'' وغیرہ پکارتے ہیں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی پیروی کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

لیکن! افسوس! صد افسوس!!! کہ:

جس کام کو صحابہ کرام نے کیا، اس کام کو دور حاضرہ کے منافقین ''شرک'' کہتے ہیں۔ مثلاً:

دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔''

(حوالہ: ''تقویۃ الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ۲۳)

مندرجہ بالا عبارت میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ کسی کو مصیبت کے وقت پکارنے والا مشرک ہے۔ ناظرین کرام کی عدالت عالیہ میں برائے انصاف استغاثہ ہے کہ جنگ یرموک کے دن صحابہ کرام نے مصیبت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہہ کر پکارا ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ کن پر چسپاں ہو رہا ہے؟

دیوبندی، تبلیغی جماعت کے ''امام ربانی'' و نیز تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیر و مرشد اور استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

''جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔'' (حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ۶۲)

دیوبندی، وہابی، تبلیغی جماعت کے امام و مقتداء اور جن کو تبلیغی جماعت کے لوگ بڑے فخر سے ''حکیم الامت'' کہتے ہیں وہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔ اس عنوان میں ''شرک اور کفر کی باتوں کا بیان'' کے تحت لکھا ہے کہ:

''کسی کو دور سے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو خبر ہوگئی۔'' (حوالہ: بہشتی زیور، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، حصہ ۱/ ۳۴)

مندرجہ بالا عبارت میں تھانوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ جس کو پکارا جائے اس کو پکارنے والے کی پکار کی خبر ہو جاتی ہے یہ عقیدہ رکھ کر کسی کو پکارنا شرک ہے۔ لیکن جب کسی سے مدد مانگی جاتی ہے تو اس کی مدد جب ہی ملتی ہے کہ اس کو اطلاع ہو بغیر اطلاع ہوئے مدد کرنے کیسے آئے گا؟ تو جب صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصیبت کے وقت مدد کے لئے پکارا تھا تب ان کا یہی عقیدہ تھا کہ ہماری پکار گنبد خضراء میں آرام فرمانے والے شہنشاہ کونین ضرور سماعت فرما رہے ہیں اور ہماری فریاد کی ان کو خبر ہوگئی ہے اور وہ ہماری فریاد رسی فرمائیں گے۔ بقول:

ان پر درود جن کو کسِ بیکساں کہیں
ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

رومی لشکر کے سردار دریحان کا قتل ہونا:

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے ''یا محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نعرہ لگاتے ہوئے ایک عجیب کیفیت عشق مجاہدوں پر طاری ہوگئی اور عشق نبی کے جذبۂ صادق نے ان میں وہ جوش پیدا کر دیا کہ تیروں کی بارش بھی ان کو روک نہ سکی۔ رومی سپاہیوں پر ایک ناقابل برداشت ہیبت چھا گئی تھی۔ حضرت خالد اپنے لشکر کے ساتھ پاؤں میں زنجیر والے تیر اندازوں تک پہنچ گئے اور ان کے سروں پر تلواریں رکھیں۔ ان رومیوں کے ہاتھ سے تیر و کمان چھین لئے اور لاشوں سے میدان بھر دیا۔ رومی لشکر کا سردار تھوڑے فاصلہ سے سپاہیوں کا اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے ہاتھوں سے تھوک بند قتل ہونا دیکھ رہا تھا۔ وہ منظر اس کو ایسا بھیانک محسوس ہوا کہ اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ سردار دریحان ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے اردگرد بطارقہ نے حصار قائم کر رکھا تھا تاکہ حملہ سے اس کو محفوظ رکھیں۔ اسلامی لشکر آگے بڑھتا ہوا دریحان کے قریب پہنچ

گیا۔ دریحان کے ماتحت جو لشکر تھا وہ مزاحم ہوا لیکن مجاہدوں کی تلواروں کی تاب نہ لا سکا۔ جس طرح کھیت میں کاشت کاٹی جاتی ہے اس طرح دریحان کے سپاہی کٹ رہے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جگہ زمین کے بجائے خون کا تالاب ہے۔ اپنے اردگرد خون کا تالاب اور بڑھتے ہوئے مجاہدوں کو دیکھ کر دریحان کی عقل سٹھیا گئی۔ خوف و اضطراب کا وہ غلبہ طاری ہوا کہ اس کی عقل کا چراغ گل ہو گیا۔ بدحواسی کے عالم میں اپنے محافظوں کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ مجھ سے یہ خونریزی دیکھی نہیں جاتی۔ خونریزی کا بھیانک منظر دیکھ کر میرا دل پھٹا اور بیٹھا جا رہا ہے لہٰذا میرے چہرے پر کپڑا ڈال دو۔ دریحان کے محافظوں نے دیکھا کہ ان کے سردار کی عجیب کیفیت ہو گئی ہے۔ اس کا دل دو دو ہاتھ اچھلتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خون کی وجہ سے اس کا دم نکل جائے لہٰذا محافظوں نے دریحان کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا۔ اب اسلامی لشکر بڑھتا ہوا دریحان کے قریب آ گیا تھا دریحان کے محافظوں نے دلیری سے مقابلہ کیا اور مجاہدوں کو دریحان تک پہنچنے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے۔ حضرت ضرار نے دیکھا کہ دریحان کا چہرہ ریشمی کپڑے سے لپیٹا ہوا ہے اور وہ بدحواسی کے عالم میں تو تلا پن کر رہا ہے۔ اب دریحان کے محافظوں کا محاصرہ ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت ضرار بن ازور نے ایک جست لگائی اور اس کے قریب پہنچ گئے اور کچکچا کر اس کے سینہ پر نیزہ مارا جو اس کی پشت کے آر پار نکل گیا۔ صرف ایک ہی وار میں دریحان کشتہ ہو کر زمین پر گرا۔

دریحان کے مقتول ہونے سے رومی لشکر میں انتشار و اختلال واقع ہوا۔ حضرت خالد نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کثرت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی پر مجاہدوں کو ابھارا اور رومی لشکر کے سپاہیوں کی لاشوں سے میدان بھر دیا۔ رومی لشکر کے سپاہی کثیر تعداد میں مقتول ہوئے حالانکہ اسلامی لشکر سے بہت سے مجاہدوں نے شہادت پائی۔ مشاہیر صحابہ سے حضرت عامر بن طفیل الدوسی اور ان کے شہزادے حضرت جندب بن عامر الدوسی نے جام شہادت نوش فرمایا۔

الغرض! جنگ یرموک کا چوتھا دن اسلامی لشکر کے لئے سخت آزمائش اور ابتلائے مصیبت کا دن تھا۔ اس دن اسلامی لشکر نے تین مرتبہ ہزیمت اٹھائی اور پیچھے ہٹا تھا لیکن حضرت خالد بن ولید، حضرت ضرار بن ازور، حضرت عمرو بن معدی کرب، حضرت قثامہ بن الکنانی، حضرت عامر بن طفیل دوسی وغیرہ نے بڑی جاں فشانی اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ہر مرتبہ اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ کا تنور گرم رہا۔ آفتاب غروب ہوتے ہی دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔ اسلامی لشکر میں زخمیوں کی تعداد بہت تھی۔ زیادہ تر زخمی تیروں کی وجہ سے تھے۔

معرکۂ جنگ سے لوٹتے ہی سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ نے دو نمازیں ساتھ میں پڑھائیں کیونکہ جنگ جاری ہونے کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ نماز کے بعد مجاہدوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری شروع کی۔ شاید ہی کوئی ایسا خیمہ ہوگا جس میں کوئی زخمی نہ ہو۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر میں گشت کرتے تھے اور زخمیوں کے حال کی پرسش کرتے تھے۔ ان کے زخم باندھتے تھے اور تسلی دیتے تھے۔ مجاہدوں کی کوشش جہاد کی تعریف و شکریہ ادا کرتے تھے اور جہاد کی فضیلت بیان کر کے اجر عظیم اور بے حساب ثواب کا مژدہ سناتے تھے اور ساتھ میں صبر کی تلقین کرتے ہوئے شجاعت و ثبات

قدمی کی ترغیب دیتے تھے۔ نصرت الٰہی اور فتح و غلبہ کی امید دلا کر مجاہدوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ کچھ مجاہدوں کے زخم بہت گہرے تھے اور ان کو سخت تکلیف و درد ہوتا تھا۔ ان کو خصوصاً صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ جس طرح تم رنج آ گئیں ہو تمہارے دشمن بھی اسی طرح رنج آ گئیں ہیں لیکن مومن کو راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے جو رنج و تکلیف لاحق ہوتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتا ہے جب کہ مشرکوں پر عتاب و غضب نازل فرماتا ہے لہٰذا اے راہ خدا میں اپنی جانیں خرچ کرنے والو! اللہ کی رحمت و رضا مندی کے امیدوار رہو۔ اللہ تمہارے ہر حال سے واقف اور نگراں ہے۔

ادھر رومی لشکر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ سردار دریحان کے قتل ہونے کا ماتم چھایا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہیوں کے مقتول ہونے کا رنج و غم مسلط تھا۔ رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان کا منہ بگڑا ہوا تھا۔ اپنے تخت پر منہ سوجا کر بیٹھا تھا اور چہرہ فق پڑ گیا تھا۔ رومی لشکر کے سردار اور بطارقہ سر جھکائے اور ندامت اٹھائے خفت اور پشیمانی کے عالم میں شرمندگی سے اِستادہ تھے۔ کسی میں باہان کی آنکھ سے آنکھ ملانے کی ہمت نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہماری بزدلی کی وجہ سے ہم باہان کی آنکھ سے گر چکے ہیں۔ باہان کے خیمہ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بالآخر باہان نے خاموشی کا پردہ چاک کرتے ہوئے خشمناک لہجہ میں کہا کہ مجھے معلوم ہی تھا کہ تم ناک چوٹی کٹا کر ہی آؤ گے اور میری ناک بھی قلم کراؤ گے۔ جب تم مسلمانوں سے لڑنے جاتے ہو تب مرنے کے نام سے تمہیں موت آ جاتی ہے۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی تمہاری جان سوکھ جاتی ہے۔ آج تم نے جس بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارا ان پر کسی قسم کا رعب و دبدبہ قائم نہیں رہا۔ اس کے برعکس ہمارے لشکر کے سپاہیوں کے خون خشک ہو گئے ہیں۔ بارہا تم کو ایک ہی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے لیکن تم نے اپنی شرم و غیرت کو بالائے طاق چڑھا دیا ہے۔ تم بھی انسان ہو اور مسلمان بھی انسان ہیں۔ اللہ نے تم کو دو ہاتھ دیئے ہیں تو عربوں کو دس بیس ہاتھ نہیں دیئے۔ ان کے بھی تمہاری طرح دو ہاتھ ہی ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ہر محاذ پر تم مغلوب ہو جاتے ہو۔ تمام سرداروں نے معذرت کرتے ہوئے اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! آج ہمارے شہسوار اور شجاع سپاہیوں کو لڑنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ وہ تمام لشکر کے پچھلے (عقب) حصہ میں تھے اور جنگ لشکر کے اگلے حصہ میں واقع ہوئی تھی لہٰذا آپ آئندہ کل دیکھ لینا کہ ہم عربوں سے آج کی ہزیمت کا کیسا سخت انتقام لیتے ہیں۔ باہان نے حق مسیح اور صلیب کی قسم دی کہ آئندہ کل جوانمردی دکھانے کا عہد و پیمان لیا۔ رومی سردار باہان کے خیمہ سے رخصت ہوئے اور آئندہ کل کی جنگ کی تیاری میں مصروف رہ کر رات بسر ہوئی۔

ادھر اسلامی لشکر کی نگہبانی کے لئے حضرت ابوعبیدہ نے چند مجاہدوں کو متعین کر دیا تھا جو رات بھر تکبیر و تہلیل کی صدا بلند کر کے اسلامی لشکر کے ارد گرد گشت کر کے نگہبانی کرتے رہے۔

”جنگ یرموک کا بارہواں دن“

صبح حضرت ابوعبیدہ نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور ان کی اقتدا میں جیش اسلام نے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد فوراً مجاہدوں نے دیکھا کہ رومی لشکر اپنے کیمپ سے روانہ ہو کر معرکہ میدان میں آ رہا ہے۔ اسلامی لشکر کے ہر سردار نے اپنے

ماتحت لوگوں کو آواز دی کہ آج بھی دشمن امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آ رہے ہیں لہٰذا جلدی مسلح ہو کر میدان کی طرف نکلو۔ تمام مجاہد اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور مسلح ہو کر میدان کی طرف سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر میدان میں آ پہنچا اور لشکر کی صف بندی کی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ صفوں کے درمیان گشت کرتے تھے اور جہاد کی فضیلت و اجر بیان کر کے مجاہدوں کو ترغیب دیتے تھے۔ رومی لشکر آج اپنی پوری جمعیت کے ساتھ میدان میں اترا تھا۔ بیشمار صلیبیں اور نشان نظر آتے تھے جیسے ببول کے پیڑ میں کانٹے ہوتے ہیں اتنی کثیر تعداد میں صلیب اور نشان نظر آتے تھے۔ باہان کا تخت گزشتہ کل کی طرح اونچے ٹیلے پر رکھا گیا تھا لیکن آج باہان نے یہ فیصلہ کیا تھا پورے لشکر کی کمانڈ وہ اکیلا کرے گا۔ لشکر کے ہر حصہ پر بلند ٹیلہ سے نگرانی کرے گا اور ضروری ہدایت و تنبیہ کرتا رہے گا۔ باہان نے حکم جاری کیا تھا کہ جب تک اسلامی لشکر کی جانب سے حملہ کی ابتدا نہ ہو تب تک تم حملہ کرنے کی عجلت مت کرنا۔ البتہ ان کے حملے کا دندان شکن جواب دینا۔

دونوں لشکر میدان میں آمنے سامنے آ کر ٹھہر گئے۔ رومی لشکر بے حس و حرکت اپنی جگہ پر جامد کھڑا تھا۔ رومی لشکر میں سے لڑنے میدان میں کوئی بھی نہیں نکلا لہٰذا اسلامی لشکر نے رومی لشکر پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ جنگ کی آگ کے شعلے بلند ہوئے اور زمین رنگین ہونے لگی۔

حضرت یزید بن ابی سفیان نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ اے جنت کو اپنی جان کے عوض خریدنے والو! اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہ سنہری موقع ہے۔ یہاں اپنا سر کٹا کر جنت کا داخلہ حاصل کر لو۔ یہ فرما کر انہوں نے اپنے علم کو جنبش دی۔ مجاہدوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومی لشکر کی صفیں الٹ دیں۔ اسلامی لشکر کے میمنہ پر حضرت عمرو بن العاص سہمی امیر مقرر تھے۔ اسلامی لشکر کے میمنہ پر ایک ساتھ دس ہزار رومی آ پڑے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ اسلامی لشکر کا میمنہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کے ٹیلہ تک آ گیا۔ رومیوں کی جرأتیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ حضرت زبیر بن العوام کو آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے انہوں نے آج جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور اپنے خیمہ میں تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر ان کی آنکھ کا معالجہ کر رہی تھیں کہ خبر آئی کہ اسلامی لشکر کے میمنہ نے ہزیمت اٹھائی ہے اور وہ ٹیلے کے نیچے تک پیچھے ہٹ کر آ گیا ہے۔ حضرت عفیرہ بنت عفار دوڑتی ہوئی حضرت زبیر بن العوام کے خیمہ میں آئیں اور کہا کہ اے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی کے شہزادے! مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہزیمت اٹھا کر ٹیلے تک آ گئے ہیں۔ آج دین کے تم مددگار ہو، کچھ کیجئے۔ حضرت زبیر بن عوام یہ سن کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی آنکھوں سے پٹیاں کھول کر پھینک دیں اور فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے معذور ہو کر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ دین کی مدد کے لئے اللہ کی راہ میں اپنی جان خرچ کروں گا۔ پھر آپ نے ہتھیار سنبھالے اور گھوڑے پر سوار ہو کر معرکۂ قتال میں آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ تھا جس کو وہ گھوماتے تھے اور بلند آواز سے پکار کر فرماتے تھے کہ میں زبیر بن العوام ہوں۔ میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہوں۔ پھر آپ نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ آپ ایسی برق رفتاری سے نیزہ گھوماتے تھے کہ آپ کے

...زہ کا وار خالی پھیرنے کی رومیوں میں سکت نہ تھی۔ جو بھی نیزہ کی زد وضرب پر چڑھ جاتا تھا کشتہ ہو کر زمین پر خاک وخون ...یں تڑپتا نظر آتا تھا۔ حضرت زبیر کی دلیری نے جنگ کا رخ پلٹ دیا۔ ان کو اس طرح قتال کرتے دیکھ کر مجاہدوں میں ایک نیا ...وش پیدا ہو گیا اور مجاہدوں نے ایسا بازگشت حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے جانے لگے۔ ...حضرت عمرو بن العاص نے بھی مجاہدوں کو ابھارا اور رومیوں کو مارتے اور کاٹتے ہوئے ان کے لشکر کے میسرہ تک بھگا دیا۔

حضرت زبیر بن العوام لڑتے لڑتے آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں حضرت خالد بن ولید ...ور حضرت ہاشم مرقال نے رومیوں پر سخت حملہ جاری رکھا تھا اور رومی شکر پر ایسا دباؤ ڈال رکھا تھا کہ رومی لشکر ہزیمت اٹھا کر ...اپس جا رہا تھا۔ رومی لشکر کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے حضرت خالد اس ٹیلے تک پہنچ گئے جہاں رومی لشکر کے سپہ سالار باہان کا خیمہ ...صب کیا گیا تھا۔ جب باہان نے دیکھا کہ حضرت خالد اسلامی لشکر کے ساتھ آگے بڑھتے بڑھتے یہاں تک آ گئے ہیں تو وہ فوراً اپنے تخت سے نیچے اتر کر بھاگا اور رومی سپاہیوں کو گالیاں دیتے ہوئے سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ اے نامردو! اے نامردوں کی اولاد! بختی ہو تم پر! دشمن بڑھتے ہوئے یہاں تک آ گئے اور تم دیکھتے رہے۔ تمہارے ہاتھ تلواریں تھامنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تمہارے ہاتھ چوڑیاں پہننے کے لائق ہیں۔ چوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھر میں بیٹھ رہو۔ باہان کی ایسی لعنت ملامت سن کر تمام رومیوں نے متحد ہو کر حملہ کیا اور مجاہدوں کو باہان تک پہنچنے سے باز رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ تھوڑی دیر پہلے تو باہان نے اپنی نظر کے سامنے موت کو سر پر کھیلتی دیکھ کر لرز گیا تھا لیکن اب اس کی جان میں جان آئی تھی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرداری میں قوم ارمن کے شیر دل مجاہد بڑی جاں فشانی سے جنگ کر رہے تھے۔ رومی سردار جرجیر نے ان پر تین ہزار رومی سپاہیوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ حضرت شرحبیل نے ثابت قدمی دکھائی اور مقابلہ پر ڈٹے رہے لیکن ان کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت شرحبیل کے ساتھ چند معدود اشخاص ہی رہ گئے۔ تب حضرت شرحبیل نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا کہ ''یَا اھل الاسلام! أفرار من الموت؟ الصبرٌ الصبر '' ترجمہ: ''اے اہل اسلام! کیا موت سے بھاگتے ہو؟ صبر کرو، صبر کرو'' حضرت شرحبیل کی اس پکار کو سن کر مفرور ہونے والے مجاہدوں کے قدم رک گئے۔ فوراً واپس پلٹے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ رومیوں کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا۔ شمشیر زنی اور نیزہ زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ رومی دنگ رہ گئے۔ جب مصیبت اور تنگی دور ہوئی اور راحت وکشائش حاصل ہوئی تب حضرت شرحبیل نے قوم ارمن کے مجاہدوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مجاہدو! تم کو کیا ہو گیا تھا کہ ان عجمیوں، بے ختنہ بریدہ کافروں سے شکست اٹھا کر پیٹھ دکھا کر بھاگ رہے تھے؟ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا کتنا بڑا گناہ ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝'' (پارہ:۹، رکوع:۱۶، سورۃ الانفال، آیت نمبر:۱۶)

ترجمہ: ''اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب

میں پلٹنا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔'' (کنزالایمان)

اے مسلمانوں! اللہ سے ڈرو۔ موت سے کیا ڈرنا؟ کیا ہم نے ہماری جانیں جنت کے بدلے میں اللہ کو نہیں بیچ دیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

''اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ'' (پارہ نمبر:۱۱، رکوع نمبر:۳، سورۃ التوبہ، آیت نمبر:۱۱۱)

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔'' (کنزالایمان)

حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگ کر جنت سے بھگ رہے تھے اور اللہ کے غضب میں مبتلا ہونے جا رہے تھے۔ قوم ارمن کے مجاہدوں نے خجلت اور ندامت کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی! ہمارا بھاگنا شیطان کا دھوکہ تھا۔ فریب نفس میں آ کر ہم سے یہ خطا سرزد ہوئی۔ ہم نادم ہیں اور اب ہم انشاء اللہ ثابت قدمی سے آپ کے ساتھ رہیں گے اور اپنی جانیں قربان کرنے میں کوتاہی اور تامل نہیں کریں گے۔ حضرت شرحبیل خوش ہوئے اور ان کو دعائے جزائے خیر و برکت سے نوازا۔

حضرت ذوالکلاع حمیری کی ایک عجیب بات:

علامہ واقدی روایت فرماتے ہیں کہ رومی لشکر سے ایک طویل قد وقامت اور بھاری ڈیل ڈول کا ایک گبر اس صورت سے میدان میں آیا کہ اس نے سنہری زرہ اور خود پہنا تھا اور اس میں سونے سے بنی ہوئی صلیبیں جڑی ہوئی تھیں اور وہ گبر جس گھوڑے پر سوار تھا اس گھوڑے کو بھی لوہے کی زرہ پہنائی تھی تاکہ اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو کر نہ گرے۔ وہ گبر سرعت سے تلوار گھما کر اپنی جنگی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ تکبر اور غرور کے نشے میں دھت ہو کر چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا۔ اس کا گھمنڈ دیکھ کر حضرت ذوالکلاع حمیری کے غلام طیش میں آ گئے اور اس کی طرف لپکے۔ حضرت ذوالکلاع حمیری نے دیکھا کہ رومی گبر کہنہ مشق اور تجربہ کار جنگجو معلوم ہوتا ہے اور میرا غلام اس کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا پھر بھی جذبۂ جہاد میں اس سے مقابلہ کرنے جا رہا ہے۔ مبادا وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔ یہ گبر میرا مد مقابل ہے لہٰذا اس کے مقابلہ کے لئے مجھے جانا چاہئے۔ اس خیال کے آتے ہی انہوں نے اپنے غلام کو آواز دے کر واپس بلا لیا اور کہا کہ تم توقف کرو، میں اس کے مقابلے کو جاتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ذوالکلاع حمیری میدان میں آئے۔ حضرت ذولکلاع نے آتے ہی گبر پر نیزہ کا وار کیا لیکن گبر پہلے سے ہی چوکنا تھا لہٰذا اس نے وار کو خالی پھیر دیا اور بازگشت وار کیا جس کو حضرت ذوالکلاع نے ڈھال پر لیا اور اپنے کو بچایا۔ دونوں اس طرح ایک دوسرے پر وار کرتے رہے اور نیزہ زنی کے کرتب دکھاتے رہے۔ کئی دیر تک اس طرح دونوں نے نیزہ بازی جاری رکھی لیکن پھر دونوں تھک گئے اور دونوں نے تلواریں تان لیں۔ دونوں نے شمشیر زنی کے داؤ پیچ ایسے دکھائے کہ دیکھنے والے تعجب کرنے لگے۔ حضرت ذوالکلاع نے موقع پا کر گبر پر تلوار کا وار کر دیا لیکن گبر نے مضبوط زرہ پہنی تھی لہٰذا وار

کارگر ثابت نہ ہوا۔ تلوار کا وار پڑنے سے کبر بپھرا اور اس نے حضرت ذوالکلاع پر ایسا شدید وار کیا کہ سر کو پھاڑ کر زرہ کو بھی چیرتی ہوئی تلوار ان کے بازو میں پیوست ہوگئی اور ایسا گہرا زخم کر دیا کہ خون کا پرنالہ بہنے لگا۔ حضرت ذوالکلاع کا ہاتھ بیکار ہو گیا اور ہاتھ میں تلوار تھامنا بھی دشوار ہوگیا لہٰذا انہوں نے اسلامی لشکر کی جانب گھوڑے کی باگ پھیری۔ کبر نے تعاقب کیا لیکن حضرت ذوالکلاع کو پا نہ سکا اور حضرت ذوالکلاع اسلامی لشکر میں اس حال میں واپس آئے کہ ان کے زخم سے خون جوش مار کر بہہ رہا تھا۔ قوم حمیر کے مجاہدوں نے اپنے سردار کو گھوڑے سے اتارا اور فوراً ان کا زخم باندھا۔

حضرت ذوالکلاع کے شدید زخمی ہونے کی جب اسلامی لشکر میں خبر پھیلی تو قوم حمیر کے اور دیگر اقوام کے مجاہدین ان کے پاس پرسش حال اور عیادت کے لئے آنے لگے۔ کچھ مجاہدوں نے پوچھا کہ اے سردار! تمہارا یہ حال کیوں کر ہوا؟ تب حضرت ذوالکلاع نے جواب دیا کہ اے مجاہدو! اپنے ہتھیار اور اپنی طاقت پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا۔ دشمنوں سے لڑتے وقت اپنی دلیری اور جنگی مہارت پر غرور مت کرنا اور صرف اللہ کی ذات اور اس کی مدد پر بھروسہ کرنا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے سردار! آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟ حضرت ذوالکلاع نے فرمایا کہ جب میرا غلام مقابلہ کرنے جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس کے جسم پر زرہ نہیں ہے اور جسمانی اعتبار سے بھی وہ کبر کا مدمقابل نہیں ہے لہٰذا میں نے بنظر شفقت اس کو باز رکھا اور میں نے اس لئے جانے کا قصد کیا کہ میرے جسم پر مضبوط زرہ ہے اور جسمانی اعتبار سے میں اس کا مدمقابل ہوں اور تجربہ کار جنگجو ہوں لہٰذا میں زرہ اور جسمانی قوت و جنگی مہارت پر اعتماد کر کے لڑنے گیا اور نتیجہ کیا ہوا وہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس بے ختنہ بریدہ نے مجھے دھوکہ دے کر ایسا وار کیا کہ میری ڈھال اور زرہ دونوں کو کاٹ کر شدید زخم پہنچایا۔ لہٰذا تم کبھی بھی ہتھیاروں کی مضبوطی اور جسمانی طاقت پر غرور کر کے لڑنے مت جانا اور ایک ضروری بات ذہن نشین کر لو کہ ہم کافروں کو جب بھی قتل کرتے ہیں تب بھی یہ گمان مت کرنا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کافروں کو اللہ ہی قتل کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

''فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ '' (پارہ:۹، رکوع:۱۶، سورہ الانفال، آیت:۱۷)

ترجمہ: ''تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔'' (کنز الایمان)

شان نزول: ''جب مسلمان جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک کہتا تھا کہ میں نے فلاں کو قتل کیا۔ دوسرا کہتا تھا میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس قتل کو تم اپنے زور اور قوت کی طرف نسبت نہ کرو کہ یہ درحقیقت اللہ کی امداد اور اس کی تقویت اور تائید ہے۔'' (حوالہ: تفسیر خزائن العرفان، صفحہ:۳۲۱)

حضرت ذوالکلاع نے فرمایا کہ اگر تمہارے ہاتھ سے کوئی دشمن خدا قتل ہو تب ہرگز فخر کر کے یہ نہ کہنا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ درحقیقت اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔ تمام حاضرین نے کہا کہ اے معزز سردار! آپ کی یہ نصیحت صداقت پر مبنی ہے اور انشاء اللہ ہم آپ کی اس نصیحت پر سختی سے قائم رہیں گے۔ آپ نے ہم کو حقیقت سے روشناس کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت ذوالکلاع کو زخمی کرنے والے گبر کا قتل:

حضرت ذوالکلاع کا زخم باندھنے کے بعد ان کو درد میں افاقہ ہوا اور وہ لشکر میں اپنی جگہ آ کر ٹھہرے۔ ان کو زخمی کرنے والا گبر ابھی تک میدان میں موجود تھا۔ اپنے گھوڑے کو گرداوے دیتا تھا اور مقابل طلب کرتے ہوئے تو تلا پن کرتا تھا۔ حضرت ذوالکلاع نے اپنی قوم حمیر کو پکار کر کہا کہ اے قوم حمیر! تمہارا سردار زخمی ہو کر واپس پھرا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس گبر سے بدلا لے کر حساب بے باق کر دے۔ حضرت ذوالکلاع کی اس فرمائش پر قوم حمیر کا ایک شہسوار فوراً میدان میں پہنچ گیا۔ اس نوجوان کو گبر نے تکبر کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھا اور ناچیز جانا اور اپنی شجاعت کے نشے میں شرابور ہو کر لڑنے لگا۔ گبر ضرورت سے زیادہ طاقت کا استعمال کر کے وار کرتا تھا تا کہ حمیری نوجوان کو مرعوب کر دے۔ اس نظریہ کے تحت وہ غیر محتاط ہو کر لڑنے لگا۔ اس کا تو یہی گمان تھا کہ ایک یا دو گرداوے میں حمیری نوجوان کو مات کر دوں گا۔ لیکن حمیری نوجوان لڑائی کے کرتب کا ماہر تھا۔ اس نے موقع پا کر بجلی کی سرعت سے گبر کے سینہ میں نیزہ گھسیڑ دیا اور اسے زمین پر مردہ ڈال دیا۔

اس گبر کے قتل ہونے پر رومی لشکر سے ایک گبر مثل آگ کے شعلے کے دھواں دھار آ پڑا لیکن اس کو وار کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ حمیری نوجوان نے اس کو تیز رفتاری سے آتا دیکھ کر اس کے خط (Line) میں کھڑا ہو گیا۔ وہ گبر تیز رفتاری سے آنے کی وجہ سے بروقت و برموقع گھوڑا ٹھہرا نہ سکا اور حمیری نوجوان نے اس کی سمت میں نیزہ راست کر دیا۔ وہ گبر بذات خود نیزہ میں پیوست ہو کر کشتہ گرا۔ پھر تیسرا گبر آیا لیکن وہ بھی بہت جلدی اپنے ساتھیوں کے پاس دوزخ کی راہ چل بسا۔ ایک ساتھ تین گبروں کے قتل ہونے پر رومی لشکر کا ایک بطریق آنکھوں سے خون برساتا ہوا میدان میں آیا۔ حمیری نوجوان مجاہد نے اس سے برابر کی ٹکر لی لیکن اس بطریق نے نیزہ کی کاری ضرب دل پر لگائی اور حمیری نوجوان کو شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ حمیری نوجوان کو شہید کر کے رومی بطریق میدان میں کھڑے ہو کر اپنی بہادری اور شجاعت کی گل بانگ ہانکنے لگا کہ اسلامی لشکر سے قوم حمیر کے ایک مجاہد نے کمان میں تیر چڑھا کر بطریق کا نشانہ باندھ کر تیر پھینکا۔ تیر نے مطلق خطاء نہ کی اور بطریق کے علق کو بری طرح چھید دیا چنانچہ وہ خاک وخون میں تڑپنے لگا اور مر گیا۔

لان کے رومی بادشاہ مربوس اور حضرت شرحبیل میں جنگ:

جس رومی بطریق کو تیر سے ہلاک کر دیا گیا تھا وہ رومی لشکر کا اہم رکن اور دین نصرانیہ کا عالم اور پیشوا تھا۔ رومیوں کے نزدیک اس کی بہت ہی قدر و منزلت تھی۔ اس کی اس طرح ناگہانی موت سے رومیوں کے دل میں چھید ہو گئے۔ ایک ماتم چھا گیا۔ اس بطریق کے معتقد پھوٹ پھوٹ کر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے۔ سردار باہان کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ہکا بکا ہو گیا۔ لیکن لشکر میں انتشار نہ پھیلے اس لئے دل پر پتھر رکھ لیا اور بطریق کے متعلقین کو تسکین دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے معزز بطریق کا خون ضرور رنگ لائے گا۔ میں ان عربوں کے خون کا دریا بہا دوں گا۔ باہان کی بات پر لان کے بادشاہ مربوس کا خون جوش میں آ گیا۔ قتل ہونے والے بطریق اور مربوس کے بہت گہرے دوستانہ تعلقات تھے لہٰذا اس نے اپنے یار کا انتقام

لینے کی غرض سے میدان میں جانے کا ارادہ کیا اور باہان سے اجازت طلب کی۔ باہان نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ تم ہمارے معزز بطریق کے خون کا بدلہ لے کر رہو گے۔ صلیب تمہاری ضرور مدد کرے گی اور فتح و کامرانی سے سرفراز ہو گے۔

لان کا بادشاہ مربوس تمام ہتھیاروں اور عمدہ زرہ پہن کر مسلح ہو کر میدان میں آیا۔ وہ اپنی شاہانہ شان کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا تھا کہ میں لان کا بادشاہ ہوں لہٰذا میرے مقابلہ کے لئے تمہارے لشکر کے کسی سردار کو ہی بھیجنا۔ چنانچہ حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول میدان میں اشعار رَجَز پڑھتے ہوئے آئے۔ مربوس کو ٹوٹی پھوٹی عربی آتی تھی لہٰذا وہ اشعار کو سمجھ نہیں سکا اور اشعار کے متعلق پوچھا کہ تم اس وقت کیا کلام کرتے ہو؟ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ہم اہل عرب میں زمانہ قدیم سے دستور ہے کہ لڑائی کے وقت ہم رَجَز کے اشعار پڑھتے ہیں جس سے ہمارے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور شجاعت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے ان وعدوں پر ہمارا اعتماد پختہ ہوتا ہے جو وعدے اللہ نے ہمارے آقا و مولیٰ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی ہم سے کئے ہیں۔ مربوس نے کہا کہ تمہارے نبی نے تم سے کیا وعدہ کیا ہے؟ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے طول وعرض کے شہروں کو فتح کرے گا اور ہم ملک شام، عراق اور خراسان کے مالک ہو جائیں گے۔ مربوس نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ اللہ ظلم کرنے والوں کی مدد نہیں کرتا اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم ہم پر ظلم کرتے ہو اور اس چیز کا مطالبہ کرتے ہو جس کے تم مستحق نہیں ہو۔ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ہم خدا کے حکم سے ہی جہاد کرتے ہیں اور زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے مالک و وارث بنا دیتا ہے اور اے مربوس! صلیب کی پوجا ترک کر دے اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کر اور اپنا باطل مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لے تاکہ دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں بہشت کا حقدار ہو جائے۔ مربوس نے کہا کہ میں اپنے آبائی دین سے ہرگز منحرف ہونے والا نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے گردن میں لٹکائی ہوئی صلیب کو گریبان سے نکال کر چومی اور آنکھوں سے لگائی اور صلیب سے استعانت طلب کی۔ مربوس کی اس حرکت سے حضرت شرحبیل خشمناک ہوئے اور فرمایا کہ تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پھر حضرت شرحبیل نے مربوس پر حملہ کر دیا۔ مربوس بھی آزمودۂ جنگ تھا۔ اس نے تھوڑا ہٹ کر وار کو خالی پھیرا اور حضرت شرحبیل پر وار کیا جس کو حضرت شرحبیل نے سپَر پر لیا۔ دونوں میں شدت سے شمشیر زنی ہوتی رہی اور آگ کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔ دونوں نے لڑائی کے وہ ڈھنگ اور کرتب دکھائے کہ دونوں لشکر کے لوگ نظر کی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ مجاہدین حضرت شرحبیل کی ثبات قدمی اور سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے کیونکہ مربوس بہت ہی شدت سے اور اچھل اچھل کر وار کر رہا تھا اور حضرت شرحبیل کو اس پر وار کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ حضرت شرحبیل کی زیادہ تر سعی مربوس کا وار بچانے کی رہتی تھی۔ مسلسل شدت کے وار کرنے کی وجہ سے مربوس کی قوت بہت جلد صرف ہو گئی اور اس کے وار کی شدت میں نرمی لاحق ہوئی۔ حضرت شرحبیل نے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا اور وہ بھی وار کرنے لگے۔ بڑی دیر شمشیر زنی جاری رہی اور دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اب دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ دونوں گھوڑے پر سوار ہونے کی صورت میں گتھم گتھا ہو گئے۔ مربوس جسمانی اعتبار سے بہت ہی موٹا اور توانا تھا اور شرحبیل ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ سے

بہت ہی نحیف اور لاغر تھے لہٰذا مربوس نے ان کو زور سے دبوچ کر سست کر دیا اور قریب تھا کہ آپ کو گھوڑے کے زین سے کھ
کر قید کر لے یا شہید کر دے کہ دفعتہً حضرت ضرار بن ازور وہاں پہنچ گئے۔ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے اور غاف
تھے۔ حضرت ضرار نے مربوس کی پیٹھ میں لمبا خنجر پیوست کر کے ایسا گھومایا کہ اس کے اندرونی تمام اعضاء کٹ گئے اور وہ م
ہو کر زمین پر گرا۔

حضرت زبیر نے چار گبروں کو اور حضرت خالد نے روسیہ کے بادشاہ کو مار ڈالا:

لان کے بادشاہ مربوس کے قتل ہونے سے رومی لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ رومی بطارقہ اور رومی ملوک سینہ چاک ہو کر
گئے۔ باہان کے سینہ پر تو سانپ لوٹ گیا۔ اضطراب کے عالم میں ایک گبر میدان میں آیا اور گھوڑے کو گرداوے دینے لگا۔
رومی لشکر کا بہادر اور شہسوار سپاہی مانا جاتا تھا۔ مربوس کی موت کا قلق اور رنج اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ بحالت غصہ ز
زور سے پکار کر مقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت زبیر بن العوام میدان میں آئے اور آتے ہی ایک وار میں اس کا کام تمام
دیا۔ پھر دوسرا گبر میدان میں آیا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے لگا لیکن وہ بھی زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا۔ حضرت زبیر نے اس
گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کی گردن الگ ہو کر دور جا گری۔ پھر تیسرا گبر سینہ پھلاتا ہوا میدان میں مرنے آیا۔ کیونکہ
حضرت زبیر کی تلوار نے اس کا شاندار استقبال کیا اور سوئے جہنم بھیج دیا۔ چوتھا گبر مار ڈالوں گا کاٹ ڈالوں گا کا شور بلند کر
ہوئے حضرت زبیر سے ٹکرانے آیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں حضرت زبیر نے اس کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھائی۔

روسیہ کا بادشاہ جو لان کے مقتول بادشاہ مربوس کا داماد تھا اس نے دیکھا کہ حضرت زبیر نے ایک ساتھ چار شہسوار گبرو
کو خاک وخون میں ملا دیا ہے تو وہ لال پیلا ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کو میدان کی طرف آتا ہوا دیکھ کر حضرت خال
نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! حضرت زبیر نے چار گبروں کو قتل کرنے کی مشقت اٹھائی ہے اور اب وہ تھک گئے
ہوں گے لہٰذا انہیں واپس بلا لیں مبادا ان کو کوئی تکلیف پہنچے لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے زور سے پکار کر حضرت زبیر کو واپس بلا
لیا اور ان کی جگہ حضرت خالد بن ولید کو بھیج دیا۔ حضرت خالد معرکۂ میدان میں ایک لٹار مارنے اور چہل قدمی کے لئے گئے
ہوں ایسا محسوس ہوتا تھا کیونکہ جاتے ہی حضرت خالد نے حاکم روسیہ کو تلوار کا ایسا جھٹکا دیا کہ وہ کمر سے کٹ کر دو ٹکڑے ہو
کر زمین پر مردہ گرا۔

ایک لاکھ رومی تیر اندازوں کا اسلامی لشکر پر تیر برسانا= سات سو مجاہدوں کی آنکھیں پھوٹنا حضرت خالد کی بے مثل جوانمردی اور شجاعت

لان اور روسیہ کے دونوں بادشاہ کی ہلاکت کا حادثہ باہان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ باہان نے حسرت بھری آواز میں
کہا ہمارے دو ذی اہمیت بادشاہوں کو عربوں نے مار ڈالا۔ پھر خاموش ہو گیا اور سکتہ کے عالم میں بیٹھ کر سر پر ہاتھ دھرے سوچتا
رہا۔ ان مسلمانوں کا کیا علاج کرنا چاہئے یہ مسئلہ اس کے لئے پیچیدہ تھا۔ اب تک کی جنگ کا تجزیہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ

مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ قریب جا کر ان سے تلوار یا نیزہ سے لڑنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہمارے لشکر کے سپاہی ان کے قریب جاتے ہوئے بھی تھر تھر کانپتے اور لرزتے ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ دور سے اور سلامت فاصلہ پر رہ کر ہی کیا جا سکتا ہے اور یہ صرف تیراندازی سے ہی ممکن ہے لہٰذا اس نے اپنے لشکر کے ایک لاکھ تیراندازوں کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے آگے پہنچ کر مورچا سنبھال لیں اور تمام کے تمام ایک ساتھ اس طرح تیر برسائیں کہ سب کے تیر ایک ساتھ کمان سے نکلیں۔ چنانچہ تمام رومی تیرانداز لشکر کے آگے آ کر اپنی جگہ (Position) لی اور کمان میں تیر چڑھا کر مجاہدوں پر نشانہ باندھا اور باہان کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ باہان نے پاؤں میں زنجیر بندھے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ تمام کے تمام جلد از جلد تیراندازوں کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر باہان نے رومی سردار قناطر، قوریر اور جرجیر کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر زنجیر والے سپاہیوں کے پیچھے استادہ ہو جائیں تاکہ پہلے تیرانداز کثرت سے تیر برسا کر مجاہدوں کو بری طرح زخمی کر دیں اور پھر ان زخمیوں پر پورا لشکر یلغار کر کے نیزوں اور تلواروں سے انہیں ہلاک کر دے۔

باہان نے مذکور ترتیب سے لشکر آراستہ کرنے کے بعد تیراندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی ایک لاکھ کمانوں سے ایک لاکھ تیر چھوٹے۔ گویا تیروں کی موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔ اسلامی لشکر رومیوں کے اس مکر و فریب سے بے خبر تھا کہ اچانک تیروں کی بوچھار شروع ہوئی اور اسلامی لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اس کثرت سے تیر برستے تھے کہ تیروں نے آفتاب کو ڈھک دیا تھا۔ گھوڑوں کو تیر لگے تو وہ پیچھے مڑ کر بھاگنے لگے۔ مجاہدوں کی حالت بہت نازک تھی۔ کسی کا ہاتھ کسی کا پاؤں، کسی کا سینہ تو کسی کا شکم اور کسی کی آنکھ رومی تیروں کا نشانہ بنے تھے۔ مجاہد کثرت سے زخمی ہو رہے تھے۔ سات سو مجاہدوں کی آنکھیں تیر لگنے کی وجہ سے پھوٹ گئیں۔ ہر طرف سے ایک ہی شور سننے میں آتا تھا کہ "وَا عَیْنَاہ ، وَابَصَرَاہ یعنی ہائے میری آنکھ ، ہائے میری بصارت"۔ رومیوں کے تیروں نے اسلامی لشکر کو ہلبلا کر رکھ دیا مجاہدین پیچھے کو ہٹنے لگے اور بھاگنا شروع کیا اسلامی لشکر میں اس وقت قیامت صغریٰ کا منظر قائم ہو گیا تھا۔ زخمیوں کی چیخ پکار اور گھائل گھوڑوں کی ہنہناہٹ کا ایسا شور و غل بلند ہوا کہ اسلامی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ ایک عجیب بھگدڑ اور انتشار کا سماں بندھ گیا۔

رومی لشکر سے مسلسل تیروں کی بارش جاری تھی۔ حضرت ابو عبیدہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام اسلامی لشکر کی پراگندہ حالت دیکھ کر متردد اور مضطرب ہو گئے۔ تیروں کے سامنے زیادہ دیر ٹھہرنا دشوار اور محال تھا۔ کھلے میدان میں نہ تو کوئی آڑ ہے نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ تیروں سے اسلامی لشکر کو محفوظ رکھا جا سکے۔ رو رو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے تھے اور مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں استغاثہ کرتے اور استمداد کرتے تھے۔ بقول:

سرورِ دیں لیجئے اپنے ناتوانوں کی خبر
نفس و شیطاں سیدا کب تک دباتے جائیں گے

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد بن ولید بھی مضطرب و بیقرار ہو گئے۔ کثرت سے مجاہدوں کا زخمی ہونا ان پر بہت شاق گزرا۔ اسلامی لشکر

کے اہم رکن بھی تیر لگنے کی وجہ سے یک چشم ہو گئے تھے۔ (۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۲) حضرت سعید بن زید بن نفیل (۳) حضرت بکیر بن عبداللہ تمیمی (۴) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب (۵) حضرت راشد بن سعید اور دیگر اجلہ صحابہ کی آنکھوں میں تیر لگے تھے۔ اس دن سات سو مجاہدوں کی آنکھوں میں تیر لگنے کی وجہ سے اسلام کی تاریخ میں اس دن کو ''یوم التعویر'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی ''یک چشم ہونے کا دن''۔

حضرت خالد نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہم یہیں پر ٹھہرے رہے تو اسلامی لشکر ہلاک ہو جائے گا۔ رومی سردار کا فریب حضرت خالد اچھی طرح جان گئے تھے کہ وہ قریب سے لڑنا ٹالتا ہے اور دور کے فاصلہ سے حملہ کرنے کی بزدلی دکھا رہا ہے۔ لہٰذا کسی بھی صورت میں تیر اندازوں تک پہنچ جانا چاہئے۔ اگر ہم ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلوار کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ لیکن ان تک پہنچنا کس طرح؟ لاکھوں تیر ایک ساتھ برس رہے تھے اور باہان تیر اندازوں کو تیر زنی کی شدت کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ مجاہد کثرت سے زخمی ہو کر معذور ہو رہے تھے یا تو بھاگ رہے تھے۔

حضرت خالد نے بلند آواز سے پکارا کہ اے شمع رسالت کے پروانو! رومیوں کے تیر کے خوف سے میدان جہاد سے مت بھاگو۔ جہاد سے بھاگنا گناہ عظیم ہے اور اللہ کے غضب کے حقدار بننا ہے۔ موت سے ڈر کر بھاگتے ہو لیکن بھاگ کر بھی تم نہیں بچو گے کیونکہ رومی تمہارا تعاقب کر کے تمہیں مار ڈالیں گے اور اس طرح مرنا بزدلی کی موت مرنے میں شمار ہو گا لہٰذا پیٹھ دکھانے کے بجائے سینہ سپر ہو جاؤ۔ ذلت کی موت مرنے کے بجائے عزت اور سرخ روئی سے مرنا اختیار کرو۔ کون ہے جو میرا ساتھ دے اور موت کو گلے لگائے تیروں کی بارش کو چیر اور چھید کر رومی لشکر پر حملہ کرنے سامنے جائے۔ یاد رکھو! یہ صلیب کے پوجاری بزدل اور نامرد ہیں۔ قریب آ کر تلوار زنی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ قریب آ کر لڑنے کی ان میں ہمت ہی نہیں لہٰذا فاصلہ پر رہ کر تیر چلاتے ہیں۔ اگر ہم کسی صورت سے ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلوار کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔

حضرت خالد کی اس پکار جاں نثاری پر تمام مجاہدوں نے لبیک کہا اور کہا کہ اے سیف اللہ! جب مرنا ہی ہے تو کیوں بہادری سے نہ مریں۔ پیٹھ دکھا کر بھاگ کر بھی انجام موت ہی ہے تو پھر کیوں سینہ سپر ہو کر موت کو گلے نہ لگائیں۔ بقول:

مٹ کہ گر یونہی رہا قرضِ حیات
جان کا نیلام ہو ہی جائے گا

(از: امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضرت خالد نے مجاہدوں سے فرمایا کہ اے اسلام کے کفن بردوش مجاہدو! نکلو اور رومی لشکر کی طرف چل پڑو۔ اپنے آگے ڈھال کو اس طرح رکھو کہ چہرہ اور سینہ چھپ جائے۔ جسم کے باقی اعضاء پر تیر لگے تو لگنے دو۔ زخم ضرور آئے گا لیکن وہ مہلک نہیں ہو گا بعد میں بھر جائے گا۔ صرف چند لمحوں کا معاملہ ہے۔ رومی لشکر اور ہمارے درمیان جو میدان ہے اسے طے کرنا ہے۔ ڈھال کی آڑ لے کر سب کے سب مثل کودتی ہوئی بجلی کی طرح دوڑ کر ان تیر اندازوں تک پہنچ جاؤ۔ بیچ میں جو میدان ہے صرف اتنا فاصلہ طے کر کے اگر ہم ان تک پہنچ گئے تو ہماری تلواریں ان کے تیروں سے برسنے والی آگ کو سرد کر دیں گی۔ اپنے

آقا و مولیٰ، دافع البلاء، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت و امداد پر اعتماد کرتے ہوئے برستے تیروں کے موت کے دریا میں کود پڑو۔ بقول:

آنے دو یا ڈبو دو ، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

اور......!!!؟ اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں نے شجاعت، بہادری، دلیری، جاں نثاری، جاں فشانی اور قربانی کو بھی سرخ روئی اور عزت بخشی۔ لُغت میں ان الفاظوں کو عزت فزائی حاصل ہوا ایسا تاریخ کا بے مثل و عظیم کارنامہ انجام دیا۔ رومی سپاہی لگاتار تیر چلا رہے تھے اور اسلام لشکر کے افراد کو مجروح کر رہے تھے کہ دفعۃً ہزاروں مجاہد اب تیر کی طرح اسلامی لشکر سے چھوٹے اور جس طرح بجلی کودتی ہوئی دوڑتی ہے اس طرح برق رفتاری سے تیروں کے سامنے دوڑ پڑے۔ رومی تیراندازوں کے وہم و گمان سے ورا معاملہ دیکھ کر ان کو اپنی آنکھوں پر بھروسہ نہ آیا کہ واقعی مسلمان دوڑ کر آ رہے ہیں یا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہم خواب دیکھ رہے ہیں یا حقیقت سے دوچار ہیں اس کی تحقیق کرنے کے لئے بعضوں نے آنکھیں مسلیں اور پپٹائیں اور بعضوں نے اپنے گالوں کو چونٹا بھر کر نوچا۔ جب ان کو یہ یقین ہوا کہ واقعی ہم بیدار ہیں اور اس وقت جو منظر دیکھ رہے ہیں وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے تو وہ لرز گئے۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور بوکھلا گئے۔ یہ عرب انسان ہیں یا جنات ہیں یہی پتہ نہیں چلتا۔ زندگی سے بے پروا ہو کو موت کے سامنے اس طرح دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ گویا موت ان کی دلربا و محبوبہ ہے۔ اسلام کے کفن بردوش مجاہدوں کا موت سے کھیلنے کا حوصلہ دیکھ کر بہت سے رومیوں کے ہاتھوں سے تیر و کمان گر گئے اور بہت سے تیرانداز موت کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے مجاہدوں کے ہمراہ تیراندازوں تک پہنچ گئے۔ رومی تیرانداز کچھ سوچیں اور کچھ اقدام اٹھائیں اس کے قبل تو مجاہدوں کی تلواریں ان کے سروں پر پڑنی شروع ہو گئیں۔ تیراندازوں کے ہاتھوں میں صرف تیر اور کمان تھے، کسی کے پاس نیزہ یا تلوار نہیں تھی لہٰذا مجاہدوں کی تلواروں سے اپنا دفاع کرنے کا ان کو موقع ہی نہ ملا۔ جس طرح ایک بپھرا ہوا شیر بھیڑ بکریوں کے جھنڈ پر حملہ آور ہو کر انہیں پھاڑ دیتا ہے اسی طرح اسلامی لشکر کا ہر مجاہد شیر ببر کی طرح رومی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا بلکہ جس طرح کھیت میں اگی ہوئی فصل کاٹی جاتی ہے اس طرح رومیوں کے سروں کو کاٹ کر پھینک دیئے۔ رومی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ رومیوں کے پاؤں تلے کی زمین سرک گئی۔ یک لخت ان کے قدم اکھڑ گئے اور جان کے لالے پڑ گئے۔ مجاہدوں نے ان پر اس کثرت سے تیغ زنی کی کہ ان کے چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) سپاہی مقتول ہوئے۔ تھوڑی دیر پہلے اسلامی لشکر پر آفت کے بادل منڈلا رہے تھے لیکن اب معاملہ برعکس تھا۔ بادل چھٹ گئے تھے اور غلبہ اور فتح کی امید کی کرنیں درخشاں تھیں۔

حضرت خالد کی دلیری نے اسلامی لشکر کے مجاہدوں کے پائے تزلزل کو ثبات بخشا اور مجاہدوں میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔

یہاں تک کہ خواتین بھی شمشیریں لے کر میدان میں کود پڑیں۔

خواتین اسلام کی رومیوں سے جنگ:

جب رومیوں کے ایک لاکھ تیراندازوں نے تیروں کی بارش شروع کر کے مجاہدوں کو تتر بتر اور پراگندہ کر دیا تھا اور مجاہد پیچھے ہٹ رہے تھے اور بھاگ رہے تھے تب لشکر کے پیچھے سے خواتین اسلام خیموں کی لکڑیوں اور پتھروں سے مجاہدوں کے گھوڑوں کو مارتیں تھیں اور ان کا رخ معرکہ جنگ کی طرف پھیر دیتی تھیں اور مجاہدوں کو عار اور شرم دلاتی تھیں لہٰذا غیرت کی وجہ سے مجاہد بھاگنے سے رک کر واپس پلٹتے تھے۔ جب رومیوں کی طرف سے تیراندازی تھم گئی تب پھر ایک مرتبہ تلوار زنی اور نیزہ زنی کا دورہ شروع ہوا۔ اس وقت مجاہدوں کے ہمراہ خواتین اسلام بھی تلواریں ہاتھ میں لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں اور رومیوں پر قیامت ڈھا دی۔

حضرت ابوسفیان بن حرب کی زوجہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کہ جنہوں نے جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجا چبایا تھا لیکن فتح مکہ کے دن حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوئی تھیں وہ حضرت ہند بنت عتبہ اپنی ماضی کی خطاؤں کی تلافی میں آج اپنی جان ہتھیلی میں لے کر دشمنان اسلام سے بڑی دلیری سے تلوار زنی کرتی تھیں۔ رومی سپاہی پر تلوار کا وار کر کے اس کو زمین پر مردہ ڈال دیتی تھیں اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے پکار کر کہتی تھیں کہ اے گروہ مؤمنین! ان بے ختنہ بریدہ گبروں کو کاٹ کر پھینک دو۔ حضرت ہند کی متابعت میں ان کے شوہر حضرت ابوسفیان بھی مجاہدوں کو بلند آواز سے پکار کر جوش دلاتے تھے۔

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، اصدق الصادقین، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اَسماء بنت ابوبکر صدیق اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوام کے ہمراہ معرکۂ میدان میں اپنے شوہر کا برابر ساتھ نبھاتی تھیں۔ حضرت زبیر بن العوام کسی ایک رومی کو قتل کرتے تھے تو حضرت اسماء بھی ایک رومی کو اپنی تلوار سے قتل کرتی تھیں۔ اگر حضرت زبیر دو کو مار ڈالتے تھے تو حضرت اسماء بھی دو کو تہ تیغ کرتی تھیں۔ الغرض وہ اپنے زوج محترم سے شانہ سے شانہ اور قدم سے قدم ملا کر دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتی تھیں۔

حضرت ضرار بن ازور کی بہن حضرت خولہ بنت ازور تو مثل شیرنی رومی لشکر کے بھیڑیوں کو چیرتی اور پھاڑتی تھیں۔ اچانک ایک بھاری جسامت اور لمبے قد وقامت کا گبران کے سامنے آ گیا۔ حضرت خولہ کے تلوار زنی کے کرتب سے رومی گبر کے پسینے چھوٹ گئے اور اس کو اپنی موت نظر آنے لگی لیکن اتفاق سے حضرت خولہ کی تلوار ٹوٹ گئی گبر نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر حضرت خولہ پر تلوار کا وار کر دیا حضرت خولہ نے اس کا وار ڈھال پر لے کر بچانے کی کوشش کی۔ تلوار ڈھال پر پڑی مگر ڈھال سے سرک کر حضرت خولہ کے سر میں لگی۔ خون کا فوارا جاری ہوا اور حضرت خولہ گھوڑے سے زمین پر گریں۔ ان کو زمین پر پڑی دیکھ کر گبر نے اپنا نیزہ نکال کر راست کیا اور یہ ارادہ کیا کہ گھوڑے کی پشت پر سوار رہتے ہوئے حضرت خولہ کے سینہ میں نیزہ پیوست کر دے۔ حضرت عفیرہ بن عفار نے دیکھا کہ حضرت خولہ بنت ازور کی جان خطرہ میں ہے تو فوراً اپنے

گھوڑے کو کودایا اور گبر کے گھوڑے کے قریب کھڑا کر دیا اور تلوار کا ایسا سخت وار کیا کہ گبر کا سرتن سے الگ ہو کر دور جا کر گرا۔ پھر حضرت عفیرہ اپنے گھوڑے سے اتر کر حضرت خولہ کے پاس آئیں اور ان کا سر اٹھایا تو ان کا سر خون سے اس طرح لت پت تھا کہ ان کے تمام بال خون سے رنگین ہو گئے تھے۔ حضرت خولہ نیم بیہوشی کے عالم میں تھیں۔ حضرت عفیرہ نے ان کو جھنجھوڑا اور پوچھا کہ اے میری بہن خولہ تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت خولہ نے آنکھیں کھولیں۔ ان کا سر حضرت عفیرہ بنت عفار کی گود میں تھا۔ حضرت خولہ نے کہا کہ اے عفیرہ! میرا گمان ہے کہ میں نہیں بچوں گی اور مر جاؤں گی۔ کیا تم نے میرے بھائی ضرار کو کہیں دیکھا ہے؟ حضرت عفیرہ نے کہا کہ ہاں تھوڑی دیر پہلے میں نے ان کو صحیح و سالم دیکھا ہے۔ حضرت خولہ نے کہا کہ میرے بھائی کو میرا اسلام کہنا۔ پھر حضرت خولہ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِدَاءً لِاَخِيْ وَلَا تَفْجَعْ بِهِ الْاِسْلَامَ''

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھ کو میرے بھائی کا عوض کر دے اور میرے بھائی کے سبب سے اسلام کو رنجیدہ مت کر''، یعنی حضرت خولہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ مجھ کو میرے بھائی کے بدلے شہید کر دے اور میرے بھائی کو سلامت رکھے کیونکہ میرے بھائی کو کچھ ہو گیا تو لشکر اسلام کو بہت صدمہ ہو گا اور ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔

حضرت عفیرہ نے حضرت خولہ کو تسکین دی اور اطمینان دلایا اور ان کو کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت خولہ کثرت سے خون بہہ جانے کی وجہ سے کھڑی نہیں ہو سکتی تھیں لہٰذا حضرت عفیرہ نے ان کو اٹھا لیا اور خیمہ میں لائیں اور ان کا زخم باندھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت خولہ بچ گئیں اور رات کو وہ لشکر کی نگہبانی کے لئے گشت کرتی تھیں۔ حضرت ضرار نے ان کو دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے تو پوچھا کہ اے بہن یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت خولہ کے ساتھ حضرت عفیرہ تھیں حضرت عفیرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ بھائی جان ان کو ایک گبر نے زخمی کر دیا تھا لیکن میں نے فوراً انتقام لیتے ہوئے گبر کو واصل جہنم کر دیا۔ حضرت ضرار نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ الحمد للہ! مجھ کو بھی بہت کافی تعداد میں کافروں کو جہنم رسید کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

الحاصل! ''یوم التعویر'' کے دن یعنی جنگ یرموک کے بارہویں دن خواتین اسلام نے جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا اس کو دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہد یہاں تک کہتے تھے کہ اگر آج ہم نے دلیری اور ثابت قدمی نہ دکھائی تو ان عورتوں سے ہم زیادہ مستحق ہیں کہ ہم پردہ نشینی اختیار کریں۔

جب آفتاب غروب ہوا تو جنگ موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنے کیمپ میں واپس لوٹے۔ اس دن کی جنگ کو مورخین نے حضرت خالد بن ولید کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس دن حضرت خالد نے اتنی کثرت سے تیغ زنی کی تھی کہ ان کے ہاتھ سے کُل نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ علامہ واقدی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے بارہویں دن جن لوگوں نے حضرت خالد بن ولید کو رومیوں سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس دن حضرت خالد بن ولید نے تن تنہا ایک سو مجاہدوں جتنا قتال کیا ہے۔ علاوہ ازیں دن بھر وہ الگ الگ محاذ پر پہنچ کر رومی لشکر کے اہم افراد کو قتل کر دیتے تھے۔

اس دن حضرت خالد بن ولید کی وجہ سے ہی جنگ کا رخ پلٹا تھا۔ جب رومی تیراندازوں نے تیروں کی بوچھار شروع کی تھی اس وقت بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسلامی لشکر کی شکست یقینی ہے رومی لشکر غالب آ جائے گا لیکن حضرت خالد بن ولید نے دلیری دکھائی اور اسلامی لشکر کے مجاہدوں کو ثابت قدم رکھا اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس دن حضرت خالد بن ولید رومی لشکر کے اہم رکن اور ملک شام کے مشہور شہسوار اور نصرانی مذہب کے پیشوا بطریق ''نسطور'' کو قتل کر کے رومی لشکر کی کمر توڑ دی۔ حضرت خالد اور بطریق نسطور میں جو جنگ ہوئی تھی اس کا ذکر ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

''بطریق نسطور اور حضرت خالد میں جنگ حضرت خالد کی مقدس ٹوپی کا گر جانا''

بطریق نسطور رومی لشکر کا اہم رکن تھا۔ پورے ملک شام میں اس کی بہادری کا شہرہ تھا۔ بطریق نسطور کو اپنی بہادری کا بہت گھمنڈ اور غرور تھا۔ میدان جنگ میں وہ اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے عمدہ ریشمی لباس فاخرہ پہن کر اعلیٰ بناوٹ کے جنگی آلات اور زرہ سے سج دھج کر آیا تھا۔ اس کو یہ خبر ملی کہ حضرت خالد نے رومی لشکر پر قیامت برپا کر رکھی ہے لہٰذا وہ حضرت خالد سے ٹکر لینے آ پہنچا۔ حضرت خالد کے سامنے آ کر رومی زبان میں تو تلا پن کرنے لگا اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنی شجاعت اور دلیری کی شیخی مارنے لگا۔ حضرت خالد نے اس پر تلوار کا وار کیا لیکن اس نے ڈھال پر لیا۔ پھر اس نے حضرت خالد پر تمام طاقت اکٹھی کر کے وار کیا لیکن حضرت خالد نے اس کا وار خالی پھیر دیا۔ دونوں میں شدت سے تلوار زنی ہونے لگی اور دونوں کی تلواریں بجنے لگیں۔ نسطور کہنہ مشق اور آزمودہ جنگجو تھا لہٰذا وہ حضرت خالد سے برابر ٹکر لے رہا تھا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہو رہی تھی کہ دفعۃً حضرت خالد بن ولید کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل گرا۔ گھوڑے کے ساتھ حضرت خالد بھی گھوڑے کے سر کی جانب جھکے۔ جب حضرت خالد کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور جھک کر گر رہا تھا تب حضرت خالد اپنے گھوڑے کو سہلانے کے لئے زور سے ''ہے، ہے'' کہتے تھے۔ اس حادثہ کا فائدہ اٹھا کر بطریق نسطور نے حضرت خالد کی پیٹھ پر تلوار کا وار کیا لیکن حضرت خالد نے لوہے کی مضبوط زرہ پہنی تھی لہٰذا تلوار نے کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

حضرت خالد کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گرا مگر فوراً لغزش قدم کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس افراتفری میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گر گئی۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ ان کی ٹوپی گر گئی ہے تو انہوں نے زور سے پکارا کہ......؟؟؟۔ پورا واقعہ امام سیر علامہ واقدی سے سماعت فرمائیں:

''اور اٹھا گھوڑا خالد بن الولید کا اپنی لغزش قدم سے اور گر پڑا تاج خالد بن الولید کا ان کے سر سے پس پکار کر کہا انہوں نے کہ لو میرے تاج کو پر لیا تاج کو ایک شخص نے بنی مخذوم سے۔ پس رکھ لیا خالد بن الولید نے اس کو اپنے سر پر۔ پس کہا اس شخص نے اے ابا سلیمان! تم اس حال لڑائی میں ہو اور تاج طلب کرتے ہو؟ پس کہا خالد بن الولید نے بتحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس وقت منڈایا تھا اپنے سر مبارک کے بالوں کو حجۃ الوداع میں، لے لئے تھے میں نے کچھ موئے مبارک ان کی پیشانی کے۔ پس فرمایا تھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم ان بالوں کو کیا کرو گے؟ میں نے عرض کی تھی

بطور تبرک کے رکھوں گا میں اے رسول اللہ کے اور اعانت طلب کروں گا میں ان سے اپنے دشمنوں کی لڑائی میں پس فرمایا تھا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہمیشہ تم فتح یاب رہو گے جب تک کہ یہ بال تمہارے پاس رہیں گے۔ پس رکھ لیا تھا میں نے ان بالوں کو آگے کی طرف اپنے تاج میں۔ پس نہیں ملاقی ہوا میں کسی جماعت سے کبھی حالانکہ وہ کلام سر پر تھا مگر یہ کہ شکست دی میں نے اس جماعت کو اور یہ سب برکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔"

(حوالہ: "فتوح الشام" از: علامہ واقدی، ص ۲۶۵)

علامہ محمد عمرو الواقدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب کی عبارت ہم نے حرف بحرف نقل کی ہے۔ قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس عبارت کے مطالعہ سے حسب ذیل حقائق سامنے آئیں گے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک بطور تبرک لئے تھے۔

(۲) جب حضرت خالد بن ولید نے موئے مبارک بطور تبرک لئے، تب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم ان بالوں کو کیا کرو گے۔ حضرت خالد نے عرض کیا کہ میں ان بالوں کو اپنے پاس بطور تبرک رکھوں گا اور ان مقدس بالوں سے اعانت طلب کروں گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خالد بن ولید کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا اور ان سے اعانت یعنی مدد طلب کرنا جائز اور روا ہے۔

(۳) جب حضرت خالد بن ولید نے موئے مبارک کے متعلق اپنا اعتماد بارگاہِ رسالت میں عرض کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کی تائید فرمائی اور مزید ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ بال تمہارے پاس رہیں گے تم ہمیشہ فتح یاب رہو گے۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک سے مدد طلب کرنا شرک ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خالد کو روکتے اور منع فرماتے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ لہٰذا یہ بال اپنے ساتھ بطور تبرک رکھ کر اس سے اعانت طلب کرنا۔ حضور اقدس نے حضرت خالد کو قطعاً منع نہیں فرمایا۔ منع فرمانا تو درکنار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کے عقیدہ کو پختہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے پاس میرے مقدس بال رہیں گے تم ہمیشہ فتح یاب رہو گے۔ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے اعانت طلب کرنا یقیناً جائز ہے۔

(۴) حضرت خالد بن ولید کا عقیدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید سے ایسا پختہ اور راسخ ہو گیا کہ انہوں نے اپنے آقا و مولیٰ، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے "گیسوئے اقدس" اپنی ٹوپی میں رکھ لئے اور ہر جنگ میں ان مقدس بالوں سے اعانت طلب کرتے تھے۔

(۵) حضرت خالد بن ولید نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے ہمیشہ اعانت طلب کی اور ان

کو ہر محاذ پر اس کا فائدہ پہنچا جس کا اقرار کرتے ہوئے حضرت خالد نے فرمایا کہ جب بھی میرا دشمنان اسلام سے مقابلہ ہوا تب میں نے دشمنوں کو ان مقدس بالوں کی وجہ سے شکست دی ہے۔

(۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے سبب حضرت خالد نے جو فتح و نصرت حاصل کی تھی وہ کوئی سنی سنائی بات نہ تھی بلکہ حضرت خالد کا تجربہ تھا۔ اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر حضرت خالد بن ولید یقین کے درجہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے دشمنوں کو جو شکست دی ہے وہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہے لیکن...... افسوس...... کہ......؟

دور حاضرہ کے منافقین کے علماء حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آثار مقدسہ کی زیارت سے ملت اسلامیہ کو روکنے کے لئے طرح طرح کے بہانے اور حیلے تراشتے ہیں اور تبرکات کی عظمت و احترام کا صاف انکار کرتے ہیں۔ مثلاً:

وہابی، دیوبندی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت، مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

''کہیں کہیں جبہ شریف یا موئے شریف پیغمبر یا کسی بزرگ کا مشہور ہے' اس کی زیارت کے لئے یا تو ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کراتے ہیں اور زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں ہوتی اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں۔''

(حوالہ: بہشتی زیور، ناشر: ربانی بک ڈپو، دہلی، جلد:۶، ص:۳۸۶)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے اقدس کی زیارت سے روکنے کے لئے تھانوی صاحب نے (۱) زیارت کرانے والوں میں عورتوں کا ہونا (۲) تبرکات کی سند نہ ہونا (۳) اگر سند ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ضمن میں ہم نے مختصر بحث جنگ قنسرین میں کر دی ہے۔ یہاں مزید کچھ عرض کرنے سے پہلے تھانوی صاحب کا تبرکات کے متعلق کیا عقیدہ اور نظریہ تھا وہ پیش خدمت ہے۔

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:

''اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں۔ مثلاً کرتہ وغیرہ' یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے۔''

(حوالہ: (۱) کمالات اشرفیہ، ملفوظات اشرف علی تھانوی
ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون۔ باب:۱، ملفوظ:۱۰۰۴، ص:۲۵۱)
(۲) حسن العزیز، از: خواجہ عزیز الحسن، ناشر۔ مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون

جلد:۱، حصہ:۴، قسط:۱۹، ملفوظ:۶۳۴، ص:۱۴۷)

حل نعت: (۱) شغف = بے حد محبت، بے انتہا رغبت۔ (حوالہ: فیروز اللغات، ص:۸۴۳)

(۲) کیا رکھا ہے = (محاورہ)۔ کچھ باقی نہیں۔ کیا خصوصیت ہے۔ کیا انوکھا پن ہے۔

(حوالہ: فیروز اللغات، ص:۱۰۶۹)

مندرجہ بالا ملفوظ میں تھانوی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کے تبرکات سے تھانوی صاحب کو محبت و رغبت اس لئے نہیں کہ بقول ان کے ان تبرکات میں کیا رکھا ہے؟ یعنی ان تبرکات میں کچھ باقی نہیں لہٰذا ان تبرکات کی کوئی خصوصیت یا انوکھا پن نہیں۔ قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول تو یہ فرمائیں کہ ان تبرکات میں فتح و غلبہ عطا فرمانے کی اور اعانت و مدد طلب کرنے کی خصوصیت اور انوکھا پن ہے اور اسی لئے انہوں نے موئے مبارک کو برائے حصول برکت اپنی ٹوپی میں رکھے اور ان موئے مبارک سے بے حد محبت و بے انتہا رغبت یعنی ایسا شغف تھا کہ دوران جنگ ٹوپی گر گئی تو بے قرار و بے چین ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو ٹوپی اٹھانے کے لئے پکارا اور فرمایا کہ اس ٹوپی کی برکت سے مجھے فتح و غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ تھانوی صاحب کا عقیدہ حضرت خالد کے عقیدہ سے کتنا متضاد ہے اور کتنا فاسد ہے؟ اس کا فیصلہ قارئین کرام فرمائیں۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی کا یہ عقیدہ و نظریہ ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ لیکن اجلہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات مثلاً موئے شریف، جبہ شریف، ملبوسات شریف، نعلین شریف، رداء یعنی کمبل شریف، پیالہ یعنی کاسہ شریف وغیرہ کو دنیا کی بہترین نعمت اور رحمت جان کر اسے اپنے پاس بطور تبرک رکھتے تھے۔ اس کی تعظیم و توقیر بجا لاتے تھے، اس سے شفاء، تندرستی، فتح، نصرت اور برکت حاصل کرتے تھے۔ بلکہ اپنے عاشقوں کو خود آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تبرکات عنایت فرماتے تھے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس ضمن میں قرآن و احادیث کے براہین و شواہد پیش کر کے تفصیلی گفتگو کی جائے لہٰذا قارئین کرام کے ذوق طبع اور ضیافت طبع کی خاطر چند احادیث پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف:

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ:

''اَنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ دَعَا بِالۡحَلَّاقِ وَ نَاوَلَ الۡحَالِقَ شَقَّہُ الۡاَیۡمَنُ فَحَلَقَہُ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلۡحَۃَ الۡاَنۡصَارِیَ فَاَعۡطَاہُ اِیَّاہُ ثُمَّ نَاوَلَ الشَّقَ الۡاَیۡسَرَ فَقَالَ اِحۡلَقۡ فَحَلَقَہٗ فَاَعۡطَاہُ اَبَا طَلۡحَۃَ فَقَالَ اَقۡسِمۡہُ بَیۡنَ النَّاسِ''

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ

انصاری کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دیئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو مونڈنے کا حکم فرمایا اور وہ سب بال بھی ابوطلحہ کو عطا فرمائے اور ابوطلحہ کو حکم فرمایا کہ ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔"

(حوالہ: "بدر الانوار فی آداب الآثار، از: امام احمد رضا، ناشر: المجمع الاسلامی، مبارکپور، ص:۱۳)

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے عطا فرمائے۔ موئے اقدس کوئی کھانے پینے کی چیز تو نہ تھے کہ برائے اکل وشرب دیئے گئے ہوں بلکہ لوگوں کو صرف اس لئے موئے مبارک دیئے گئے تھے کہ لوگ ان مقدس بالوں کو اپنے پاس رکھیں اور رحمت و برکت حاصل کریں۔ ناظرین انصاف کریں کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے موئے مبارک کو باعث برکت کی خصوصیت کی بناء پر اپنے صحابہ کو عطا فرمائیں۔ صحابہ کرام ان مقدس بالوں کو حصولِ برکت کے لئے اپنے پاس رکھیں لیکن تبلیغی جماعت کے تھانوی صاحب یہ کہیں کہ "اس میں کیا رکھا ہے؟"۔ حق و باطل کا فیصلہ حدیث کی روشنی میں کریں۔

حدیث شریف:

صحیح بخاری شریف میں حضرت عثمان بن عبداللہ بن مواہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلْمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا"

ترجمہ: "حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی۔ اس پر خضاب کا اثر تھا۔" (حوالہ: ایضاً، ص:۱۴)

قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ حضرت عثمان بن عبداللہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرائی۔ زیارت کرنے والے صحابیٔ رسول مرد اور زیارت کرانے والی محترمہ ام المومنین۔ لیکن تھانوی صاحب نے اپنی مضحکہ خیز کتاب "بہشتی زیور" میں موئے مبارک کی زیارت کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ "زیارت کرانے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں" جس کا مطلب یہ ہوا کہ عورتیں زیارت کراتی ہیں اس لئے زیارت کرنا منع ہے۔ اگر اسی وجہ سے زیارت کی ممانعت لازم آتی ہے تو تبلیغی جماعت کے متبعین تھانوی صاحب کے فتوے کی رو سے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق کیا حکم لگائیں گے؟

حدیث شریف:

صحیح مسلم شریف میں ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ:

"اِنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسِيَّةٍ كِسْرَوَانِيَّةً لَهَا لِبْنَةُ دِيْبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوْفَيْنِ بِالدِّيْبَاجِ وَقَالَتْ هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبِسُہَافَنَحْنُ نَغْسِلُہَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِہَا "

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت کا نکالا، اس کی پلیٹ ریشمی تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں اور شفاء چاہتے ہیں۔" (حوالہ: ایضاً)

ناظرین کرام! توجہ فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جبہ شریف کو حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق دھو کر اس کا دھون مریضوں کو حصول شفاء کے لئے پلاتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ذی مرتبت صحابیہ ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ شریف میں "شافی الامراض" یعنی بیماروں کو شفا دینے کی خصوصیت ہے جبکہ تبلیغی جماعت کے حکیم الامت ملا تھانوی صاحب حضور اقدس کے جبہ شریف کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ "اس میں کیا رکھا ہے؟" حق اور باطل کا فیصلہ ناظرین کرام فرمائیں۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے صرف اتنی گزارش ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے تبرکات سے فیض و برکت حاصل کرنا زمانہ قدیم سے اب تک صلحاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، ائمہ، علماء وغیرہ میں رائج اور مشروع رہا ہے۔ قرآن و احادیث اور کتب معتمدہ معتبرہ میں اس کے وافر و کثیر دلائل و شواہد موجود ہیں۔ اہل ذوق حضرات سے التماس ہے کہ قرآن مجید، پارہ:۲، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۲۴۸ میں تابوت سکینہ کا بیان ہے اس کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

اب ہم ہمارے معزز قارئین کرام کو ملک شام کے یرموک کے میدان میں واپس لے چلتے ہیں، جہاں جنگ یرموک کے بارہویں دن کی جنگ جاری ہے۔

حضرت خالد نے مقدس گیسو والی ٹوپی پہنی اور بطریق نسطور کو قتل کیا:

گھوڑے کی ٹھوکر کھانے کی وجہ سے بطریق نسطور کو حضرت خالد پر وار کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے حضرت خالد کی پشت پر تلوار کی ضرب لگائی لیکن حضرت خالد نے لوہے کی زرہ پہنی تھی لہٰذا تلوار نے کچھ کام نہیں کیا۔ حضرت خالد کا گھوڑا بھی لغزش قدم سے ٹھوکر کھا کر فوراً کھڑا ہو گیا لیکن اس درمیان حضرت خالد کی ٹوپی زمین پر گر گئی۔ ٹوپی کے گرتے ہی حضرت خالد بے چین و بے قرار ہو گئے کیونکہ یہ ٹوپی ان کے لئے سب کچھ تھی۔ بلکہ یوں کہنا بھی مناسب ہے کہ اس ٹوپی میں حضرت خالد کی جان تھی کیونکہ اس ٹوپی میں حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک (بال شریف) تھے۔ جس کی برکت سے حضرت خالد ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے۔ حضرت خالد نے بلند آواز سے پکارا کہ میرا تاج گر گیا ہے اسے اٹھا لو۔ حضرت خالد کے ساتھیوں میں سے قوم بنی مخزوم کے ایک مجاہد نے حضرت خالد کی پکار سن لی۔ اس مجاہد نے اپنی جان کی پروا کئے بغیر گھمسان کی لڑائی میں جہاں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے کچل جانے کا کامل اندیشہ تھا اپنی جان ہتھیلی میں لے کر اس مجاہد نے حضرت خالد کی ٹوپی کو ڈھونڈ نکالا اور حضرت خالد کو ٹوپی پہنچا دی۔

مقدس گیسوؤں والی ٹوپی واپس مل جانے پر حضرت خالد کی جان میں جان اور دم میں دم آیا۔ حضرت خالد نے ٹوپی سر
رکھی اور ٹوپی پر سرخ ''سر بند'' باندھ کر اسے محفوظ کرلیا تا کہ پھر دوسری مرتبہ گر نہ جائے۔ مقدس ٹوپی سر پر رکھتے ہی حضرت
خالد میں ایک ایسا جوش پیدا ہوا کہ ان کی جسمانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ حضرت خالد نے بطریق نسطور پر تلوار کا جو وار کیا وہ ا
شدید تھا کہ اس کی لوہے کی زرہ کو کاٹ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ رومیوں نے دیکھا کہ ہمارے لشکر کا اہم رکن
نسطور بطریق دو حصہ (Part) ہو کر زمین پر مردہ پڑا ہے تو ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ قدم اکھڑ گئے اور معرکہ جنگ سے فرا
اختیار کر کے لشکر کے کیمپ کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے بھاگنے والے رومی سپاہیوں ک
تعاقب کیا اور ان کے سروں پر تلواریں چمکائیں اور لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

حضرت خالد بن ولید نے اتنی کثرت سے تیغ زنی کی تھی کہ تلوار گھوما گھوما کر ان کے بازو شل ہو گئے تھے مگر اس کے
باوجود بھی انہوں نے شمشیر زنی کا اور جہاد کا حق ادا کر دیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو مسلسل تلوار زنی کی مشقت
برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابا سلیمان! اب توقف کرو! تعاقب مت کرو! اپنی جان کو تھوڑا آرام دو! خدا کی قسم
تم نے آج جہاد کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ اے سردار! اللہ تعالیٰ میری نیت جانتا ہے۔ میری آج یہ
نیت ہے کہ اسلام کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ لہٰذا آج مجھے لڑنے سے مت روکو۔ چنانچہ حضرت خالد نے
رومی سپاہیوں کا رومی لشکر کے کیمپ تک تعاقب کیا اور کثیر تعداد میں رومی سپاہیوں کو قتل کر کے واپس آئے۔ المختصر! حضرت خالد
بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن بھر جنگ کرتے رہے اور آفتاب غروب ہوا تب اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے۔ جنگ
یرموک کے بارہویں دن رومی لشکر کے چالیس ہزار (40,000) سپاہی مقتول ہوئے تھے۔

رات کے وقت اسلامی لشکر کے کیمپ میں زخمیوں کے زخم باندھنے اور مرہم پٹی کرنے کے بعد مجاہدوں نے نماز ادا کی۔
پھر کچھ حضرات عبادت میں مشغول ہو گئے اور بقیہ دن بھر کی تھکن کی وجہ سے بستر استراحت پر گئے۔ اسلامی لشکر کے کیمپ کی
نگہبانی کی ذمہ داری حضرت ابوعبیدہ نے اپنے سر لی اور وہ رات کے وقت چند مجاہدوں کے ہمراہ کیمپ کی نگہبانی کرنے کے
لئے گشت کرتے تھے۔ بہت رات گزرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے کیمپ کے اردگرد دو گھوڑے سواروں کو
گشت کرتے دیکھا۔ حضرت ابوعبیدہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان دو سواروں کی طرف گئے اور جب ان کے درمیان تھوڑا فاصلہ
باقی رہا تو زور سے پکار کہا کہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ''۔ ان دونوں سواروں نے بلند آواز سے جواب دیا کہ ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم)۔ حضرات ابوعبیدہ یہ جواب سن کر ان سواروں کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ دو سوار حضرت زبیر بن العوام
اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا اے رسول مقبول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی! آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟ حضرت زبیر نے فرمایا کہ میں اپنے خیمہ میں تھا کہ
مجھ سے میری زوجہ اسماء نے کہا کہ آج اسلامی لشکر نے دن بھر مشقت برداشت کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج کی رات مجاہد نگہبانی
کے کام سے باز رہیں اور مبادا رات میں دشمن حملہ کر دیں لہٰذا ہم دونوں رات بھر گشت کر کے اسلامی لشکر کی نگہبانی کی خدمت

انجام دیں لہٰذا میں اپنی زوجہ کے ہمراہ نگہبانی کی غرض سے گشت کرتا ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان سے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے خیمہ میں جا کر آرام کریں لیکن حضرت زبیر نے نہیں مانا اور رات بھر اپنی زوجہ کے ہمراہ نگہبانی کرتے ہوئے گشت کیا۔

''جنگ یرموک کا تیرہواں دن''

علی الصبح چند مجاہد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں آئے اور اطلاع دی کہ ایک رومی شخص پڑاؤ کے قریب آ کر کہتا ہے کہ مجھے تمہارے لشکر کے سردار سے ملاقات کرادو، مجھے جنگ کے تعلق سے ان سے اہم اور ضروری گفتگو کرنی ہے۔ لہٰذا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ اس رومی شخص کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس لائے۔ وہ رومی شخص ''حمص'' شہر کا باشندہ تھا اور اس کا نام ''ابوالجعید'' تھا۔

حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید سے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ ابوالجعید نے جواب دیا میں رومیوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں اور میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں گا کہ ایک ساتھ ہزاروں کی تعداد میں رومی لشکر کے سپاہی ہلاک ہو جائیں گے۔ ابوالجعید نے مزید یہ بھی کہا کہ یرموک میں جو رومی لشکر ہے اس کی تعداد بہت کثیر ہے گزشتہ کل کی طرح تم روزانہ رومیوں کو قتل کرتے رہو گے تو بھی طویل مدت تک رومی لشکر ختم نہ ہوگا۔ تم ان کو قتل کرتے کرتے تھک جاؤ گے پھر بھی ان کا لشکر ختم نہ ہوگا۔ لیکن میری بتائی ہوئی ترکیب سے ان کے لشکر کا بہت بڑا حصہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید سے دریافت فرمایا کہ تم رومی ہو کر رومی لشکر کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ ابوالجعید نے کہا کہ رومی لشکر نے میرے ساتھ بہت ظلم وستم کیا ہے اور میری دنیا اجاڑ دی ہے۔ میرے سکھی سنسار میں آگ لگا دی ہے اور میرے دل میں بدلے کی آگ جل رہی ہے اور جب تک میں ان سے انتقام نہیں لوں گا مجھے چین وسکون حاصل نہیں ہوگا۔ رومیوں نے میرے ساتھ جو زیادتی کی ہے اس کی داستان بہت دردناک ہے۔

ابوالجعید پر رومی لشکر کے ظلم وستم کی داستان:

اگرچہ ابوالجعید شہر حمص کا رہنے والا تھا لیکن وہ حمص شہر میں رہنے کے بجائے حمص شہر سے کچھ فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب اور پُرفضا مقام میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اس علاقہ میں اس نے اپنا کھیت خریدا تھا اور کھیت میں ہی اس نے رہائش کے لئے عمدہ مکان تعمیر کیا تھا۔ اس کے کھیت میں پھلدار درخت، پھول اور باغات وغیرہ کثرت سے تھے۔ لہلہاتے باغوں کے درمیان روح افزا آب وہوا کے ماحول میں وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا کھیت بھی بہت ہی وسیع تھا۔ اس کا کھیت حمص سے یرموک کی طرف جانے والی شاہراہ (Main Road) پر واقع تھا۔

ہرقل بادشاہ کی منادی پر ملک شام کے تمام لشکر جب یرموک جا رہے تھے تو ایک لشکر جرار حمص سے یرموک جاتے ہوئے ابوالجعید کے کھیت کے قریب سے گزرا۔ تب شام کا وقت تھا۔ ابوالجعید اپنے کھیت سے اپنے ملازمین وغیرہ کیساتھ شاہراہ پر آیا

اور رومی لشکر کا بہت ہی شاندار استقبال کیا اور لشکر کے سرداروں سے کہا کہ آج رات کا کھانا میرے یہاں کھائیں اور آج کی رات میرے مہمان بن کر میرے کھیت پر ٹھہریں اور مجھ کو مہمان نوازی کی خدمت کا موقع دیں صبح آپ کو بخوشی رخصت کردوں گا۔ رومی لشکر کئی دن سے مسافت طے کرنے کی وجہ سے تھک چکا تھا اور ان کو آرام کی سخت خواہش تھی اور ابوالجعید نے بہت اصرار کیا لہٰذا رومی لشکر نے ابوالجعید کے کھیت میں اور کھیت سے متصل وسیع میدان میں پڑاؤ کیا۔ ابوالجعید نے بہترین کھانے، میوے، پھل اور دیگر اشیاء خوردونوش سے عمدہ ضیافت کی اور خاطر داری و آؤ بھگت کا پورا حق ادا کیا۔ ابوالجعید کی بیوی نہایت ہی حسین و جمیل جوان عورت تھی۔ حسن کی پری جیسا اس کا رنگ و روپ تھا۔ وہ بھی اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتے ہوئے مہمانوں کی خاطر تواضع کر رہی تھی۔ رومی لشکر کے سردار ابوالجعید کی بیوی کا بلا کا حسن و جمال دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے اور دل ہی دل میں اس کو حاصل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ رومی لشکر کے تمام سرداروں کی آنکھ میں ابوالجعید کی بیوی سما گئی تھی اور وہ اس کو پانے کی آرزو اور خواہش میں مبتلا ہو گئے تھے۔

رومی لشکر کے سرداروں کے خیمے ابوالجعید کے مکان کے قریب نصب کئے گئے تھے۔ آدھی شب کے وقت رومی سرداروں نے آدمی بھیج کر ابوالجعید کو خیمہ میں بلایا۔ ابوالجعید فوراً آیا اور مہمانوں سے کہا کہ کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔ لشکر کے سرداروں نے کہا کہ تمہاری بیوی کو ہماری دل لگی کرنے بھیجو۔ تمہاری مہمان نوازی سے ہم بہت خوش ہیں۔ تم نے ہماری بہت ہی خاطر تواضع کی ہے صرف ایک کمی رہ گئی ہے لہٰذا وہ بھی پوری کردو۔ آج کی رات تمہاری بیوی کو ہمارے بستر گرمانے کے لئے بھیج دو۔ رومی سرداروں کی فرمائش سن کر ابوالجعید چونک گیا اور اس نے شریفانہ انداز میں صاف انکار کر دیا لیکن رومی سردار شراب کے نشے میں شباب کے بیحد خواستگار تھے لہٰذا انہوں نے اصرار جاری رکھا لہٰذا ابوالجعید شریفانہ انداز چھوڑ کر تند لہجہ میں گفتگو پر اتر آیا اور بات بڑھتی ہوئی تُو تُو، مَیں مَیں سے تجاوز کر کے فحش کلامی اور گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ ابوالجعید نے ان کو سات پشتوں کی کھری کھری سنا کر اپنے مکان واپس لوٹ گیا۔ لیکن شراب کے نشے میں دھت رومی لشکر کے سرداروں کے سروں پر شہوت کا شیطان سوار تھا۔ لہٰذا وہ چند سپاہیوں کو لے کر زبردستی ابوالجعید کے مکان میں گھس گئے۔ ابوالجعید کو سپاہیوں کے حوالے کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو اپنے مکان سے باہر مت نکلنے دینا اور اسے یہیں روک رکھنا۔ پھر انہوں نے ابوالجعید کی بیوی کو جبراً ساتھ میں لیا اور اپنے خیمہ میں لائے۔ رات بھر تمام رومی سرداروں نے یکے بعد دیگرے ابوالجعید کی بیوی کی عصمت دری کر کے اپنے منہ کالے کئے۔

ابوالجعید کی بیوی تڑپتی تھی اور چیختی تھی لیکن عصمت دری کے زور و ظلم کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ اپنی بیوی کی گاہے گاہے چیخ پکار سن کر ابوالجعید تڑپ اٹھتا تھا اور اپنی بیوی کو ظالم درندوں کے پنجوں سے چھڑانے کے لئے بے چین و بے قرار ہو جاتا تھا لیکن وہ بھی مجبور تھا رومی سپاہیوں نے اسے دبوچ رکھا تھا۔ وہ تن تنہا کر بھی کیا سکتا تھا پھر بھی موقع پا کر اس نے رومی سپاہیوں کے ہاتھوں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا۔ ابوالجعید کی یہ حرکت سے رومی سپاہی خشمناک ہوئے اور ابوالجعید کا کم سن لڑکا وہیں موجود تھا۔ اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اپنی نظر کے سامنے اپنے اکلوتے لخت جگر کو بے رحمی سے قتل ہوتا دیکھ کر ابوالجعید

بے ہوش گیا۔ جب ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی۔ کمرہ خالی تھا۔ ابوالجعید اور اس کا مقتول بیٹا پڑا ہوا تھا۔ ابوالجعید اپنے لخت جگر کی لاش سے چمٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

رومی سرداروں نے صبح تک ابوالجعید کی بیوی کے جسم کو روندا اور اس کے جسم کے تمام پرزے ڈھیلے کر ڈالے۔ جب رومی سرداروں کا جی بھر گیا اور صبح نمودار ہوئی تب اس بیچاری کو رہائی ملی۔ لڑکھڑاتی ہوئی، گھسٹتی ہوئی بڑی مشکل سے اپنے مکان میں آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا نورچشم فرزند فرش پر مردہ پڑا ہوا ہے اور اس کا شوہر پاگلوں کی طرح دیوار سے سر پٹک پٹک کر واویلہ مچا رہا ہے۔ ابوالجعید کی بیوی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ اپنے گھر میں ہولناک منظر دیکھ کر اس پر تھرتھراہٹ طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ اپنا درد دکھ بھول گئی اور اپنے لخت جگر کے فراق و ہجر اور اپنے شوہر کی خستہ حالت کے غم کے دریا میں غرق ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ رومی لشکر کوچ کر کے جا رہا ہے۔ اسے کیا سوجھی کہ اس نے اپنے بیٹے کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور ہاتھ میں لخت جگر کا کٹا ہوا سر لے کر رومی لشکر کے سرداروں کے سامنے کھڑی ہوگئی اور پکار پکار کر کہنے لگی کہ اے ظالمو! تم نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا لیکن اس چھوٹے بچے نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ تم نے بے رحمی اور بے دردی سے اس کو قتل کر دیا۔ رومی لشکر اس وقت یرموک کی جانب کوچ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا اور ایک عجیب شور وغل بلند ہو رہا تھا لہٰذا ابوالجعید کی بیوی کی آہ و بکا جس طرح نقارخانہ میں طوطی کی آواز دب کر رہ جاتی ہے اس طرح دب کر رہ گئی۔ کسی بھی رومی سردار کو نظر التفات کرنے کی فرصت نہ تھی اور نہ ہی انہوں نے اسے ضروری جانا بلکہ طوطا چشمی کرتے ہوئے مطلب کی گھات چل دیئے۔

ابوالجعید کی بیوی نے رومی لشکر کے سرداروں کو سنگ دلی سے منہ پھیر کر جاتے دیکھا تو چیخ کر کہا کہ "قسم ہے خدا کی! تم کو تمہارے ظلم کا بدلہ ملے گا۔ عرب تم پر غالب آئیں گے اور تم کو ہلاک کر دیں گے"۔ وہ یہ جملہ مسلسل کہتی تھی اور دل کی گہرائی سے بددعا دیتی تھی۔ جہاں تک رومی لشکر جاتا ہوا نظر آ رہا تھا تب تک وہ روتی پیٹتی رہی اور بددعا دیتی رہی یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ ابوالجعید پر اور ان کی بیوی پر ظلم وستم ڈھانے والے رومی سرداروں میں بطریق نسطور بھی شامل تھا۔ جس کو گزشتہ کل حضرت خالد نے قتل کیا تھا۔

مذکورہ واقعہ کو چند دن ہی گزرے تھے کہ ابوالجعید کی بیوی کی عصمت اور عزت لوٹنے والے رومی سرداروں سے بہت سارے سردار بمقام یرموک مجاہدوں کی تلواروں سے قتل ہو کر ہلاک ہو گئے۔ بطریق نسطور بھی حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے قتل ہونے کے دوسرے دن ہی ابوالجعید اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن ابھی تک اس کے دل میں انتقام کی آگ شعلہ زن تھی۔ ابوالجعید نے حضرت ابوعبیدہ سے درخواست کی کہ مجھ کو ہمیشہ کے لئے مع اہل وعیال امان دی جائے اور مجھ سے کبھی بھی جزیہ نہ لیا جائے اور اس عہد و پیمان کی مجھے تحریری دستاویز دی جائے تو میں رومی لشکر کو تھوک بند (Wholesale) ہلاک کرنے کی تدبیر عمل میں لاؤں۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا اور امان اور جزیہ دائمی طور پر نہ لینے کی دستاویز لکھ دی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید

سے دریافت کیا کہ تمہاری اسکیم کیا ہے؟

ابوالجعید نے مکروفریب سے رومی لشکر کو ''یاقوصہ'' ندی میں غرق کر دیا:

ابوالجعید نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! رومی لشکر کے تھوڑے ہی فاصلہ پر رومی لشکر کا دوسرا کیمپ واقع ہے او میں دوسرے کیمپ میں اہم رکن کی حیثیت سے شامل ہوں۔ رومی لشکر کے اور تمہارے لشکر کے کیمپ کے درمیان ''یاقوصہ'' نا کی ندی حائل ہے۔ یہ ندی بہت ہی گہری اور تیز بہنے والی ہے۔ رومی لشکر کے کیمپ کے آگے وہ ندی کا موڑ اس طرح سے وا ہوتا ہے کہ وہ تمہارے لشکر کے کیمپ کے درمیان حائل ہوتی ہے اور اس حقیقت سے تمام رومی بے خبر اور غافل ہیں لہٰذا تم میرے ساتھ پانچ سو مجاہدوں کو شام کے وقت بھیج دو جن کو میں رومی لشکر کے کیمپ کے قریب واقع درختوں کی جھاڑی میں چھپا دوں پھ میں لشکر کے کیمپ میں چلا جاؤں اور ان کو اس امر سے مطلع کردوں کہ اسلامی لشکر رات میں فرار ہونے والا ہے اور یہ بھی اطلاع دوں گا کہ ممکن ہے کہ رات میں مسلمانوں کا لشکر ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس طرح جھوٹی خبریں دے کر میں ان کو ورغلاؤں گا۔ جب رات ایک دم تاریک ہو جائے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے تب تم اپنے کیمپ میں ہزاروں کی تعداد میں مشعلیں روشن کرنا۔ مشعلیں روشن ہوتے ہی میں رومی لشکر کو کہوں گا کہ دیکھو مسلمان بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پھر تھوڑے وقت کے وقفہ کے بعد جھاڑی میں چھپے ہوئے پانچ سو سوار رومی کیمپ پر حملہ کر دیں۔ تھوڑی دیر وہ لڑیں اور پھر دفعۃً وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگیں لیکن تمام کے تمام ایک ہی سمت بھاگیں یعنی مشعلیں جلتی دکھائی دیں اس طرف ہی بھاگیں۔ تھوڑا فاصلہ سیدھی لائن میں بھاگ کر طے کریں اور پھر بائیں ہاتھ کی جانب مڑ جائیں وہاں پر درختوں کی جھاڑی ہے اس میں پوشیدہ ہو جائیں۔ میں رومی لشکر کو سامنے کی سمت میں تعاقب کرنے کے لئے تیز رفتاری سے گھوڑے دوڑانے کی ترغیب دوں گا۔ رات کا اندھیرا اور دور سے ہزاروں جلتی مشعلیں دیکھنے کی وجہ سے ان کو بیچ میں حائل یاقوصہ ندی نظر نہ آئے گی اور وہ تمام ندی میں گر جائیں گے۔ علاوہ ازیں وہ جہاں سے ندی میں گریں گے وہ جگہ بلندی پر ہے اور ندی وہاں سے گہری سطح زمین پر بہتی ہے لہٰذا بلندی سے گھوڑے سمیت گرنے کی وجہ سے ان کو شدید چوٹیں آئیں گی اور وہ ندی کے پانی میں تیرنے کے بھی قابل نہ رہیں گے اور پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ نے ابوالجعید کی تجویز کو پسند فرمایا اور شام کے وقت اس کے ساتھ پانچ سو شجاع شہسواروں کو روانہ کیا۔ ابوالجعید کے ساتھ جو پانچ سو مجاہد گئے تھے ان میں (۱) حضرت ضرار بن ازور (۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۳) حضرت عیاض بن غنم بن طارق ہلالی (۴) حضرت رافع بن عمیرہ طائی (۵) حضرت عبداللہ بن قرط (۶) حضرت عبداللہ بن یاسر (۷) حضرت عبداللہ بن اوس (۸) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۹) حضرت غانم بن عبداللہ لیثی وغیرہ روساء لشکر اسلام شامل تھے۔ ان پانچ سو مجاہدوں کو ابوالجعید درمیان سے جانے والے خفیہ راستہ سے لے گیا اور رومی لشکر کے کیمپ نمبر 2 کے قریب واقع گھنے درختوں کی جھاڑی میں چھپا دیا۔ پھر ابوالجعید رومی لشکر کے کیمپ نمبر 2 میں آیا اور لشکر کے سرداروں سے کہا کہ مجھے ایسی اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر نصف شب کے وقت بھاگنے والا ہے اور ایک خبر یہ بھی ہے کہ رات کے وقت وہ ہم پر

حملہ کرنے والے ہیں۔ اس طرح ابوالجعید نے رومی لشکر کو اکسایا اور مشتعل کر دیا۔

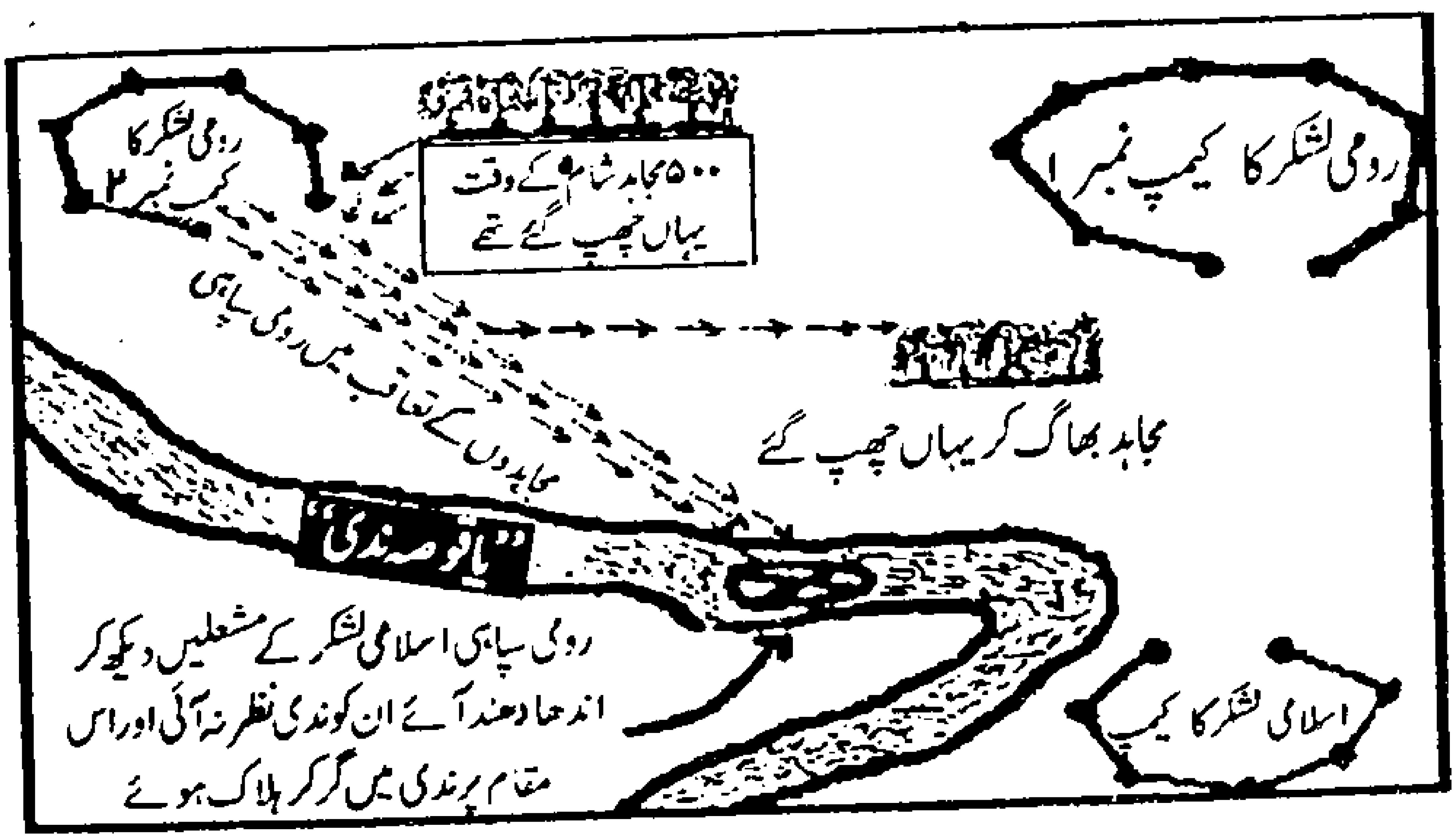
جب رات کی تاریکی ایک دم پھیل گئی تب حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ اسلامی لشکر میں جتنی ہو سکے اتنی زیادہ مشعلیں روشن کر دو، چنانچہ سب مجاہد مشعلیں روشن کرنے کے کام میں لگ گئے اور تھوڑی دیر میں ہی تقریباً دس ہزار مشعلیں جل اٹھیں۔ ایک ساتھ اتنی کثیر تعداد میں مشعلیں روشن ہونے کی وجہ سے دور تک اس کی روشنی نظر آنے لگی۔ رومی لشکر کے کیمپ کے قریب جھاڑی میں چھپے ہوئے مجاہدوں نے اسلامی لشکر کے کیمپ میں مشعلیں روشن ہوتی ہوئی دیکھیں تو پلان کے مطابق وہ جھاڑی سے نکلے اور رومی لشکر کے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ ان کو اندیشہ تھا کہ رات میں مسلمان حملہ کریں گے مگر پھر بھی شراب کے نشے میں دھت ہو کر پڑے تھے اور اکثر ان میں سے گہری نیند میں پڑے ہوئے تھے۔ مجاہدوں کا حملہ تو صرف ایک گرداوہ تھا۔ اس بہانے وہ رومی لشکر کو مشتعل کرنا چاہتے تھے۔ مجاہدوں نے حملہ کیا اور رومی اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی طرف دوڑے اتنی دیر میں تو وہ بھاگے اور رومیوں کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے لہٰذا وہ کیمپ کے کنارے رک گئے لیکن ابوالجعید نے پکار کر کہا کہ دیکھو! مسلمانوں کے لشکر میں ایک ساتھ ہزاروں مشعلیں روشن ہوئی ہیں اور وہ لوگ بھاگنے کی غرض سے کوچ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میری دونوں اطلاع صحیح ہیں۔ حملہ کرنے کی اطلاع آئی تھی لہٰذا حملہ ہوا لیکن ہمارے ڈر سے بھاگ گئے۔ لہٰذا اسلامی لشکر کے کوچ کر جانے کی جو اطلاع ملی ہے وہ بھی صحیح ہے۔ وہ لوگ بھاگ رہے ہیں ورنہ اس وقت آدھی شب گزرنے کے بعد اتنی مشعلیں روشن کرنے کا کیا مطلب؟ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہم حملہ کر کے بھاگ جانے والوں کے تعاقب میں تیز رفتاری سے جائیں اور ان کو راہ ہی میں پالیں اور ختم کر دیں اور پھر اسلامی لشکر کے کیمپ پر دھاوا بول دیں۔ وہ لوگ کوچ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوں گے اور ہمارے اچانک حملہ سے غافل اور بے خبر ہوں گے لہٰذا وہ بے ترتیب اور بغیر ہتھیاروں کے ہوں گے اور ہم ان پر دفعۃً جا پڑیں گے اور ان کا صفایا کر دیں گے۔

ابوالجعید نے یہ بات ایسے جوشیلے انداز میں کہی تھی کہ رومی لشکر کو جوش آ گیا اور تمام لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ جب مجاہدین حملہ کرنے، پھر بھاگے تھے اس کے اور تعاقب کے لئے روانہ ہونے والے رومی لشکر کے درمیان اتنے وقت کا ابوالجعید نے وقفہ کر دیا تھا کہ بھاگنے والے مجاہدین بہت آگے نکل گئے۔ مجاہدین برق رفتاری سے کچھ فاصلہ تک اسلامی لشکر کے کیمپ کی سمت بھاگے اور پھر بائیں طرف مڑ گئے اور وہاں پر واقع درختوں کی جھاڑی میں چھپ گئے۔ رومی لشکر کے سپاہی اس گمان میں تھے کہ مجاہدین سامنے کی جانب بھاگ رہے ہیں لہٰذا تعاقب کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز سے تیز تر کرتے جا رہے تھے۔ ابوالجعید بھی ان کے ساتھ تھوڑے فاصلہ تک گیا اور پھر ٹھہر گیا اور ایک کنارے کھڑا ہو کر اپنے پیچھے سے آنے والوں کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے بہادر سپاہیو! مسلمان ان کے کیمپ کی طرف بھگے جا رہے ہیں۔ اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز کرو اور ان کو پکڑ کر ختم کر دو۔ ابوالجعید نے اس طرح ترغیب دے دے کر تمام سواروں کو اندھا دھند گھوڑے دوڑانے پر مستعد کر دیئے۔ رومی سپاہی اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر رفتار کی تیزی بڑھا رہے تھے۔

تمام رومی سپاہی اندھیرے میں بے تحاشا گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ دور سے اسلامی لشکر کے کیمپ میں ہزاروں مشعلیں

جلتی دکھائی دیتی تھیں۔ اس کی سمت نظر جما کر آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے کا راستہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔ صرف مشعلیں نظر آتی تھیں اور ......اب یاقوصہ ندی قریب آ گئی لیکن کسی کو وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ درمیان میں خطرناک ندی حائل ہے۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ اسلامی لشکر کے کیمپ تک چٹیل اور سپاٹ سطح زمین ہے کہ اچانک صف اول کے تمام گھوڑے سواروں کے ہمراہ بلندی سے ندی میں گرے۔ ان پر دوسری صف والے گرے۔ دوسری صف پر تیسری صف والے گرے۔ الغرض! ہر صف پر اس کے پیچھے کی صف گرتی گئی اور اگلی صف والے دب کر ندی میں غرق ہو کر ہلاک ہوتے جاتے تھے۔ پیچھے سے آنے والوں کو کوئی خبر نہ تھی کہ آگے کیا ہو رہا ہے۔ ہر رومی سپاہی جلد از جلد اسلامی کیمپ تک پہنچ کر حملہ کرنے کے ارادے سے تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا تھا اور ندی میں گر کر اپنے آگے والوں پر گھوڑے سمیت جا پڑتا تھا اور اس پر اس کے پیچھے والے پڑتے تھے چنانچہ وہ اپنے آگے والوں کو ہلاک کر دیتا تھا اور اس کو اس کے پیچھے والا ہلاک کر دیتا تھا۔

رات بھر رومی سپاہیوں کا مع اپنی سواری ''یاقوصہ'' ندی میں گرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ندی کا پانی بہت ہی گہرا تھا اور پانی کا بہاؤ بھی اتنا تیز رفتار تھا کہ جو بھی اس میں گرتا تھا ندی کا پانی اس کو بہالے جاتا تھا۔ قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ذیل میں جو نقشہ درج ذیل ہے اس کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ابوالجعید نے کس طرح رومی لشکر کو چکما دے کر غرق دریا کر دیا۔



جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ یاقوصہ ندی رومی لشکر کے سپاہیوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے لبریز ہے بلکہ یاقوصہ ندی کے دونوں کناروں پر میلوں تک لاشیں بکھری پڑی تھیں اور ہر طرف چیل، کوے اور گدھ و دیگر مردار پرندے اور درندے لاشوں پر منڈلا کر ضیافت اڑا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ کون شخص تھا جو ہم کو پکار کر عربوں کا تعاقب کرنے پر ابھارتا تھا؟ جواب ملا کہ وہ وہی ابوالجعید تھا جس کی بیوی کی رومی لشکر کے سرداروں نے عصمت دری کی تھی اور اس کے اکلوتے بیٹے کو بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ اس نے اپنے پر کئے گئے ظلم و ستم کا تمہارے ساتھ مکر و فریب کر کے اچھی طرح بدلہ لے لیا بلکہ بہت ہی

بھاری انتقام لیا ہے۔ رومیوں نے ابوالجعید کی تلاش شروع کی تا کہ اس کو قتل کر دیں لیکن ابوالجعید تو اپنا مقصد انتقام پورا کر کے صبح ہونے سے پہلے ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔

''جنگ یرموک کا چودھواں دن اور اسلامی لشکر کی فتح عظیم''

صبح رومی لشکر کے سپہ سالار اعظم باہان ارمنی کو رات کے حادثہ کی اطلاع ملی تو اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور مایوس ہو کر کہا کہ میرا گمان ہے کہ صلیب ہماری مدد نہیں کرتی اور عنقریب عرب ہم پر غالب آ جائیں گے۔ باہان کو اب اپنی جان کی فکر لگی تھی لہٰذا اس نے رومی لشکر کے سردار اور ہرقل بادشاہ کے بھانجے قوریر کو مشورہ کرنے اپنے خیمہ میں بلایا۔ قوریر سے باہان نے رات کے حادثہ کا ذکر کیا اور اس کی وجہ دریافت کی تو قوریر نے باہان سے کہا کہ ہمارے لشکر کے سردار نے ابوالجعید پر جو ظلم وستم کیا تھا اس کا انتقام لینے کی غرض سے اس نے سازش کر کے ہمارے ہزاروں شہسواروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ باہان نے کہا کہ لوگوں کو اس وقت بھی عیاشی کی سوجھتی ہے جب کہ ہماری بقا اور فنا کا سوال ہے۔ ہم ہماری ان بدکاریوں کی وجہ سے ہی ذلت وشکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ مجھے اب فتحیابی کی کوئی امید نہیں ہے۔ یہ عرب ہم پر ضرور غالب آ جائیں گے۔ اگر ہم ان پر سب مل کر ایک ساتھ حملہ کریں گے تب بھی ہم کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ ہمارے پورے لشکر کا صفایا ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم جنگ موقوف کر دیں اور عربوں سے صلح کر لیں ورنہ میری اور تمہاری جان بھی خطرہ میں ہے۔ میں نے تم کو یہاں اس لئے بلایا ہے کہ تم ہرقل بادشاہ کے بھانجے اور ان کے معتمد ہو۔ لہٰذا میں صلح کا قدم اٹھانے سے پہلے تمہاری رائے جان لوں تا کہ کل کو ہرقل بادشاہ کا مجھ پر عتاب نہ ہو۔ قوریر نے کہا کہ تم جو مناسب سمجھو وہ کرو، میں تمہارے ہر فیصلہ سے متفق ہوں۔ باہان نے کہا کہ ہم چند دنوں کے لئے جنگ موقوف کر دیں اور کوئی ایسی تدبیر سوچیں کہ ہماری جانیں بچ سکیں۔

باہان نے قوم لخم کے ایک نصرانی عرب کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بطور ایلچی بھیجا۔ باہان کے ایلچی نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ گزشتہ شب جو حادثہ ہوا ہے اس کی وجہ سے ہمارے ہزاروں سپاہی ہلاک ہو گئے ہیں اور ان کی لاشیں میلوں میدان میں متفرق پڑی ہوئی ہیں۔ ان کی تجہیز وتکفین کا ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے لہٰذا ہمارے لشکر کے سردار آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر آج جنگ موقوف رکھی جائے تو ہم ہمارے اموات کو اول منزل پہنچانے کا کام انجام دے دیں۔ گزشتہ کل دن بھر جنگ کرنے کی وجہ سے تمام مجاہد بھی کافی تھک چکے تھے اور ان کو بھی آرام کی سخت ضرورت تھی لہٰذا حضرت ابوعبیدہ باہان کی درخواست منظور فرمانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید نے منع کرتے ہوئے کہا کہ اے سردار! ان کی درخواست رد فرما دو کیونکہ جنگ موقوف کرنا ہمارے حق میں بہتر نہیں۔ اس وقت رومیوں کے حوصلے پست ہیں اور ہمارے لشکر کے مجاہدوں میں نیا جوش وخروش پیدا ہو گیا ہے لہٰذا جنگ موقوف کرنے میں ہمارا نقصان اور رومیوں کا فائدہ ہے لہٰذا میری آپ سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جنگ موقوف کرنے کی درخواست منظور نہ فرمائیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے باہان کے قاصد سے فرمایا کہ باہان سے کہنا کہ ہم تمہاری درخواست پر جنگ موقوف نہیں کر سکتے۔ ہم کو اور بہت سارے کام ہیں لہٰذا

تاخیر کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں۔ ہم تھوڑی دیر بعد معرکۂ جنگ میں آتے ہیں لہٰذا باہان سے کہنا کہ وہ بھی اپنا لشکر جلد میدان میں بھیجے۔

باہان کا ایلچی خائب اور خاسر ہو کر اپنا سا منہ لے کر باہان کے پاس لوٹا اور کہا مسلمانوں کا لشکر اپنے کیمپ سے معرکۂ جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ باہان نے کہا کہ آج میں بذات خود معرکۂ جنگ میں جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے رومی لشکر کو معرکۂ میدان کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ باہان نے رومی لشکر کے تمام سردار، بطریق، راہب وغیرہ کو اپنے ساتھ میں لئے اور بڑے کروفر کے ساتھ میدان میں آیا۔ نصرانی پادری کا ایک گروہ انجیلیں اٹھائے اس کے اردگرد تھے۔ صلیب کو نمایاں طور پر بلند کیا گیا تھا اور انجیل کی آیتیں پڑھتے ہوئے اور دھونی دیتے ہوئے اس کی کامیابی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ میدان میں آتے ہی باہان نے اپنے لشکر کو صف بستہ کر کے مرتب کیا۔

حضرت ابوعبیدہ بھی اسلامی لشکر کو لے کر میدان میں آ گئے تھے۔ انہوں نے اور حضرت خالد نے بہت ہی سرعت سے لشکر کی صف بندی اور ترتیب کا کام انجام دیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد صفوں کے درمیان گشت کرتے تھے اور جہاد کی فضیلت بیان کر کے مجاہدوں کو ترغیب دیتے تھے۔

رومی سردار جرجیر اور حضرت ابوعبیدہ کے درمیان جنگ:

رومی لشکر کی جانب سے باہان نے سردار جرجیر کو میدان میں اتارا۔ جرجیر ملک شام کے بادشاہوں میں سے تھا لہٰذا وہ شاہانہ شان وشوکت سے میدان میں آیا۔ میدان میں آ کر اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ میرے مقابلہ میں تمہارے سردار کے علاوہ کوئی نہ آئے۔ میں تمہارے سردار کو مقابلہ کے لئے طلب کرتا ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ نے جرجیر کی مُبارَزَت طلبی سماعت فرمائی تو ان کے ہاتھ جو نشان تھا وہ حضرت خالد کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اے ابا سلیمان! اگر میں اس لڑائی سے زندہ واپس آیا تو تم سے علم واپس لے لوں گا اور اگر شہید ہو جاؤں تو تم سرداری کے متکفل رہنا کیونکہ تم ہی سرداری کے مستحق ہو۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے سردار! آپ زحمت مت اٹھاؤ اور مجھ کو اس گبر کے مقابلہ کے لئے جانے کی اجازت عطا فرماؤ۔ حضرت ابوعبیدہ ضعیف العمر بزرگ شخص تھے۔ علاوہ ازیں شب میں کثرت سے عبادت و ریاضت اور دن میں روزہ رکھنے کی وجہ سے بہت ہی نحیف جسم تھے اور ان کے مقابل جرجیر کا جسم قوی اور بھاری بھرکم تھا لہٰذا حضرت خالد اور تمام مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ کو مقابلہ کے لئے جانے سے روکا اور بہت ہی منت سماجت کر کے اپنا ارادہ ترک کر دینے کی گزارش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ دشمن مجھ کو طلب کر رہا ہے اور میں نہ جاؤں یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ اگر میں اس کے مقابلہ کے لئے نہ نکلا تو یہ امر لشکر اسلام کے لئے باعث عار و ندامت ہے۔ اے ابا سلیمان! تم ہمیشہ شہادت کی تمنا کرتے ہو تو میں اس رتبہ کو کیوں نہ چاہوں؟ لہٰذا مجھے جانے سے مت روکو اور مجھے جانے دو۔

حضرت ابوعبیدہ میدان میں آئے اور اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور جرجیر کے قریب آئے۔ جرجیر نے جب حضرت ابوعبیدہ کا دبلا جسم دیکھا تو حیرت سے پوچھا کہ کیا تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ مسلمان مجھے اپنا سردار سمجھتے

ہیں حالانکہ میں ان کا بھائی ہوں۔ جرجیر نے کہا کہ میرا گمان تو یہ تھا کہ مسلمانوں کا سردار قوی ہیکل اور قد آور جوان شخص ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اسلامی لشکر کا سردار تمہارے جیسا بوڑھا شخص ہے تو میں مقابلہ کے لئے سردار کو طلب نہ کرتا۔ لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ اور کسی جوان کو میرے مقابلہ میں بھیجو۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ ہم جسمانی طاقت کے بل بوتے پر کبھی نہیں لڑتے بلکہ ہمارا دارومدار قوت ایمانی پر ہوتا ہے اور اپنے ایمان کی قوت پر اعتماد کر کے میں تجھے قتل کرنے آیا ہوں اور تیرے بعد باہان کو بھی قتل کروں گا۔ حضرت ابوعبیدہ کا دندان شکن جواب سن کر جرجیر خشمناک ہوا اور طیش میں آ کر حضرت ابوعبیدہ پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت ابوعبیدہ پہلے سے ہی چوکنا اور محتاط تھے لہٰذا انہوں نے وار چکا دیا اور بازگشت وار کیا۔ جس کو جرجیر نے سپر پر لے کر بچایا۔ دونوں میں کثرت سے تلوار زنی ہوتی رہی۔ جرجیر نے یہ گمان کیا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ زیادہ دیر تک نہیں لڑسکیں گے اور تھک جائیں گے لیکن حضرت ابوعبیدہ نے ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شمشیرزنی کے وہ کرتب دکھائے کہ جرجیر بھی انگشت بدنداں تھا۔ حضرت خالد بن ولید نظر کی ٹکٹکی باندھ کر حضرت ابوعبیدہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے لئے بیحد فکرمند اور پریشان تھے اور ان کی حفاظت وسلامتی کی دعا مانگتے تھے بلکہ تمام مجاہدین اپنے محترم ومعزز سردار کے لئے بے چین و بے قرار تھے اور بارگاہ خداوندی میں ان کی نصرت و عافیت کی استدعا کرتے تھے۔ دونوں کی لڑائی نے طول پکڑا۔ دونوں لشکر کے لوگ محو حیرت ہو کر دونوں کی لڑائی کے ڈھنگ دیکھ رہے تھے۔ جرجیر اب لڑتے لڑتے تھک گیا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہ کو تھکن کا نام ونشان نہ تھا۔ جرجیر نے اب مکروفریب کی راہ اختیار کی اور لڑائی چھوڑ کر رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن تھوڑے فاصلہ تک بھاگنے کے بعد جرجیر نے دفعتہً اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور بجلی کی سرعت سے وہ حضرت ابوعبیدہ کی طرف آیا تاکہ تلوار کا وار حضرت ابوعبیدہ کی گردن پر لگے۔ جیسے ہی اس نے قریب آ کر وار کیا حضرت ابوعبیدہ جھک گئے اور جھکنے کی حالت میں وار کرنے میں سبقت لے گئے۔ جرجیر کا وار حضرت ابوعبیدہ کے سر کے اوپر سے خالی گھوما لیکن حضرت ابوعبیدہ کی تلوار نے جرجیر کا ایک شانہ سے دوسرے شانہ تک کاٹ کر رکھ دیا اور وہ کشتہ ہو کر زمین پر مردہ گرا۔ جرجیر کے قتل ہوتے ہی حضرت ابوعبیدہ نے تکبیر کہی اور مجاہدوں نے اس کا نعرۂ تکبیر سے کوہ شگاف بلند صدا سے جواب دیا۔ حضرت ابوعبیدہ جرجیر کی لاش کے قریب آ کر ٹھہرے اور اس کا بھاری ڈیل ڈول دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ ابھی تک میدان میں تھے اور انتظار کرتے تھے کہ جرجیر کے قتل ہونے پر رومی لشکر سے کوئی مقابلہ میں آئے گا لیکن حضرت خالد بن ولید نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے سردار! بتحقیق تم پر جو واجب تھا وہ تم کر چکے۔ خدا کے واسطے اپنی جگہ پلٹو۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ تمام مجاہدوں نے نعرۂ تکبیر سے ان کا استقبال کیا اور کامیابی وسلامتی کی مبارک باد پیش کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ سے اسلامی لشکر کا علم واپس لیا اور اپنی جگہ آ کر ٹھہرے۔

بطریق سرجس اور حضرت مالک نخعی کے درمیان لڑائی:

رومی لشکر کے سردار جرجیر کا قتل پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہوا تھا۔ باہان کی نظر کے سامنے اس کے لشکر کا اہم ترین رکن

مقتول پڑا تھا۔ جرجیر کی موت سے رومی لشکر میں کہرام مچ گیا اور ماتم چھا گیا۔ باہان کا دل دھک دھک کرنے لگا اور اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر میں بھاگ گیا تو رومی لشکر میں انتشار پھیل جائے گا اور تمام سپاہی بھاگ نکلیں گے اور ان کے بھاگ جانے کے قصور کی ذمہ داری میرے سر پر عائد ہو گی اور جب ہرقل بادشاہ کو اس معاملہ کی آگہی ہو گی تو وہ مجھے کبھی بھی معاف نہیں کرے گا اور اس کے غضب و عتاب سے میں بچ نہیں سکوں گا۔ علاوہ ازیں پورے ملک شام میں میری ذلت اور رسوائی ہو گی اور میں کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا اور ملک شام کا ہر فرد مجھ پر لعنت ملامت کرے گا لہٰذا ایسی ذلت کی زندگی جینے سے تو بہتر ہے کہ میں لڑتے لڑتے مر جاؤں اور شرم و عار سے نجات حاصل کروں۔ لہٰذا اس نے بذات خود معرکۂ جنگ میں جانے کا عزم کیا۔ لہٰذا اس نے لشکر کے اراکین اور سرداروں کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور سامان جنگ اور پرتکلف لباس سے آراستہ ہو کر میدان میں جانے کی تیاری کی۔ راہبوں اور بطارقہ نے انجیل کی آیتیں پڑھ کر، عمودیہ کا پانی چھڑک کر، دھونی دے کر اور صلیب بلند کر کے اس کے لئے دعائیں کیں اور باہان روانہ ہو رہا تھا کہ ''سرجس'' نام کا ایک بطریق آیا اور باہان کے اَسپ کی رکاب تھام لی اور کہا کہ اے بادشاہ! میں جب تک زندہ ہوں تب تک آپ کو میدان میں اترنے کی مشقت نہیں اٹھانے دوں گا۔ سردار جرجیر میرا رشتہ دار تھا۔ اس کی موت کا معاملہ مجھ پر سخت دشوار گزر رہا ہے قسم ہے حق مسیح اور مقدس صلیب کی! اب میدان میں میرے سوا دوسرا کوئی نہ جائے گا۔ جرجیر کی موت کا عوض لے کر ان کے سردار کو قتل کر دوں گا یا پھر میں بھی جرجیر سے جا ملوں گا۔ لہٰذا مجھے میدان میں جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔

سرجس کا ولولہ اور جذبہ انتقام دیکھ کر باہان نے اسے میدان میں جانے کی اجازت دے دی۔ نصرانی پادریوں نے اسے کنیسہ کی دھونی دی، راہبوں نے انجیل کی آیتیں پڑھ کر اس پر دم کیا۔ ایک راہب نے اپنے گریبان سے گردن میں لٹکتی ہوئی صلیب نکالی اور کہا کہ یہ صلیب حضرت مسیح کے زمانہ کے راہبوں کی وراثت میں چلی آتی ہے۔ یہ صلیب کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس سے مدد طلب کرنا یہ ضرور تمہاری مدد کرے گی۔ سرجس نے راہب کے ہاتھ سے صلیب لے کر اس کو چوما اور اپنے گلے میں ڈال لی اور میدان کی طرف روانہ ہوا۔ سرجس طویل جسامت کا نہایت فربہ اور موٹا چوڑا شخص تھا۔ سرجس کے جسم کی ہیئت ایسی ڈراؤنی تھی کہ دیکھنے والے پر خوف طاری ہو جائے۔ اس نے لوہے کی جو زرہ پہنی تھی وہ اتنی وزنی تھی کہ ایک آدمی اسے بڑی مشکل سے اٹھا سکے۔ سرجس نے میدان میں آ کر اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور تکبر و غرور کے لہجہ میں مقابلہ طلب کرنے لگا۔ سرجس فصیح عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا لہٰذا مجاہدوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ کوئی نصرانی عرب ہے۔ سرجس غرور کے نشہ میں بہت ہی گستاخانہ انداز میں گفتگو کرتا تھا اور مقابلہ طلب کرتے ہوئے کہتا تھا کہ جو شخص اپنی زندگی سے تنگ و مایوس ہو گیا ہو وہی میرے مقابلے کو نکلے تا کہ میں اسے موت کی آغوش میں بھیج دوں۔ حضرت ضرار نے جب اس کی یہ بات سنی تو غضبناک ہو کر مثل شعلۂ آگ میدان میں آئے۔ حضرت ضرار نے بھی اپنے جسم کو زرہ اور خود سے محفوظ کر رکھا تھا۔ جب وہ بطریق سرجس کے قریب آئے اور اس کو تمام ساز و سامان سے آراستہ دیکھا تو حضرت ضرار نے خود پر افسوس اور ندامت کا احساس کیا اور اپنے

نفس سے کہا کہ اگر موت آ گئی ہے تو زرہ اور خود کا لبادہ موت سے بے نیاز نہیں کرے گا۔ یہ بطریق بھی خود اور زرہ سے آراستہ ہے اور تو بھی خود اور زرہ سے آراستہ ہے۔ پھر توکّل علَی اللہ کے معاملہ میں تجھ میں اور اس میں کیا فرق رہا؟ اے نفس! لوہے کی زرہ اتار کر پھینک دے اور اللہ کی حفاظت کی زرہ پہن لے۔ لوہے کا خود اپنے سر سے الگ کر دے اور اللہ کی نصرت کا خود سر پر رکھ لے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت ضرار نے گھوڑے کی باگ پھیری اور اپنے خیمہ کی طرف واپس لوٹے۔

حضرت ضرار کے معرکہ میدان سے واپس لوٹ آنے پر تمام مجاہدوں کو تعجب ہوا کہ نہ جانے آج کیا بات ہے کہ حضرت ضرار واپس لوٹ آئے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بطریق سرجس نے یہ گمان کیا کہ میرا بھاری اور قوی جسم اور میرا جنگی ساز و سامان دیکھ کر حضرت ضرار ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا اس کی جراٴت بڑھ گئی اور وہ زور زور سے چیخ کر مقابل طلب کرنے لگا لہٰذا حضرت مالک نخعی اشترا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلے۔ حضرت مالک نخعی بھی بہت دراز قد تھے۔ ان کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ وہ فربہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تب بھی ان کے پاؤں زمین کو مَس ہوتے تھے۔ حضرت ضرار بن ازور اپنے خیمہ میں گئے اور تمام جنگی لباس اتار دیا حتیٰ کہ اپنا کرتہ بھی اتار دیا۔ صرف اِزار پہنے رہے اور اوپر کا جسم بالکل عریاں کر دیا اور فوراً میدان میں واپس آئے۔

جب حضرت ضرار میدان میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت مالک نخعی سبقت کر کے سرجس کے مقابلہ میں پہنچ گئے ہیں لہٰذا حضرت ضرار ٹھہر گئے اور وہ حضرت مالک اور بطریق سرجس کا مقابلہ دیکھنے لگے۔ حضرت مالک نے آتے ہی بطریق سرجس کو ایک جملہ کہا۔ وہ جملہ کیا تھا؟ اس جملہ کے الفاظ کیا تھے؟ وہ علامہ واقدی کی زبانی سماعت فرمائیں:

''پس دیکھا ضرار نے کہ مالک نخعی پکارتے ہیں گبر کو ان الفاظ سے ''تَقَدَّمْ یَا عِبَادَ الصَّلِیْبِ اِلَی الرَّجُلِ النَّجِیْبِ نَاصِرُ مُحَمَّدُ نِ الْحَبِیْبُ'' پس نہ جواب دیا ان کو گبر نے بسبب لاحق ہونے خوف کے پس گرد گھومے اس کے مالک نخعی اور ارادہ کیا اس پر نیزہ مارنے کا''۔ (حوالہ: ''فتوح الشام'' از: علامہ واقدی، ص:۲۶۹)

ناظرین کرام غور فرمائیں! حضرت مالک نخعی جلیل القدر صحابیٔ رسول ہیں۔ انہوں نے میدان میں آتے ہی یہ جملہ فرمایا کہ:

''تَقَدَّمْ یَا عِبَادَ الصَّلِیْبِ اِلَی الرَّجُلِ النَّجِیْبِ نَاصِرُ مُحَمَّدُ نِ الْحَبِیْبُ''

ترجمہ: ''آگے بڑھ اے صلیب کے پوجاری! بجانب اس مردِ گرامی کے کہ جس کو مدد دینے والے محمد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔''

اس جملہ کو ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ پڑھیں۔ حضرت مالک نخعی اپنا عقیدہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ''ہماری مدد کرنے والے اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں''۔ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا ''ناصر'' یعنی ''مدد کرنے والے'' کہنا اور ماننا صحابہ کرام کا عقیدہ تھا۔ یہ صرف حضرت مالک نخعی کا ہی عقیدہ نہ تھا بلکہ تمام صحابہ کا عقیدہ تھا۔ فتوح الشام کی مندرجہ بالا عبارت پر مکرّر توجہ فرمائیں۔ عبارت کا ابتدائی جملہ یہ ہے کہ حضرت ضرار نے حضرت مالک نخعی کو یہ جملہ

کہتے سنا۔ تو جب حضرت ضرار نے سنا تو دیگر صحابہ کرام نے بھی ضرور سنا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا ''مددگار'' کہنا اور ماننا شرک ہوتا تو اجلہ صحابہ کرام کی جماعت وہاں موجود تھی۔ وہ حضرت مالک کو ٹوکتے کہ ایسا کہنا اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے لیکن کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کر کے اسے روا رکھا لہٰذا ہمارے لئے صحابہ کرام کا فعل و اعتقاد دلیل اور ثبوت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی ضرور مدد فرماتے ہیں اور اپنی امت کے ناصر یعنی مدد کرنے والے ہیں۔

لیکن! افسوس!! کہ!!!

موجودہ دور کے منافقین کا کہنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا مددگار سمجھنا شرک ہے۔

وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں ''پہلا باب، توحید وشرک کے بیان میں'' زیرِ عنوان ''تَصَرُّف اور قدرتِ کاملہ اللہ کی خصوصیت ہے'' لکھا ہے کہ:

''دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا جلانا، روزی کی فراخی اور تنگی کرنا، اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح وشکست دینا، اقبال و امداد دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں بر لانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دست گیری کرنا، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی نبی اور ولی پیر و مرشد، شہید، بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی توقع پر اس کی نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے'' (حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: دار السلفیہ، بمبئی، ص:۲۳)

تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارت اتنی خطرناک ہے کہ قلم کے ایک ہی جھٹکے سے لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ اس عبارت کی تردید میں بہت کچھ وضاحت کی جاسکتی ہے جو یہاں ممکن نہیں۔ اس عبارت کے صرف ان جملوں کی طرف توجہ دیں:

(۱) اقبال و امداد دینا (۲) کسی نبی اور ولی کی یہ شان نہیں (۳) جو شخص کسی کا کوئی ایسا تصرف ثابت کرے (۴) وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

الحاصل مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شرک کے فتویٰ کی مشین گن سے ایک گولہ یہ بھی برسا کہ جو شخص کسی نبی اور ولی کا ایسا تصرف یعنی اختیار ثابت کرے کہ وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں وہ شخص مشرک ہے۔ (معاذ اللہ ونعوذ باللہ من ذالک)۔ اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ

حضرت مالک نخعی اشتر اور دیگر صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ''ناصر''

یعنی مدد کرنے والے ہیں۔

لیکن!!!

دور حاضرہ کے منافقین کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کہنا یہ ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مشرک ہے۔
مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ فتویٰ کن مقدس صحابہ کرام پر چسپاں ہو رہا ہے؟ یہ قارئین کرام سوچیں اور حق و باطل کا امتیاز کریں۔

ہر بات میں شرک، شرک اور صرف شرک کی راگنی الاپنے والے شرک کا فتویٰ صادر کرنے میں اتنے بیباک اور جری ہوتے ہیں کہ وہ اندھا دھند شرک کے فتوے کی گولہ باری کرتے وقت مطلق یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے فتوے کا گولہ کہاں اور کس پر پڑے گا۔ اردو زبان کی مشہور مثل ہے کہ "بندر کو ملی ہلدی کی گرہ پنساری بن بیٹھا"۔ اسی طرح ہاتھ میں قلم، دولت اور کاغذ کیا آیا، مفتی بن بیٹھے اور شرک کے فتوے کی بھرمار شروع کر دی۔ کروڑوں، اربوں، کلمہ گو اور مخلص مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک کہہ دیا حتیٰ کہ مقدس صحابہ کرام کو بھی نہیں بخشا۔ توحید کی آڑ میں تنقیص و توہین انبیاء کا شیوہ اپنا کر قرآن و حدیث کے صاف اور صریح ارشادات کے خلاف عقائد فاسدہ گھڑ لئے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے توسّل و امداد حاصل کرنا قرآن و حدیث، قول و فعلِ صحابہ و تابعین، اقوال ائمہ اور ملت اسلامیہ کے جلیل القدر علماء و صلحاء کی کتب معتبرہ معتمدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ یہاں اس کی تفصیلی گفتگو خوف طوالت کی وجہ سے ممکن نہیں۔ جس کو اس مسئلہ کی تفصیلی وضاحت درکار ہو وہ امام اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع کر کے استفادہ فرمائیں:

(۱) بَرَکَاتُ الْاِمْدَادِ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَاد ۱۳۱۱ھ

(۲) اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعَتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ ۱۳۱۱ھ

(۳) اَلْاِھْلَالُ بِفَیْضِ الْاَوْلِیَاءِ بَعْدَ الْوِصَالِ ۱۳۰۳ھ

قارئین کرام کی فرحت طبع کی خاطر ذیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں:

حدیث شریف:

طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ناصر ملت و دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئاً وَّاَرَادَ عَوْناً وَّھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ، یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ، یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ، فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَاداً لَا یَرَاھُمْ"

ترجمہ: "جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے

بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کریں گے۔''

حوالہ: ''برکات الامداد لاہل الاستمداد'' مصنف: امام احمد رضا محدث بریلوی، ناشر: تحریک اصلاح العقائد، کراچی (پاکستان) ص: ۱۵)

اس حدیث شریف کے ایک ایک لفظ کو غور سے مطالعہ کریں۔ اس حدیث میں ''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو'' کا جملہ تکرار کے ساتھ تین مرتبہ ہے اور یہ جملہ کسی عام انسان کا مقولہ نہیں بلکہ خیر البشر، سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جملہ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو یہ تعلیم فرمائیں کہ اللہ کے بندوں سے مدد طلب کرو لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے نبی سے مدد مانگنے والا مشرک ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قول حدیث کے فرمان کے سراسر متضاد ہے اور اسلامی عقیدہ کی بیخ کنی کرنے والا ہے۔

اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے اب ہم میدان یرموک میں حضرت مالک نخعی اور بطریق سرجس کے درمیان واقع لڑائی کا منظر دیکھیں۔

جب حضرت مالک آگے بڑھے تو ''اے پرستش کرنے والے صلیب کے بجانب مرد گرامی اور برگزیدہ مدد دینے والے محمد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے'' جملہ فرمایا تو سرجس پر ایک خوف اور لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ حملہ کرنے سے بھی باز رہا۔ حضرت مالک نے اس کو کئی مرتبہ للکارا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ لہٰذا حضرت مالک نے چاہا کہ اس پر نیزہ کا وار کریں لیکن بطریق سرجس لوہے کے غلاف میں ایسا مستور تھا کہ اس کے جسم پر کہیں بھی نیزہ مارنے کی جگہ نظر نہ آتی تھی لہٰذا حضرت مالک نے گھوڑے کی ران میں نیزہ مارا۔ نیزہ لگتے ہی سرجس کا گھوڑا اچکا اور زور سے ہنہنا کر اچھل کود کرنے لگا۔ سرجس نے گھوڑے کو قابو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نیزہ کے زخم کی کوفت کی وجہ سے اس کا اضطراب بڑھتا ہی جاتا تھا اور گھوڑا اچراغ پا ہو گیا۔ بطریق سرجس نے گھبراہٹ کے عالم میں گھوڑے کی باگ کو جھٹکا دے کر کھینچا۔ اس دوران حضرت مالک نے چاہا کہ نیزہ کھینچ کر دوسرا وار کریں لیکن نیزہ گھوڑے کی بدن میں گہرائی تک سرایت کر کے پسلیوں تک پیوست ہو کر پھنس گیا تھا۔ حضرت مالک نے طاقت کا استعمال کر کے نیزہ کھینچا تو نیزہ ٹوٹ گیا اور نیزہ کا پھلدار حصہ گھوڑے کے بدن میں رہ گیا۔ بطریق سرجس کا لگام کو جھٹکا مارنا اور حضرت مالک کا نیزہ کھینچنا یہ دونوں فعل ایک ہی ساعت میں وقوع میں آئے چنانچہ گھوڑا پیٹھ کے بل گرا۔ گھوڑے کے ساتھ بطریق سرجس کی بھی زمین پر آمد ہوئی۔ اس نے کھڑے ہونے کی بہت کوشش کی لیکن وہ زین کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا لہٰذا اس کا ایک پاؤں گھوڑے کے جسم کے نیچے دب گیا۔ پھر بھی اس نے اپنا بدن سرکا کر نکلنے کی کوشش جاری رکھی اتنے میں حضرت ضرار بن ازور دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور سرجس کے سر پر تلوار کی ایسی شدید ضرب لگائی کہ لوہے کا خود ٹوٹ گیا اور اس کا سر خربوزہ کی طرح دو ٹکڑے ہو گیا۔

رومی لشکر کے سپہ سالار باہان کا لڑنے کے لئے میدان میں آنا:

اسلام کے مجاہدوں نے جس آسانی سے بطریق سرجس کو کاٹ کر پھینک دیا وہ دیکھ کر باہان لرز اٹھا۔ اس کو ایسا محسوس ہوا

گویا اس کا بازو کٹ گیا۔ اس نے رومی لشکر کے اراکین کو جمع کر کے کہا کہ اب مجھے میدان میں جانا لازمی ہو گیا ہے۔ اگر میں غالب رہا اور ہم کو فتح یابی حاصل ہوئی تو ہرقل بادشاہ سے سرخ روئی سے ملوں گا اور اگر مارا جاؤں تو ہرقل بادشاہ کو میرا سلام کہنا اور ان کی خدمت میں میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نے دین صلیب کی اعانت و مدد کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی لیکن میں پروردگار آسمان پر غالب ہونے کی قوت و طاقت نہیں رکھتا جس نے عربوں کو ہم پر غلبہ دے کر ہمارے شہروں کے مالک بنا دیئے ہیں۔ رومی لشکر کے اراکین نے باہان سے کہا کہ اے سردار! آپ میدان میں جانے کی جلدی مت کرو اور کسی اور کو میدان میں بھیجو۔ باہان نے کہا کہ اب میں کیا منہ لے کر بادشاہ کے حضور جاؤں گا جب کہ ہمارے لشکر کے اہم افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ میرے لئے یہی مناسب ہے کہ نیزہ بازی اور شمشیر زنی کرتے ہوئے مر جاؤں تا کہ قوم کی عار و ننگ اور بادشاہ کی سرزنش سے نجات پاؤں اور میں تم سب کو صلیب کے حوالے اور صلیب کی پناہ میں سپرد کرتا ہوں لوگوں نے کہا اے بادشاہ ہم آپ کو میدان میں ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ پہلے ہم لڑتے ہوئے مر جائیں بعد میں آپ میدان میں جانے کا قصد کرنا۔ ہمارے زندہ ہوتے ہوئے آپ کو مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں لیکن باہان نے ان کی گزارش کو ٹھکرا دیا اور چاروں کنیسوں کی قسم کھا کر کہا اب میدان میں میرے علاوہ کوئی نہیں جائے گا۔ باہان کے عزم مصمم اور پختہ استقلال کے سامنے اس کی قوم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ باہان نے اپنے بیٹے کو بلایا اور صلیب اعظم اس کو دیتے ہوئے کہا کہ تو میرے قائم مقام کی حیثیت سے میری جگہ ٹھہر۔ پھر باہان نے عمدہ سامان جنگ پہنا۔ باہان کی تلوار، نیزہ، سپر، زرہ، خود، زین وغیرہ میں سونے کا کام کیا ہوا تھا اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ باہان کے ہاتھ میں سونے کا ''عمود'' (Mace) تھا جب باہان میدان میں آیا تو آفتاب کی روشنی میں اس طرح سونا چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہوا کہ سونے کا مجسمہ میں میدان میں آیا ہے۔ باہان کے جسم اور گھوڑے پر جو جنگی سامان تھا اس کی قیمت تقریباً ساٹھ ہزار درہم تخمیناً تھی۔

باہان نے میدان میں آ کر اپنے گھوڑے کو گرداوا دیا اور اپنا نام و عہدہ جتا جتا کر لڑنے کے لئے مقابل طلب کرنے لگا۔ قوم دوس کا ایک جوان میدان میں آیا۔ باہان نے اس جوان کو حملہ کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور اس جوان کے سر میں سونے کا عمود ایسی شدت سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون کا چشمہ بہنے لگا۔ لیکن وہ نوجوان مسکرانے لگا بلکہ خوشی سے مچل مچل کر آسمان کی جانب اشارہ کر کے خوشی اور سرور کا اظہار کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں جنت کا مشتاق ہوں اور جنت کی حوریں میرا استقبال کرنے آئی ہوئی ہیں۔ اس نوجوان کے چہرے پر رنج و تکلیف کے آثار کے بجائے راحت و انبساط کے آثار نظر آتے تھے۔ بقول:

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں، میل کی خول
آ برس جا کہ نہا دھو لے یہ پیاسا تیرا

(از: امام عشق و محبت، حضرت رضا بریلوی)

چند ہی لمحات کے بعد وہ دوسی نوجوان اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا اور شہید ہو گیا۔ باہان کی جرأت بڑھ گئی۔ دوسی جوان کو شہید کرنے پر وہ تکبر اور غرور میں بھر گیا اور اپنی بہادری اور شجاعت کی گل بانگ ہانکنے لگا اور چیخ چیخ کر مقابل طلب کرنے

لگا۔ باہان کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس کو سراہنے کے لئے رومی لشکر کے سپاہی بلند آواز میں کلمہ کفر کا شور وغل مچانے لگے۔ حضرت مالک نخعی پھر ایک مرتبہ میدان میں آئے اور باہان کو للکارا۔ باہان نے حضرت مالک نخعی کے سر پر عمود کا ایسا سخت وار کیا کہ حضرت مالک کا خود ٹوٹ گیا اور خود کا ایک ٹکڑا پیشانی میں پیوست ہو گیا اور ان کی آنکھ کے اوپر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور بے تحاشا خون بہنے لگا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مالک نخعی ''اشتر'' ہو گیا۔ یعنی آنکھ کے اوپر زخم کھانے والا''۔

حضرت مالک نخعی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور چکر آنے کی وجہ سے سر گھومنے لگا۔ باہان اس انتظار میں تھا کہ حضرت مالک اب گھوڑے سے گرنے والے ہیں۔ حضرت مالک نے اسلامی لشکر کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ کیا لیکن انہیں یہ خیال آیا کہ اس طرح واپس پلٹنا میدان جہاد سے پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہے اور جہاد سے بھاگنا اللہ کو ناپسند ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ خود حضرت مالک نخعی نے روایت کیا ہے کہ میں شدید زخم کی مصیبت میں مبتلا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ دفعۃً حضرت مالک کے جسم میں ایک عجیب قوت اور طاقت پیدا ہوئی اور حضرت مالک نے لپک کر باہان کے بازو پر تلوار کا وار کیا۔ باہان نے زرہ پہنی تھی مگر پھر بھی تلوار نے زرہ کو کاٹ کر زخم کر دیا۔ زخم گہرا نہیں تھا۔ معمولی زخم تھا لیکن زخم سے خون بہنے لگا۔ اپنے جسم سے خون بہتا دیکھ کر باہان گھبرا گیا اور اپنے گھوڑے کی باگ پھیر کر رومی لشکر کی طرف بھاگا۔ حضرت مالک نے اس کا تعاقب کیا لیکن باہان برق رفتاری سے بھاگا تھا لہٰذا ہاتھ نہ آیا۔ باہان زخمی ہو کر رومی لشکر میں داخل ہوا ارکان لشکر نے سہارا دے کر اسے گھوڑے سے اتارا اور اس کا زخم باندھا۔

حضرت مالک نخعی اسلامی لشکر میں واپس آئے۔ مجاہدوں نے ان کو گھوڑے سے اتارا اور زخم کی مرہم پٹی کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے راہ خدا میں مشقت اٹھانے پر اجر عظیم کی بشارت سنائی اور ان کے کام کا شکریہ ادا کیا اور سلامت واپس آنے اور غلبہ حاصل کرنے کی مبارکباد دی۔

رومی لشکر کا ہزیمت اٹھا کر بھاگنا اور اسلامی لشکر کی فتح:

جب باہان زخمی ہو کر رومی لشکر میں واپس آیا تو وہ خوف و دہشت سے لرز رہا تھا۔ نہ جانے اس نے کیا دیکھ لیا تھا کہ اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی تھی اور وہ موت کو سر پر کھیلتی دیکھ رہا ہو، اس طرح وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ میں موت کے کنارے کھڑا ہوں۔ باہان کی بھربھراہٹ اور بھڑکیلا پن دیکھ کر رومی لشکر کے سپاہیوں کے دل اچاٹ ہو گئے۔ دل الٹ پلٹ ہونے لگے اور اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ جان بچی لاکھوں پائے پر عمل کر کے بھاگ نکلنے کا ارادہ کرنے لگے لیکن اپنے سرداروں کے خوف اور شرم کا لحاظ کرتے ہوئے دل برداشتہ ہو کر رکے ہوئے تھے۔ ادھر حضرت خالد نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا کہ اے سردار! باہان کے زخمی ہو کر واپس جانے کی وجہ سے رومی لشکر پر خوف طاری ہو گیا ہے اور ان کا حوصلہ ٹوٹ چکا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم پورے لشکر کے ساتھ رومیوں پر یلغار کر دیں اور ان کو پھاڑ کر رکھ دیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کے مشورہ کے مطابق اسلامی لشکر کو یورش کا حکم دیا۔

تمام مجاہدوں نے نعرہ تکبیر کا فلک شگاف صوت بلند کیا اور رومی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور شدت سے تیغ زنی اور نیزہ زنی شروع کی۔ رومی سپاہی پہلے ہی پژمُردہ خاطر تھے۔ مجاہدوں کی تلواروں کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ کچھ دیر رومی سپاہی میدان میں جم کر لڑے مگر مجاہدوں نے ان کی لاشوں سے میدان بھر دیا۔ خون کی ندی بہہ نکلی۔ رومیوں کے قدم اکھڑ گئے اور پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کی۔ رومی لشکر کی جمعیت اور کثرت کی وجہ سے وہ ایک سمت نہیں بھاگ سکے بلکہ مختلف راستوں سے بھاگے۔ جس کو بھی جہاں کشادگی دکھائی پڑی اپنی جان ہتھیلی میں لے کر اس طرف بھاگا۔ رومی سپاہی دم دبا کر چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور جیش اسلام کے مجاہد ان کا تعاقب کر رہے تھے اور جو بھی ہاتھ لگتا تھا اس کو تہ تیغ کرتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں رومی سپاہی یاقوصہ ندی کی طرف بھاگے۔ مجاہدین ان کے تعاقب میں جب ندی کا گھاٹ آیا تو رومی سپاہیوں نے مجاہدوں کی تلواروں کے خوف سے اپنے گھوڑوں کے ساتھ گھاٹ کی بلندی سے ندی میں چھلانگ لگا دی اور ایک دوسرے پر گرنے کی وجہ سے تمام غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔

بعض رومی سپاہی بھاگ کر پہاڑوں کی طرف گئے اور پہاڑ کے نیچے اپنے گھوڑے چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مجاہدین نے ہر سمت ان کا تعاقب کیا۔ جنھوں نے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھا کر ''لفون لفون'' یعنی ''امان امان'' پکارا ان کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کر لیا۔ غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ شب کے وقت تمام مجاہد اسلامی لشکر کے کیمپ میں واپس آئے اور فتح و غلبہ کے حصول کا شکرانہ ادا کرنے شب بھر نماز و عبادت میں مشغول رہے۔

دوسرے دن یعنی جنگ یرموک کے پندرہویں دن طلوع آفتاب کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کے ہمراہ میدان کا گشت فرمایا۔ پورا میدان رومی سپاہیوں کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ رومی مقتولین کی تعداد کا شمار کرنا دشوار تھا لہٰذا حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں کو حکم دیا کہ وہ سوکھی لکڑیاں توڑ لائیں۔ تقریباً دس ہزار مجاہد اس کام پر گئے اور ہر مجاہد اپنے ساتھ پندرہ پندرہ لکڑیاں لایا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ میدان میں پڑی رومیوں کی لاشوں پر ایک ایک لکڑی رکھتے آؤ۔ اس طرح مردم شماری کرنے پر صرف یرموک کے میدان میں ایک لاکھ، پانچ ہزار رومی سپاہی مقتول پائے گئے۔ اسلامی لشکر کے چار ہزار مجاہد شہید ہوئے تھے۔ تمام شہداء کے اجسام کو میدان سے اٹھا کر کیمپ میں لائے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعدہٗ ان کو دفن کیا گیا۔

جنگ یرموک میں چالیس ہزار رومی سپاہی قید ہوئے۔ جنگ کے آخری دن رومی لشکر کے ایک لاکھ پانچ ہزار سپاہیوں کی لاشیں میدان سے دستیاب ہوئیں۔ ہزاروں کی تعداد میں یاقوصہ ندی میں گر کر ہلاک ہوئے۔ ہزاروں بھاگتے ہوئے مقتول ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں پہاڑوں پر چڑھ گئے وہ مجاہدوں کے خوف سے نیچے نہ اترے اور بھوک و پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ مجاہدوں نے رومی لشکر کے کیمپ کا قبضہ کر لیا۔ چاندی کے برتن، سونے کی صلیبیں، ریشمی کپڑے، زیورات، جواہر، تلواریں اور دیگر اسباب جنگ، خیمے، بستر، سواری کے جانور وغیرہ لاکھوں کی تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ ملک شام میں اسلامی لشکر کی سب سے عظیم فتح یرموک میں ہوئی اور بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔

حضرت خالد نے باہان کا دمشق تک تعاقب کر کے اسے قتل کرنا:

حضرت خالد بن ولید مجاہدوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد لشکر زحف لے کر رومیوں کے تعاقب میں جنگلوں ا پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک چرواہا ملا۔ حضرت خالد نے اس سے رومی سپاہیوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ باہان ارمنی چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔ حضرت خالد نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ دمشق کی طرف جانے والے راستہ پر تیز رفتاری سے چلو۔ تمام نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ حضرت خالد نے باہان کے لشکر کو دمشق کے قریب پا لیا اور جاتے ہی تمام مجاہد مثل شیر حملہ آور ہوئے۔ باہان اور اس کے ساتھیوں کو پتہ چلا کہ ''سیف اللہ'' حضرت خالد بن ولید جیش اسلام کو لے کر آ پہنچے ہیں تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ مجاہدوں نے ان کے سروں پر تلواریں رکھیں اور قتل کرنا شروع کیا۔ باہان نے اپنا قیمتی لباس اتار دیا اور گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ ہو گیا تاکہ اسے کوئی پہچان نہ سکے۔ اس کا ارادہ فرار ہونے کا تھا لہٰذا وہ گھمسان کی لڑائی میں گھوڑوں کے درمیان گھس کر بھاگنے لگا لیکن حضرت نعمان بن ازدی یا حضرت عاصم بن خول یربوی نے اسے پہچان لیا اور اسے قتل کر دیا۔ باہان کے قتل ہوتے ہی تمام رومی بھاگ نکلے۔

باہان کے لشکر کو ہلاک کرنے کا معرکہ دمش کے قلعہ کے باہر اور قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہوا تھا۔ جب اہل دمشق کو پتہ چلا کہ قلعہ کے باہر یہ معاملہ ہوا ہے تو دمشق کے معزز اور روساء کا ایک وفد حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہا کہ اس معرکہ میں ہم غیر جانبدار رہے ہیں۔ ہم نے رومی لشکر کی نہ تو کوئی مدد کی ہے اور نہ ہی ہم نے تمہارے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں یا کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا کہ تم کو ضرر و نقصان پہنچے بلکہ ہم نے صلح کے عہد و پیمان کی پابندی کی ہے۔ کیا آپ ہمارے رویہ سے مطمئن ہیں اور ہم اپنی صلح و امان پر قائم ہیں؟ حضرت خالد نے نے فرمایا تم اطمینان رکھو، تمہاری صلح بدستور قائم ہے۔ حضرت خالد کا جواب سن کر اہل دمشق مطمئن ہوئے اور حضرت خالد کا شکریہ ادا کر کے خوشی خوشی دمشق واپس لوٹے۔

پھر حضرت خالد یرموک سے بھاگے ہوئے رومی سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے دمشق سے روانہ ہوئے اور جہاں کہیں بھی رومی سپاہی ہاتھ لگتا تھا اس کو قتل کر دیتے تھے اس طرح رومی سپاہیوں کو قتل کرتے ہوئے ''منیة العقات'' نامی مقام تک پہنچے۔ وہاں ایک دن قیام کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر ''حمص'' پہنچے۔ دمشق سے حمص تک کی مسافت طے کرنے کے دوران حضرت خالد نے ہزاروں رومیوں کو واصل جہنم کیا۔

حضرت ابوعبیدہ کو پتہ چلا کہ حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ حمص پہنچ گئے ہیں تو وہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ یرموک سے حمص آ گئے۔ پھر وہاں سے تمام جیش اسلام کو لے کر دمشق آ گئے۔ دمشق آ کر حضرت ابوعبیدہ نے مال غنیمت سے خمس الگ کر کے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور جنگ یرموک کی تمام تفصیل اور فتح عظیم کا خط لکھ کر حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ دس ساتھیوں کو بھی مدینہ منورہ بھیجا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کو مال غنیمت اور خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کو دمشق میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ مجاہدوں نے دمشق میں استراحت حاصل کی۔ حضرت ابوعبیدہ امیر المومنین کے خط کا انتظار

تے تھے تاکہ وہاں سے حکم آنے کے بعد مجاہدوں میں حکم کے مطابق مال غنیمت تقسیم کیا جائے گا۔

''حضرت عمر فاروق کو حضور اقدس نے خواب میں فتح یرموک کی بشارت اور رومی مقتولوں کی تعداد بھی بتائی ، صلی اللہ علیہ وسلم''

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یرموک کے تعلق سے اسلامی لشکر کے لئے بہت زیادہ فکرمند ے۔ کیونکہ ان کو اطلاع ملی تھی کہ یرموک میں عیسائیوں کے لشکر کی تعداد آٹھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے لہٰذا امیر المومنین اسلامی ر کے لئے فکرمند تھے۔ جس دن جنگ یرموک میں رومیوں کو شکست فاش اور اسلامی لشکر کو فتح عظیم حاصل ہوئی اس رات نرت عمر فاروق نے خواب دیکھا۔ جس کو امام سیر و تواریخ حضرت علامہ واقدی قدس سرہ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

''دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شب ہزیمت روم کو یہ خواب کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے روضہ مقدس میں ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرا دل مسلمانوں سے متعلق ہے اور نہیں جانتا ہوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا کیا ان کے دشمنوں کے معاملے میں اور میں نے سنا ہے کہ رومی آٹھ لاکھ ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اے عمر! خوش ہو تم کہ بتحقیق فتح دی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور شکست دی ہے ان کے دشمنوں کو۔ اس قدر ان میں سے مارے گئے۔ پھر پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ''تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ''

(حوالہ: فتوح الشام، از: علامہ واقدی، ص: ۲۷۳)

آیت کا حوالہ: پارہ نمبر ۲۰، رکوع: ۱۲، سورۃ القصص، آیت نمبر: ۸۳

آیت کا ترجمہ: ''یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔'' (کنز الایمان)

صبح نماز فجر کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اپنا خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تمام بیحد مسرور ہوئے کیونکہ شیطان خواب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا اس خواب کے سچے ہونے کا اعتماد کیا اور یرموک میں لشکر اسلام کی فتح کا یقین کیا۔ چند دن گزرے کہ حضرت حذیفہ بن یمان اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ مال غنیمت اور حضرت ابوعبیدہ کا خط لے کر مدینہ منورہ آئے۔ حضرت حذیفہ نے امیر المومنین کو حضرت ابوعبیدہ کا خط دیا۔ امیر المومنین نے خط کا مضمون لوگوں کو سنایا تو خط کا مضمون حضور اقدس، عالم غیب، مطلع علی ما کان و ما یکون، رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خواب میں ارشاد فرمانے کے عین مطابق تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم نے سجدہ شکر ادا کیا اور تمام حاضرین نے الحمدللہ اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند کیں۔

معزز قارئین کرام کی توجہ درکار ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اعظم کو جنگ یرموک میں اسلامی لشکر کو حاصل شدہ فتح کی خوشخبری سنائی اور ساتھ میں رومی لشکر کے مقتول ہونیوالے سپاہیوں کی تعداد بھی بتا دی اور تعداد حضرت ابوعبیدہ کے خط میں مرقوم تعداد کے مطابق تھی۔ یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ کہاں میدان یرموک اور کہاں مدینہ منورہ اور رونق افروزِ گنبدِ خضراء؟ اس گنبد خضراء میں آرام فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یرموک کی جنگ میں قتل ہونے والے رومی سپاہیوں کی تعداد معلوم کر لی اور حضرت عمر فاروق کو اس تعداد سے آگاہ فرما دیا۔ لیکن افسوس دورِ حاضرہ کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں'' (معاذ اللہ)۔ حوالہ کے لئے دیکھو، کتاب ''براہین قاطعہ'' از: خلیل احمد انبیٹھوی و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ علم غیب کے تعلق سے مفصل بحث نہ کرتے ہوئے صرف اشارہ کر دیا ہے۔

القصہ! امیر المومنین نے حضرت حذیفہ سے دریافت فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ نے مجاہدوں میں مال غنیمت تقسیم کر دیا یا نہیں؟ حضرت حذیفہ نے عرض کیا نہیں بلکہ صرف خمس (۲۰%) الگ کر کے میرے ساتھ آپ کی خدمت میں بیت المال میں جمع کرنے بھیجا ہے۔ باقی کا مال تقسیم کرنے کے لئے آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیمت کا مال تقسیم کرنے کا حکم تحریر فرما کر حضرت حذیفہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ کو خط ارسال فرمایا۔ حضرت حذیفہ امیر المومنین کا خط لے کر دمشق آئے اور حضرت ابوعبیدہ کو خط دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے وہ خط مجاہدوں کو پڑھ کر سنایا اور پھر مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ ہر سوار کے حصہ میں چودہ ہزار مثقال سونا اور ہر پیدل کے حصہ میں آٹھ ہزار مثقال سونا آیا اور اسی طرح چاندی بھی تقسیم ہوئی۔

☆ اب تک اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہونے والے مقامات:

(۱) ارکہ (۲) سخنہ (۳) تدمر (۴) حوران (۵) بصرہ (۶) بیت لہیا (۷) اجنادین (۸) دمشق (۹) حصن ابی القدس (۱۰) جوسیہ (۱۱) حمص (۱۲) شیرز (۱۳) رستن (۱۴) حمات (۱۵) قنسرین (۱۶) بعلبک (۱۷) یرموک

اسلامی لشکر ایک مہینہ دمشق میں ٹھہرا۔ ایک مہینہ کا عرصہ گزرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ نے اسلامی لشکر کے تمام سرداروں کو اپنے خیمہ میں جمع کیا اور کہا کہ میرا ارادہ دمشق سے کوچ کرنے کا ہے۔ لیکن میں آپ تمام حضرات کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے بیت المقدس جائیں یا قیساریہ جائیں۔ تمام نے بیک زبان کہا کہ اے سردار! آپ امین الامت ہیں۔ آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ ہم کو متفقہ طور پر منظور ہے۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تمام حضرات کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہی فیصلہ کروں۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ اے سردار! ہماری رائے طلب کرنے سے بہتر ہے کہ آپ امیر المومنین کی رائے طلب کر لو اور امیر المومنین جو حکم فرمائیں اس پر عمل کرو۔ تمام حاضرین نے حضرت معاذ بن جبل کا مشورہ پسند کیا اور حضرت ابوعبیدہ نے اسی وقت حضرت عرفہ بن ناصح نخعی کو خط دے کر مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حضرت عرفہ بن ناصح مدینہ منورہ آئے اور حضرت عمر فاروق اعظم کو حضرت

ابوعبیدہ کا خط دیا۔ حضرت عمر نے خط پڑھنے کے بعد اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد ان سے رائے طلب کی۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ابوعبیدہ کو حکم کرو کہ وہ پہلے بیت المقدس جائیں اور بیت المقدس فتح کرنے کے بعد قیساریہ جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے پہلے بیت المقدس فتح ہوگا اور اس کے بعد قیساریہ فتح ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر امیر المومنین حضرت عمر نے فرمایا کہ اے اباحسن! آپ سچ فرماتے ہو۔ سچ فرمایا تھا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ اس معاملہ کو علامہ واقدی نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل فرمایا ہے:

> ''پس کہا حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے کہ اے امیر المومنین! حکم کروتم ابوعبیدہ بن الجراح کو کہ جا اتریں وہ بجمعیت لشکر مسلمانوں کے بیت المقدس پر پس گھیر لیویں اس کو اور لڑیں وہاں کے لوگوں سے کہ یہ بہتر اور مبارک رائے ہے۔ پس جس وقت فتح کرے گا اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو پھیریں وہ اپنے لشکر کو بجانب قیساریہ کے کہ وہ بعد اس کے فتح ہو جاوے گی اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی خبر دی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے۔
> حضرت عمر نے کہا کہ سچ فرمایا تھا مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے اور سچے ہو تم اے ابا الحسن''

(حوالہ: فتوح الشام، از علامہ واقدی، ص: ۲۷۵)

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کو قبول فرماتے ہوئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے فوراً حضرت ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ آپ پہلے بیت المقدس جائیں اور بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد ہی بجانب قیساریہ کوچ کریں۔ ناظرین کرام توجہ فرمائیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم اور سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تھا اور آپ جمیع مغیبات پر مطلع تھے اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ پہلے بیت المقدس فتح ہوگا اور بعد میں قیساریہ فتح ہوگا اور اس معاملہ کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر بھی دی تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایسا پختہ یقین تھا کہ جب حضرت عمر فاروق نے اجلہ صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے جمع کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں حضرت علی نے حضور اقدس کے علم غیب پر اعتماد و یقین رکھتے ہوئے وہی مشورہ دیا جو حضور اقدس نے غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیت المقدس پہلے فتح ہوگا۔ صرف سیدنا حضرت علی ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم اور تمام صحابہ کرام کا پختہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے محبوب اعظم کو علم غیب حاصل تھا اور علم غیب کی بناء پر جو فرمایا ہے وہ ''سچ فرمایا تھا مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے''۔ الحاصل! تمام صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا لیکن دورہ حاضرہ کے منافقین یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا شرک ہے۔

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے امام و پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

> ''کسی نبی، ولی یا امام و شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔'' (حوالہ: تقویۃ الایمان، ناشر: دارالسلفیہ، بمبئی، ص: ۴۷)

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیر و مرشد اور وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت کے امام ربانی اور مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتویٰ ہے کہ:

''اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے''

(حوالہ: فتاویٰ رشیدیہ، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص:۳...)

کتنی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جس عقیدہ کو صحابہ کرام نے اپنایا اور جس عقیدہ پر صحابہ کرام نے پختہ یقین کیا اُ... عقیدہ کو دور حاضرہ کے منافقین شرک کہہ رہے ہیں۔ اب ناظرین ہی فیصلہ کریں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی رشید اح... گنگوہی کے مندرجہ بالا فتاویٰ کن پر چسپاں ہو رہے ہیں؟

القصہ! امیر المومنین حضرت عمر فاروق کا خط لے کر حضرت عرفہ بن ناصح نخعی مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ اسلامی لشکر کو لے کر دمشق سے روانہ ہو کر جابیہ نامی مقام میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ حضرت عرفہ نے جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ کو امیر المومنین کا خط دیا۔

حضرت ابوعبیدہ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خط سنایا۔ خط سن کر تمام حاضرین خوش ہوئے اور کہا کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشین گوئی کے مطابق فتح کی بشارت دی ہے تو انشاء اللہ بیت المقدس ضرور فتح ہوگا۔ حضرت ابوعبیدہ نے اسی وقت اسلامی لشکر سے فرمایا کہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق ہم پہلے بیت المقدس کی طرف کوچ کریں گے۔

جنگ بیت المقدس

حضرت ابوعبیدہ نے جابیہ سے اسلامی لشکر کو حسب ذیل ترتیب سے بیت المقدس کی جانب روانہ فرمایا اور ہر ایک سردار کو نشان (علم) عطا فرمایا۔

☆ پہلے دن حضرت یزید بن ابی سفیان کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔
☆ دوسرے دن حضرت شرحبیل بن حسنہ کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔
☆ تیسرے دن حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔
☆ چوتھے دن حضرت میتب بن نجیبۃ فزاری کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔
☆ پانچویں دن حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔
☆ چھٹے دن حضرت عروہ بن مہلہل بن یزید الجبل کو پانچ ہزار سواروں پر سردار مقرر فرما کر روانہ کیا۔

مندرجہ بالا ترتیب سے حضرت ابوعبیدہ نے چھ دن میں کل تیس ہزار کا اسلامی لشکر جابیہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ فرمایا۔ باقی کا لشکر مع مستورات، اطفال، بہائم و اسباب کے جابیہ میں مقیم رکھا اور حضرت ابوعبیدہ و حضرت خالد بن ولید باقی لشکر کے ساتھ جابیہ میں ٹھہرے رہے۔

اسلامی لشکر کی بیت المقدس آمد:

سب سے پہلے حضرت یزید بن ابوسفیان پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بیت المقدس پہنچے اور قلعہ کے باہر تھوڑے فاصلہ پر ''باب ارحا'' کے سامنے پڑاؤ کیا۔ اسلامی لشکر نے آتے ہی تکبیر اور تہلیل کے فلک شگاف نعروں سے کوہ و صحرا کو گونجا دیا۔ تکبیر و تہلیل کی بلند صدا سن کر اہل شہر چونک اٹھے اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو باب ارحا کے سامنے اسلامی لشکر اپنا کیمپ کھڑا کر رہا تھا۔ رومیوں نے صرف پانچ ہزار کا لشکر دیکھ کر بربنائے قلت تعداد اسلامی لشکر کو ناچیز و حقیر جانا۔ دوسرے دن حضرت شرحبیل بن حسنہ اور تیسرے دن حضرت مرقال ہاشم بن عتبہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے آئے اور ''باب غربی'' کے سامنے کچھ فاصلہ پر پڑاؤ۔ چوتھے دن حضرت میتب بن نجیبۃ الفزاری اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچے اور ''باب وسط'' کے سامنے ٹھہرے۔ پانچویں دن حضرت قیس بن ہبیرہ مرادی کا لشکر نعرۂ تکبیر و تہلیل بلند کرتا ہوا آیا اور وہ بھی باب وسط کے سامنے حضرت میتب فزاری کے لشکر کے قریب خیمہ زن ہوا۔ چھٹے روز حضرت عروہ بن مہلہل بن یزید الجبل اپنے لشکر کے ساتھ آئے

اور ''رملہ'' کے راستہ کے قریب ''محراب داؤد'' سے متصل کیمپ لگایا۔

اس طرح کل تیس ہزار کے اسلامی لشکر نے بیت المقدس کے قلعہ کے گرد کیمپ نصب کر کے محاصرہ قائم کر دیا تھا۔ روز اسلامی لشکر کی ایک قسط آتی۔ آنے پر شور وغل ہوتا۔ جسے سن کر رومی قلعہ کی دیوار پر چڑھتے۔ تھوڑی دیر معائنہ کرتے۔ پھر قلعہ کی دیوار سے اتر جاتے۔ روز کا یہ معمول ہو گیا تھا۔ بیت المقدس کا قلعہ نہایت بلند، کشادہ اور مضبوط تھا۔ جس دن اسلامی لشکر کی پہلی بٹالین (Battalion) بیت المقدس آئی تھی اسی دن سے رومیوں نے قلعہ کی فصیل پر چاروں طرف اینٹ، پتھر کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ تیر کمانیں، آلات حرب وضرب کا بڑا ذخیرہ قلعہ کی دیوار پر جمع کر دیا تھا لیکن کچھ کرتے نہیں تھے۔ جب اسلامی لشکر کی آخری قسط بیت المقدس آ پہنچی تھی اس کے دن گزر گئے لیکن اہل شہر قلعہ میں محصور بیٹھے رہے۔ روز قلعہ کی دیوار پر آتے تھے، اسلامی لشکر کو دیکھتے تھے پھر کچھ دیر بعد نیچے اتر جاتے تھے۔ رومیوں کی طرف سے کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں ہوتی تھی بلکہ ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم پر عمل کرتے ہوئے چپ لگا کر بیٹھے تھے۔

اسلامی لشکر نے تین دن تک انتظار کیا کہ اہل شہر شاید کسی ایلچی کو بھیجیں گے اور لڑائی یا صلح کے معاملہ میں گفتگو کریں گے مگر نہ تو کوئی قاصد آیا نہ کسی رومی نے ذاتی طور پر مجاہدوں سے کوئی گفتگو کی اور نہ ہی رومیوں کی جانب سے کسی قسم کا کوئی حملہ ہوا۔ گویا کہ وہ اسلامی لشکر کی آمد سے بے خبر ہوں اور ایسا رویہ اپنایا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہمارے نزدیک تمہاری کوئی وقعت اور اہمیت نہیں ہے۔ حالانکہ اسلامی لشکر سے گاہے گاہے تکبیر وتہلیل کی صدا بلند ہوتی تھی جس کو وہ سنتے تھے اور شہر پناہ کی فصیل سے اسلامی لشکر کو وہ دیکھتے بھی تھے مگر پھر بھی وہ قصداً اندھے اور بہرے بنے بیٹھے تھے۔ اسلامی لشکر کے ایک مجاہد نے چوتھے روز حضرت شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول سے کہا کہ اے سردار! کیا بیت المقدس کے باشندے بہرے ہیں جو ہماری آوازیں نہیں سنتے ہیں یا اندھے ہیں جو ہمیں نہیں دیکھتے ہیں یا گونگے ہیں جو بات نہیں کرتے ہیں؟ اے سردار! آپ ہم کو ان پر حملہ کرنے کی اجازت عطا کرو۔ حضرت شرحبیل نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنی کثرت اور قلعہ کی مضبوطی پر ناز اور اعتماد ہے۔

اسی دن حضرت یزید بن ابی سفیان اپنے ساتھ چند ہتھیار بند مجاہد اور ایک مترجم کو ساتھ لے کر قلعہ کی دیوار کے قریب گئے۔ رومی قلعہ کی فصیل پر خاموش کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مترجم نے پکار کر کہا کہ اے بیت المقدس کے باشندو! اسلامی لشکر کے سردار تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ رومیوں نے جواب میں کہا کہ کس معاملہ میں بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے مترجم کے توسط سے فرمایا کہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کا کلمہ حق کہہ کر دعوت صدق قبول کر کے اسلام میں داخل ہو کر ہمارے بھائی بن جاؤ اور ہماری تلواروں سے اپنی جانیں مامون کر لو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ماضی کے گناہوں کو بخش دے گا۔ تمام رومیوں نے جواب میں کلمۂ کفر بلند کیا اور شور وغل مچانے لگے اور کہا کہ ہم اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اپنے دین سے منحرف ہونے سے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان نے فرمایا کہ اگر تم کو دین اسلام قبول کرنے سے انکار ہے تو پھر جزیہ ادا کرو اور ہم سے امان حاصل کرو ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرنے والی ہے۔ رومیوں نے کہا کہ جزیہ ادا کر کے ہم ذلیل ہونا نہیں چاہتے اور ہم کو تمہارے امن کی کوئی حاجت